جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ
المعروف بہ
شمائلِ کبریٰ

چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل ایک نایاب کتاب، جسے پڑھ کر دلوں میں سنتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

مجبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سُنّتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جدید نظرثانی ایڈیشن

جلد ہفتم

حصہ بارہواں

حج وعمرہ وغیرہ کے متعلق شمائل وسنن

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

(نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی)

کتاب کا نام ــــ شمائلِ کبریٰ جلد ہفتم حصہ بارہواں

تاریخ اشاعت ــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ــــ احبابِ زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ــــ فاروقِ اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ــــ احبابِ زمزم پبلشرز

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَزَاءً جَمِیْلًا جَزِیْلًا

ــــ مِنْجَانِب ــــ

احبابِ زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہورہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو کر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک ﷺ بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ اول: (۱) کھانے (۲) پینے (۳) لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ دوم: (۱) سونے (۲) بیدار ہونے (۳) بستر (۴) تکیہ (۵) خواب (۶) سرمہ (۷) انگوٹھی (۸) بال (۹) داڑھی (۱۰) لب ناخن (۱۱) امور فطرت (۱۲) خضاب (۱۳) عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ سوم: (۱) معاملات (۲) تجارت (۳) خرید وفروخت (۴) بازار (۵) ہبہ (۶) عاریت (۷) اجارہ اور مزدوری (۸) ہدیہ (۹) قرض (۱۰) مرغ (۱۱) گھوڑے (۱۲) بکری (۱۳) اونٹ (۱۴) سواری (۱۵) سفر کے متعلق آپ کے شمائل و سنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۵۷ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ چہارم: (۱) اخلاص (۲) صدق (۳) محبت والفت (۴) محبت وعداوت خدا کے واسطے (۵) حب خدا ورسول (۶) مؤمن کو خوش کرنا (۷) مسلمانوں کی مدد ونصرت (۸) پریشان حال کی مدد ونصرت (۹) مظلوم کی مدد (۱۰) یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت (۱۱) احباب کی ملاقات اور زیارت (۱۲) اولیاء وصلحاء کی زیارت (۱۳) عفو ودرگزر (۱۴) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر (۱۵) سائلین کی رعایت (۱۶) اکرام مسلم (۱۷) بڑوں کی تعظیم (۱۸) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا (۱۹) مؤمن کی عزت (۲۰) لوگوں کے مرتبہ کی رعایت (۲۱) خاطر مدارات (۲۲) مہمان نوازی (۲۳) امانت اور دیانتداری (۲۴) وعدہ پورا کرنا (۲۵) حلم و بردباری (۲۶) اعتدال اور میانہ روی (۲۷) سنجیدگی (۲۸) نرمی سہولت (۲۹) پردہ پوشی (۳۰) غصہ برداشت کرنا (۳۱) توکل (۳۲) قناعت (۳۳) استغناء (۳۴) صبر (۳۵) شکر (۳۶) سادگی (۳۷) قناعت (۳۸) تواضع وانکساری (۳۹) شرم اور حیا (۴۰) سخاوت (۴۱) استقامت (۴۲) شجاعت اور بہادری (۴۳) نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج (۴۴) زائد پر دوسروں کو ترجیح (۴۵) دوسروں کے لئے وہی جواپنوں کے لئے (۴۶) توڑ والوں سے جوڑ (۴۷) حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز (۴۸) سلامتی صدر (۴۹) خوش کلامی (۵۰) خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ

(۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد سوم ...... حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال و اوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات و اطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ اعنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت وشجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت و وقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود وسخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت ورحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائلِ کبریٰ جلد سوم ...... حصہ ششم: (۱) طہارت و نظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات وممنوعات (۴) سجدہ سہو (۵) خشوع وخضوع (۶) سترہ (۷) جماعت (۸) امامت (۹) صف کی ترتیب (۱۰) اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہشتم: (۱) نماز شب وتہجد (۲) تراویح (۳) وتر (۴) اشراق (۵) چاشت (۶) دیگر تمام نفل

نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقر عید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رؤیت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ششم ...... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم ...... حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرستِ مضامین

زمزم پبلشرز

میقات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ۷۰

احرام کے متعلق سنن نبوی اور مسائل کا بیان ۸۵

تلبیہ کے سلسلہ میں سنن نبوی ﷺ اور آداب کا بیان ۱۱۳

حرم: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے متعلق سنن و آداب کا بیان ۱۲۶

طواف خانہ کعبہ کے متعلق سنن اور طریق و تعلیم مبارک کا بیان ۱۴۰

طواف بیت اللہ کی فضیلت اور اس کا ثواب ۱۹۰

سعی کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ طریق وسنن کا بیان ۲۰۲

منیٰ سے جانے کے متعلق آپ ﷺ کے سنن وطریق مبارک کا بیان ۲۲۲

منیٰ سے عرفات جانے کے متعلق آپ ﷺ کے مناسک کا بیان ۲۳۲

عرفہ سے مزدلفہ جانے کے متعلق آپ ﷺ کے سنن وطریق کا بیان ۲۶۸

زمزم پبلشرز

رمی قربانی حلق میں ترتیب سے متعلق آپ ﷺ کے طریق وحکم کا بیان ۳۱۱

حلق سے متعلق آپ ﷺ کے سنن و طریق کا بیان ۳۱۵

طواف زیارت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے سنن وطریق مبارک کا بیان ۳۲۸

ایام تشریق میں منیٰ میں قیام سے متعلق اعمال کا بیان ۳۴۶

زمزم پبلشرز

نیل الکمال فی تحقیق الرمی قبل الزوال ۳۶۵

منیٰ سے روانہ ہونے کے متعلق آپ کے طریق مبارک کا بیان ۳۸۶

حج سے متعلق چند اہم ترین ضروری امور اور احکامات ۴۱۲

جمعہ کے دن سے متعلق تفصیل وتحقیق ۴۲۱

حج بدل کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات ۴۲۶

نابالغ اور کمسن چھوٹے بچوں کے حج کے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات کا بیان ۴۳۳

حج وعمرہ سے روک کے متعلق آپ ﷺ کے سنن وطریق کا بیان ۴۳۶

عورتوں کے حج کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ ارشادات وتعلیمات کا بیان ۴۵۰

زمزم پبلشرز

پیش لفظ

الحمدلله الذی تمم ارکان الاسلام بفرض الحج الی بیته الحرام و الذی شرع لمقاصدیه اقصد الطریق و جمع لعار فیه اسباب التوفیق و بوّأ خلیله مکان البیت العتیق و افضل الصلاة و السلام علی سیدنا محمد خبرالانام و علی آله و اصحابه البررة الکرام. و من تبعهم ائمة العظام و المحدثین و الفقهاء الکرام. امابعد!

حج اسلام کے اہم ترین بنیادی عبادتوں اور شعائر اسلام میں ہے۔ یہ جان مال پر جامع ہے سفری صعوبتوں تعب مشقت کا حامل ہے۔ اسی وجہ سے اسے جہاد کے مثل کہا گیا ہے۔ حج اپنے سارے ارکان اعمال مناسک وعبادات کے ساتھ طاعات محض مجرد امتثال بے چوں وچراں حکم بجالانے اور ہر مطالبہ کے آگے سر جھکادینے کا نام ہے اس کے افعال عشقیہ ہیں۔ عقل وفہم موافقت کرے یا نہ کرے ادا کرنا ہے۔ یہی تمام انبیاء کرام عارفین عظام اہل طلب ومحبت کا ذوق اور طرہ امتیاز ہے یہی عبدیت کی شان ہے۔

اپنی اہمیتوں اور بیش بہا جزاء ثواب کی وجہ سے شیطان کے خصوصی کاوشوں میں ہے کہ یہ ناقص اور برباد ہوجائے کہیں اس کا حملہ ریاء شہرت کے راستہ سے کہیں مناسک میں غفلت اور بے پرواہی کے راستے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے "ان لابلیس شیاطین مردة یقول لهم علیکم بالحجاج و المجاهدین فاضلوهم السبیل." (مجمع:۳/۲۱۵)

اسی وجہ سے ایک قلیل مقدار میں علی منہاج السُّنۃ اور حج مبرور کی سعادت حاصل کر پاتے ہیں۔ حجاج میں ایک اچھا طبقہ تقویٰ، انابت الی اللہ اتباع سنت وآداب کی رعایت سے خالی ہوتا ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ دینی ذوق کی کمی حج کے مسائل واحکام سے ناواقفیت وغفلت ہے۔

اس اہم موضوع پر ہر زمانہ میں طویل مختصر کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں۔ خصوصاً عربی اور اردو میں اس کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ ہے۔

تاہم ایک ایسی جامع اور مستند کتاب کی ضرورت تھی جس میں اس موضوع سے مطابق احادیث آثار کو پیش نظر یا بنیاد بناتے ہوئے مناسک کو جمع کیا گیا ہو۔

پیش نظر کتاب میں اسی کی رعایت کی گئی ہے۔ جس میں مناسک حج کا استناد احادیث وآثار سے ہے۔ مؤلف نے سعی بلیغ شدید اہتمام اور بڑی کاوش بفضلہٖ وکرمہٖ کیا ہے کہ مناسک سے متعلق جو سنن وآثار طریق آداب ذخیرہ کتب احادیث میں لآلی منثورہ کی طرح پھیلے ہوئے ہیں ان کو مرتب کردیا جائے اور اس کے ذیل میں مسائل احکام بھی ذکر

کر دیئے جائیں تا کہ خواص وعوام ہر طبقہ کے لئے قابل استفادہ ہوجائے۔ اوراس کی روشنی میں شریعت وسنت کے مطابق حج مبرور کی وہ سعادت حاصل کر سکیں۔ جس کے بیش بہا فوائد وفضائل دنیا وآخرت سے وابستہ ہیں۔

بعض اہم امور جس میں لوگوں سے یا بعض اہل علم سے غفلت ہوئی ہے سیر بحث وافی کلام کیا گیا ہے۔ جو ایک رسالہ کی شکل میں ہے۔ جیسے رمی قبل زوال، بوڑھی عورت کا بلا محرم سفر وغیرہ۔ تا کہ بجمیع الوجوہ اہل طلب کے لئے حق واضح ہوکر سامنے آجائے۔

چونکہ حج میں عورتوں کا بھی ایک جم غفیر رہتا ہے۔ لہٰذا مستقل عنوان سے عورتوں کے متعلق بھی مناسک حج کو بیان کیا گیا ہے۔ عموماً حج سے متعلق نفس اور شیاطن کی آمیزش سے جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کو بھی اصلاح کے پیش نظر آخر میں بیان کر دیا گیا ہے۔ تا کہ حج جیسی عظیم دولت ان آلودگیوں سے پاک وصاف ہو کر جزاء حسنہ کاملہ کا باعث ہوجائے کہ حج کے لئے اچھا خاصہ جان مال صرف کیا گیا ہے۔

حسب سابق تمام ماخوذ مضامین مستند کتابوں سے باحوالہ بقید جلد صفحات درج ہیں تا کہ اہل ذوق حسب ضرورت رجوع کر سکیں۔

زائرین بیت اللہ کے لئے یہ انمول بیش بہا موتی ہے جس سے وہ اس باب میں بہترین احسن الوجوہ رہنمائی اور وسیع معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

جن حضرات کے تعاون سے اور سعی سے اس کے مراحل طباعت واشاعت طے ہو سکے ہیں ان کے لئے دعا ہے کہ خدائے پاک اپنی شایان شان جزائے خیر سے نوازے۔

مولیٰ کریم کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ درسی مصروفیتوں، طبیعت کی عدم استواری کے باوجود اس کی ترتیب وتالیف کی توفیق بخشی۔ فتقبلہ۔

مولیٰ عز وجل سے دعا ہے کہ خامیوں اور کوتاہیوں کو اپنے کرم کے صدقہ درگذر فرما کر قبولیت سے نوازتے ہوئے امت کے ہر طبقہ خواص عوام کو اس سے مستفید فرمائے۔ رہتی دنیا تک اس کا سلسلہ عادم فرمائے۔ عاجز کے لئے باعث نجات وذخیرہ بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد بھاگلپوری ثم لکھنوی

استاذ حدیث وافتاء

مدرسہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور

ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ مارچ ۲۰۰۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

حج کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل وطریق کا بیان

آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل متعدد حج کئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ۳ رحج کئے، دو ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد (حجۃ الوداع)۔ (ترمذی: ۱۶۸، سبل الہدیٰ: ۴۴۴)

سفیان ثوری نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے متعدد حج کئے۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ آپ ﷺ ہجرت سے پہلے ہر سال حج فرماتے تھے کسی سال آپ نے (مکہ کے قیام کے دوران) حج ترک نہیں کیا۔ (سبل الہدیٰ: ۸/۴۴۴)

ابن حزم صاحب محلی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ ہجرت سے قبل نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد متعدد حج کئے۔ مگر اس کی مقدار معلوم نہیں۔ (شرح مناسک: ۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے ۲ رحج کیا تھا۔ اور ہجرت کے بعد تو سوائے حجۃ الوداع کے کوئی حج نہیں کیا۔ البتہ آپ نے عمرہ چار کئے۔ (ابن ماجہ، حاشیہ مناسک: ۱۹)

فائدہ: حج جو اہم ترین عبادات میں سے ہے۔ جب سے اس عبادت کا سلسلہ چلا ہے بند نہیں ہوا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے ''تاریخ مکہ'' خانہ کعبہ کی تاریخ میں دیکھئے۔ ایام جاہلیت میں آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے بھی حج کا سلسلہ قائم تھا۔ جس میں شرک کی آمیزش ہو چکی تھی۔ آپ کی ولادت کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری تھا اور آپ بھی حج کرتے رہتے تھے۔ نبوت کے بعد بھی آپ نے حج کیا ہے۔ ابن کثیر کے حوالہ سے معارف السنن میں ہے آپ نے نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد متعدد مرتبہ حج کیا تھا۔ (معارف السنن: ۲۱)

قرطبی نے بیان کیا کہ آپ نے حج کی فرضیت سے پہلے بھی حج کیا ہے۔

آپ ﷺ حج سنت ابراہیمی کے موافق کرتے تھے، کفار مکہ حج میں عرفات کا وقوف نہیں کرتے تھے، وہ اسے اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ مزدلفہ ہی سے واپس آجاتے تھے۔ آپ وقوف عرفہ کیا کرتے تھے۔ ''و قد وقف

بعرفة و لم يغير من شرع ابراهيم ما غيروا"۔ (معارف السنن:۶/۲۱)

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ نے صرف ایک ہی حج کیا۔ اس کی متعدد وجہیں اہل علم حضرات کے یہاں ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کفار مکہ نے حج کا صحیح وقت بدل دیا تھا حجۃ الوداع کے سال اس کا صحیح وقت آ گیا تھا۔

حج بیت اللہ کے فضائل و ترغیبات دینی دنیاوی فوائد و برکات

اسلام کے افضل ترین اعمال میں حج بیت اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل بہترین اعمال میں ہے۔ آپ نے فرمایا خدا رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون عمل؟ آپ نے فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا، پوچھا گیا پھر کون سا عمل آپ نے فرمایا حج مبرور۔ (بخاری:۲۰۶، مسلم:۶۲)

فائدہ: اس حدیث پاک میں جہاد کے بعد افضل ترین عمل حج بیان کیا گیا ہے۔ مشقت اور تعب کے اعتبار سے یہ جہاد کے مثل ہے۔ حج جانی اور مالی دونوں عبادت ہے۔ اس وجہ سے بھی اس کی فوقیت ہے۔

طبری نے کہا ایمان اور جہاد کے بعد اعمال بدنیہ میں افضل جہاد ہے۔ افضل الاعمال کے سلسلہ میں ۳؍قول ہیں۔ (۱) نماز (۲) روزہ (۳) حج۔ (القریٰ:۳۳)

حج گزشتہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے ختم کر دیتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے ہمارے دل میں اسلام ڈالا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا دست مبارک لایئے میں آپ سے بیعت کروں۔ آپ نے دست مبارک بڑھایا اور میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا کیا بات ہے اے عمرو! میں نے کہا میری شرط ہے۔ آپ نے فرمایا کیا شرط ہے۔ میں نے کہا میری مغفرت کر دی جائے (مجھ سے جو جرم و گناہ ہوئے اس کی معافی ہو جائے) آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم اسلام پہلے کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ ''ہجرت'' پہلے کے گناہ کو معاف کر دیتی ہے۔ حج گزشتہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ (مسلم:۸، ابن خزیمہ:۴/۱۳۱، ترغیب:۲/۱۶۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ان کے پاس سے ایک جماعت گذری، پوچھا کہاں سے آ رہے ہو، کہا مکہ سے، کہا خانہ کعبہ سے، کہاں ہاں۔ پوچھا کیا کوئی تجارت یا خرید و فروخت کی وجہ سے تھا۔ کہا نہیں۔ (بلکہ حج کی وجہ سے) کہا عمل کرتے رہو، (یعنی حج) گزشتہ گناہوں کی تلافی کا ذریعہ ہوگا۔ (القریٰ:ص۳۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا حج بیت اللہ ایسی مقدس عبادت ہے جس کی ادائیگی جب کہ شریعت و سنت کے مطابق

ہو رضا الٰہی کے لئے ہو جیسا کہ تمام اعمال میں شرط ہے۔ سوائے حق العبد قرض وغیرہ کو چھوڑ کر تمام گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔

خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو تو اگلے پچھلے گناہ معاف

حضرت عبداللہ کی راویت میں ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لئے حج کا ارادہ کرے اللہ پاک اس کے پچھلے اگلے گناہ سب معاف فرمادیں گے۔ اور اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ جس کے حق میں وہ دعا کرے گا۔ (القریٰ:۳۱)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے لئے حج کرنے پر ثواب ہے۔ آپ نے حج کے بارے میں خاص کر کے ذکر کیا ہے۔ عموماً حج جیسی عظیم عبادت میں ریاء شہرت شامل ہو جاتی ہے۔ ہرگز ایسے اسباب نہ اختیار کرے ذہن سے دور کرے۔ لوگوں میں مشہور نہ کرتا پھرے کہ میں حج کو جارہا ہوں۔ نفس کو اس پر ملامت کرتا رہے، لوگوں سے چرچا کرنا، اعلان کرانا، دعوتیں دے کر ملاقات کے لئے بلانا، وغیرہ ریاء کی علامتیں ہیں۔ اکثر لوگ شیطان کے اس پھندے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور آخرت کا ثواب کھو بیٹھتے ہیں۔

جسے سفر حج کے لئے مالی سہولت ہو اس پر آپ نے فرض فرمایا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا حج کس سے، اور کس پر واجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا سفری کھانے پینے اور سواری کی سہولت ہو جانے سے۔ (ترمذی:۱۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے اللہ پاک کے فرمان "مبارك و لله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا." کے بارے میں پوچھا گیا کہ "السبیل" کا کیا مطلب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا زاد، اور سواری، یعنی راستہ کے اخراجات اور سواری کا صرفہ اس کے پاس ہو۔ (حاکم:۱/۴۴۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حج بیت اللہ آپ نے اسی پر واجب قرار دیا ہے جس میں استطاعت ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا خرچہ ہو کہ متوسط صرفہ سے وہ سفر حج کے تمام ضروری اخراجات کھانے پینے سواری اور حج کے دیگر متعلقات حج و معلم فیس (جو سب یکجا وصول کر لیا جاتا ہے) وغیرہ کے صرفہ کے علاوہ جتنے دن سفر حج میں رہے گھر میں بیوی بچوں وغیرہ کے اخراجات بھی ہوں تب حج فرض ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں قریب ۷۵ ہزار اسّی ہزار ہو جانے۔ حج فرض ہو جاتا ہے۔ حج کمیٹی سے قریب ۷۰؍ ہزار اور پانچ ہزار گھر کے ضروری اخراجات باقی پانچ ہزار دیگر سامان سفر وغیرہ میں قریب ۸۰؍ ہزار روپیہ ہو، یا وہ سامان ہو جو ضرورت سے زائد ہو۔ اور گھریلو برتنے کا نہ ہو۔ جیسے تانبے پیتل کے بڑے دیگ برتن وغیرہ۔ جس کی قیمت اور نقد مل کر ۸۰؍ ہزار ہو جائے۔

اتنا سرمایہ شرط ہے کہ وہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک جا سکیں اور واپس آسکیں۔ سرمایہ ان ضروریات کے علاوہ

ہونا چاہئے رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، اسباب خانہ داری، نوکر چاکر اپنے اہل وعیال کا خرچ واپسی تک۔

(معلم الحجاج: ۷۷)

مزید تفصیل کسی محقق عالم سے معلوم کرلیں۔ اوپر بیان کردیا گیا کہ ۸۰ ہزار روپیہ قرض وغیرہ کے علاوہ ہو تو حج عموماً واجب ہوجاتا ہے۔ اسی میں توشہ راستہ کا سفر خرچ اور سواری وغیرہ سب داخل ہے۔

آپ نے زندگی میں ایک ہی مرتبہ حج فرض فرمایا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا کہ اے لوگو! اللہ پاک نے تم پر حج فرض کیا ہے پس حج کرو۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا ہر سال اے اللہ کے رسول آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے یہی سوال ۳ مرتبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا۔ اور تم کر نہیں سکتے۔ (یعنی صرف ایک مرتبہ ہی واجب ہے۔ اور بلا ضرورت سوال نہیں کرنا چاہئے) (مسلم: ۴۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول حج ہر سال واجب ہے یا صرف ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ، اور جو زیادہ کرے وہ نفل ہے۔

(مسند احمد: ۱/۳۵۲، ابوداؤد: ص ۲۴۱، ابن ماجہ، نسائی: ۲/۱، اتحاف الخیرۃ: ۴/۴۵۳)

فَائِدَہ: زندگی میں حج بیت اللہ اگر ایک مرتبہ کرلیا تو حج فرض ادا ہوگیا۔ خواہ مال کی فراوانی ہر سال ہوتی رہے، ایک سے زائد نفل ہے، البتہ مالی وسعت اور سہولت ہو اور صحت بھی ہو تو ہر پانچ سال پر حج کرنا بہتر اور باعث فضیلت ہے۔ اور حدیث پاک میں اس کی ترغیب آئی ہے۔ باقی ہر سال حج کرنے کے متعلق کوئی صریح روایت نہیں ہے۔ اسی لئے بعض فقہاء نے مالداروں کو حج نفلی کے بجائے صدقہ خیرات کو افضل قرار دیا ہے۔

زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے، اس میں علماء کا اتفاق واجماع ہے۔

و انما یجب الحج مرة واحدة با لاتفاق الا ربعة. (ہدایۃ السالک: ۱۷۵)

و الا احادیث المذکورة تدل علی ان الحج لا یجب الا مرة واحدة و ہو مجمع علیہ کما قال النووی و الحافظ و غیرہما. (اعلاء السنن: ۱۰/۱)

ہاں البتہ اگر کسی نے نابالغی کی حالت میں حج کیا ہے، پھر بالغ ہونے کے بعد حج کی مالی استطاعت وسہولت پائی گئی تو حج فرض ہوجائے گا۔ نابالغ ہونے سے پہلے کا حج کافی نہ ہوگا۔ "وقال القاضی و اجمعوا علی انہ لا یجزیہ اذا بلغ عن فریضة الاسلام." (اعلاء السنن: ۱۰/۴۶۲)

فتح القدیر میں ہے کہ "فالحج وجوبہ مرة فی العمر" (فتح القدیر: ۲/۴۰۴)

حج مبرور

حج مبرور کا ہی بدلہ جنت کی عظیم دولت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرہ کے بعد عمرہ کرنا دونوں کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور حج مبرور کی جزا جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ (یعنی صرف گناہوں کی معافی ہی نہیں بلکہ جنت میں شروع ہی میں داخل ہونا ہے۔ سزا وغیرہ کے بعد نہیں)۔ (بخاری: ۲۳۸، مسلم: ۴۳۶، ترمذی: ۱۶۷، ابن ماجہ: ۱۶۱، نسائی: ۲/۲)

فائدہ: حج مبرور ایسا حج ہے کہ آدمی اس کے بدلہ میں سیدھے جنت کی دولت پاتا ہے۔

افضل ترین حج حج مبرور ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم لوگ جہاد کو افضل ترین اعمال خیال کرتے ہیں تو ہم لوگ (عورتیں) جہاد میں نہ جایا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔

(بخاری: ۲۰۶، نسائی: ۳/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے بہترین حج حج مبرور ہے۔ (القریٰ: ۳۳)

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون عمل افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ آپ نے فرمایا خدا واحد پر ایمان لانا، پھر جہاد، پھر حج مبرور، تمام اعمال میں افضل ہے۔ جیسے آسمان میں سورج نکلنے کی جگہ اس کے ڈوبنے تک (یہ جگہ اور جگہ کے مقابلہ میں بلند فائق ہے۔ (ترغیب: ۱۶۵)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا حج مبرور حج مبرور۔

فائدہ: واقعی افضل ترین عمل اور عبادت حج مبرور ہے۔ جس کی جزا جنت کی عظیم دولت ہے۔ اور یہ ہے بھی ہم سب کو کہاں نصیب۔ جیسے نماز خشوع خضوع حضور قلبی کے ساتھ پڑھنا سب کو کہاں نصیب۔ جیسا کہ حج مبرور کی تعریف اور اس کی علامت کے ذیل میں آ رہا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی دعا۔ حج مبرور نصیب ہو

محمد بن منکدر کی روایت میں ہے کہ آسمان سے زمین پر اترنے کے بعد سب سے پہلا کام اور عمل جو حضرت آدم علیہ السلام نے کیا وہ خانہ کعبہ کا طواف تھا۔ (طواف کے بعد) حضرات ملائکہ سے ملاقات کی تو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا (دعا دی) اے آدم تم کو حج مبرور نصیب ہو۔ (اخبار مکہ: ۱/۴۵)

فائدہ: دیکھئے حج کرنے پر حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے حج مبرور کی دعا دی۔ اس سے حج مبرور کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس کی بڑی عظمت اور اہمیت ہے۔

حج مبرور کی دعا کی جاتی ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تو یہ دعا کرتے: "اللهم اجعله حجا مبروراً و ذنباً مغفوراً."

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب وہ جمرات کی رمی کرتے تو یہ کہتے: "اللهم اجعل حجا مبروراً و ذنباً مغفوراً."

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام پسند کرتے تھے کہ آدمی رمی کے موقع پر یہ دعاء پڑھے۔ (القریٰ:۴۴۱)

فَائِدَہ: رمی جمرہ کے موقعہ پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر جلیل القدر صحابی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر اور اسی طرح حضرات صحابہ کرام کا حج مبرور ہونے کی دعا کا کرنا، حج مبرور کی اہمیت اور فضیلت کو ظاہر کر رہا ہے۔ واقعی جسے حج مبرور کا شرف حاصل ہوگیا اس کی تو آخرت بہتر سے بہتر بن گئی کہ سیدھے جنت کا داخلہ نصیب۔ اللهم ارزقنا

حج مبرور کسے کہتے ہیں اس کی کیا علامت ہے

حج مبرور جس کی اہمیت اور فضیلت آپ نے سنی ہے وہ کون سا حج ہے اور اس کی کیا تعریف اور کیا علامت ہے۔ اس سلسلے میں محدثین وفقہاء کے کیا اقوال ہیں ان کو جاننا ضروری ہے تا کہ ہر حج کرنے والا جس نے اچھا خاصا مال صرف کیا۔ جسم جان کی سفری مشقتیں برداشت کیں اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کی سعادت حاصل کرے تا کہ اس کا سفرِ حج کامیاب ہو۔ حج کا اصلی مقصود حاصل ہو، دنیا کی راحت کے ساتھ موت کے بعد کی ابدی راحت اور سکون عیش حاصل کرنے والا ہو۔ جہنم اور مواخذہ سے بچ کر جنت میں اول داخلہ کا شرف نصیب ہو۔

❶ حج مبرور وہ حج ہے جس میں حج کے مسائل اور اس کے مناسک پر پورے طور سے عمل ہوا ہو، مکمل طور پر اسے ادا کیا گیا ہو، یہ اسی وقت ہوگا جب حج کی ادائیگی شریعت اور سنت کی روشنی میں ہوگی، اپنی من مانی اور رخصتوں کو، گنجائشوں کو تلاش کر کے خلاف سنت نہ کیا گیا ہو، نہ دم اور صدقہ واجبہ سے تلافی کی گئی ہو۔ چنانچہ حافظ لکھتے ہیں۔ "الحج الذی وفیت احكامه، و وقع موقعا." (فتح الباری:۲۹۸)

❷ حج مبرور وہ حج ہے جس میں ریا اور شہرت نہ ہو، "الذی لا رياء و لا سمعة فيه." (شرح لباب: ص۲۹، مرقاۃ: ۶/۹۶) یعنی حج میں یہ ذہن میں نہ ہو کہ لوگ جان لیں تا کہ مجھ کو اچھا سمجھیں، لوگوں کو معلوم اور ظاہر ہو جائے کہ میں حج کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، لوگ مرے معتقد ہو جائیں۔ مجھے حاجی کہیں۔ اس سے آج کل

عوام کا بچنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ ایسی بات اختیار کرتے ہیں جس سے ریا اور شہرت کا اندازہ ہوتا ہے لوگوں میں اعلان اشتہار ہوتا ہے۔ ایک بھیڑ جمع کی جاتی ہے۔ روانگی اور واپسی میں جشن منایا جاتا ہے۔ اسٹیج پر کرسی پر بیٹھ کر مجمع میں حج کے واقعات اور اپنا کارنامہ بیان کیا جاتا ہے جس کا مقصد لوگوں میں تعریف کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ پس ایسا حج حج مبرور کی صفت سے خالی ہے۔ روانگی کے وقت گھروں پر اور ایئرپورٹ پر جشن کی شکل دیکھئے تب اندازہ ہوگا۔

۳ حج مبرور وہ ہے جو قبول ہو جائے۔ "الحج المبرور المقبول." (فتح الباری: ۳/ ۲۹۸)

ظاہر ہے کہ حج میں مقبولیت کی شان اسی وقت پیدا ہوگی۔ جب اس میں حرام یا ملا جلا مال یا مشتبہ مال نہ لگایا ہو۔ خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو، تقویٰ خوف خدا شریعت اور سنت کے طریقہ پر کیا گیا ہو۔

۴ حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ شامل نہ ہو۔ "الحج المبرور الذی لا یخالطه شیء من الماثم." (عمدۃ: ۹/ ۱۳۳، شرح لباب: ۲۹)

یعنی حج کے امور میں سے کوئی بات نہ ہوئی ہو جس سے گناہ ہوا ہو جس کی تلافی دم یا صدقہ واجبہ سے کی گئی ہو۔ یا یہ کہ حج میں عام گناہ، جیسے بدنگاہی، بے پردگی، غیبت، ایذا رسانی جھگڑا، وغیرہ جو گناہ غفلت اور نفس کی وجہ سے ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ ہوئے ہوں۔ یہ بھی بڑی ہمت اور عزیمت کی بات ہے۔ عموماً عورتیں بے پردگی بہت کرتی ہیں جس کی وجہ سے مبرور سے محروم ہو جاتی ہیں۔

۵ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج کے بعد گناہوں سے بچتا ہو گناہوں کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، یعنی پہلے کے مقابلہ میں اس میں احتیاط پیدا ہو گیا ہو، چونکہ گناہ کی سزا مواخذہ اور مبرور کی جزا جنت دونوں میں تضاد ہے۔ "الذی لا یعقبه معصیة."

۶ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج کے بعد اس کے حالات پہلے سے بہتر ہو گئے ہوں تقویٰ اور نیکی کے امور میں زیادتی ہو گئی ہو۔ (معارف: ص ۲۳۲)

اعمال حسنہ اور ذکر عبادت وغیرہ پہلے سے زائد ہو رہے ہوں۔ آخرت کے اعمال میں زیادتی ہو۔ "من علامات القبول انه اذا رجع یکون حاله خیراً ماکان." (معارف: ۶/ ۲۳۲)

"فان رجع خیرا مما کان عرف انه مبرور." (فتح الباری: ۳/ ۲۹۸)

۷ حج مبرور وہ ہے جس میں حج کے بعد دنیا سے زہد، بے پرواہی اور آخرت کی جانب رغبت ہو، "ان یرجع زاهداً فی الدنیا راغباً فی الآخرة." (القریٰ: ص ۳۴، شرح لباب: ص ۳۰)

پس جہاں اور جن میں یہ باتیں پائی جائے گی وہ حج مبرور ہوگا۔ حجاج کو چاہئے کہ وہ حج مبرور کی سعادت

حاصل کریں۔

حج کرنے والے خدا کے گھر کے عاشق ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خانہ کعبہ کے ایک زبان دو ہونٹ ہیں۔ اس نے شکایت کی اور کہا اے میرے رب میرے پاس آنے والے اور زیارت کرنے والے کم ہیں۔ تو اللہ پاک نے وحی بھیجی میں وہ انسان پیدا کروں گا جو بہت خشوع کرنے والے سجدہ کرنے والے ہوں گے جو تم سے ایسا عشق محبت رکھیں گے جیسا کہ کبوتر اپنے انڈے سے۔ (طبرانی، ترغیب: ص ۱۶۹)

فَائِدَہ: ظاہر ہے حج بیت اللہ جس میں مشقت جانی کے ساتھ مال بھی کثیر مقدار میں خرچ ہوتا ہے محبت اور عشق کی وجہ سے تیار ہوتا ہے۔ عشق اور محبت ہی کی وجہ سے آدمی جان اور مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتا پس جن لوگوں کو خدا سے عشق و محبت ہے وہ خدا کے گھر کی زیارت اور اس کے اشتیاق میں اس کا سفر کریں گے اور اس کے گھر کا چکر لگائیں گے طواف کریں گے۔ اسی وجہ سے ہر صاحب وسعت حج نہیں کر پاتا اہل محبت اہل عشق ہی کو اس کی توفیق ہوتی ہے وہی محبت کی بنا پر جان و مال فدا کرتے ہیں۔ جو خدا کی محبت و عشق کے مقابلہ میں مال اور اہل وعیال کی محبت میں گرفتار ہیں ان کو اس عاشقانہ عبادت کی توفیق نہیں ہوگی۔

حج کرنے والوں کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی جنت میں ملنے کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ پاک سے دعا کی کہ اے رب میں آپ سے اس کا سوال کرتا ہوں کہ میری اولاد میں سے جو، آپ کا شریک نہ کرتے ہوئے اس خانہ کعبہ کا حج کرے ان کو جنت میں میرے ساتھ ملا دیجئے۔ اللہ پاک نے فرمایا جو حرم میں شرک سے بیزار ہوتے ہوئے مرے گا قیامت میں اسے مامون اٹھاؤں گا۔ (شفاء الغرام: ۸۵/۶)

حضرت آدم علیہ السلام سے حج کرنے والوں کی مغفرت کا وعدہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (بیت اللہ کی تعمیر کے بعد) جب حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا اور اس کے مناسک (حج کے مسائل) کو پورا کیا تو اللہ پاک سے کہا اے میرے رب! ہر عمل اور کام کرنے والے کی اجرت ہوتی ہے، (تو حج پر آپ کیا عطا فرمائیں گے) تو اللہ پاک نے فرمایا اے آدم رہی بات تمہاری تو میں نے تمہاری مغفرت کردی اور تمہاری اولاد میں سے جو اس گھر کی زیارت (حج یا عمرہ) کرے گا میں اس کی مغفرت کردوں گا۔

(اخبار مکہ: ۴۴/۱)

عثمان بن ساج کی روایت میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو کہا اے رب ہر کام کرنے والے کو اجرت ملتی ہے مجھے کیا اجر ملے گا۔ فرمایا ہاں ملے گا۔ مانگو۔ کہا اے رب جہاں سے (جنت

سے) مجھے لایا ہے وہیں مجھے واپس کر دیجئے۔ کہا ہاں ٹھیک ہے، حضرت آدم نے کہا، اے میرے رب میری اولاد میں سے جو اس گھر پر آئے اور اپنے گناہوں کا اسی طرح اقرار کرے جس طرح میں نے اقرار کیا ہے تو آپ اس کی مغفرت فرمادیں۔ فرمایا اللہ نے ہاں ٹھیک ہے۔ (اخبار مکہ:۱/۴۳)

حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے خصوصی مہمان ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے عمرہ کرنے والے اللہ کے ''وافد'' خصوصی مہمان ہیں۔ ان کی دعا قبول کی جاتی ہے ان کا سوال پورا ہوتا ہے۔ (بزار، ترغیب:۲/۱۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ یہ جو دعا کرتے ہیں ان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یہ مغفرت چاہتے ہیں ان کی مغفرت کی جاتی ہے۔

فائدہ: جس طرح مہمان کا اکرام ہوتا ہے اسی طرح حج کرنے والوں کا بھی اکرام ہوتا ہے۔ اللہ پاک کا اکرام بندے کے حق میں یہ ہے کہ اس سے خوش ہو جائے معاف کر دے، مواخذہ اور جہنم سے بچادے، اصلی گھر جنت پہنچادے۔ دنیاوی اکرام یہ ہے کہ اسے اچھا کھانا اور رہنا دے، چنانچہ دیکھئے حجاج کرام مکہ مکرمہ مدینہ منورہ میں کتنا عمدہ کھاتے ہیں کس قدر آرام دہ کمروں میں رہتے ہیں کھانے پینے رہنے کی عمدہ سہولت یہ سب اکرام ہی میں تو داخل ہے۔ (سنن کبریٰ:ص ۲۶۲، نسائی، ابن ماجہ، ترغیب:ص ۱۶۷)

دین و دنیا کے جس ارادے سے حج کرے گا کامیاب ہوگا

سعید بن جبیر نے فرمایا اس بیت اللہ کا (حج عمرہ) جس نے جس مقصد کے لئے کیا خواہ دنیا کے لئے یا آخرت کے لئے وہ اس سے نوازا جائے گا۔ (ابن عبدالرزاق:۵/۱۸)

ایک روایت میں اس طرح کہ دین دنیا کی جس ضرورت کا طالب ہوگا اسے حاصل کر کے واپس ہوگا۔
(ابن ابی شیبہ:۴/۸۰)

فائدہ: پس حج بیت اللہ کے جس طرح آخرت کے فوائد ہیں اسی طرح دنیا کے فوائد اور منافع بھی ہیں۔ مثلاً سیر فی الارض، پوری دنیا کے لوگوں سے ملاقات، دنیا کی بیشتر چیزوں کا نظارہ، سفری تجربات، حسب منشا چیزوں کی خریداری، سفر کے تجربات وغیرہ۔

حج گناہوں کو اس طرح دھلتا ہے جس طرح پانی گندگی کو

حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کیا کرو۔ اس وجہ سے کہ حج گناہوں کو اس طرح دھلتا ہے جس طرح پانی گندگی کو۔ (ترغیب:۲/۱۶۶، مجمع:۳/۲۰۹)

حج کی عبادت میں گناہوں کے دھلنے کے مختلف اسباب ہیں۔ عبادت ذکر تلاوت کا اہتمام، گناہوں سے

اجتناب، دنیاداری اور اس کے شغل سے علیحدگی۔ طاعت کی مشقت، جسمانی تعب و پریشانی۔ سفری صعوبتیں، ہواپانی کے بدلنے سے طبیعت کی پریشانی، قربانی حرمین کے برکات وغیرہ ایسے امور ہیں جس سے نور پیدا ہوتا ہے گناہ کی ظلمت دور ہوتی ہے۔

حج اور اس کے ارکان کی ادائیگی پر کہاں کیا ثواب ملے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد منیٰ میں تشریف فرما تھے قبیلہ ثقیف اور انصار میں سے دو شخص آپ کی خدمت میں آئے اور کہا مجھے ان امور کے بارے میں بتایئے اے اللہ کے رسول۔ (چنانچہ آپ نے خود ان کے سوالوں کو جان لیا اور فرمایا تم ان سوالوں کے جواب کے لئے آئے ہو) آپ نے فرمایا جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ (حج) کے ارادے سے نکلو گے تو تمہاری اونٹنی کا قدم جتنا اٹھے گا اور بیٹھے گا اس کے بدلہ نیکی لکھی جائے گی اور گناہ معاف ہوں گے۔ اور طواف کے بعد دو رکعت کا ثواب خاندان اسماعیل کے غلام کی آزادی کے برابر ثواب پاؤ گے۔ اور صفا مروہ کی سعی کا ثواب ستر غلام کی آزادی کے مثل پاؤ گے۔ اور تمہارا وقوف عرفہ سو اس وقت اللہ پاک آسمان دنیا پر اتر آتے ہیں اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں دور دراز کی مسافت طے کر کے پراگندہ حال میرے بندے میرے پاس آئے ہیں مجھ سے جنت کی امید کرتے ہوئے پس اگر تمہارے گناہ ریت کی مقدار کے برابر، یا بارش کے قطروں کی مقدار یا سمندر کی جھاگ کے مانند (یعنی اس قدر کہ شمار سے باہر) تو اسے معاف کردوں گا۔ چلو کوچ کرو میرے بندے عرفات سے تم بخشے بخشائے ہو گئے۔ اور اس کی بھی جس کی تم شفاعت کرو گے۔ اور تمہارا کنکری مارنا سو ہر کنکری جو تم مارو گے ہلاک کرنے والے بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور تمہارا قربانی کرنا پس وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کا ذخیرہ ہے۔ اور تمہارا سر کا حلق کرانا سو ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور گناہوں کی معافی ہے اور تمہارا اس کے بعد طواف (زیارت) کرنا اس حال میں طواف کرنا ہوگا کہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ فرشتے آئیں گے تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھیں گے جو چاہے آئندہ عمل کرو۔ گزشتہ گناہوں کی معافی ہوگئی ہے۔ (ترغیب: ۲/۱۷۶، القریٰ: ص ۳۶، طبرانی کبیر، ابن حبان)

اور حضرت عبادہ کی روایت میں اس طرح ہے جب تم بیت اللہ کے ارادے سے آؤ گے جو قدم رکھو گے یا اٹھاؤ گے تم یا تمہاری سواری، تو تمہارے لئے نیکی لکھی جائے گی اور درجہ بلند ہوگا۔ اور تمہارا جو وقوف عرفہ ہوگا سو اللہ پاک فرشتوں سے فرمائیں گے اے میرے فرشتے، میرے بندے کیوں آئے ہیں۔ وہ کہیں گے وہ آپ کی رضامندی اور جنت حاصل کرنے آئے ہیں تو اللہ پاک فرمائیں گے۔ میں اپنے آپ کو اور مخلوق کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے ان کی مغفرت کردی چاہے ان کے گناہ زمانہ کے ایام کے مثل یا ریت کے مانند کیوں نہ ہوں اور تمہارا رمی جمار کرنا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی جان نہیں جانتی کہ میں نے ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھا

ہے۔ بدلہ ہے اس عمل کا جو تم کر رہے ہو اور رہا تمہارا سر مونڈنا پس ہر کوئی بال جو زمین پر گرے گا وہ قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا۔ اور تمہارا رخصت کے وقت طواف کرنا تو بس تم نکل جاؤ گے گناہوں سے اس طرح جیسے تمہاری ماؤں نے آج ہی جنا ہو۔ (ترغیب:۲/۱۷۷)

فَائِدَہ: دیکھئے اس روایت کو حج کے اہم امور اور مناسک کے ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حج کرتے ہیں اور اس کے مناسک اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور آخرت کی راحت کے ساتھ، جنت کے ساتھ دنیا بھی پاتے ہیں جہنم سے بچے جنت پائے دنیا بھی اچھی گزری یہی ہے اصل کامیابی۔

حج یا عمرہ کے لئے جانے والے کو ہر قدم پر پانچ سو نیکیاں

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ کے طواف کے لئے (خواہ حج میں یا عمرہ میں) نکلتا ہے وہ خدا کی رحمت میں غوطہ کھاتا ہے...... پھر جو قدم بھی اٹھاتا ہے اور رکھتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہر قدم پر پانچ سو نیکیاں لکھتا ہے۔ پانچ سو گناہوں کو معاف کرتا ہے اور اس کے پانچ سو درجے بلند کرتا ہے اور وہ جب طواف سے فارغ ہو جاتا ہے اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ اور اسے حضرت اسماعیل کے خاندان کے دس غلاموں کی آزادی کے برابر ثواب ملتا ہے اور حجر اسود کے پاس فرشتے اس کے استقبال میں رہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں باقی زندگی میں بھی اسی طرح (نیک) عمل کرتے رہو، گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہو گیا ہے۔ اور اس کے اقرباء اعزہ میں سے ستر لوگوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (اخبار مکہ:۲/۴)

فَائِدَہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں حج بیت اللہ کے لئے نکلنے والے اور طواف کرنے والوں کی کتنی فضیلت اور کتنا ثواب بیان کیا گیا ہے ہاں مگر یہ ثواب ان لوگوں کے لئے ہے جو خالص اللہ کے لئے اس کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور شریعت کے مطابق گناہوں سے بچتے ہوئے کرتے ہیں۔

حج عمرہ کرنے والے اللہ کی زیارت کرنے والے ان کے مہمان خصوصی ہیں

وہب بن منبہ کی طویل روایت میں یہ ٹکڑا ہے کہ پس جس نے خانہ کعبہ کو (دور دراز سے آکر) آباد کیا۔ (یعنی حج عمرہ کے لئے آئے) اس نے میری زیارت کی۔ (گھر کی زیارت گویا گھر والے کی زیارت ہے) وہ میرا مہمان ہے۔ اس نے ہمارے پاس نزول کیا ہے۔ (یعنی میرے گھر اترا ہے) اور جو میرے پاس آئے میرا حق ہے کہ میں اسے اکرام کا تحفہ دوں جیسا کہ ایک کریم (شریف و معزز شخص) کا حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے مہمان اپنے آنے والے کے ساتھ اکرام کرتا ہے اور اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ (اخبار مکہ:۱/۴۷)

فَائِدَہ: متعدد روایتوں میں ہے کہ حج عمرہ کرنے والے اللہ کے خصوصی مہمان ہیں جو اس کے گھر گئے ہیں پس

اللہ پاک معزز میزبان کی طرح اپنے مہمان کا اکرام کرتا ہے۔ اور اللہ کا اکرام بندے کے حق میں یہ ہے کہ اسے دین و دنیا کی دولت سے نوازے حقیقی گھر جنت میں اسے پہنچادے اس کی کوتاہیوں سے درگذر کرے۔ پس اے حاجی تم اللہ کے مہمان ہو پس اس میزبان کے ساتھ احترام کا معاملہ کرو۔ اس کی اطاعت کرو۔ گناہوں سے بچو کہ یہ میزبان کو ناراض اور غصہ دلانے والا ہے۔

حج اور عمرہ کرنے والے خانہ کعبہ کے عشاق ہیں

کعب بن احبار، حضرت سلمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک سے (خانہ کعبہ نے) شکایت کی کہ بت رکھے ہوئے ہیں۔ اور فال کے تیر رکھے ہوئے ہیں (یعنی شرک پرستی ہوتی ہے) تو اللہ نے وحی بھیجی کہ ایک نور اتارنے والا ہوں (نبی جس سے شرک کی ظلمت ختم ہوجائے گی) اور ایسے لوگ (حجاج) پیدا کرے والا ہوں جو تمہارے پاس عشق و محبت میں سرگرداں ہوکر آئیں گے جیسے کبوتر اپنے انڈے کی طرف اور پر جھاڑتے ہوئے گدھ کی طرح۔ کہا گیا ہے کہ اس کو زبان ہے، کہا ہاں دو کان دو ہونٹ۔ (اخبار مکہ: ۲/۴)

یعنی تمہاری محبت اور عشق میں تمہاری طرف حج اور عمرہ کرنے آئیں گے تمہارے (خانہ کعبہ) کے عشق میں مال اور جان صرف کریں گے۔

جس نے کسی کو تکلیف اور اذیت نہ دیتے ہوئے حج کیا تو اس کے گناہ معاف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کے امور کو اس حال میں ادا کیا کہ لوگ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہے (نہ تکلیف پہنچائی نہ برا بھلا کہا) تو اس کے پچھلے اور اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (القریٰ: ص ۳۱)

فائدہ: حج کے موقعہ پر بسا اوقات مزاج کے خلاف طبیعت کے خلاف کچھ بات ہوجاتی ہے۔ بسا اوقات اپنے فائدے کے لئے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کا باعث بن جاتا ہے۔ کبھی کھانے پینے غسل وضو کرنے میں مزاج کے خلاف ہوجانے سے ایک دوسرے کے درمیان زبان سے تکلیف دہ باتیں ہوجاتی ہیں۔ سو اس سے بچنا چاہئے شیطان غصہ دلا دیتا ہے پھر یہ باتیں ہوجاتی ہیں۔ بس اس کا علاج یہ ہے کہ برداشت کرلے۔ کچھ نیچا ہوجائے۔ اس کے نتیجہ میں یہ اونچا مرتبہ پائے گا۔

حجاج کرام دین و دنیا کی جو دولت چاہیں گے خدا نوازے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا اور آخرت کا کوئی مطلب و مراد رکھتا ہو وہ خانہ کعبہ کا ارادہ کرے۔ بندہ اللہ پاک سے دنیا کی جس کسی چیز کا سوال کرتا ہو تو اللہ پاک عطا فرما دیتے ہیں اور جو آخرت کے امور کو چاہتا ہے اللہ پاک اس کا ذخیرہ بنا کر دکھلا دیتے ہیں۔ (القریٰ: ص ۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حج بیت اللہ دونوں کی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہے حج جس ارادے سے کرے گا نوازا جائے گا دنیا اور آخرت کی جو دعائیں کرے اللہ پاک قبول فرمائیں گے۔ دنیا اور آخرت کی اچھائی کا مانگنا اس کا حکم ہے۔ آپ نے طواف کے دوران "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة" کی دعا مانگی ہے۔ ہاں دنیا پر زیادہ زور نہ ڈالے آخرت کی فکر کر کے آخرت مانگے۔ اصل آخرت مانگے۔ دنیا تو معمولی اور تھوڑی بھی ہو تو گذر جائے گی۔ آخرت کے ساتھ دنیا مل جاتی ہے مگر دنیا کے ساتھ آخرت نہیں ملتی۔

حجاج کی دعا اس وقت قبول جب تک واپس نہ آجائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج پر جانے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔ (القریٰ: ص ۳۹)

فائدہ: یہ اللہ کے بلائے ہوئے ہوتے ہیں اللہ کے خاص ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو اپنے لئے احباب و متعلقین و امت کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ ان سے جاتے وقت دعا کرائے۔

حج وعمرہ پر جانے والے کی دعا قبول اس سے دعا کی درخواست سنت ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی اور ان سے فرمایا اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں مجھے نہ بھولنا۔

فائدہ: آپ باوجودیکہ نبی ہیں اور وہ امتی۔ آپ نے عمرہ پر جاتے وقت ان سے دعا کی درخواست کی کہ مجھے دعا میں یاد رکھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج پر جانے والے سے دعا کی درخواست کرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر مؤمن سے دعا کی درخواست کرے معلوم نہیں کب کس کی دعا کس کے حق میں قبول ہو جائے۔ غائب کے حق میں خصوصاً قبول ہوتی ہے۔

حج سے دنیا کی عافیت، آخرت کی مغفرت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے میرے اللہ آپ کے اس بندے کا کیا ثواب ہے جو آپ کے گھر کی زیارت کرے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہر آنے والے کا جس کے پاس آئے ایک حق ہوتا ہے۔ اے داؤد ان کا حق ہم پر یہ ہے کہ میں ان کو دنیا میں عافیت سے رکھوں۔ اور جب وہ مجھ سے ملے تو ان کی مغفرت کر دوں۔ (یعنی قیامت میں)۔ (طبرانی، ترغیب: ۲/۱۷۰، مجمع الزوائد: ۳/۲۰۸)

حج کرنے سے گناہ اس طرح معاف جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کرے اور کوئی خواہش نفسانی والی بات نہ

کرے اور نہ کوئی گناہ کرے اس کے گناہ ایسے معاف ہوجاتے ہیں جیسے اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔

(ترغیب:ص۱۶۳)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ تمام گناہوں سے بچتے ہوئے تقویٰ کی زندگی گزارتے ہوئے ارکان حج ادا کرے۔ مثلاً بے پردگی نہ ہو، نظر کی حفاظت زبان کی حفاظت کا اہتمام کرے۔ غیبت، کسی سے تکلیف دہ بات نہ کرے۔ عموماً حج کے سفر میں تقویٰ وغیرہ کے خلاف آپسی شکایات باہمی اختلافات ولڑائی ہوجاتی ہے کبھی جگہ کی وجہ سے کبھی کھانے پینے کے مسئلہ میں کبھی سامان وغیرہ کے بارے میں اس سے بہت اہتمام سے بچے تاکہ حج کامل کی فضیلت حاصل ہو۔ جو عموماً شیطان ہونے نہیں دیتا ہے۔

حج کرنے والے پر اللہ پاک کی خصوصی مدد ہوتی ہے

حضرت ابوامامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۴ رلوگوں پر اللہ پاک کی مدد ہوتی ہے۔ جہاد کرنے والے پر، نکاح (سنت کے مطابق) کرنے والے پر۔ مکاتب پر، اور حج کرنے والے پر۔

(القریٰ:ص۴۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ان پر خصوصی مدد ہوتی ہے۔ ان کی پریشانیاں آسان ہوجاتی ہیں۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے معذور، ضعیف کمزور بوڑھے حتیٰ کہ اپاہج لوگ تک حج کرلیتے ہیں۔ یہ اللہ پاک کی خصوصی مدد نہیں تو اور کیا۔

جو اپنے گھر اور وطن میں بستر پر سے نہیں اٹھ سکتے۔ دس قدم تک نہیں چل پاتے سخت پرہیزی کھانا کھاتے ہیں حج بیت اللہ کے موقعہ پر کچھ نہ کچھ سہولت حاصل ہوتی ہے اور حج کرلیتے ہیں۔ یہ اللہ کی خصوصی مدد ہے۔

۳ رمرتبہ حج کرنے سے اس کی کھال اور بال پر نار جہنم حرام

قاضی عیاض نے بیان کیا کہ ایک جماعت سعدون خولانی کے پاس آئی اور ان سے یہ قصہ بیان کیا کہ قبیلہ کتامہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کو آگ میں جلانا چاہا رات بھر اس پر آگ جلاتے رہے مگر آگ نے اس پر ذرا بھی اثر نہ کیا بدن ویسا ہی سفید رہا۔ سعدون نے فرمایا شاید اس شہید نے ۳ رحج کئے ہوں گے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں ۳ رحج کیا تھا۔ سعدون نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا اس نے اپنا فریضہ ادا کیا جس نے دوسرا حج کیا اس نے اللہ کو قرض دیا اور جو ۳ رحج کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی کھال کو اس کے بال کو آگ پر حرام کردیتا ہے۔ (شفاء، فضائل حج:ص۱۴، القریٰ:ص۴۳)

فَائِدَہ: ۳ رمرتبہ خالصتاً لوجہ اللہ حج کی برکت سے اس آدمی کے جسم پر جہنم کی آگ حرام ہوجاتی ہے۔ بڑی سعادت کی بات ہے۔ اللہ پاک اپنے نیک بندوں کو ایسی سعادت سے نوازتا ہے۔ وہ حج جو ریاء شہرت دنیا والوں

کے نزدیک مرتبہ اور جاہ حاصل کرنے کے لئے ہو یا مال حرام ومشتبہ سے ہو ایسے حج سے یہ برکت اور سعادت حاصل نہیں ہوتی کہ شریعت کے نزدیک ایسے حج کا اعتبار نہیں اور نہ اس پر ثواب مذکور کا وعدہ۔

جس نے حج نہیں کیا اس کے لئے حج دس جہاد سے افضل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج نہ کیا ہو اس کا حج کرنا دس جہاد اور غزوہ سے بہتر ہے۔ اور جس نے حج کرلیا ہو اس کے لئے جہاد کرنا دس حج سے افضل ہے۔ (القریٰ: ص ۳۸)

فائدہ: حج ایک اہم فریضہ ہے، جس میں صرف عبادت کا پہلو ہے، اس لئے جہاد پر اسے فوقیت حاصل ہے۔ اور جہاد چونکہ اسلام کی اشاعت کا باعث ہے اور زمین پر اعلاء کلمۃ اللہ کا باعث ہے اس لئے حج کے بعد جہاد کا مشغلہ باعث فضیلت ہے۔ اسی لئے اکابرین کی ایک جماعت حج اور جہاد دونوں میں اپنا وقت لگاتی تھی۔ امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک ایک سال جہاد اور ایک سال حج کیا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ طلباء کا ایک جم غفیر ہوتا۔

حج اور عمرہ کے بعد متصلاً انتقال کرنے والے پر جنت واجب

طلحہ یامی کہتے ہیں کہ ہم لوگ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ۳/ امور پر جس کا انتقال ہوجائے یا تو جنت لازم یا جہنم سے محفوظ۔ ① جس نے رمضان کا روزہ رکھا رمضان کا مہینہ ختم ہوا تو اس کا انتقال ہوگیا ② جس نے حج کیا حج سے فارغ ہوکر آیا تو انتقال ہوگیا ③ جس نے عمرہ کیا، عمرہ سے فارغ ہوکر گھر آیا پھر انتقال کرگیا۔

(مصنف ابن عبدالرزاق: ۹/۵)

خیثمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے حج کیا پھر اسی سال اس کا انتقال ہوگیا تو جنت میں داخل۔

(ہدایۃ السالک: ص ۱۲۴، القریٰ: ص ۴۲)

فائدہ: اس طرح انتقال پر ان اعمال کے نور اور ثواب کا اثر باقی رہتا ہے۔ گناہوں کی مغفرت کا زمانہ قریب ہوتا ہے اس وجہ سے یہ جنت کا مستحق اور جہنم سے محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ جنت سے محرومی کا سبب تو گناہوں کا حائل ہونا ہے۔

حج وعمرہ کرکے متصلاً مرنے والا شہید کے درجہ میں

حسن بصری نے کہا کہ جو رمضان کے بعد، عمرہ کرنے کے بعد، حج کرنے کے بعد، جہاد کرنے کے بعد، مرجائے وہ شہید ہوتا ہے۔ (ہدایۃ السالک: ۱/۱۲۴، القریٰ: ص ۴۲)

فائدہ: چونکہ رمضان اور حج گناہوں کے کفارہ کا باعث ہے۔ گویا کہ گناہوں سے محفوظ ہونے کی حالت میں وفات ہوئی۔ اس وجہ سے یہ درجہ ملا۔

اسی لئے حدیث پاک میں ہے کہ اللہ پاک جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے وہ استعمال کرلیتا

ہے۔ پوچھا گیا استعمال کا کیا مطلب۔ آپ نے فرمایا موت سے قبل اسے کسی عمل صالح کی توفیق، نواز دیتا ہے۔

(القریٰ: ص۴۲)

حج کرنے والوں کو چار سو رشتہ داروں کی شفاعت کا حق

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اپنے اقرباء میں سے ۴۰۰ سو آدمیوں کی شفاعت کریں گے۔ اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائیں گے جیسے اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔

(بزار، ترغیب: ۲/۱۶۶)

فائدہ: دیکھئے کتنی بڑی فضیلت ہے۔ یہ اس حاجی کی فضیلت ہے جس نے حج شرع کے مطابق ادا کیا۔ ارکان کو صحیح ادا کیا۔ چار سو آدمیوں کے بارے میں سفارش قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اتنے لوگوں کی مغفرت کا تو گویا اللہ جل شانہ کی طرف سے وعدہ ہے اور اس سے زیادہ میں کوئی مانع نہیں۔

حج کرنے والے اللہ کے حوالہ اور اس کی ضمانت میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا گھر اسلام کے اہم ستونوں میں ہے۔ جو حج بیت اللہ کرے گا یا عمرہ کرے گا وہ اللہ کی ضمانت میں اس کے حوالہ ہوگا۔ اگر مر گیا (اسی حج میں) تو اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ اگر اپنے اہل وعیال میں واپس آ گیا۔ تو ثواب اور (اخروی) دولت کے ساتھ لوٹے گا۔

(ترغیب: ص۱۷۸، ہدایہ: ص)

فائدہ: دیکھئے ہر صورت میں فائدہ ہی فائدہ اور مقصد حل۔ کہ اگر موت ہوئی تو جنت یہی تو اصل منزل اور مقصود ہے۔ زندہ واپس آیا تو دنیا کی سعادت۔

حج کرنے والے کی بھی مغفرت اور جس کے لئے وہ مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجی کی بھی مغفرت کی جاتی ہے اور جس کے لئے وہ دعا مغفرت کرے اس کی بھی مغفرت کی جاتی ہے۔ (ابن خزیمہ، حاکم: ۱/۴۴۱، ترغیب: ۲/۱۶۷)

فائدہ: اس میں تاکید ہے کہ اس سے مغفرت کی دعا کی جائے۔ اس سے حج پر جانے والے سے دعا کی درخواست کرنی سنت ہے۔ آپ نے حضرت عمر سے عمرہ پر جانے کے موقع پر دعا کی درخواست کی تھی۔

حج کرنے والا خدا کی حفاظت میں ہو جاتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جب حج کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ ہی کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔ اگر حج کرنے سے پہلے مر جاتا ہے تو اللہ پاک اس کا ثواب مقرر کر دیتا ہے اور اگر باقی رہ کر حج کے امور کو پورا کرتا ہے تو اس کے پچھلے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (القریٰ: ص۴۳)

اس روایت میں ہے کہ حج کرنے والا گھر سے نکلتا ہے تو اللہ پاک کے حرز میں ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ پاک سفر میں اس کے محافظ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے پرخطر اور ہلاکت کے مواقع پر حجاج بچ جاتے ہیں یہ اسی ''حفظ خدا'' کی برکت ہے۔ بسا اوقات مہلک اور پریشان کن بیماری کی پریشانی بھی کم ہو جاتی ہے۔

حج اور عمرہ کی کثرت غربت اور تنگی کا دافع

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کی کثرت فقر، مالی تنگی کو دور کرتی ہے۔
(کنز العمال: ۵/۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج وعمرہ بار بار کرتے رہو، یہ دونوں فقر تنگدستی اور گناہوں کو دور کرتے ہیں اس طرح جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ (کنز العمال: ۵/۴، مطالب عالیہ: ۱/۳۱۷)

فائدہ: دیکھئے ان روایتوں میں کثرت سے حج اور عمرہ کرنے کی تاکید اور فضیلت ہے، چونکہ حج وعمرہ عبادت ہے۔ اور عبادت میں کثرت مطلوب ہے، حضرات انبیاء کرام اور سلف صالحین نے بھی بار بار کثرت سے حج کیا ہے۔ پس کثرت سے اللہ کے گھر آنا محبت اور تعلق کی دلیل ہے، جو بندے کا حق ہے کہ اپنے مالک کو کثرت سے یاد کرے، کثرت سے اس کے گھر جائے۔

یکے بعد دیگرے حج وعمرہ کرنے سے عمر اور رزق میں زیادتی اور برکت

حضرت ابن عمر عن ابیہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ بکثرت یکے بعد دیگرے کرنا عمر اور رزق میں زیادتی اور برکت کا باعث ہے۔ (بلوغ الامانی: ۵/۱۳)

فائدہ: اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے الگ الگ سفر سے کرے، دوسرا یہ بھی مفہوم ہے کہ حج وعمرہ ایک سفر میں کرے یعنی تمتع اور قران اسی طرح حج سے فارغ ہونے کے بعد نفلی عمرہ کرنا ان تمام صورتوں کو یہ فضیلت شامل ہے۔

دو حجوں کے درمیان کے گناہ معاف

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اس کے پہلے گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور جو حج کے درمیان ہوا ہو۔ (کنز العمال: ۵/۱۳)

فائدہ: اول تو اس سے معلوم ہوا کہ حج کا تکرار ایک مرتبہ سے زائد کرنا گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے۔ دو حج سے دو حج کے درمیان جو گناہ ہوتے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وہ آسان جہاد جس میں کانٹا تک نہ چبھے

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا اے اللہ

کے رسول میں اللہ کے راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو وہ جہاد نہ بتادوں جس میں کوئی کانٹا تک نہ چبھے گا اس نے کہا ہاں فرمایا بیت اللہ کا حج کرو۔ (ہدایۃ السالک: ۱/۱۲، سنن سعد بن منصور: ۲/۱۳۴)

بوڑھوں کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں بزدل ہوں، کمزور ہوں، تو آپ نے فرمایا اس جہاد کی طرف آؤ جس میں کوئی چبھن نہیں وہ حج ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھوں کا کمزوروں کا عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (ترغیب: ۲/۱۶۴، شرح مسند احمد: ۱۱/۱۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کمزوروں کا جہاد حج ہے۔ (ابن ماجہ: ۲۱۴، ترغیب: ۱۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے۔ آپ نے فرمایا ان پر وہ جہاد ہے جس میں قتال "لڑنا" نہیں ہے۔ وہ حج اور عمرہ ہے۔ (ترغیب: ۲/۱۶۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جہاد میں جو ثواب ہے عورتوں کو حج میں وہی ثواب ہے۔

نیز یہ کہ قتال اور جہاد میں جو طاقت وقوت وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے عورتیں اس سے محروم ہیں اس لئے ان کا ثواب اس میں رکھا گیا ہے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ حج کی سفری مشقت اور پریشانیاں اور مناسک کے ادا کرنے میں جو پریشانیاں اور دشواریاں ہوتی ہیں وہ عورتوں، کمزوروں کے حق میں جہاد بن جاتا ہے پس ان کو جہاد کا ثواب ملتا ہے۔

جہاد نہ ہوسکے یا نہ کرسکے تو اس کا بدل حج ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھوں کا چھوٹوں کا کمزور لوگوں کا عورتوں جہاد حج اور عمرہ کرنا ہے۔ (نسائی: ص ۱۳، ترغیب: ۲/۱۶۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ضعیف وکمزوروں کا جہاد حج ہے۔
(ابن ماجہ: ص ۲۱۴، ترغیب: ۲/۱۶۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کے لئے سواری تیار کرو۔ یہ جہادوں میں سے ایک ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵/۷، بخاری: ۱/۲۰۵)

فائدہ: چونکہ قتال اور لڑائی میں جس قوت وطاقت کی ضرورت ہوتی ہے حج میں نہیں ہوتی اس وجہ سے آپ نے فرمایا۔

جہاد کی وسعت وطاقت نہ ہونے پر آپ حج کرنا فرماتے

عبد الکریم حزری کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا میں بزدل ہوں جہاد کی طاقت

نہیں رکھتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ جہاد نہ بتادوں جس میں لڑنے کی نوبت نہ آئے، انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تم پر حج وعمرہ ہے۔ (ابن عبدالرزاق: ۵/۸)

ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو حضرات جہاد وقتال سے محروم ہیں خواہ پیری اور ضعف کی وجہ سے یا جہاد مفقود ہو جیسے موجودہ دور میں تو وہ جہاد کا ثواب حج بیت اللہ سے پانے کی سعادت حاصل کرے کہ اژدحام اور سفری تعب اور مشقت کے اعتبار سے اسی کے مثل ہے۔

حج پر روپیہ صرف کرنے سے غربت اور تنگی نہیں آتی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حاجی غریب وتنگدست بالکل نہیں ہوتا۔
(مسند بزار، ترغیب: ص ۱۸۰)

فائدہ: اللہ کی عبادت اور اس کے حکم اطاعت میں مال خرچ کرنا کوئی اسراف یا بے جا خرچ ہے کیا؟ جو اس سے مالی تنگی آئے گی۔ جس نے مال سے نوازا ہے اس کو خوش کرنے سے اور فراوانی آئے گی۔ کسی عارف نے کہا۔ یہ تو سنا گیا ہے کہ شادی یا مکان کے بعد مالی پریشانی آگئی مگر یہ کسی سے نہیں سنا گیا کہ حج کرنے کے بعد مالی تنگی آگئی۔ دراصل شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ حج میں اتنا روپیہ لگ جائے گا تو پھر روپیہ کہاں سے لاؤ گے غریب ہو جاؤ گے ادھر حج میں غربت و مالی پریشانی دکھا دیتا ہے اور ٹی وی خریدنے میں مکان کی تعمیر میں غربت نہیں دکھلاتا۔ یہ اس کی چال ہے قرآن پاک میں ہے۔ "الشیطان یعدکم الفقر" شیطان تم کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے تنگدستی کا خوف دکھلاتا ہے۔

حج یا عمرہ پر جو خرچہ ہوتا ہے اللہ پاک بعد میں نواز دیتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے خصوصی مہمان ہیں۔ جو اللہ سے مانگتے ہیں اللہ پاک ان کو دیتا ہے۔ جو دعا کرتے ہیں وہ اللہ قبول فرماتے ہیں جو خرچ کرتے ہیں اللہ پاک اسے بعد میں اس کا بدل دیتے ہیں۔ (ترغیب: ۲/۱۸۰)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ مانگتے ہیں تو ان کو دیا جاتا ہے دعا کرتے ہیں تو قبول کی جاتی ہے خرچ کرتے ہیں تو اس کا بدل ان کو بعد میں دیا جاتا ہے۔
(ترغیب: ۲/۱۸۰)

فائدہ: چنانچہ تجربہ ہے حج کے بعد مالی برکت ہوتی ہے۔

حج سے غناء اور مالداری حاصل ہوتی ہے

حضرت صفوان بن مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کیا کرو۔ غناء حاصل کیا کرو۔
(مصنف ابن عبدالرزاق: ص ۱۰)

فَائِدَہ: یعنی حج کرو یہ نہ سوچو کہ اتنا روپیہ خرچ ہوجائے گا تو پھر کہاں سے آئے گا حج سے مال میں برکت ہوتی ہے غربت تنگدستی کے بجائے مالداری آتی ہے۔ مال دینے والا جب دیکھتا ہے کہ میرے اوپر میرے لئے خرچ کرتا ہے تو وہ خوش ہوکر اور دیتا ہے جس سے بندہ غنی ہوجاتا ہے۔

بار بار حج وغیرہ کرنا بری موت اور تنگدستی سے بچاتا ہے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بار بار حج اور عمرہ کرنا بری موت سے بچاتا ہے اور فقر تنگدستی کو زائل کرتا ہے۔ (مصنف بن عبدالرزاق: ۵/۱۰)

فَائِدَہ: چونکہ جب بار بار حج عمرہ کیا جائے گا تو ہوسکتا ہے کہ مالی تنگی ہوجائے اس پر یہ فرمایا گیا نہیں۔ مال میں برکت ہوگی اور حج جیسی عبادت سے نور اور قلب میں حلاوت پیدا ہوتی ہے جس سے اچھی موت ہوتی ہے اور حسن خاتمہ نصیب ہوتا ہے اور یہ بھی مطلب ہے کہ موت اچھی حالت میں طمانیت کے ساتھ آتی ہے اچانک گھبرا کر حادثہ وغیرہ کی زد میں آکر نہیں آتی۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔

حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرنے سے غربت بھی دور گناہ کا بھی ازالہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرو۔ یہ دونوں فاقے کو تنگدستی کو دور کرتے ہیں اور گناہوں کو دور کرتے ہیں ایسا جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کو دور کردیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔ (ترغیب: ص۱۶۴)

اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تابعوا فرمایا جس کا دو مطلب ہے

1. حج اور عمرہ ایک دوسرے کے بعد ہو یعنی صرف تنہا حج نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ عمرہ بھی ہو تو یہ حج تمتع اور قران کی فضیلت ہوگی۔
2. بار بار حج اور عمرہ کرتے رہو، یہ نہیں کہ حج کرلیا تو گھر اطمینان سے بیٹھ گئے، بلکہ اس کے بعد پھر عمرہ کا ارادہ کرو۔ اگر خدا نے وسعت دی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت تنگی کا دور ہونا بیان کیا۔ خیال رہے کہ حج اور عمرہ سے مال میں برکت ہوتی ہے۔ اسباب رزق اور وسعت مہیا ہوتے ہیں۔ حج بیت اللہ کے بعد مزید مال ہاتھ میں آتے ہیں اسباب رزق کشادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ حج کرنے کے بعد کنگال اور فقیر ہوگیا۔ بھیک مانگنے کی نوبت آگئی، اللہ کی پناہ۔ مولی کریم کے گھر جانے کے لئے مال خرچ کیا جائے گا تو وہ اور دے گا کہ بندہ کو مال دیا تو میرے گھر آنے میں لگا دیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے حج کے بعد خوشحالی آتی ہے۔ ہاں بشرطیکہ حج سنت اور شریعت کے مطابق کیا ہو، اسراف اور بے جا خرچ نہ کیا ہو۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ دو چیزوں کے بعد خوشحالی آتی ہے سنت کے

مطابق شادی، سنت کے مطابق حج سے۔

وسعت کے باوجود ہر پانچ سال پر حج نہ کرنے پر اللہ کو شکایت

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے اس کے جسم کو صحت سے نوازا۔ اس کے رزق کو وسیع کیا۔ پانچ سال گذر گیا پھر وہ میری طرف (حج کے لئے) نہیں آیا تو یقیناً وہ محروم ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۶۲/۵، مطالب عالیہ: ص ۲۱۸، مجمع الزوائد: ص ۲۱۶، بلوغ الامانی: ۱۲/۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جسے صحت ہو اور وسعت ہو (مالی وسعت اور سہولت ہو) اور پانچ سال میں بھی میری زیارت (خانہ کعبہ کی زیارت) کے لئے نہیں آیا تو وہ محروم ہے۔ (ہماری رحمت اور توجہ سے محروم ہے)۔ (القریٰ: ص ۶۴)

وسعت مالی اور صحت ہو تو ہر پانچ سال پر حج کرنا مندوب ہے

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بندے کے جسم کو صحت سے نوازا ہے۔ اس کے رزق اور مال کو وسیع کیا۔ اور اس پر پانچ سال حج کو گذر گیا پھر بھی وہ میرے پاس (میرے گھر بیت اللہ) نہیں آیا۔ تو وہ محروم نامراد ہے۔ (مسند ابویعلی، مطالب عالیہ: ۲۱۸/۱)

فائدہ: جسم اور صحت بھی بہتر ہو سفر کے لائق ہو۔ مالی وسعت بھی ہو حج کے اخراجات جو ہوتے ہیں بسہولت و آسانی سے ہو جائیں گے۔ یا روپیہ بینک میں جمع ہو تو ایسی صورت میں حج فرض ادا کرنے کے بعد بھی پانچ سال پر دوبارہ حج کرنا مستحب اور مندوب ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے مطالب عالیہ میں باب قائم کیا کہ ہر پانچ سال پر حج کرنا مندوب ہے۔ جس سے وہ اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ مالی گنجائش اور وسعت ہو تو پانچ سال کے وقفہ سے حج کرنا مستحب ہے ہر سال جانا بہتر نہیں بلکہ صدقہ جاریہ بہتر ہے۔ ہاں مگر عاشق بیت اللہ اور اس کی تڑپ والوں کے لئے گنجائش ہے۔

حج وعمرہ کا سلسلہ یاجوج و ماجوج کے خروج تک

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج و ماجوج کے نکلنے کے بعد (جب کہ دنیا کا امن وسکون جاتا رہے گا) لوگ ضرور حج اور عمرہ کریں گے۔ (بخاری: ۲۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرہ خانہ خدا کی زیارت کا سلسلہ بالکل قرب قیامت تک رہے گا۔ اور اس وقت بھی عشاق اور اللہ کے برگزیدہ بندے حج بیت اللہ کا مشقت آمیز سفر کرتے رہیں گے جب کہ یاجوج و ماجوج کے خروج سے عالم میں فساد وقتل و غارت گری برپا ہوگی اور سکون و امن ختم ہو رہا ہوگا اور یاجوج و ماجوج کا خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا۔ شرح بخاری میں ہے کہ قیامت کی علامتوں کے بعد بھی حج کا سلسلہ باقی رہے گا

یعنی یاجوج ماجوج کے بعد بھی۔ (عمدۃ القاری: ۹/۲۳۶)

تخریب اور انہدام سے قبل حج اور عمرہ کثرت سے کرنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خانہ کعبہ سے ثواب حاصل کرلو۔ یہ دو مرتبہ منہدم ہو چکا ہے۔ تیسری مرتبہ (جب منہدم کیا جائے گا) اٹھالیا جائے گا۔ (ابن خزیمہ: ۴/۱۲۹، مجمع الزوائد: ۲۰۶، ترغیب: ۶/۱۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حج کرلو۔ گویا میں ایک چھوٹے کان والے حبشی کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ ہاتھ میں پھاوڑا لئے ایک ایک (خانہ کعبہ کی) اینٹ کو توڑ رہا ہے۔ میں نے کہا آپ اپنی طرف سے بول رہے ہیں کہا نہیں۔ قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پیدا کیا ہے۔ انسانوں کو وجود بخشا تمہارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ (مطالب عالیہ: ۱/۳۱۲)

فائدہ: پس اس میں تاکید ہے کہ ایسے فتنہ سے پہلے حج کرلو۔

قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک حج کا سلسلہ بند نہ ہوگا

امام بخاری نے صحیح بخاری میں شعبہ کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ حج کا سلسلہ بند نہ ہوگا۔ (بخاری: ۱/۲۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یاجوج وماجوج سے جب دنیا کا امن جاتا رہے گا اس وقت تک خانہ کعبہ باقی رہے گا۔ تو لوگ حج کرنے آتے رہیں گے۔ ہاں اس کے بعد جب حبشی اسے منہدم کردے گا تو یہ سلسلہ بند ہوجائے گا۔ حافظ نے بیان کیا کہ حبشی کے ڈھانے کے بعد بند ہوگا۔ "ان الحبشة اذا خربوه لم يعمر بعد ذلك."

(فتح الباری: ص ۳۵۷، عمدۃ القاری: ۹/۲۳۵)

اسی وجہ سے ایک حدیث میں ہے حبشی کی تخریب سے قبل حج کرلو۔

قرب قیامت میں ۴ قسم کے لوگوں کا حج غیر مقبول ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میری امت کے مالدار سیر وتفریح کے لئے حج کریں گے۔ اور بیچ درجہ کے لوگ تجارت کے لئے کریں گے۔ ان کے علماء اور پڑھے لکھے لوگ ریاء اور شہرت اور ناموری کے لئے کریں گے۔ اور غریب لوگ سوال مانگنے کے لئے کریں گے۔ (القریٰ: ص ۳۱)

اسی طرح ابوعثمان الصابونی نے "کتاب المائتین" میں روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے مثیر الغرام میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا ہماری امت کے مالدار لوگ تو سیر وتفریح کے لئے حج کریں گے متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کے واسطے حج کریں گے اور غریب تنگدست لوگ سوال کے لئے اور علماء ریاء وشہرت کے لئے حج کریں گے۔ (شرح احیاء: ص ۴۷۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشینگوئی پوری ہورہی ہے۔ حج کرنے والوں کی یہ قسمیں پائی جارہی ہیں۔ بہت سے

مالداروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ حج میں جاتے ہیں اور وہاں دعوتوں میں کھانے پینے کی سہولتوں، علاقے کے لوگوں سے ملنے ملانے میں وقت برباد کرتے ہیں۔ حرم قریب رہنے کے باوجود اپنی بلڈنگ میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور ذرا مشقت اور تعب نہیں برداشت کرتے ہیں بیشتر موقعہ پر رخصت اور جواز کو ڈھونڈتے رہتے ہیں اور گنجائش کے متلاشی رہتے ہیں۔ ایسے عالم کو پسند کرتے ہیں جو ان کو سہولت اور گنجائش کی شکلیں بتائیں۔ کیا مخلص اور رضا الٰہی کے طالب، جواز اور گنجائش ڈھونڈتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقصد سیر وتفریح کے ضمن میں حج بھی ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگ حج کے موقعہ میں تجارتی امور کی وجہ سے جاتے ہیں۔ وہاں ایکسپورٹ کی صورت نکالتے ہیں کوئی حجاج کے لئے بلڈنگ کا معاملہ کرنے کے لئے پہلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ٹور والے اور ان کے رفقاء جو حج کرتے ہیں وہ دنیا ہی کے تحت تو اپنا نظام بناتے ہیں اسی طرح کچھ ملازمت اور ویزا کے لئے حج کے موقع پر جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض پڑھے لکھے لوگوں کو دیکھا گیا کہ اسی طرح جن کے حلقہ ارادت میں لوگ ہیں وہ حج کرنے بار بار جاتے ہیں۔ اور اس کا ذکر فخر سے اپنی مجلس میں اور اپنی علمی تحریروں میں حج کی تعداد کو ذکر کرتے ہیں لوگوں سے بیان کرتے ہیں میرا فلاں نمبر کا حج ہے۔ ان کے متعلقین بھی ان کو رقم فراہم کرکے دیتے ہیں کہ ہمارے صاحب بھی حج کو جائیں تاکہ کثرت حج کی وجہ سے دوسروں سے بلند اور فائق ہوں۔ اسی وجہ سے ایسے حضرات مشتبہ مال کو بھی قبول کر لیتے ہیں تاکہ حج کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ اسود علقمہ رات میں نکلتے تھے تاکہ شہرت نہ ہو جائے۔ (القریٰ:ص ۲۳۹)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ یا اسلاف کی پیشینگوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے "اللهم وفقني لما تحب و ترضى".

۶ رلاکھ حاجی سے کم ہوں تو فرشتے اس کی تعداد پوری کرتے ہیں

نبی پاک ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ہر سال اس خانہ کعبہ کا حج ۶ رلاکھ لوگ کریں گے۔ اگر کسی سال یہ تعداد کم ہو جاتی ہے تو اللہ پاک فرشتوں سے اس تعداد کو پوری فرماتے ہیں اور یہ کہ کعبہ کو نہایت ہی مزین سجے سجائے دلہن کی طرح اسے اٹھایا جائے گا۔ جس نے حج کیا اس کے پردے سے چمٹا یہ جنت میں داخل ہوگا تو اس کے ساتھ یہ حجاج بھی داخل ہوں گے۔ (اتحاف:۴/ ۴۶۷، ذکرہ ابن جماعۃ بلاسند، ہدایہ:۱/ ۴۱)

فَائِدَة: اللہ پاک جل شانہ کا ایک تکوینی مخفی نظام ہے کہ کم از کم ہر سال اتنے لوگ اس کے گھر کی زیارت کریں گے۔ خواہ انسان ہو یا فرشتے۔ ویسے بھی ہر سال اس سے بدرجہا زائد لوگ خدا کے گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اب تو موجودہ دور ۱۴۲۷ھ وغیرہ میں حجاج کرام کی تعداد ۵۰ لاکھ سے زائد ہی ہو جاتی ہے۔

حرام مال سے حج مردود اور اس کے لبیک کا جواب نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو حرام مال خلاف شرع مال سے حج کرتا ہے، اور

"لبیك اللھم لبیك" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ تمہارا لبیک نہ سعدیک تمہارا حج تم پر رد۔
(کنز العمال: ۵/ ۲۷، شرح احیاء: ۴/ ۲۷)

سر پر پھینک دیا جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خلاف شرع مال حرام سے حج کرتا ہے، اور لبیک کہتا ہے (احرام باندھتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے کہتے ہیں نہ تمہارا لبیک نہ تمہارا سعدیک پھر اسے لپیٹ کر اس کے چہرے پر مار دیا جاتا ہے۔ (کنز العمال: ۵/ ۲۷)

فائدہ: جو مال شریعت کے خلاف ہو، مثلاً وارثوں کا حق نہ دے کر اس مال سے حج کرنا۔ دھوکے اور چوری سے حاصل کردہ مال سے حج کرنا، کسی عالم اور مفتی سے پتہ چل سکتا ہے کہ کون مال ناجائز ہے ان سے پوچھ لیا جائے۔ مال حرام سے حج یا صدقہ کا نہ تو ثواب ملتا ہے اور نہ ایسی عبادت قبول بارگاہ ہوتی ہے۔

قرض لے کر حج کرنا منع ہے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جس نے حج نہ کیا ہو وہ قرض لے سکتا ہے تا کہ حج کرے آپ نے فرمایا نہیں۔ (القریٰ: ص ۶۷، بیہقی)

فائدہ: جب مال کی وسعت نہیں ہے تو اس پر حج نہیں فرض ہے، لہٰذا حج کے لئے قرض لینا منع ہے۔ بعض لوگ غریب اور پریشان ہوتے ہیں اور شوق حج میں قرض لے کر حج کا ارادہ کرتے ہیں اسی کو آپ نے منع فرمایا ہے کہ جب اللہ پاک نے کسی چیز کو لازم نہیں کیا ہے تو بلاوجہ اس کے لئے پریشان ہونا اور بندے کے سامنے احتیاج ظاہر کرنا درست نہیں۔

حج فرض ہوجانے کی صورت میں نہ کرنے پر سخت وعید

خواہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی کوئی پرواہ نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے راہ سفر کے خرچ اور سواری کی وسعت ہو پھر اس نے حج نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں خواہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے۔ (ترمذی: ص ۱۶۷، عمدۃ القاری: ۹/ ۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو مالدار ہونے کے باوجود حج نہ کرے خواہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے کوئی پراہ نہیں۔ (شرح احیاء: ص ۵۰۴، عمدۃ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ فرض ہونے کے باوجود اس نے حج نہیں کیا تو گویا کہ اس نے اسلام کے ایک بڑے رکن سے بیزاری کی۔ اسے ایمان اور اس کے تقاضے کی اہمیت نہ رہی اس نے اسلام کی پرواہ نہیں کی۔ جب اسے خود اسلام کی پرواہ نہیں تو شریعت کو ایسوں کی پرواہ نہیں، چاہے جس بری حالت میں مرے، اللہ اللہ کس قدر سخت

وعید ہے۔

حج کے تارک پر کافر کی طرح جزیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ تمام شہروں میں یہ حکم لکھ بھیجوں کہ جو مالی سہولت کے باوجود حج نہ کرے تو اس پر میں جزیہ (کافرانہ ٹیکس) لگادوں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ مسلمان نہیں وہ مسلمان نہیں۔

(شرح احیاء: ۴/۵۰۴)

حج چھوڑ کر مرنے والے پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اگر میرا کوئی پڑوسی مالدار ہونے کے باوجود حج نہ کرے اور مرجائے تو میں اس پر نماز جنازہ نہ پڑھوں گا۔ (شرح احیاء: ص ۵۰۴)

فَائِدَہ: دیکھئے کتنی سخت وعید ہے، اللہ کی پناہ، اس دور میں بکثرت مالدار ایسے ہیں جن پر حج فرض ہے مگر مال کے بخل، دینی ذوق کے فقدان کی وجہ سے حج نہیں کرتے ہیں۔

تارک حج کی پیشانی پر قیامت میں کافر لکھا رہے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو مالدار مرجائے اور حج نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ (شرح احیاء: ص ۵۰۴)

فَائِدَہ: جب اللہ پاک مال بھی اور صحت بھی دے تو حج فرض ہوجاتا ہے، پھر اس میں بخل کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔ جس مالک نے مال اور وسعت دی ہے اسی کے حق میں آدمی بخل کرے بڑی بے شرمی کی بات ہے۔ اسلام سے ایمان سے لاپرواہی کی بات ہے۔ اسی لئے اس پر وعید ہے کہ اس پر جنازہ نہ پڑھی جانی چاہئے۔ اس پر کافروں کی طرح جزیہ لگنی چاہئے اور کفر کی علامت کے ساتھ قیامت میں اٹھے گا۔ اللہ اللہ کس قدر ڈر کی بات ہے۔ آج کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ ان پر حج فرض ہے مگر وہ بخل کی وجہ سے کہ اتنا روپیہ خرچ ہوجائے گا حج نہیں کرتے ہیں اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔

حج فرض ہوجانے کے بعد تاخیر سخت منع اور مذموم ہے

حج کا ارادہ ہو تو پھر جلدی کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حج کا ارادہ ہو تو جلدی کرو۔ (سستی اور تاخیر نہ کرو)۔ (سنن کبریٰ: ۴/۳۴۰، ابوداؤد: ص ۲۴۲، کنز العمال: ۵/۲۴، ابن ماجہ: ص ۲۱۳)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کا ارادہ فرض ہوجانے کے بعد کرے تو پھر جلدی کرے کہ مرض کا عارضہ (کبھی) پیش آجاتا ہے (کبھی) راستہ گڑبڑ ہوجاتا ہے (کبھی دوسرے اور)

عوارض پیش آجاتے ہیں۔ (سنن کبریٰ: ۴/۳۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج میں جلدی کرو۔ تم میں سے کسی کو کیا معلوم کہ کیا عارضہ اور رکاوٹ (تاخیر سے) پیش آجائے۔ (حاکم: ۱/ ۴۴۸، کنز العمال: ۵/۲۴، مسند احمد، اعلاء السنن: ۱۰/۲)

فائدہ: جب مالی استطاعت ہو اور صحت اور راستہ بھی ٹھیک ہو تو حج فرض ہو جانے پر ادائیگی جلدی کرے۔ چونکہ مختلف قسم کے عوارض کا اندیشہ، خود موت کا گمان لگا رہتا ہے۔ کل کی خبر نہیں تو چند سال کی کیا خبر۔ اس لئے آپ نے جلدی بلا تاخیر کئے ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ پس جس سال حج فرض ہو اسی سال ارادہ کرے۔ اب تو ہر سال حج کی سہولت ہے۔

حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک قول میں جس سال واجب ہوا ہے کرنا واجب ہے۔ امام صاحب سے بھی یہی مروی ہے۔ (فتح القدیر: ص ۴۱۲)

جس سال حج فرض ہو جائے اسی سال حج کرنا واجب ہے اگر بلا عذر تاخیر کی تو گناہ ہوگا۔ اگر مرنے سے پہلے حج کرلیا تو حج ادا ہو جائے گا۔ (فتح القدیر: ص ۴۱۳)

فرض ہو جانے کے بعد دیر کرنا گناہ ہے۔ (فتح القدیر)۔ ”یا ثم بالتاخیر عن اول سنی الامکان.“ (فتح القدیر: ۲/۴۱۳)

شرح مناسک میں ہے اصح قول جو ہمارے یہاں ہے حج فی الفور لازم ہے۔ امام صاحب سے بھی اصح یہی روایت ہے۔ قاضی خاں اور صاحب کافی اور امام مالک کے مشہور قول میں امام احمد کے قول اظہر میں اور شوافع میں امام مازنی بھی اسی کے قائل ہیں۔ (شرح مناسک: ص ۶۴)

مالدارو، حج کرلو، ورنہ موت کے وقت حسرت سے واپسی کی تمنا کرو گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کر سکے، اور حج نہ کرے یا اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے گا۔

(کنز العمال، فضائل حج: ص ۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دراصل اس آیت کی تفسیر فرما رہے ہیں جس میں موت کے وقت لوگوں کی درخواست اور تمنا کا ذکر ہے۔ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ میں یہ فریضہ ادا کر کے آؤں۔ چنانچہ اس میں وہ مسلمان بھی ہوگا جو زکوٰۃ واجب ہونے پر ادا نہ کیا ہوگا یا حج فرض ہو جانے پر حج نہ کیا ہوگا۔ وہ جان نکلنے کے وقت حسرت افسوس سے درخواست کرے گا کہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج کر اس کا موقعہ دیجئے مگر اس کو مہلت نہیں ملے گی۔

اے مالدارو! اگر حج کرنے کی مالی استطاعت ہے تو بخل مت کرو۔ جس نے یہ مال دیا ہے اسی کے راستہ میں

لگا رہے ہو۔ وہ تمہارا مالک و خالق ہے۔ اس کے راستہ میں خرچ کرنے سے دریغ مت کرو۔ بلکہ شکر کرو اور حج کے لئے تیار ہو جاؤ حج کر لو کہ اللہ پاک نے تمہیں اپنے یہاں آنے کا روپیہ اور صلاحیت دی ہے۔ پھر اس روپیہ کے خرچ کرنے میں اُس کا فائدہ نہیں بلکہ تمہارا فائدہ ہے۔ پھر یہ جان لو کہ حج میں روپیہ خرچ کرنے سے آدمی غریب نہیں ہوتا، پھر کیوں بخل کرتے ہو۔

اگر حج فرض ہو جانے کے بعد حج نہ کرو گے تو روپیہ خلاف شرع میں لگ جائے گا

محمد بن علی کی روایت اپنے والد سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مرد یا عورت کسی ایسے کام میں بخل کرے جو اللہ کی رضا کا سبب ہو تو وہ اس سے زیادہ ایسی جگہ خرچ کرے گا جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ جو شخص کسی دنیوی غرض سے حج کو چھوڑ دے گا وہ اپنی غرض پورا ہونے سے پہلے دیکھ لے گا کہ لوگ حج سے فارغ ہو کر آ گئے۔ (اور اس کی وہ غرض نہیں پوری ہوئی جس کی وجہ سے حج کرنے نہیں گیا)۔ (ترغیب: ۲/۱۶۹، مجمع الزوائد)

فائدہ: بہت لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اس قدر مال ہو جاتا ہے کہ وہ حج کر سکتے ہیں، حج فرض ہو جانے کے بعد بھی وہ حج بخل کی وجہ سے کہ ارے اتنا روپیہ لگ جائے گا۔ حج نہیں کرتے۔ چنانچہ اس کی سزا یہ ملتی ہے کہ یہ روپیہ کسی دین کے کام میں نہ لگ کر بے دینی کے کام میں گناہ کے کام میں لگ جاتا ہے۔ مال کو خرچ ہونا ہے اگر نیک راستہ میں نہیں خرچ کرے گا تو برے راستہ میں وہ خرچ ہو جائے گا۔ اب اس پر دو مواخذہ ہوگا ایک حج کے ترک کرنے کا دوسرا مال کے غلط راستہ میں خرچ کرنے کا۔ یہ مال خدا کی امانت ہے اسے صحیح راستہ میں خرچ کرنے کا حکم ہے۔

اسی طرح اس نے روپیہ روک کر رکھا کہ فلاں کام کرنا ہے اس میں لگانا ہے۔ تو وہ روپیہ ادھر ادھر ہو جائے گا جس کام میں روک کر حج نہ کرنے گیا وہ کام نہ ہوگا۔ گویا مقصد پورا نہ ہوگا مال ادھر ادھر ہو جائے گا اور ذمہ میں حج رہنے کا الگ گناہ ہوگا۔ چنانچہ تجربہ ہے۔ حج واجب ہوا اور وقت پر نہیں کیا تو مال برباد ہو گیا مال پر آفت پہنچ گئی یہ تو دنیاوی سزا اور آخرت کی تو اس کے علاوہ ملے گی۔ اور یہ بخل دونوں جہاں کی ہلاکت کا سبب بن گیا۔ پس اے مالدارو! جیسے حج کی استطاعت ہو ویسے ہی کر لو۔ ستاؤ نہیں کہ مال اور وقت ہمیشہ ساتھ نہیں دیتا۔ کر لو گے تو یہ دولت دنیا کے ساتھ آخرت تک باقی رہے گی مغفرت اور جنت کی عظیم دولت پا سکو گے۔

حج نفل افضل ہے یا صدقہ وخیرات

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے کہ حج نفل سے افضل صدقہ خیرات ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حج سے افضل صدقہ ہے۔ نوازل میں ہے کہ حج افضل ہے صدقہ سے۔ (شرح لباب: ص ۴۸۰)

غنیۃ میں ہے رباط مسافر خانہ بنانا افضل ہے حج نفل سے۔ اسی میں رحمتی کے حوالہ سے ہے کہ جس کی ضرورت زائد ہو اور جس کا فائدہ امت کو زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (غنیۃ الناسک :ص ۱۹۶)

ابو الشعثاء جابر بن یزید کہتے ہیں کہ فرض حج ادا کرنے کے بعد نفل حج کے مقابلہ میں میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ کسی یتیم، مسکین کو ایک درہم خیرات کروں۔ (اعیان الحجاج :ص ۹۷)

قول فیصل یہ ہے کہ امراء اور مالداروں کا جسے مالی سہولت ہو ہر سال حج کرنا بہتر نہیں ہے۔ عموماً سمع، فخر تفریح کا شائبہ ہوتا ہے۔ صدقہ سے اسلام کی اہم ضرورتوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ثواب کا سلسلہ تادیر رہتا ہے۔ عبادات سے صدقہ کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدا وحدہ لاشریک عبادت کا محتاج نہیں بخلاف مخلوق کے وہ ہر امر میں مالی اور اس کی اعانت کا محتاج ہے۔

ہاں مالی وسعت پر مالداروں کو ہر پانچ سال پر حج کی ترغیب اور تاکید ہے کہ جو مالدار ہے حج کی وسعت رکھتا ہے اور پھر اس پر خانہ خدا کی زیارت کو پانچ سال گذر جائے اور خانہ خدا نہ آئے تو وہ محروم ہے۔ دیکھئے اس موضوع کے ضمن میں بیان کردہ روایتیں۔

ہر سال۔ تو یہ بہتر نہیں خصوصاً ان ممالک میں جہاں مسلمانوں کا کوئی نظم مملکت نہیں۔ حکومت کی جانب سے دینی مراعات نہیں۔ جیسے ہند وغیرہ۔ یہاں حج نفل کے مقابلہ میں مدارس مکاتب پر اور اسلام اور شریعت کی ترویج کے مقامات پر خرچ کرنا افضل ہوگا۔ کتنے ایسے قصبے اور گاؤں ہیں جہاں مسجد کی تعمیر کی مالی صلاحیت مقامی لوگ نہیں رکھتے کتنے ایسے مقامات ہیں جہاں قرآن اور مکاتیب کی تعلیم کے لئے تعمیر نہیں ہے اگر زمین مل جاتی ہے تو تعمیر کی صلاحیت نہیں جھونپڑیوں میں نہایت ہی معمولی تنخواہ پر قرآن پاک اور دینیات کی تعلیم دیتے ہیں۔ اہل وسعت کے لئے یہاں زیادہ ثواب ہے۔ حج نفل کے مقابلہ میں۔ چنانچہ غنیۃ میں ہے کہ مسافر خانہ بنانا حج نفل سے افضل ہے۔

مسافر خانے میں صرف راہ گیروں کا قیام ہوتا ہے اور مکاتب اور مدارس میں تو قرآن پاک اور دینیات کی بنیادی تعلیم ہوتی ہے لہٰذا حج نفل کے بجائے مساجد اور مدارس و مکاتیب کا بنانا یقیناً ہند جیسے ملک میں افضل ہوگا۔ خصوصاً اس زمانہ میں جہاں دین کی بنیادی اور اساسی امور سے غفلت برتی جارہی ہے۔ دینی ذوق دینی مزاج کی کمی ہوتی جارہی ہے۔ تو دینی مراکز اور اس کے سرچشمہ کو باقی رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔

لہٰذا وہ مالدار جو مالداری کی سہولت کے پیش نظر ہر سال دو سال پر حج نفل کرنے جاتے ہیں ان کے لئے یقیناً یہ صدقہ جاریہ بہتر ہے۔ خدا کرے سمجھ میں آجائے۔

عمرہ و حج بیت اللہ میں خرچہ اور تعب و مشقت کے اعتبار سے ثواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کے موقعہ پر فرمایا تم کو خرچہ اور مشقت کے

اعتبار سے ثواب ملے گا۔ (حاکم: ص ۱/۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جتنا زائد خرچہ اور مال لگے گا اور جتنی مشقت اور پریشانی ہوگی اسی قدر ثواب زاید ہوگا۔ اسی لئے ہمارے امام اعظم کا قول ہے "ثواب العبادة علی بقدر المشقة." عبادت میں ثواب تعب اور مشقت کے اعتبار سے ہے۔ اسی وجہ سے دن کے نوافل پر تہجد کو فضیلت ہے کہ شب اخیر میں سو کر اٹھنا پھر وضو کر کے نفل ادا کرنا مشقت کا باعث ہے۔

اسی وجہ سے صحت مندوں کو بیٹھ کر نفل پڑھنے کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ ثواب رکھتا ہے، اسی طرح حج وعمرہ میں۔ مال اور مشقت کے اعتبار سے ثواب بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً

1. مکہ مکرمہ سے عمرہ کرنے کے مقابلے میں وطن سے مستقل عمرہ کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔
2. حج کے مقامات منیٰ، عرفات، مزدلفہ، پیدل جانے کا بہت زیادہ ثواب بمقابلہ سواری کے۔
3. قران اور تمتع کا ثواب زیادہ ہے افراد سے کہ افراد میں قربانی کا خرچہ نہیں لگتا۔
4. قریبی لوگوں کے مقابلہ میں دور دراز سے آنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ کہ تعب بھی زیادہ ہے اور خرچہ بھی زیادہ ہے۔
5. سہولت اور آرام کی شکلوں کے مقابلہ میں سادگی اور تواضع کی شکلوں میں حج کرنے کا زیادہ ثواب ہے کہ سنت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے معمولی سواری پر معمولی کپڑے میں حج کیا۔

تاہم ان امور میں اس کا خیال رکھے کہ مزاج کے خلاف نہ ہو کہ ذہن اور قلب متاثر ہو جائے اور مناسک حج میں کلفت اور پریشانی ہو کہ نوافل اور افضل امور کے اختیار کرنے میں واجبات کا ترک ہو جانا یہ خود بخود شریعت کے خلاف ہے۔

پیدل حج کا ثواب اور اس کی فضیلت اور اہمیت

پیدل حج کا ثواب ۷۰/ حج کے برابر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس قبیلہ ہذیل اور قبیلہ مزینہ کی جماعت آئی، قبیلہ جُہینہ کے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم لوگ مکہ مکرمہ تک پیدل آئے ہیں اور کچھ لوگ سواری پر آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیدل آنے والوں کو ۷۰ حج کا ثواب ملے گا۔ اور سوار ہو کر آنے والوں کو ۳۰/ حج کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو پیدل حج کرے اسے ستر حج کا ثواب اور سواری پر حج کا ثواب ایک حج کے برابر ہے۔ (کنز العمال: ۲۶/۵)

حضرات ملائکہ معانقہ کرتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرات فرشتے سوار حاجیوں سے تو مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل حاجیوں سے معانقہ کرتے ہیں۔ (القریٰ: ص ۴۶، کنز العمال: ۵/۵)

فائدہ: چونکہ پیدل آنا زیادہ مشقت کا باعث ہے جس سے ثواب زیادہ ہوتا ہے، اور یہ دلیل عشق و محبت کی ہے، اس وجہ سے حضرات ملائکہ معانقہ کرتے ہیں۔ جو لطیف ہونے کی وجہ محسوس نہیں ہوتے۔ جیسے رحمت اور موت کے فرشتے آتے ہیں مگر نظر نہیں آتے۔

انبیاء علیہم السلام حج کے مناسک، ارکان پیدل چل کر ادا کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرات انبیاء علیہم السلام حرم میں پیدل چل کر داخل ہوتے اور ننگے پیر ہوتے۔ اور بیت اللہ کا طواف ادا کرتے اور حج کے تمام مناسک اور امور کو پیدل و ننگے پیر (اکراماً) ادا کرتے۔ (ابن ماجہ: ص ۲۱۱، القریٰ: ۲/۴۵)

فائدہ: خیال رہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک گھر سے اور اپنے ملک سے پیدل آنا اور مکہ مکرمہ تک پیدل پہنچنا۔ گو اس کا زیادہ ثواب ہے مگر اس کی اجازت نفس کے تحمل اور برداشت پر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پیدل کی مشقت اور تعب سے مکہ مکرمہ آنے کے بعد حج کے مناسک اور امور کے ادا کرنے میں حرج اور پریشانی ہو، اس وجہ سے بہتر سواری پر جانا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے سوار ہو کر حج ادا کیا تھا۔

غنیۃ الناسک میں ہے "و الحج راكباً افضل منه ماشياً لأن فى الركوب عوناً لقوة النفس على قضاء النسك بصفة الكمال مع ما فيه من زيادة الانفاق." (غنیۃ الناسک: ص ۱۷)

دوسرا۔ مکہ مکرمہ سے ۸/ویں تاریخ کو منیٰ اور دوسرے مقامات عرفہ مزدلفہ جانا اسی طرح رمی کے لئے اپنے مقامات سے پیدل جانا منیٰ طواف زیارت کے لئے پیدل جانا یہ بہرصورت افضل ہے۔ ہاں مگر یہ کہ بڑھاپا، ضعف، کمزوری مرض وغیرہ ہو تو سواری سے جائے۔ چنانچہ حج کے مناسک کو پیدل ادا کرنا زیادہ ثواب اور فضیلت کی بات ہے۔ شرح احیاء میں ہے "و يستحب له المشى من مكة فى المناسك كلها الى انقضاء حجه ان قدر على ذلك سواء فيه الآفاقى و الجائر." (شرح احیاء: ۴/۶۱۹)

مکہ مکرمہ سے حج کے مناسک پیدل کرنے پر مستقل بڑی فضیلت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرے اور پیدل واپس آئے۔ اس کے لئے ہر قدم پر حرم کی سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور حرم کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی ہے۔ (غنیۃ الناسک: ص ۱۷، مستدرک حاکم)

پس اس اعتبار سے ایک قدم پرے کروڑ نیکی کا ثواب ملے گا۔ مگر اس کا بھی خیال رہے کہ قوت وسعت اور

طاقت بھی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے ایک ہزار مرتبہ پیدل حج کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام ایک ہزار بار ہند سے بیت اللہ پیدل آئے بالکل سواری نہیں کی۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۴۵، ترغیب: ۲/۱۶۷)

ایک روایت میں ۷۰ر حج پیدل کیا

علامہ ازرقی نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ستر حج پیدل کیا۔ (القریٰ: ص ۴۸، ہدایۃ السالک: ص ۴۲)

ایک روایت میں چالیس حج پیدل کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے چالیس حج ہندوستان سے پیدل کیا (القریٰ: ۴۵)

فَائِدَہ: اللہ اکبر خصوصاً اس عہد میں پیدل حج کس قدر مشکل تھا۔ مگر محبت اور اطاعت خداوندی کے سامنے پریشانیوں کا برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

زمین پر اترنے کے بعد سب سے پہلے حج بیت اللہ کا حکم

محمد ابن اسحاق سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے زمین پر اتارا تو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کی جانب چلیں، چنانچہ وہ چلے پس وہ چلتے ہوئے جس مقام پر بھی قیام فرماتے اللہ پاک ایک بہتا چشمہ ندی جاری فرما دیتے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ پس خانہ کعبہ کے پاس قیام کیا اور عبادت میں لگ گئے۔ اور بیت اللہ کا طواف کرتے۔ پس ہمیشہ اس گھر پر آتے رہے یہاں تک کہ اللہ پاک نے وفات دے دی۔ (ہدایۃ السالک: ۴۴)

ہندوستان سے حضرت آدم علیہ السلام کے حج کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے آدم موت کے آنے سے پہلے اس گھر کا حج کرلو، اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے (تعجباً) فرمایا۔ (موت کے متعلق کہ) کیا پیش آئے گا (چونکہ موت سے واقف نہیں تھے) اللہ پاک نے فرمایا جسے نہیں مانتے وہ موت ہے تو فرمایا موت کیا چیز ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا عنقریب اس کا مزہ چکھ لوگے۔ تو فرمایا میرے اہل میں میرا نائب اور خلیفہ پھر کون بنے گا؟ تو فرمایا ٹھیک ہے میں اسے آسمان و زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کروں گا (کہ تم آدم علیہ السلام کی خلافت قبول کرلو) تو اللہ نے آسمان پر پیش کیا اس نے انکار کردیا۔ زمین پر پیش کیا اس نے انکار کردیا پہاڑ پر پیش کیا اس نے انکار کردیا۔ تو ان کے بیٹے نے جو اپنے بھائی کا قاتل تھا اس نے قبول کیا۔ تب حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سے حج کرنے نکلے۔

پس جس مقام پر بھی ٹھہرتے کھاتے پیتے وہاں آبادی ہوجاتی بستی ہوجاتی۔ یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام

مکہ تشریف لے آئے یہاں فرشتوں نے ان کا استقبال کیا۔ اور کہا "السلام علیك یا آدم." تمہارا حج مبرور ہو۔ ہم لوگ تو آپ سے دو ہزار سال پہلے سے حج کرتے آرہے ہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت بیت اللہ خانہ کعبہ موتی کی طرح لال یاقوت کا تھا۔ اس کے دو دروازے تھے۔ جو طواف کرتا تھا بیت اللہ کے اندر دیکھ لیتا تھا۔ اور جو بیت اللہ کے اندر رہتا تھا باہر طواف کرنے والے کو دیکھ لیتا تھا۔ (یعنی صاف شفاف شیشہ نما یاقوت تھا) پس حضرت آدم علیہ السلام نے جب حج کے ارکان کو پورا کرلیا۔ تو اللہ پاک نے وحی بھیجی اے آدم حج کے ارکان کو پورا کرلیا، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ہاں اے رب! تو اللہ نے فرمایا اپنی ضرورتوں کا سوال کرو۔ دیئے جاؤ گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ہماری سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ آپ میرے گناہ کی مغفرت فرمادیں اور میری اولاد کے گناہوں کی مغفرت فرمادیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم رہا تمہارا گناہ تو جس وقت تم گناہ میں پڑے تھے اسی وقت تم کو معاف کردیا تھا۔ اب رہا تمہارے اولاد کا گناہ پس جو مجھ کو پہچانے گا (کہ میں رب اور خالق ہوں) اور جو مجھ پر ایمان لائے گا میرے رسول کی، میرے کتاب کی تصدیق کرے گا (یعنی جو مسلمان اور مؤمن ہوگا) میں اس کے گناہ کو معاف کردوں گا۔ (ترغیب: ۲/ ۱٦۹)

حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے پیدل حج کیا

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے پیدل حج کیا۔ یعنی شام سے۔

(سنن کبریٰ: ۴/ ۳۳۲، ابن ابی شیبہ: ۴/ ۹۸)

القرطبی نے ابن ابی نجیح سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے پیدل حج کیا ہے۔ (القرطبی: ۱۲/ ۴۵)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہم السلام نے پیدل حج کیا۔ (القریٰ: ص ۴۵)

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام شام میں رہتے تھے وہاں سے پیدل آتے تھے۔

ذوالقرنین نے بھی پیدل حج کیا

حضرت عطاء بن السائب نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک آدمی کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو وہ اجنبی غیر متعارف معلوم ہوا۔ تو پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو، اس نے کہا میں ذوالقرنین کے اصحاب سے ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا وہ کہاں ہے۔ کہا مقام ابطح میں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے ملاقات کی اور معانقہ کیا۔ ذی القرنین سے پوچھا گیا سواری پر کیوں نہیں آئے۔ تو کہا میں مناسب نہیں سمجھتا کہ سواری پر آؤں۔ چنانچہ اس نے پیدل حج کیا۔ (القریٰ: ۵۵، اخبار مکہ: ۱/ ۷۴)

فائدہ: پوری دنیا کا بادشاہ ذی القرنین جسے خدائے پاک نے دنیا کی ہر سہولت سے نوازا تھا۔ جس کا ذکر سورہ کہف کے آخر میں ہے اس نے پیدل حج کیا اس سے معلوم ہوا کہ سہولت کے باوجود پیدل کرے تو عزیمت اور

فضیلت کی بات ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پیدل حج نہ کرنے پر حسرت وافسوس

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کسی چیز پر حسرت نہیں مگر اس پر ہے کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا۔ (سنن کبریٰ:۴/۳۳۱، القرطبی:۱۲/۴۵)

ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ مجھے کسی چیز پر رنج وافسوس نہیں مگر اس پر کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میں بوڑھا ضعیف ہوگیا (اب ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کی تلافی نہیں کرسکتا) اللہ پاک کا یہ فرمان مبارک میں نے سنا "یأتونك رجالا و علی کل ضامر"، رسول اللہ نے پیدل والوں کا پہلے ذکر کیا سوار والوں کے مقابلہ میں (اس سے پیدل حج کرنے والی کی فضیلت معلوم ہوئی)۔

(اتحاف السادہ:۴/۴۵۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدل حج

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرخ بیل پر قطوانی عباء پہنے ہوئے حج کیا۔ (ترغیب:ص ۱۸۵)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقام روحاء سے ستر پیغمبر حضرات گذرے ہیں، جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پیدل ننگے پیر گذرے۔ عباء پہنے ہوئے اللہ کے بیت عتیق کے ارادے سے چل رہے تھے۔ (ترغیب:۲/۱۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ (مقام) ثنیہ ہرشیٰ سے پیدل اترتے آرہے ہیں۔ (طبرانی کبیر:۱۰/۱۷۵، ہدایۃ السالک:۱/۳۱)

فائدہ: ان روایتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدل حج کرنا مذکور ہے اور بعض روایت میں سواری کا بھی ذکر ہے۔ یا تو بعض مرتبہ پیدل کیا بعض مرتبہ سواری پر کیا۔ یا اس کا بھی احتمال ہے کہ سواری پر آئے پھر مکہ مکرمہ سے پہلے پیدل ہوگئے اور حج کے امور کو پیدل ادا کیا۔

انبیاء کرام کے نقش قدم پر چند برگزیدہ پیدل حج کرنے والے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے جوانی میں کسی عمل نہ کرنے کا افسوس نہیں سوائے حج کے بارے میں کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا۔ اور حضرت حسن بن علی نے ۲۵ رحج پیدل کئے۔ (ہدایۃ السالک:۱/۳۴)

مصعبؒ نے کہا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ۲۵ حج پیدل کیا اور حضرت ابن جریج اور سفیان ثوری پیدل حج کیا کرتے تھے۔

علی بن شعیب نے نیشا پور سے پا پیادہ قریب ستر حج کیا۔

مغیرہ بن شعبہ نے پچاس سے زائد حج پیدل ننگے سر حالت احرام میں روزہ رکھ کر کیا ابولعباس عباسی نے ۸۰ حج پیدل کیا۔

ابوعبداللہ المغربی کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی انہوں نے ۹۷ حج پیدل کیا۔ عباس بن عبداللہ شافعی نے بیان کیا کہ ابوحمزہ صوفی نے قزوین سے احرام باندھ کر پیدل حج کیا پھر واپس آتے پھر حج کو جاتے۔ جب بھی وہ نکلے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ دنیا میں مجھے بقدر قوت (ضروری خوراک) ہی سے نوازے (زیادہ نہ دیجئے)۔

(القریٰ: ص ۴۷)

حضرت نافع بن جبیر جو مشہور صحابی حضرت جبیر بن مُطعِم کے لڑکے ہیں حافظ ابن حجر نے تہذیب میں لکھا ہے کہ وہ پیدل حج کیا کرتے تھے۔ (اعیان الحجاج: ص ۸۲)

محدث ابن ماجہ نے بیان کیا کہ علی بن منذر نے ۵۸ حج کئے جن میں بیشتر حج انہوں نے پیدل کیا۔

(تہذیب التہذیب: ۷/۴۰۲، تہذیب الکمال: ۷/۴۰۲)

سواری پر یا پیدل حج افضل ہے علماء کے اقوال

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر حج کے مناسک منیٰ عرفات مزدلفہ مکہ کا سفر کیا ہے۔ لہٰذا سواری پر افضل ہے۔ یہ قول علامہ نووی، احناف میں قاضی خاں، اور ائمہ میں امام مالک کا ہے۔ امام شافعی کا ایک قول احناف میں صاحب ہدایہ کا اور حنابلہ کا یہ ہے کہ پیدل حج افضل ہے۔ (ہدایۃ السالک: ۱/۳۶)

اور رہی بات آپ نے باوجود ثواب اور فضیلت بیان کرنے کے سواری پر اسی وجہ سے کیا تا کہ مناسک اور امور کو دیکھ لیں اور اقتداء کریں پس آپ کے حق میں یہ اس وجہ سے افضل تھا۔ (ہدایہ: ۱/۳۵)

قول محقق اس سلسلہ میں یہ ہے کہ باہر دور دراز ملک سے آنے والے تو مکہ مکرمہ تک سواری پر آئیں اور مکہ مکرمہ سے ۸؍تاریخ کو مناسک حج کے لئے پیدل جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی کی تاکید کر رہے ہیں۔ پس جن حضرات کو ذرا بھی استطاعت ہو اور کوئی ایسا نقصان نہ ہو جس کی وجہ سے حج کے امور کی ادائیگی میں دقت ہو پیدل کی کوشش کریں۔

مکہ مکرمہ سے ارکان حج کے پیدل ادا کرنے کا ثواب ہر نیکی پر ے رکروڑ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ شدید مریض ہوگئے۔ اپنی اولاد کو بلایا اور ان کو اپنے پاس جمع کیا (اور یہ حدیث سنائی) کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کیا، پھر مکہ مکرمہ واپس لوٹ آیا۔ اس کے ہر ایک قدم کے بدلہ سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور ہر ایک نیکی مثل حرم

کے ہوگی، آپ سے پوچھا گیا کہ حرم کی کیا نیکیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک نیکی پر ایک لاکھ نیکی کا ثواب۔

(ابن خزیمہ: ۴/۲۴۴، حاکم: ۱/۶۳۱، ترغیب: ۲/۱۶۷، سنن کبریٰ: ۴/۲۳۱)

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد سے کہا اے میرے بیٹو! مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے نکلو۔ یہاں تک (کہ ارکان حج ادا کرنے کے بعد) مکہ پیدل واپس آؤ۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے سوار ہوکر حج (کے ارکان) ادا کیا اس کو ہر قدم پر ستر نیکیاں ملیں گی۔ وہ جس نے پیدل حج کیا اسے ہر قدم پر حرم کی سات سو نیکیاں ملیں گی۔ پوچھا گیا حرم کی کتنی نیکیاں (ثواب) ہے۔ فرمایا ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ (اس طرح ایک نیکی پر سات سو لاکھ نیکی کا ثواب ملے گا)

(مجمع الزوائد: ۳/۲۰۹، مطالب عالیہ: ۱/۳۱۷)

فائدہ: خیال رہے کہ اس روایت میں مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے کا ثواب ایک نیکی پر ے کروڑ ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح ہر قدم پر سات کروڑ نیکی کا ثواب ہوگا۔ مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مکہ سے حج کا احرام باندھے اور منیٰ، مزدلفہ، عرفات، پھر وہاں سے واپسی مکہ تک ان تمام مقامات میں پیدل سفر کرے، گاڑی سواری پر نہ کرے، تو اس قدر ثواب عظیم پائے گا۔ لہٰذا اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک سواری، کار موٹر بس ہوائی جہاز سے آئے پھر مکہ سے ارکان حج، حج کے مقامات پیدل چلے تو یہ ثواب عظیم پائے گا۔ مکہ سے پیدل حج کرنے میں ارکان ادا کرنا بہت آسان ہے۔ حرم کے باب الصفا کی جانب سے طریق المشاۃ نام سے پیدل راستہ ہے۔ جو سعودی حکومت نے نہایت ہی آرام دہ جابجا پانی استنجا وغیرہ کا انتظام کردیا ہے۔ یہ راستہ عرفات تک بہت معروف ومشہور ہے۔ منیٰ مزدلفہ، عرفات کے حدود کی نشاندہی کی ہے۔ کوئی پریشانی نہیں۔ ہزاروں نہیں لاکھوں بندے خصوصاً عرب پیدل حج کرتے ہیں۔ راستہ پیدل چلنے والوں سے بھرا رہتا ہے۔ کھاتے پیتے لوگ چلتے رہتے ہیں۔ اگر طاقت ووسعت استطاعت ہو تو پیدل ہی حج کرے۔ حضرات انبیاء کرام نے بھی پیدل حج کیا ہے۔

مکہ مکرمہ سے منیٰ، عرفات، مزدلفہ منیٰ مکہ پیدل جانے کا بڑا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد سے کہا اے میرے بیٹو! مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے نکلو۔ یہاں تک (کہ ارکان حج ادا کرنے کے بعد) مکہ پیدل واپس آؤ۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے سوار ہوکر حج (کے ارکان) ادا کیا اس کو ہر قدم پر ستر نیکیاں ملیں گی۔ وہ جس نے پیدل حج کیا اسے ہر قدم پر حرم کی سات سو نیکیاں ملیں گی۔ پوچھا گیا حرم کی کتنی نیکیاں (ثواب) ہے۔ فرمایا ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر۔

(حاکم: ص ۳۶، مجمع الزوائد: ۳/۲۰۹، مطالب عالیہ: ص ۳۱۷)

فائدہ: ان جیسی اور دوسری روایتوں کے پیش نظر مکہ مکرمہ سے حج کے مقامات پر پیدل جانے اور پیدل مناسک

ادا کرنے کا ثواب ایک نیکی پر ۷ رکروڑ نیکی کا ثواب ہوگا۔سبحان اللہ کتنا بڑا ثواب اور کس قدر خدا کی رحمت۔

خیال رہے کہ یہ ثواب گھر و وطن پیدل آنے کا ثواب نہیں بلکہ مکہ مکرمہ سے جو حج کے مناسک ادا کرنے کے لئے منیٰ، عرفات، پھر عرفات سے مزدلفہ، منیٰ اور پھر منیٰ سے مکہ مکرمہ جو آنا ہے، اس کا ثواب ہے، یہ ثواب ان کے لئے بھی ہے جو اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک تو سوار خواہ جہاز پر، یا بس پر یا اور کسی سواری پر آئے ہوں۔اور ۸ رتاریخ سے جو مناسک ادا ہوتے ہیں وہ پیدل ادا کریں۔ چنانچہ مکہ سے منیٰ وغیرہ پیدل جانا بہر صورت افضل ہے۔

(کذا فی الغنیہ :ص ۷۱)

پیدل چلنے میں آدمی سنت کے مطابق وقت پر مناسک کے مقام پر پہنچتا ہے، سواری اور بس میں دوسرے کا محتاج رہتا ہے، عموماً یہ سواری خلاف سنت وقت میں لے جاتے ہیں۔ چنانچہ مکہ سے منیٰ طلوع سورج کے بعد سنت ہے، بس والے رات ہی کو چل دیتے ہیں۔ رات میں منیٰ جانا خلاف سنت ہے۔منیٰ سے عرفات بس والے کبھی عشاء کے بعد ہی پہنچادیتے ہیں جس سے دو خلاف سنت امور ادا ہوئے ایک فجر کی نماز کا منیٰ میں نہ پڑھنا، دوسرا طلوع شمس سے پہلے رات میں ہی منیٰ سے عرفات جانا۔

گو یہ خلاف سنت ہے مگر عذر اور مجبوری کی وجہ سے بعد میں سواری نہیں ملے گی تو جانے میں بڑی دقت ہوگی جانا درست ہے اور کوئی گناہ نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گویا ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے تاکید ہے کہ مکہ مکرمہ سے حج کے مناسک کے لئے منیٰ، عرفات، مزدلفہ، پھر منیٰ مکہ پیدل سفر طے کرے۔اس زمانہ میں باوجود ایرکنڈیشن بہترین سواری کے پھر بھی پیدل ہی میں سہولت ہے۔ جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔

حج یا عمرہ کے سفر میں انتقال کرجائے اس کا ثواب

نہ معارضہ ہوگا نہ حساب سیدھے جنت میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے نکلا پھر اسی سفر میں (خواہ جاتے وقت یا آتے وقت گھر آنے سے پہلے) انتقال کر گیا۔ اس سے نہ معارضہ ہوگا اور نہ کوئی حساب ہوگا۔ ان سے کہہ دیا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۰۸، دارقطنی، القریٰ: ص ۴۱)

فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مکہ مکرمہ کے راستہ میں (حج میں) مرجائے اسے نہ اللہ تعالیٰ کوئی مواخذہ کرے گا نہ اس سے کوئی حساب لے گا۔ (مطالب عالیہ: ۱/ ۲۲۶)

اور اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترغیب: ۲/ ۲۰۹)

قیامت تک حج اور عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کے لئے نکلا پھر مرگیا، قیامت تک اسے حاجیوں کا ثواب ملتا رہے گا۔ اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور پھر مرگیا اسے قیامت تک عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملتا رہے گا۔ (مجمع:٣/٢٠٩، اتحاف:ص ٤٥٨، مطالب عالیہ:ص ٢٦)

شفاعت بھی واجب قیامت کے دن امن بھی

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک مقام پر مرجائے اس پر میری شفاعت واجب اور قیامت کے دن امن واطمینان سے رہنے والوں میں رہیں گے۔ (اتحاف:ص ٤٥٨)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مکہ میں یا مکہ کے راستے میں (حج کے موقع پر) انتقال کرجائے وہ مامون رہے گا۔ (عذاب ومواخذہ سے امن میں رہے گا۔) (طبرانی، ہدایۃ السالک:١/٢٧)

انتقال ہوجائے تو جنت واپس گھر آجائے تو ثواب ونفع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدا کا گھر اسلام کا ستون ہے، پس جس نے حج بیت اللہ کیا، یا عمرہ کیا اس پر اللہ کی جانب سے حفاظت ہے، اگر موت آگئی تو جنت میں داخل، اگر گھر واپس لوٹ آیا تو ثواب ونفع کے ساتھ لوٹا۔ (ترغیب:ص ١٧٨، مطالب عالیہ:١/٢٢٥، القریٰ:ص ٤٢)

فائدہ: دیکھئے سفر حج کیسا بابرکت سفر، کس قدر خدا کی توجہ اور رحمت کہ کوئی صورت نفع سے خالی نہیں، دنیا اور آخرت دونوں کا مسئلہ حل اور کامیاب۔

حج وعمرہ میں حرمین شریفین میں مرنے والے سے نہ حساب نہ عذاب

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوجائے گویا کہ اس کا انتقال آسمان دنیا پر ہوا۔ اور مکہ یا مدینہ منورہ میں مرجائے خواہ حج میں یا عمرہ میں اسے قیامت کے دن اللہ پاک اٹھائے گا کہ اس سے نہ حساب لیا جائے گا نہ ہی عذاب دیا جائے گا۔ (ہدایۃ السالک:١/٢٦)

فائدہ: دیکھئے کتنے خوش نصیب ہیں ایسے لوگ کہ حساب ومواخذہ کی پریشانی سے محفوظ ہوجائیں گے۔ یہاں کی موت تمنا کے لائق ہے۔ اللہ پاک تمنا کرنے والوں کو ایسی موت نصیب فرمائے۔

احرام کی حالت میں مرجائے تو قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں وقوف فرما تھے اچانک ایک شخص سواری (اونٹ) پر سے گرا۔ اور مرگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتہ سے غسل دے دو۔ اور دو کپڑوں میں کفنادو اور سر نہ چھپاؤ۔ اور خوشبو نہ لگاؤ۔ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا (بخاری:٤٩، مسلم، ترغیب:٢/١٧٩)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے صاحبزادے کا انتقال احرام کی حالت میں ہوگیا۔ انہوں نے اسے کفنایا چہرے کو ڈھانک دیا۔ سر کو چھپا دیا کپڑا رکھ دیا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا محرم کا جب انتقال ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ احرام میں جب وفات پا جائے تو احرام ختم ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری: ۵۱/۸)

فَائِدَہ: حاجی جب احرام کی حالت میں مرجائے تو وہ حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ احناف کے یہاں یہ عام لوگوں کی طرح (حضرت عائشہ وغیرہ کی روایت کی وجہ سے) ہو جائے گا سر بھی ڈھانکا اور خوشبو لگایا جائے گا۔

حج عمرہ پر خرچ کا ثواب اور اس کی فضیلت

حج پر روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کے خرچہ کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کی طرح سات سو گنا ہے۔ (ترغیب، مجمع الزوائد: ۲۰۸/۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کی طرح ایک درہم کا ثواب سات سو درہم ملتا ہے۔ (ترغیب: ص ۱۸۰، مجمع الزوائد: ص ۲۰۸)

فَائِدَہ: ان دونوں روایتوں میں تو ایک کے خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا ہے۔ دوسری روایت میں اس سے بھی زائد ہے۔

حج وعمرہ میں ایک روپیہ کا ثواب ایک لاکھ کے برابر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ حج وعمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں جو مانگتے ہیں ان کو ملتا ہے وہ جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے۔ جو خرچ کرتے ہیں پاتے ہیں۔ اس راہ میں ایک درہم خرچ کرتے ہیں ایک لاکھ کا ثواب پاتے ہیں خدا کی قسم جس نے ہمیں حق کے ساتھ بھیجا ہے اس راہ میں ایک ایک درہم (مثلاً ایک روپیہ) ایک پہاڑ سے بھی زیادہ وزن رکھتا ہے۔ پھر آپ نے جبل ابو قبیس کی جانب ارشارہ کیا۔ (ایک درہم کا ثواب اس پہاڑ کے برابر) ہے۔ (ہدایۃ السالک: ۲۳/۱)

ایک درہم کا ثواب دس لاکھ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج وعمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں جو سوال کرتے ہیں ملتا ہے، جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدل پاتے ہیں۔ اور ایک درہم خرچ کرنے کا ثواب دس لاکھ ملتا ہے۔ (بزار، ترغیب: ص ۸۰)

فَائِدَہ: دیکھئے حج وعمرہ پر خرچ ہونے والی رقم پر کس قدر ثواب ہے، یہ حج کرنے والوں کی نیت اور خلوص کی بنیاد پر کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ اصل ضابطہ جو قرآن میں ہے وہ تو ایک کے بدلے دس ہے۔ مگر جہاد میں ایک کے بدلہ سات سو ہے۔ اور حج وعمرہ میں اس کا ثواب سات سو سے بڑھ کر ایک لاکھ، اور یا ایک کروڑ تک ہوجاتا ہے۔

دراصل امت کو اس میں ترغیب ہے کہ اگرچہ حج وعمرہ میں اچھی خاصی رقم لگ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے تو ہر شخص حج وعمرہ کا شرف حاصل نہیں کرپاتا ہے کہ اس پر جو تم خرچ کروگے اس کا ثواب دیکھو کتنا ہوگا۔ ایک لاکھ، یا ایک کروڑ، پس اس ثواب کی زیادتی کی وجہ سے تم کو حج وعمرہ میں روپیہ لگانے سے دریغ نہ کرنا چاہئے۔ اے ثواب کے چاہنے والو اس عمل خیر کی طرف سبقت کرو۔

خیال رہے کہ مالدار عموماً بخیل ہوتے ہیں۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ ان کو حج وغیرہ کی مالی سہولت حاصل ہے حج ان پر فرض ہوچکا ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ اللہ اتنا روپیہ لگ جائے گا۔ اس رقم سے تو اتنی بڑی تجارت ہوجائے گی اس سے تو اتنا مکان بن جائے گا۔ اس سے تو اتنی اچھی شادی ہوجائے گی وغیرہ وغیرہ۔ شیطان خیالات ڈالتا ہے۔ نہ بھی کوئی ضرورت ہو تب بھی شیطان بخل کی وجہ سے حج پر مال صرف کرنے سے روکے رکھتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ اتنا روپیہ خرچ ہوجائے گا کہاں سے پھر حاصل ہوگا۔

اسی شیطانی خیالات کا نبی پاک ﷺ نے علاج اور دفاع کیا ہے کہ حج پر روپیہ خرچ کرنے سے غربت اور تنگدستی نہیں آتی۔ جو خرچ کیا جاتا ہے خدائے پاک اس کا بدل دیتا ہے۔ بلکہ آپ نے اس کو مالی وسعت کا سبب اور تنگدستی نہ آنے کا ذریعہ فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ۔ حج جس نے شریعت اور سنت کے مطابق کیا ہو تفریح کی نیت سے نہ کیا ہو۔ وہ حج وعمرہ کے بعد غریب نہیں ہوتا۔ تنگدست نہیں ہوتا۔ بلکہ اور مالی وسعت اور فراوانی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ آئندہ پھر ارادہ رکھتے ہیں اور کرتے ہیں۔ البتہ شادی کے بعد یا مکان کے بعد جس میں بسا اوقات ایک اچھی خاصی رقم بلا ضرورت لگاتے ہیں بعض غربت اور تنگدستی کا شکار نظر آتے ہیں۔

اولاً تو یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ حج میں اتنا روپیہ لگ جائے گا۔ جس کریم آقا نے دیا ہے اسی کے لئے تو خرچ ہورہا ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے جس نے احسان کیا جس کا بے انتہا کرم وفضل ہمارے اوپر ہے اسی ذات میں تو یہ روپیہ لگ رہا ہے۔ اسی کا بخشا ہوا اسی میں لگ رہا ہے۔ پھر اس پر اس نے مزید کرم فرماتے ہوئے بدلہ بھی دینے کہا ہے تو ایمانی تقاضا ہے کہ ہرگز روپیہ کا خرچ نہ دیکھے۔ جس طرح بیوی بچوں پر محبت خرچ کراتی ہے اسی طرح اللہ کی محبت بھی خرچ کراتی ہے اور سوچنے اور بخل کا موقع نہیں دیتی ہے۔

اے مالدار مسلمانو! ایمان والو! اللہ پاک سے جو مالک اور خالق ومحسن ہے محبت رکھو۔ محبت اور ایمان خود ہی ایسی دولت ہے کہ اس کی وجہ سے راہ خدا میں خرچ کرنے سے بخل نہیں ہوتا بلکہ ذوق شوق اور مزے سے خرچ کرتا

ہے۔

آپ نے حج کے مسائل سیکھنے کا حکم دیا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یوم النحر میں دیکھا سواری پر رمی کر رہے تھے، اور یہ فرما رہے تھے کہ حج کے مسائل سیکھو مجھے معلوم نہیں کہ اس حج کے بعد آئندہ میں حج کر سکوں گا یا نہیں۔ (مسلم:۴۱۹)

فائدہ: آپ نے حج بیت اللہ کے مسائل کے سیکھنے کی تاکید فرمائی۔ حج کے مسائل نماز روزہ کی طرح عام بھی نہیں ہیں اور اس کا سابقہ بھی تمام لوگوں کو نہیں پڑتا ادھر حج کے مسائل ذرا پیچیدہ اور باریک ہیں۔ اور معمولی چیز بھی بغیر سیکھے سمجھے نہیں آتی تو حج جیسی عظیم عبادت بغیر سیکھے اور حاصل کئے کیسے آجائے گی۔

اس لئے آپ نے خصوصیت کے ساتھ حج کے مسائل کے سیکھنے کی تاکید کی۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ بعضوں سے حج کی ادائیگی میں چوک ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے گو بعض صورتوں میں گناہ نہ ہوتا ہم ثواب میں تو کمی ہو ہی جائے گی۔ پس ضروری ہے کہ حج کرنے سے پہلے حج کے مسائل کو یاد کر لیا جائے اس کا بار بار تکرار کیا جائے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لیا جائے۔ اور حج کے سفر کے دوران اس کا بار بار مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ حج کے موضوع پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں اپنی ذوق کے مطابق اپنے پاس رکھے اور بار بار اسے دیکھتا رہے۔ مزید کسی ایسے عالم سے جو حج کر چکے ہیں اس سے بھی پوچھتا رہے اور سمجھتا رہے، تاکہ وہ حج جس پر اس نے اچھا خاصا مال لگایا ہے۔ جانی مشقت برداشت کی ہے مکمل طور پر ادا ہو سکے۔ اور اس کا بہترین ثواب مل سکے۔

مگر افسوس کہ مالی سہولت کی وجہ سے حج کو جانے تیار ہو جاتے ہیں مگر حج کے مسائل سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے بس چلتے پھرتے جو آجائے اسی کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ انتہائی نادانی اور غفلت کی بات ہے۔ حج کے موقعہ پر لوگ دوسروں کا دیکھ کر عمل کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیا علم لوگ جو کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں۔ دیکھئے گیارہ تاریخ کی رمی زوال سے پہلے کسی بھی امام کے نزدیک جائز نہیں۔ کرنے پر اعادہ یا دم واجب ہوگا۔ سلفی اور حنابلہ کے یہاں بھی جائز نہیں مگر ایک جم غفیر کرتا ہے۔ اسی طرح اور بھی دوسرے امور ہیں۔ لہٰذا معتبر کتابیں دیکھ کر عمل کرے یا کسی واقف سے جسے مسائل کی واقفیت ہو پوچھ کر عمل کرے۔

ایک خاص بات کا دھیان رہے

حرمین شریفین میں سلفی مسلک اور حنبلی مسلک کے لوگ ہیں۔ علماء حرمین بھی حنبلی یا سلفی مذہب کے ہیں حج کے موقعہ پر مختلف قسم کی ہدایتیں جاری ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح فون کے ذریعہ سے مسائل کے جوابات یا دفتر معلومات میں جو دیئے جاتے ہیں وہ سب سلفی یا حنبلی مسلک کے موافق ہوتے ہیں۔ ہندو پاک کے حضرات حنفی مسلک کے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ہی مسلک کے عالم سے معلوم کرے یا اپنے مسلک کی معتبر کتابوں ہی پر

عمل کریں۔ تا کہ جس مسلک کے وہ حامل ہیں اسی مسلک پر اور اس کے اصول کی رعایت کرتے ہوئے حج کے امور ادا ہوں۔ بعض مسائل ایسے ہیں کہ سلفی اور حنبلی مسلک میں دم قربانی نہیں ہے اور احناف کے یہاں دم ہے۔ لوگ سلفی مسلک کے علماء سے مسئلہ پوچھتے ہیں جس پر دام واجب ہوتا ہے۔ وہ کہہ دیتے ہیں ''لاحرج'' اسی پر عمل کر لیتے ہیں۔ سو یہ درست نہیں۔ جب وہ اپنے تمام امور کو ہندو پاک میں حنفی ضابطے سے ادا کرتے ہیں تو وہاں کس طرح آزاد ہو جائیں گے۔ صرف مال بچانے کے لئے ہرگز ایسا کرنا درست نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں حرمین میں ان لوگوں کے مسئلہ پر عمل کیا جائے گا سو یہ غلط ہے یہاں بھی وہ گزشتہ کی طرح اپنے مسلک کے پابند ہو کر رہیں گے۔ حنفی مسلک حدیث پاک کے خلاف تھوڑے ہی ہے۔ اسی کتاب کو دیکھئے احادیث کے موافق ہمارا مسلک ہے۔

حج وعمرہ کے ثواب کی کوئی انتہا نہیں جتنی مشقت اتنے ثواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عمرہ کے موقعہ پر فرمایا تمہارے لئے مشقت اور خرچہ کے اعتبار سے ثواب ہے۔ (ترغیب: ۲/۱۷۹، دارقطنی، القریٰ: ص ۴۳)

فائدہ: یعنی حج اور عمرہ کے سفر میں جتنی مشقت جتنی پریشانی جتنی کلفت ہوگی اسی طرح جتنا روپیہ خرچ ہوگا اسی قدر ثواب ملے گا۔ ثواب کی کوئی حد متعین نہیں۔ مشقت کم خرچہ کم ثواب کم، زیادہ مشقت زیادہ روپیہ زیادہ ثواب۔

افسوس کہ امت کا ایک طبقہ کہتا ہے بھیڑ بھاڑ سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے بہت پریشانی ہوتی ہے کون جائے اتنی مصیبت اور پریشانی اٹھانے۔ ایک طبقہ کہتا ہے۔ بہت پیسے لگ جاتے ہیں کہاں سے اس کا حساب لگے گا۔ افسوس یہی طبقہ بیاہ شادی میں فراوانی اور وسعت کے ساتھ مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ خوب اسراف سے خرچ کرتا ہے۔ حالانکہ شادی میں کم خرچ کرنے پر برکت ہے۔ ''اعظم النكاح بركة ايسره مؤنة.'' اور حج کے خرچ پر بے انتہا ثواب ہے۔ اور یہاں خرچ پر کتراتے ہیں۔ کتنے مالدار ہیں قریب لاکھ روپیہ لگ جائے گا ہمت نہیں کرتے۔ پس خلاصہ یہ کہ شادی میں فراوانی سے رسم و رواج پر خرچ کرو گے گناہ ملے گا۔ حج میں سہولت کے لئے مال خرچ کرو گے ثواب ملے گا ہاں مگر بے جا اسراف پر ثواب نہیں ملے گا۔ اور حج میں بے جا اسراف کا موقعہ نہیں۔

ہدیہ تحفہ کے لئے یا اپنے لئے بہتر سامان خریدنا اسراف میں داخل نہیں۔

حج بیت اللہ کے ۳۰ر آداب کا بیان

فضائل حج میں حج بیت اللہ کے ۳۰ر آداب نہایت ہی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ حجاج کرام کے فائدہ کے لئے چند آداب بیان کئے جاتے ہیں۔ تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔

1. جب حج کے شرائط کے پانے کی وجہ سے حج فرض ہوجائے۔ یا حج نفلی کے اسباب پیدا ہوجائیں اور ارادہ ہوجائے تو پھر حج میں جلدی کرے تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرے۔ خصوصاً حج فرض میں تو تاخیر بالکل نہ کرے۔
2. سفر کی ترتیب اور رفقاء وغیرہ کے سلسلے میں استخارہ کرے۔
3. حج کے مسائل واحکام اور طریقے پر کتابیں دیکھے تاکہ شریعت کے مطابق حج کرسکے۔
4. نیت اپنی خالص کرکے ریا اور شہرت کو دل سے نکال لے، لوگوں میں حاجی ہوجائے یہ سب اور اس کے اسباب لوگوں کو بتاتے پھرنا اعلان کرنا، میں حج کو جارہا ہوں نہ کرے اتنی بڑی عبادت میں ریا شامل کرکے اسے ضائع نہ کرے۔
5. صالح نیک خدمت وعبادت کا ذوق رکھنے والوں کی مصاحبت ومرافقت رکھے۔
6. حج کے لئے حلال مال رکھے شبہ اور ناجائز آمدنی سے اسے پاک رکھے۔
7. لوگوں کے حقوق واجبہ ادا کرے۔ کوئی معاملہ ہو تو اسے صاف کرے۔
8. خرچ میں تنگی نہ کرے بخل سے کام نہ کرے۔
9. نکلنے سے پہلے سفر کی نماز پڑھ لے۔
10. سفر کی دعائیں پڑھ لے۔
11. چلنے سے قبل کچھ صدقہ خیرات کرے۔
12. احباب اعزہ سے ملاقات کرے ان سے دعا کے لئے کہے۔
13. کسی صالح سمجھدار عقلمند کو اپنا امیر کاررواں بنالے
14. اگر اپنے اختیار میں سفر ہو تو جمعرات سے شروع کرے۔
15. سواری کی دعا یاد رکھے اور اسے وقت پر پڑھے۔
16. سفر میں مشقت اور پریشانی ہو تو اسے برداشت کرے۔ تنگ نہ ہو اور پریشانی کا اظہار دوسرے سے نہ کرے۔
17. ہر گناہ والی بات سے بچنے کا اہتمام رکھے۔
18. نماز اور جماعت کا اہتمام رکھے۔ اس مبارک سفر میں فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ ہو، قضاء ہرگز نہ ہونے دے۔
19. رفقاء سے الگ ہوکر تنہا بلا خبر کئے نہ جائے کہیں جائے تو رفقاء یا امیر کو بتادے۔
20. سفر میں تنعم اور زیب وزینت سے بچے، سادگی کے ساتھ سفر کرے۔

۲۱ جو خرچ کرے تنگدلی سے خرچ نہ کرے خوش دلی اور بشاشت سے کرے کہ اس خرچ کا ثواب ستر گنا، ایک لاکھ اور سات کروڑ تک ہے۔

۲۲ رشوت دینے سے بہت پرہیز کرے کسی بات میں فوراً تیار نہ ہو جائے، مجبور ہو جائے، یا ظلم ہونے لگے، یا بلا دیئے پریشانی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تب گناہ سمجھتے ہوئے دے۔

۲۳ سفر کو نہایت ذوق وشوق سے طے کرے۔ عاشقانہ جذبہ سے جائے، گھر کے خیال کی پریشانی سے نہ کرے۔ بال بچوں کو دھیان میں نہ رکھے۔

حج بیت اللہ کے دیگر چند اہم آداب

حج بیت اللہ ایک بڑی عظیم عبادت ہے۔ جان اور مال سے متعلق دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ عموماً اس میں بڑی غفلت اور بے پرواہی ہوتی ہے۔ مال دار لوگ بیشتر حج کے آداب سے غافل ہوتے ہیں بلکہ واجبات تک میں کوتاہی کرتے ہیں۔ جہاں چھوٹ نہیں بھی ہوتی ہے اپنی جانب سے یا دوسرے امام کے مذہب کے آڑ میں چھوٹ نکال کر حج جیسی عظیم دولت کے ثواب میں نقصان کے حامل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ارکان و واجب کی ادائیگی کے ساتھ آداب کی بھی رعایت کی کوشش ہونی چاہئے۔ تا کہ زیادہ سے زیادہ ثواب اور شرف قبولیت سے مشرف ہو سکے۔ اور جان و مال کی سعی کا حتی الوسعت بہتر نتیجہ دنیا اور آخرت میں ملے، چونکہ اعمال صالحہ کا بدلہ جہاں آخرت میں ملتا ہے وہاں دنیا میں بھی اس کے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ آپ خدا کے نیک برگزیدہ بندوں کی زندگی میں دیکھتے ہوں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو بلند پایہ علماء ربانیین اور مشائخ کاملین میں ہیں انہوں نے اس کے چند آداب ظاہری اور چند آداب باطنی لکھے ہیں۔

۱ حلال کمائی سے حج کرے، وہ مال جو شرعاً ناجائز ہو مثلاً وراثتی حق مار کر اس کی رقم سے حج کرتا ہو یا دغا اور دھوکے سے مال حاصل کیا ہو تو اس سے حج نہ کرے اگر حج کرے گا تو قبول نہ ہوگا الٹے گناہ اور مواخذہ ہوگا۔

خلاف شرع مال سے حج کا برا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو خانہ کعبہ کا ارادہ مال سے حرام سے کرے گا۔ اس نے عبادت خداوندی کا ارادہ نہیں کیا، جب وہ احرام باندھے گا۔ سفر شروع کرے گا اور "لبیك اللهم." "اللہ میں حاضر ہوں کہے گا تو آسمان سے آواز دینے والا کہے گا نہ تمہارا لبیک نہ تمہارا سعدیک قبول۔ تمہارا مال حرام تمہارا لباس حرام تمہاری سواری حرام (چونکہ حرام اجرت سے حاصل کی گئی ہے) تمہارا کھانا حرام جاؤ لوٹ جاؤ بلا ثواب کے گناہ کا بوجھ لے کر اور برے انجام کی خبر سن لو۔

ابن جوزی نے مکحول سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے کہ جب آدمی مال حلال سے حج نہیں کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں نہ تمہارا لبیک اور نہ سعدیک سب تم پر رد ہے۔ یعنی واپس ہے۔ ابوسلیمان دارانی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے نہ لبیک نہ سعدیک جو ہوا سے واپس کرو۔ یعنی جس کا مال ہے اسے واپس کرو۔ (شرح احیاء:۴/ ۴۲۸)

اسی طرح دنیاوی تمام امور سے قلب بالکل فارغ ہو اطمینان قلبی کے ساتھ ہو، محض اللہ کی یاد اور شعائر کی تعظیم کے لئے ہو۔

چنانچہ ایک طویل روایت میں ہے کہ آخری زمانہ میں ۴ قسم کے لوگ حج کے لئے نکلیں گے۔ (۱) سلاطین امراء تفریح کے لئے (۲) مالدار تجارت کے لئے (۳) غریب لوگ مانگنے کے لئے۔ (۴) علماء لوگوں میں اپنے آپ کو مشہور کرنے کے لئے۔

ابوعثمان صابونی اور ابن جوزی نے اسے نقل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا حاصل کریں گے عمل آخرت کے ذریعہ سے اور یہ ممنوع امر ہے۔

یہ ارادہ نہ کرے اور خواہش نہ کرے ہاں یہ الگ بات ہے کہ اللہ پاک دین کی وجہ سے دنیا سے نوازتے ہیں مگر دنیا سے دین نہیں دیتے۔ ”فان اللّٰہ تعالٰی یعطی الدینا بالدین و لا یعطی الدین بالدنیا.“

❷ ناجائز امور رشوت وغیرہ میں مال خرچ نہ کرے نہ حج میں جانے کے لئے رشوت دے۔ جیسے قرعہ نہیں نکلا۔ رشوت دے کر نام کروالیا۔ ملازمین ڈاکٹروں اور کام کرنے والوں کا عملہ رشوت دے کر حج کے موقعہ پر خدمات حاصل کرتے ہیں۔ سوایسا نہ کرے ناجائز امور کے ذریعہ سے نہ ثواب ملتا ہے اور نہ تقرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ مجبوراً ایسا کیا صحیح نہیں چونکہ عموماً یہ حج نفل میں ہوتا ہے۔ اور نفل گناہ کے ذریعہ کہاں جائز۔

❸ سفر حج کے اخراجات میں کمی نہ کرے۔ بلا اسراف و بخل سے اس راستہ میں خرچ کرے۔

حضرت بریدہ نے حضور پاک ﷺ کا ارشاد پاک نقل کیا ہے کہ حج میں خرچ کرنے کا ثواب جہاد میں خرچ کرنے کے برابر سات سو گنا کا ثواب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حج بیت اللہ میں ایک درہم خرچ کرنے کا ثواب ۴ کروڑ درہم کے برابر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے حجاج کرام میں بہتر وہ ہیں جو خوف خدا میں مخلص، مال میں پاک، یقین میں بہتر ہیں۔

❹ گناہ اور لڑائی جھگڑے اور باہمی اختلاف وانتشار کی باتوں سے محفوظ رہیں۔

۵ اسی طرح بدنظری بدکلامی سے خاص طور پر اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔

۶ وسعت اور طاقت ہو تو حج پیدل کریں۔ یہ افضل اور بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بوقت موت اپنے بیٹوں کو نصیحت کی تھی کہ اے میرے بیٹے پیدل حج کرو۔ پیدل حج کرنے والوں کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیوں کا ثواب حرم کی نیکیوں کے اعتبار سے ہے۔ پوچھا کہ حرم کی نیکیوں کا کیا ثواب ہے کہا ایک نیکی کا ثواب ۷ لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

خاص کر مناسک کے مقامات، مکہ سے منیٰ، عرفات مزدلفہ، منیٰ مکہ مکرمہ پیدل جائے بعض لوگوں نے اس کے مقابلہ میں سواری کو بہتر مانا ہے۔ کہ اس میں سواری کا خرچہ لگتا ہے۔ اور تعب اور پریشانی سے محفوظ رہتا ہے۔ بعضوں نے کہا جس کو جس میں سہولت ہو رہی ہو وہی افضل ہے۔ بعض نے کہا مالداروں کے لئے پیدل افضل ہے اور غرباء و مساکین کے لئے سواری افضل ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک تو سواری سے آئے جیسا کہ موجودہ دور میں عمل ہے۔ اور مکہ مکرمہ سے منیٰ، منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ پھر منیٰ پھر مکہ مکرمہ پیدل آئے۔ سواری کی بہ نسبت اس میں بظاہر آسانیاں ہیں۔

۷ تواضع مسکنت اور سادگی کی صورت سفر میں اور سواری میں اختیار کرے۔ متکبرین اور عیش پرستوں کی طرح نہ کرے۔ چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت معمولی کجاوے پر اور ایسے کپڑے میں حج کیا جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہ ہوگی۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کو دیکھئے۔ لوگوں کے طور طریقہ اور عادات کو نہ دیکھئے۔

۸ اپنے آپ کو تمام خوشنمائی زیب و زینت، فخر و مباحات کی صورت سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجی تو وہ ہے جو پراگندہ بالوں والا غبار آلود ہو۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ دیکھو میرے بندے کو کیسے پراگندہ غبار آلود دور دراز کی مسافت طے کر کے آئے ہیں تم گواہ رہو ہم نے ان کی مغفرت کردی۔ (ابن حبان، حاکم)

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حجاج کی زینت یمن والے ہیں کہ متواضعین اور کمزوروں کی طرح سلف صالحین کی طرح آتے اور رہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب القوت نے بیان کیا ہے کہ پہلے زمانہ میں جب لوگ تنعّم اور خوشنمائی کے ساتھ لوگوں کو حج میں آتے ہوئے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ نہ کہو کہ حج کرنے آئے ہیں بلکہ یہ سیر کے لئے نکلے ہیں۔

۹ قربانی ضرور کرے خواہ نفلی ہی صحیح۔ یعنی حج افراد اس نیت سے ہرگز نہ کرے کہ اس میں قربانی کے روپیہ بچ

جائیں گے۔ بلکہ حسب وسعت تمتع اور قران کرے۔ وسعت ہو تو فرض واجب کے علاوہ نفل قربانی کرے۔ چونکہ آپ نے فرمایا حج مبرور وہ ہے جس میں زور سے تلبیہ کی آواز اور خون کا بہانا یعنی قربانی کا کرنا ہو۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک بھی ہے قیامت کے دن یوم النحر کی قربانی سے افضل کوئی عمل نہ ہوگا۔

⑩ سفر کی پریشانیوں ''مشقتوں'' روپیہ کے خرچ وغیرہ پر کوئی تبصرہ نہ کرے جس سے خلاف طبع بہتر نہ ہونے کا اظہار ہو بلکہ تمام اخراجات اور ہر قسم کی پریشانیوں کو نہایت خوشگواری کے ساتھ برداشت کرے بلکہ ان تکالیف کا احساس نہ ظاہر کرے۔ جس طرح گھریلو خرچہ میں آدمی مشقت برداشت کرلیتا ہے تجارت و دکانداری میں کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کرلیتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی خوشدلی سے برداشت کرے کہ آخرت میں اس کا بے گمان وحساب نفع ملے گا۔

عموماً لوگ سفری مشقتوں کا قیام کی پریشانیوں کا مناسک کی ادائیگی میں کلفتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ہم تو ایسے پریشان ہوئے ایسی مصیبت آئی ایسی تکلیفیں ہوئیں ذکر کرتے ہیں ایک دوسرے کو سناتے ہیں اور رنج وغم ہلکا کرتے ہیں ایسا ہرگز نہ کرے مہمان کو حق نہیں کہ میزبان کی شکایت کرے وہ بھی جس نے خود روپیہ دے کر بلایا وہ جو خالق و مالک آقا محسن ہو۔ بھلا اس کے یہاں کی کوئی تکلیف و رنج کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اول تو کوئی تکلیف و مصیبت نہیں اگر ہے تو یہ بھی باعث لذت۔ ایسے جیسے محبت کا ہلکا طمانچہ، بس خوب سمجھ لیجئے اے حج کرنے والے کبھی بھی وہاں کی تکلیف و پریشانی کو کبیدہ خاطر بیان نہ کیجئے کہ یہ خلوص محبت ہی نہیں بندگی کے بھی خلاف ہے۔ کیا گرمی میں باورچی خانہ کی تکلیف کا بیان کرنا صحیح ہے۔ بس اسی طرح یہ بھی ہے۔ محبت میں ہر مشقت لذت کا باعث ہو جاتی ہے۔

اسی طرح وہاں کے لوگوں اور معاملے دوکاندار وغیرہ کی بھی شکایت نہ کرے کہ یہ بھی منع ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ تاجروں اور دوکانداروں کی برائیاں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے منع کیا ہے۔

میقات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کے لئے قرن منازل، یمن والوں کے لئے یلملم، میقات متعین فرما دیا ہے۔

(بخاری: ص ۲۰۷، مسلم: ص ۳۷۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، اور نجد والوں کے لئے قرن میقات بیان کیا ہے۔ (بخاری: ص ۲۰۷)

فائدہ: میقات حدود حرم کے وہ مقامات ہیں جن سے آگے گذرنا بلا احرام کے درست نہیں۔ ان مقامات میں یا اس سے پہلے حد حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام کا باندھنا واجب ہے۔

ان میقات کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بتا دیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشاندہی فرمادی۔

❶ **ذی الحلیفہ**: اسے بیر علی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ اور مدینہ کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔ خواہ وہ کسی ملک یا جگہ کے رہنے والے ہوں۔ اس حد سے گذرنے کا اعتبار ہے لہٰذا ہندوستانی پاکستانی جب مدینہ سے مکہ جائیں گے تو ان کو احرام باندھ کر گذرنا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو حضرات حج سے قبل مدینہ بھیج دیئے جاتے ہیں وہ واپسی میں مکہ آتے وقت عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔

❷ **ذات عرق**: عراق بغداد وغیرہ کی طرف سے آنے والوں کے لئے ہے۔

❸ **جحفہ**: شام اور مصر کی طرف سے آنے والوں کا ہے۔

❹ **قرن**: نجد کی طرف سے آنے والوں کے لئے۔ آج کل ہوائی راستہ سے آنے والے ہندوستان اور پاکستان کی میقات ہے۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

❺ **یلملم**: ہندوستان اور پاکستان سے آنے والوں کی میقات ہے۔ یہ میقات سمندری جہاز سے آنے پر پڑتا ہے۔

خیال رہے کہ یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں۔ جو حدود حرم اور میقات کے مابین رہنے والے ہیں ان کے لئے یہی زمین حل احرام باندھنے کی جگہ ہے۔ حج یا عمرہ کا احرام حل سے باندھیں گے۔ اہل مکہ حج کے لئے مکہ ہی سے اور عمرہ کے لئے حل سے حدود حرم کے باہر سے باندھیں گے۔

(شرح لباب: ص ۸۳)

بلا احرام کے میقات سے گذرنا ممنوع اور ناجائز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا احرام کے میقات سے گذرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ کوئی بلا احرام کے میقات سے گذر جاتا ہے تو اسے میقات واپس بھیج دیتے تھے۔ (القریٰ: ص ۱۰۵، ہدایۃ السالک: ۲/۴۶۶)

فائدہ: جاننا چاہئے کہ یہاں پر تین قسم کے لوگ ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

❶ میقات سے خارج باہر رہنے والے۔ ان کے لئے عام حکم احناف کے یہاں یہ ہے کہ یہ بغیر احرام کے خواہ

عمرہ کا ہو یا حج کا حدود حرم میں داخل نہیں ہوسکتے۔ خواہ ملازمت کے لئے آئیں یا کسی مقصد کے لئے آئیں۔ بہرصورت ان کو عمرہ کا احرام میقات پر باندھنا ہوگا۔ مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کے ارکان کریں پھر حلال ہونے کے بعد جو چاہے کریں۔

۲ وہ حضرات جو میقات اور حدود حرم کے درمیان علاقوں میں رہتے ہوں۔ یہ جب حج یا عمرہ کے ارادے سے آئیں گے تو احرام باندھ کر آئیں گے۔ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں ہے بلکہ رشتہ دار سے ملاقات کے لئے۔ یا تجارت و ملازمت کے لئے یا کوئی سامان خریدنے کے لئے یا محض تفریح کے لئے جائے تو ان پر احرام ضروری نہیں ہے۔ یہ ہر وقت بلا احرام کے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح وہ جو اصل میں میقات سے باہر رہنے والا ہے اور وہ حج یا عمرہ کے بعد اس مقام حل میں مقیم ہوگیا تو اسے بھی بلا احرام مکہ میں آنا جائز ہے۔ یہ بھی اسی حل کے رہنے والوں کے حکم میں داخل ہوگیا۔

۳ حدود حرم میں رہنے والے۔ ان پر کوئی پابندی نہیں۔ یہ تو ہر وقت حرم میں ہیں۔ اگر یہ حج کریں گے تو حدود حرم میں سے کسی مقام سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں۔ اور عمرہ کے لئے حدود حرم سے باہر حل میں جانا ہوگا۔ جیسے تنعیم یا جعرانہ، اسی حکم میں باہر سے آنے والے تمام حجاج کرام ہیں۔ جو عمرہ وغیرہ کر کے حلال ہوگئے ہیں اور حلال ہو کر مکہ مکرمہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ ۸/ تاریخ کو اسی حرم سے احرام باندھ کر منیٰ جائیں گے۔ جیسے مکہ مکرمہ کے باشندے۔ (شرح مناسک)

میقات کے متعلق کچھ معلومات

ذوالحلیفہ: جیسا کہ معلوم ہوا اسے اب ابیار علی کہا جاتا ہے۔ مسجد نبوی سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے اس کا فاصلہ ۱۰ کلومیٹر ہے، مکہ مکرمہ سے ۴۱۰ کلومیٹر ہے۔

یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور نماز ادا کی تھی یہاں مسجد بنادی گئی ہے، جسے مسجد میقات، مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد شجرہ کہا جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل مساجد کے ذیل میں ہے۔ جو تاریخ مدینہ ج ۲ میں ہے۔

جحفہ: شام اور مصر کی طرف سے آنے والوں کی یہ میقات ہے۔ یہ مسجد حرام سے شمال اور مغرب کے مابین ۱۸۷ ایک سو ستاسی کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے قریب ۱۷/ کلومیٹر پر جنوب اور مشرق کے درمیان ایک مشہور مقام رابغ ہے۔ یہ جحفہ کے بالکل مقابل ہے۔ یہاں سے احرام باندھا جاسکتا ہے۔ چونکہ یہ ذرا پہلے ہی ہے۔ اس مقام پر ایک مسجد ہے جسے مسجد جحفہ کہا جاتا ہے۔

یلملم: اہل یمن اور جنوب کی سمت سے آنے والوں کی میقات ہے۔ اب اسے سعدیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ ایک سو بیس کلومیٹر قریب ہے۔

پہلے جب پانی جہاز سے جدہ کے ساحل پر اترنا ہوتا تھا تو یلملم کے محاذ میں جب جہاز آتا تھا تو احرام باندھ لیا جاتا تھا۔ ہندوستان پاکستان سے آنے والوں کی یہی میقات تھی۔

قرن منازل: نجد اور خلیج اور اس کے اطراف سے آنے والوں کی یہ میقات ہے۔ اسی طرح ریاض اور طائف کی جانب سے جو آتے ہیں ان کی میقات بھی یہی ہے۔

آپ ﷺ دعوت توحید کے سلسلے میں لوٹتے ہوئے یہاں پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے طائف والوں کی ظالمانہ حرکت پر نزول عذاب کی اجازت چاہی تھی۔

حرم سے قریب ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اب موجودہ دور میں اس مقام سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے دو بڑے راستے بنا دیئے گئے ہیں۔ اور ان دو راستوں پر علیحدہ علیحدہ دو مسجد بنادی گئی ہے۔ ایک کو سیل کبیر، دوسرے کو وادی محرم سے یاد کیا جاتا ہے۔

مسجد سیل کبیر: یہ ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے سے شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہاں سے طائف ۴۰ کلومیٹر ہے۔

مسجد وادی محرم: یہ مسجد سیل کبیر کی جنوبی سمت میں ہے دونوں کے درمیان ۳۳ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ مسجد حرام سے طائف کی جانب ۷۶ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے یہاں سے طائف بہت قریب ۱۰ کلومیٹر رہ جاتا ہے۔

ذات عرق: یہ عراق کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔ عرق ایک پہاڑ ہے اسی وجہ سے ذات عرق کہا جاتا ہے۔ یہ میقات مسجد حرام سے مقابل مشرق میں نوے کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ علاقہ غیر آباد ہے۔ ایک مسجد تھی جو منہدم ہوگئی تھی چونکہ آبادی نہیں تھی۔ شاہ فہد نے میقات کی رعایت میں ایک مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنایا ہے یہاں سے قرن منازل کی مسجد سیل کبیر ۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

ایک روایت کے اعتبار سے یہ ذات عرق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ ہے۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ جب کوفہ اور بصرہ فتح ہوا تو وہاں کے لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا نجد کی میقات جو آپ نے قرن متعین کیا ہے۔ وہ ہمارے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ وہاں سے مکہ مکرمہ پہنچنا دشوار ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تم قرن کے مقابل میقات متعین کرلو پھر خود ذات عرق ان کے لئے متعین کردیا۔ (بخاری: ص ۲۰۷)

حدود حرم اور اس کی کچھ تفصیل

خانہ کعبہ مسجد حرام مکہ مکرمہ کے احترام میں مکہ مکرمہ کے اطراف کے حصوں کو بھی حرم قرار دیتے ہوئے اسے حرم قرار دیا۔ اور اس کے حدود کو ہر طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیان کردیا اور دکھا دیا۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد نشاندہی کی تجدید فرمادی۔ اس کے بعد کے حکمرانوں نے بھی ان حدود کے نشانات کی تجدید کرتے رہے اور علامات لگاتے رہے۔ آج یہ حدود کے علاقے اور ان کے نشانات متعارف ہیں۔

حرم کے ۶ ر جانب کے حدود متعارف ہیں۔ تنعیم، نخلہ، اضاءِ لبن، جعرانہ، حدیبیہ، عرفات۔ مسجد حرام سے ان کا فاصلہ، تنعیم کا ۶ ر کلو میٹر، نخلہ کا ۱۳ ر کلو میٹر، بقیہ تینوں کا قریب ۲۲/۲۲ ر کلو میٹر ہے۔ اسی وجہ سے تنعیم سب سے نزدیک اور جعرانہ حدیبیہ اور عرفات سب سے دور۔

❶ **تنعیم**: مسجد حرام سے شمال کی جانب قریب ۷ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج سے فراغت پر عمرہ کا احرام یہیں سے باندھا تھا۔ جس کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ اسی مقام پر ایک مسجد بنادی گئی ہے جسے مسجد عائشہ کہتے ہیں۔ شاہ فہد کے دور میں اس مسجد کی بہت توسیع ہوئی۔ ۶ ہزار مربع میٹر پر یہ مسجد ہے۔ کثرت سے غسل خانے ہیں جہاں غسل کر کے احرام کے کپڑے بدلتے ہیں اور مسجد میں نماز احرام پڑھ کر عمرہ کی نیت اور تلبیہ ادا کرتے ہیں۔

اسی مسجد تنعیم کے قریب دو سو میٹر کے فاصلہ پر حضرت خُبیب کی شہادت کا عظیم ترین واقعہ پیش آیا تھا۔ جائے شہادت کے مقام پر ایک مینار علامت کے طور پر بنا دیا گیا تھا پھر بعد میں اس نشان و علامت اور تاریخی یادگار کو مٹا اور مسمار کر ڈالا گیا۔

❷ **جعرانہ**: اس لقب کی ایک عورت تھی اسی کی طرف یہ منسوب ہے۔ مسجد حرام سے شمال مشرق میں ۲۲ ر کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسی مقام سے بعض لوگ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔ ایک مسجد ہے جسے مسجد جعرانہ کہا جاتا ہے۔ شاہ فہد کے زمانہ میں اس کی بڑی خوشنمائی کے ساتھ توسیع ہوئی ہے۔ یہ مقام تاریخ کا حامل ہے۔ آپ نے حنین سے واپسی کے موقعہ پر یہاں چند راتیں قیام فرمایا تھا۔ اور مال غنیمت تقسیم فرما کر شب میں عمرہ کا احرام باندھا اور رات ہی عمرہ ادا کر کے واپس ہو گئے۔

❸ **حدیبیہ**: بڑی تاریخ کا یہ مقام حامل ہے۔ بیعت رضوان کا واقعہ ۶ ہجری میں یہیں پیش آیا تھا۔ اسی مقام پر صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ جسے قرآن نے فتح مبین قرار دیا۔ اسی مقام پر خشک کنواں آپ کی کلی مبارک سے اوپر ابل آیا تھا۔ اسی مقام پر آپ کی انگلی مبارک سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔ جس سے پندرہ سو لوگوں نے وضو کیا تھا۔ جس کی تفصیل آپ کے معجزات کے ذیل میں ہے۔ اب اس کا نام شمیسی ہے۔ حدیبیہ نام کے کنویں کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہوا۔ یہ مسجد حرام سے قریب ۲۲/۲۴ کلو میٹر کے فاصلہ پر جدہ کی قدیم شاہراہ پر ہے۔ شمیسی نام کے کنوئں کی وجہ سے اس کا نام شمیسیہ بھی ہے۔

❹ **نخلہ**: مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ مکہ مکرمہ سے شمال مشرق میں ۱۷ کلو میٹر پر ہے۔ تاریخ حدیث میں بکثرت اس کا ذکر ہے۔ اس مقام نخلہ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک نخلہ یمان اور ایک نخلہ شامی۔ دونوں کے درمیان ایک پہاڑی سلسلہ حائل ہے۔ اسی مقام نخلہ پر جنات کے سماع قرآن کا واقعہ پیش آیا تھا۔ نبوت

کے دسویں سال طائف سے واپسی پر آپ چند اصحاب کے ساتھ ٹھہرے تھے۔ آپ اس مقام پر صبح کی نماز میں قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ جناتوں نے سنا تو کہا اسی وجہ سے ہم آسمان سے خبروں کے چرالانے پر مارے جانے لگے ہیں۔ اور سننے والوں نے اپنی قوم سے جا کر کہا "انا سمعنا قرآنا عجبا."

اسی مقام پر عزیٰ نامی ایک بت تھا جس کی پوجا قریش اور کنانہ کیا کرتے تھے۔ اس کے انہدام کے لئے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تھا۔ بتستان کو جب ڈھایا اور گرا دیا تو ایک بکھرے بالوں والی برہنہ عورت سر پیٹتی ہوئی نکلی اسے حضرت خالد نے قتل کر دیا۔ یہ وہ بت تھا کہ کفار طواف خانہ کعبہ کے بعد اس وقت تک حلال نہ ہوتے جب تک کہ عزیٰ کا نخلہ میں طواف نہ کر لیتے۔ (اخبار مکہ: ۱/۱۲۶)

اضاءۃ لبن: ایک سفید پہاڑ کی وجہ سے اسے "اضاءۃ لبن" (دودھ کی روشنی) کہا جاتا ہے۔

خطہ عرب میں بہت ہی خوشنما جھیل نما مقام ہے۔ حد حرم کی یہ جنوبی سمت ہے مسجد حرام سے اس کی مسافت ۱۶ کلومیٹر ہے اسے موجودہ دور میں عقیشیہ کہا جاتا ہے۔

اس مقام کی تاریخ یہ ہے کہ یہاں قبیلہ خزاعہ کے لوگ رہتے تھے۔ یہ قبیلہ مسلمانوں کا حلیف تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنوبکر قبیلہ نے خزاعہ پر مقام وتیر میں حملہ کر کے غارت گری مچائی تھی۔ چنانچہ آپ نے ان کی مدد کی جس کے نتیجہ میں فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا واقعہ احادیث میں بکثرت آتا ہے۔

جبل عرفات: یہ حدود حرم کی جنوبی مشرقی حد ہے۔ اسے ذات السلیم بھی کہا جاتا ہے۔ مسجد حرام سے اس کا فاصلہ قریب ۱۶ ر کلومیٹر ہے۔ چنانچہ حجاج کرام جو ۹ ر تاریخ کو عرفات کے میدان میں قیام کرتے ہیں یہ عرفات کا میدان حد حرم سے خارج ہے۔

یہ حد حرم طائف کے راستے سے ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں۔ "و من طريق الطائف الى عرفة من بطن عرنة على احد عشر ميلا." (القریٰ: ص ۶۵۱)

حدود حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے علاوہ بغیر احرام کے کبھی مکہ میں داخل نہیں ہوئے۔

(ابن ابی شیبہ: ۴/۲۱۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی شخص مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل نہ ہو۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۲۱۱)

مجاہد اور قاسم کہتے ہیں مکہ میں بغیر احرام کے کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۲۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کوئی تاجر اور نہ ضرورت مند مکہ میں بلا احرام کے داخل ہو۔

(القریٰ: ص ۲۵۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ حدود حرم کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہاں خواہ کسی بھی ارادے سے آرہا ہو چاہے وہ کسی کی ملاقات یا ملازمت کے لئے آرہا ہو، تو اسے بغیر احرام کے داخل ہونا درست نہیں۔ حتیٰ کہ اگر حدود حرم سے گذر کر کسی دوسری جگہ مثلاً طائف جارہا ہو تب بھی اس کے لئے احرام باندھنا اور حج یا عمرہ کے افعال کا ادا کرنا لازم واجب ہوگا۔ ورنہ اس کے ذمہ ایک دم قربانی واجب ہو جائے گی۔ (ص ۶۲)

غنیۃ الناسک میں ہے "و من دخل مكة او الحرم بلا احرام فعليه احد النسكين .... و عليه المجازوة آفاقى مسلم مكلف اراد دخول مكة او الحرم و لو لتجارة او سياحة و جاوز آخر ميقاته بغير احرام ثم احرم اولم يحرم اثم و لزمه دم." (غنیۃ الناسک: ص ۶۰)

پس معلوم ہوا کہ خواہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ ہو مگر وہ حدود حرم میں داخل ہو رہا ہے تو بلا احرام داخل نہیں ہو سکتا اور بلا احرام کے داخل ہو گیا پھر لوٹ کر احرام نہیں باندھا تو دم لازم آجائے گا۔

پس حنفی مسلک کے حضرات کسی بھی اعتبار سے بلا احرام کے حدود حرم میں داخل نہیں ہو سکتے۔

دن میں کثرت سے آنے والے جیسے لکڑی وغیرہ بیچنے والے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی شخص بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہ ہو۔ سوائے لکڑیاں لاکر بیچنے والے یا مکہ میں چیزیں لانے والے مزدور وغیرہ۔

حضرت عطاء نے لکڑیاں چن کر لانے والوں کو اجازت دی ہے۔ (القریٰ: ص ۲۵۹، ابن ابی شیبہ: ص ۲۱۱)

جو دن میں بار بار حدود حرم آتے جاتے رہتے ہیں مثلاً لکڑیاں لاکر بیچنے والے یا وہ جو سامان لاکر مکہ میں پہنچاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں یعنی باہر سے حدود حرم میں سامان لانے اور لے جانے والے اسی حکم میں ڈرائیور بھی ہیں جو حدود حرم سے اندر باہر ہوتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام کی قید نہیں۔ یہ بغیر احرام کے آجا سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی کی عمدۃ القاری میں ہے۔ "ومن كانت له ضيعة تكرر دخوله و خروجه اليها لا احرام عليهم." (عمدۃ القاری: ۹/۱۴۱)

مدینہ منورہ سے آنے والے کے لئے مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں احرام باندھا ہے۔ (بخاری: ص ۲۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے مسجد ذوالحلیفہ میں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تلبیہ پڑھا (یعنی احرام کی نیت کی اور محرم ہو گئے)۔

(ابوداؤد: ص ۲۴۷، طحاوی، فتح القدیر: ص ۴۳۳)

فَائِدَہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مدینہ منورہ سے کیا تھا اس لئے آپ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا۔

اسے بیر علی بھی کہتے ہیں۔ جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں مسجد بنادی گئی جسے مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد شجرہ کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے مساجد کے ذیل میں دیکھئے۔

موجودہ دور میں ہندو پاک کی میقات اور احرام باندھنے کی جگہ

ہندو پاک سے حج یا عمرہ کے لئے جانے والے حضرات جو ہوائی جہاز سے جاتے ہیں یہ جہاز جدہ ایئرپورٹ پر اترتا ہے۔ اور جدہ جانے کی صورت میں یہ جہاز قرن المنازل سے گذرتا ہے۔ جو نجد کے راستے کی میقات ہے۔ بلکہ حدود حرم سے پار ہوکر یہ جہاز جدہ پہنچتا ہے۔ ایسی صورت میں زائرین حجاج کو چاہئے کہ ایئرپورٹ پر احرام کی تمام سنن مستحبات سے فارغ ہوکر نماز پڑھ کر نیت اور تلبیہ ادا کر کے احرام باندھ لیں۔ دوسری ایک صورت یہ ہے کہ غسل وغیرہ اور نماز وغیرہ پڑھ لیں۔ احرام کی چادر پہن لیں۔ اور ہوائی جہاز پر سوار ہوجائیں۔ جب جہاز میقات سے گذرنے لگتا ہے تو اس سے پہلے اعلان ہوجاتا ہے۔ جہاز میقات سے گذرنے والا ہے۔ پس جب اعلان ہو اس وقت حج یا عمرہ کی نیت کرلیں۔ ''اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی فتقبلہ منی'' اگر تمتع کا ارادہ ہے تو عمرہ کہے اور قران کا ارادہ ہو تو دونوں کہے۔ اس کے بعد زبان سے تلبیہ پڑھ لے۔ پس احرام بندھ گیا۔ اگر اس نے جدہ پہنچ کر احرام باندھا تو دم واجب ہوجائے گا۔

میقات سے متعلق چند اہم مسائل

عاقل بالغ شخص پر میقات کی پابندی لازم ہے

◎ ...... جو شخص میقات سے باہر رہنے والا ہو جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا خواہ حج وعمرہ کے لئے یا ملاقات زیارت کے لئے یا وہاں ملازمت اور کام کرنے کے لئے تو اسے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ اگر بغیر احرام باندھے میقات کے اندر چلا جائے گا تو اسے پھر دوبارہ میقات پر لوٹنا ضروری ہوگا۔ اور احرام باندھ کر پھر مکہ جانا ہوگا۔

◎ ...... اگر بلا احرام میقات کے اندر آجانے کے بعد پھر لوٹ کر میقات پر گیا اور احرام باندھ کر آیا تو اس صورت میں کوئی دم واجب نہیں ہوگا۔

◎ ...... اگر میقات سے بلا احرام باندھے چلا گیا اور واپس آکر احرام نہیں باندھا بلکہ میقات کے اندر حل ہی سے احرام باندھ لیا تو دم ایک قربانی واجب ہوجائے گی۔

◎ ...... اگر میقات سے بلا احرام کے چلا آیا۔ پھر میقات کے اندر احرام باندھا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے میقات میں چلا آیا اور تلبیہ پڑھا۔ تو دم اس سے ساقط ہوجائے گا۔ اور اگر واپس میقات پر آگیا مگر تلبیہ نہیں پڑھا تو احتیاطاً دم اس کے ذمہ دم واجب ہے۔

◎ ......اسی طرح میقات سے بلا احرام کے مکہ مکرمہ چلا آیا آگے آکر احرام باندھ لیا۔ مگر حج وعمرہ کے افعال بالکل نہیں کیا مثلاً خانہ کعبہ کا طواف ایک چکر بھی نہیں کیا پھر میقات پر واپس آگیا اور تلبیہ پڑھا تو دم ساقط ہو گیا۔

◎ ......جب بھی میقات سے بلا احرام کے گذرے گا تو واپس آکر میقات پر احرام باندھنا ہوگا۔ اگر نہیں واپس آکر احرام باندھے گا تو دم (قربانی) واجب ہو جائے گا۔

◎ ......اگر میقات سے بلا احرام گذر گیا اب واپس نہیں آسکتا ہے جیسے کہ آج کل کا سفر اپنے اختیار میں نہیں یا کوئی عذر لاحق ہو گیا مریض ہو گیا یا کوئی خوف ہے تو میقات پر واپس آنا واجب نہیں مگر ذمہ میں دم واجب ہو جائے گا اور عذر کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا۔ اور گناہ الگ ہوگا۔ جو توبہ واستغفار سے معاف ہو سکتا ہے۔

◎ ......میقات پر سے بلا احرام کے گذر گیا۔ پھر احرام تو باندھ لیا مگر میقات پر واپس نہیں آیا تو دم لازم ہو جائے گا کہ باہر والوں پر میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔ اس کے خلاف پر دم ہے۔ باہر سے آنے والا شخص مکہ مکرمہ کے ارادہ سے نہیں بلکہ حل (جو میقات اور حرم مکہ کے بیچ کی جگہ ہے) کے مقام پر جانے کے لئے آرہا ہے تو اسے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔

◎ ......باہر سے آنے والا شخص جدہ کے ارادہ سے آرہا ہے مثلاً وہاں ملازم ہے یا کوئی کام ہے تو اس پر احرام باندھنا واجب نہیں بلا احرام کے ہی آئے گا۔

◎ ......جو لوگ میقات پر یا حل پر رہنے والے ہیں وہ مکہ مکرمہ میں بلا احرام کے آسکتے ہیں۔ اگر میقات وحل والے حج یا عمرہ کے ارادے سے آئیں گے تو ان کو احرام کا باندھنا واجب ہوگا۔

◎ ......اگر گذرنے میں دو میقات پڑتے ہوں تو اول میقات سے ہی احرام باندھ لے اگر اول میقات سے احرام نہیں باندھا تو دوسرے میقات سے احرام باندھنا واجب ہوگا۔ اس صورت میں کوئی دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔

◎ ......اگر حدود حرم سے گذر رہا ہو تو حرم سے پہلے جو میقات ہے اس سے احرام باندھنا واجب ہوگا اور اگر بلا احرام باندھے حدود حرم سے گذر گیا تو واجب ہوگا کہ پھر میقات پر واپس آئے اور احرام باندھے۔ اگر واپس میقات آکر احرام نہیں باندھے گا تو دم واجب ہو جائے گا۔

◎ ......اگر میقات سے باہر رہنے والا حدود حرم میں داخل ہو گیا یا مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تو اس کے ذمہ حج کا موسم ہو تو حج ورنہ عمرہ واجب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اس کو احرام باندھ کر حدود حرم میں یا مکہ مکرمہ میں آنا چاہئے پھر اسے ادا کر کے وہ آزاد حلال ہو جائے گا۔

◎ ...... جو شخص کسی میقات سے بلا احرام کے گذرا ہے اس پر یہ واجب نہیں کہ اسی میقات پر آئے بلکہ کسی بھی میقات پر جو میقات ہیں۔ جیسے ذوالحلیفہ، جحفہ، ذات قرن، یلملم، قرن ان میں سے کسی میقات میں آکر احرام باندھ سکتا ہے۔ اس سے دم ساقط ہو جائے گا۔

◎ ...... جدہ میں رہنے والا شخص عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آیا یہاں آکر کسی جگہ سامان رکھ کر مسجد عائشہ تنعیم گیا پھر وہاں احرام باندھا تو گناہ ہوگا کہ جدہ سے حج یا عمرہ کے ارادے سے آنے والے کو جدہ میں ہی احرام باندھنا واجب ہے۔

◎ ...... اگر کوئی شخص جدہ سے مکہ کسی تجارتی کام وغیرہ سے آیا تو وہ بلا احرام کے آیا۔ یہاں مکہ میں اس کا ارادہ یہ ہو گیا کہ عمرہ کرلوں۔ چنانچہ مسجد عائشہ جا کر احرام باندھا پھر عمرہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ صحیح اور جائز ہوا۔

◎ ...... طائف میقات سے باہر ہے۔ لہٰذا طائف کا کوئی آدمی مکہ مکرمہ بلا احرام کے نہیں آسکتا ہے۔ جب آئے گا احرام باندھ کر عمرہ کرنا پڑے گا۔ اگر بلا احرام کے آ گیا تو واپس میقات جا کر احرام باندھنا ہوگا اور عمرہ کرنا ہوگا۔ اگر بلا احرام کے عمرہ شروع کیا تو دم لازم ہو جائے گا۔

◎ ...... اگر جہاز دہلی یا ممبئی یا پاکستان سے مدینہ جا رہا ہے تو اس کے لئے کہیں سے بھی احرام باندھنا نہیں ہے۔ جب مدینہ منورہ سے مکہ جائیں گے تو ذوالحلیفہ میں احرام باندھنا ہوگا۔ (ماخوذ از شرح مناسک وغیرہ)

◎ ...... جو لوگ میقات اور حدود حرم کے درمیان رہتے ہیں وہ جب حج عمرہ کرنے آئیں گے تو حل سے بھی احرام باندھیں گے یعنی حدود حرم میں داخل ہونے سے پہلے باندھنا ہوگا۔ وہ لوگ جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں یا اصل باشندہ ہیں وہ حج کا احرام تو مکہ مکرمہ سے ہی باندھیں گے البتہ جب عمرہ کریں گے تو حدود حرم سے باہر نکل کر حل میں جانا ہوگا۔ چنانچہ اہل مکہ عموماً مسجد عائشہ تنعیم جاتے ہیں یہ قریبی حل ہے جو حرم سے ۶ کلومیٹر پر ہے۔ اور مقام جعرانہ بھی جاسکتے ہیں جو کہ مکہ مکرمہ سے ۲۴ رکلومیٹر ہے۔ (شرح مناسک: ص ۸۴)

◎ ...... وہاں کی زبان میں جعرانہ کو بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ تفصیل عمرہ کے ذیل میں دیکھئے۔

◎ ...... مکہ مکرمہ کا رہنے والا خواہ باہر کا ہو یا وطنی ہو جب یہ میقات سے باہر چلے جائیں گے تو ان کا حکم بھی آفاقی کی طرح ہوگا۔ جب بھی مکہ مکرمہ خواہ کسی وجہ سے بھی آئیں خواہ حج و عمرہ کے ارادے سے آئیں یا نہ آئیں مکہ مکرمہ سے آنے سے قبل میقات پر احرام باندھ کر آنا ہوگا اور عمرہ کرنے کے بعد یہ آزاد ہوں گے۔

(شرح مناسک)

◎ ...... آفاقی جب جب جتنی مرتبہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا تو ہر مرتبہ اسے حج (موسم حج میں) یا

عمرہ کرنا پڑے گا۔اور ہر مرتبہ داخلہ کے اعتبار سے دم واجب ہوگا

◎ ......مثلاً طائف سے یا ریاض سے پانچ مرتبہ مکہ مکرمہ یا حدود حرم میں داخل ہوا اور بلا احرام کے آ گیا اسے مسئلہ نہیں معلوم تھا تب بھی ہر مرتبہ کے اعتبار سے پانچ قربانی واجب ہوگی۔شرح مناسک میں ہے:"و کذا لکل دخول دم مجاوزة." (شرح مناسک:ص۸۸)

◎ ......اگر حدود حرم سے باہر رہنے والا دن میں بار بار تجارتی غرض سے یا ملازمت کی غرض سے یا دوکان وغیرہ کی وجہ سے حرم جاتا رہتا ہے تو اس کے ذمہ ہر مرتبہ احرام باندھ کر آنا ضروری نہیں۔

◎ ......کثرت سے آنے والوں پر معاف ہے جیسے ڈرائیور، سیلس مین سامان لاکر بیچنے والے ہیں۔یہ بغیر احرام کے ہی آئیں گے۔"کذا فی عمدة القاری، و من کانت له ضیغة یتکرر دخوله و خروجه الیها لا احرام علیهم." (عمدة القاری:۹/۱۴۱)

◎ ......مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے اس میں کسی بھی عالم کا اختلاف نہیں ہے جو دن رات کثرت سے آتے رہتے ہیں کہ وہ بلا احرام کے آسکتے ہیں۔"قال ابو عمر لا اعلم خلافاً بین الفقهاء الامصار فی الخطابین و من ید من الاختلاف الی مکة و یکثرفی الیوم و اللیلة انهم لا یومرون بذلك لما علیهم." (مرعاۃ شرح مشکوٰۃ:۶/۲۴۳)

ہندوستان پاکستان والے جدہ تک بلا احرام کے چلے گئے تو دم واجب ہے

اگر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش والے ہوائی جہاز سے حج عمرہ کے ارادے سے جا رہے ہیں تو ان کو جدہ سے پہلے قرن المنازل پر احرام باندھنا واجب ہوگا۔

عموماً جہاز میں اعلان کر دیا جاتا ہے بہتر ہے کہ سوار ہونے کے وقت باندھ لے اور اس سے پہلے نماز بھی پڑھ لے۔یا پھر جہاز میں اعلان کے وقت احرام کی نیت تلبیہ کے ساتھ باندھ لے۔چونکہ جہاز بسا اوقات جو جدہ جاتا ہے دو میقات سے بلکہ حدود حرم سے گذرتا ہوا جاتا ہے۔چنانچہ سعودی ایئر لائنس میں نقشہ پر دکھایا جاتا ہے کہ جہاز میقات سے پار ہو کر حدود حرم سے گذرتے ہوئے جدہ پہنچتا ہے۔لہٰذا اگر جدہ سے پہلے احرام نہ باندھا جدہ اتر کر احرام باندھا گیا تو دم واجب ہو جائے گا۔یہی تحقیق اور فتویٰ ہمارے ہندوستان اور پاکستان کے محقق عالم مفتی کا ہے۔یہی بیشتر اکابر کی رائے ہے جسے جمہور علماء ہند و پاکستان کہا جا سکتا ہے۔لہٰذا اس کے خلاف جو بعض عالم نے جمہور علماء سے الگ رائے دی ہے کہ بلا احرام جدہ چلا جائے گا تو گناہ ہوگا مگر دم واجب نہ ہوگا۔معتبر نہیں ہے۔اس کے خلاف اکثر علماء کا جو فتویٰ ہے اس پر عمل کرنا ہوگا یہی حکم شرع اور یہی اصول فتویٰ ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ میں مفتی عبد الرحیم لاجپوری لکھتے ہیں:

جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہئے جدہ تک احرام موخر کرنا جائز نہیں اگر موخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا۔اور دم بھی لازم ہوگا۔اس لئے کہ ہوائی جہاز حدود میقات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالہ سے ہے ''آج کل ان ممالک شرقیہ سے آنے والے حجاج کے لئے راستے دو ہیں ایک ہوائی دوسرا بحری جہازوں کا راستہ عموماً خشکی کے اوپر سے براہ قرن المنازل ہوتا ہے۔ ہوائی جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے گذرتے ہوئے اول حل میں داخل ہوجاتے ہیں اور پھر جدہ پہنچتے ہیں۔اس لئے ہوائی سفر میں تو قرن المنازل کے اوپر آنے سے پہلے احرام باندھنا لازم وواجب ہے......اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمہ دم یعنی قربانی ایک بکرے کی واجب ہوجائے گی۔اور گناہ اس کے علاوہ ہوگا۔جس کی وجہ سے حج ناقص رہ جاتا ہے مقبول نہیں ہوتا بہت سے حجاج اس میں غفلت کرتے ہیں۔ (جواہر الفقہ:ص ۴۷۵،فتاویٰ رحیمیہ:۸/۷۴)

اسی طرح مفتی محمد شفیع صاحب جواہر الفقہ میں لکھتے ہیں:

یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ ہوائی جہاز کے ذریعہ خشکی کے اوپر سے جدہ پہنچنے کے لئے میقات قرن المنازل اور میقات ذات عرق کے اوپر سے گذرنا ہوتا ہے اس لئے ہوائی جہاز کے مسافروں کو بلا احرام جانا جائز نہیں۔

پاکستان ہندوستان والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ہوائی جہاز میں سوار ہونے کے وقت احرام باندھ لیں۔ (جواہر الفقہ:ص ۴۷۷)

اسی طرح مسائل حج وعمرہ میں عمدۃ الفقہ وغیرہ کے حوالہ سے ہے۔

جو حجاج کرام ہندوستان یا پاکستان سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے پہلے یا ہوائی جہاز پر روانہ ہوکر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گذر جانے پر احرام باندھ لینا چاہئے جدہ تک احرام موخر کرنا جائز نہیں اگر موخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا۔ اس لئے کہ ہوائی جہاز حدود میقات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ جہاز کس وقت حدود میقات کے اندر داخل ہوگا۔اگر حدود میقات کا علم ہو بھی جائے تو اس سے پہلے احرام باندھ کر فارغ ہونا مشکل ہے۔اس لئے کہ ہوائی جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ (عمدۃ الفقہ:ص ۲۰۲)

اسی طرح ایک اور جگہ جدہ بلا احرام کے ہوائی جہاز سے پہنچنے پر دم واجب ہونا لکھا ہے۔اگر جہاز پر سوار ہونے سے پہلے احرام نہیں باندھا گیا ہے تو جدہ پہنچنے سے ایک گھنٹہ قبل ضرور احرام باندھ لیں ورنہ میقات سے بلا احرام آگے بڑھنے کے جرم میں دم قربانی واجب ہوجائے گی۔اس لئے ہندوستان وغیرہ سے جانے والا ہر ہوائی

جہاز قرن المنازل کی میقات یا اس کی محاذات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے۔ (ص ۱۲۸)

اسی طرح مولانا یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں کہ جدہ جا کر احرام باندھنا درست نہیں کیوں کہ پرواز کے دوران جہاز میقات سے (بلکہ بعض اوقات حدود حرم سے) گذر کر جدہ پہنچتا ہے اس لئے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے یا سوار ہو کر احرام باندھ لینا ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل: ۴/۶۴)

مسائل و معلومات حج و عمرہ مولانا معین الدین صاحب پاکستانی کی مرتب کردہ محقق کتاب ہے۔ جس میں علماء محققین کی تصدیق ہے مولانا بنوری رحمۃ اللہ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ اہل علم و فضل ہند پاک کے درمیان یہ کتاب معتبر ہے۔ اس میں بھی جدہ جا کر احرام باندھنے پر دم واجب لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جدہ پہنچنے سے پہلے ہوائی جہاز دو میقات کے محاذات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے ذات عرق کی میقات بھی راستہ میں آتی ہے، اور اہل نجد کی میقات قرن کے تو تقریباً اوپر سے گذرتا ہے اس لئے علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسے لوگوں کو جدہ پہنچ کر احرام باندھنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اس لئے ہوائی جہاز سے سفر کر کے حج یا عمرہ کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر روانہ ہوں یا ایئرپورٹ پر احرام باندھ لیں یا پھر ہوائی جہاز پر جدہ پہنچنے سے ایک گھنٹہ پہلے اور بہتر ہے کہ دو گھنٹے پہلے احرام باندھ لیں اگر بغیر احرام جدہ پہنچ گئے تو بلا احرام باندھے میقات سے گذرنے پر گنہگار ہوگا اور دم دینا واجب ہوگا۔

ایسی صورت میں پانچ میقاتوں میں سے جس میقات پر آسانی سے لوٹ سکتا ہو اس پر واپس لوٹ آئے احرام باندھے عمرہ یا حج کی نیت کرے تلبیہ پڑھے اور پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہو اس طرح دم ساقط ہو جائے گا۔

مگر خیال رہے کہ موجودہ دور میں وہ کسی بھی میقات پر جا نہیں سکتا۔ سعودی نظام کی وجہ سے یہ ناممکن ہے۔ جدہ جا کر وہ حکومت سعودی کے نظام و قید میں محبوس ہو جاتا ہے، سوائے مکہ مکرمہ کسی بھی جگہ نہیں جا سکتا ہے۔ اور تنعیم باہر سے آنے والوں کی میقات نہیں ہے یہ اہل مکہ کے لئے عمرہ کی میقات ہے۔ اس لئے یہاں جا کر احرام باندھنے سے دم ساقط نہ ہوگا۔ بہرحال اس کے لئے دم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ لہٰذا ہوائی جہاز سے جدہ بلا احرام کے آنے پر گناہ کے ساتھ دم بھی واجب ہوگا۔

اس مقام پر خیال رہے کہ جدہ آ کر احرام باندھنے کی صورت میں دم کے واجب ہونے میں جو اختلاف ہے۔ وہ بحری جہاز سے جو آج سے ۲۵-۲۰ سال پہلے رائج تھا اس میں اختلاف تھا کہ یلملم سے باندھنا واجب ہے یا جدہ آ کر بھی باندھ سکتا ہے، ہوائی جہاز سے آنے پر جو دو میقات اور حدود حرم سے ہو کر گذرتا ہے یہ اختلاف متحقق نہیں۔ چنانچہ مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کی فتاویٰ رحیمیہ میں ہے۔

ہمارے زمانہ میں جو حجاج کرام ہندوستان یا پاکستان سے بحری راستہ سے سفر کرتے ہیں وہ جدہ تک احرام

موخر کرسکتے ہیں یا نہیں اس بارے میں ہمارے زمانے کے اکابرین علماء کی تحقیق میں اختلاف ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ بحری جہاز سے سفر کرنے والے حجاج کرام کے لئے جدہ تک احرام موخر کرنا جائز ہے۔ ایسے حالات میں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف رائے ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں یلملم ہی سے احرام باندھ لیں یا ساحل جدہ پر اترنے سے پہلے احرام باندھ لیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ص ۷۳)

جو حجاج کرام ہندوستان یا پاکستان سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہئے جدہ تک احرام موخر کرنا جائز نہیں اگر موخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۷۴)

پس معلوم ہوا کہ بحری جہاز سمندری جہاز میں تو اختلاف ہے کہ یلملم سے احرام نہ باندھ کر جدہ میں احرام باندھے تو دم دینا واجب ہوگا یا نہیں۔ اہل علم ارباب فقہ فتاویٰ دونوں جانب گئے ہیں۔ اور احتیاط اسی میں ہے دم دے تاکہ سب کے نزدیک اس کا احرام درست رہے اور حج کامل ہو۔ اس میں نقص نہ ہو۔ اس کے مقابل ہوائی جہاز میں یہ اختلاف نہیں ہے چنانچہ مفتی شفیع صاحب، مفتی عبدالرحیم صاحب، مفتی یوسف صاحب اور مولانا معین الدین صاحب وجوب دم کے قائل ہیں۔

اگر کسی عالم کا اختلاف بھی ہو تب بھی بیشتر علماء جس جانب گئے ہیں اسی پر مسئلہ اور فتویٰ ہوگا۔ اور احتیاط ہی کی جانب جو ہو اسے اختیار کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ حدود حرم کی رعایت میں اسی کو اختیار کیا جائے گا جس میں حرم الٰہی کا احترام ہو۔

لہٰذا جس عالم نے ہوائی جہاز سے جدہ بلا احرام کے پہنچنے پر دم واجب ہونے کا انکار کیا ہے۔ جمہور اور بیشتر علماء اور ہمارے دور کے محققین اصحاب فقہ فتاویٰ کے خلاف فتویٰ یا مسئلہ بیان کر کے دو دو میقات اور حدود حرم سے بلا احرام کے گذرنے کی جو گنجائش دی ہے۔ متساہلین اور غافلین کے لئے جمہور علماء کے خلاف دروازہ کھولا ہے۔ درست نہیں۔ ایسے موقع پر تمام حضرات مسلمین کو جمہور علماء کی رائے اور ان حضرات کے قول کو اختیار کرنا چاہئے جو شرع میں زہد تقویٰ انابت الی اللہ اور احتیاط کا ذوق رکھتے ہوں تاکہ دین میں کوتاہی کی وجہ سے آخرت کا خسارہ نہ ہو۔ حرم کا احترام پامال نہ ہو۔

علماء حرمین نے بھی ہوائی جہاز والوں کو جدہ سے پہلے احرام واجب کہا ہے

علماء حرمین جن کے یہاں عموماً توسع ہے وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ جدہ کی طرف سے ہوائی جہاز سے آنے والے ان کی میقات جدہ سے پہلے ہے وہ جدہ سے پہلے احرام باندھ کر آئیں جدہ میں آ کر ان کا احرام باندھنا درست نہیں ہے چونکہ جدہ ان کی میقات نہیں ہے۔ چنانچہ "الرئاسة العامة لشئون المسجد الحرام و المسجد

النبوی'' کے شائع شدہ رسالہ مکہ المکرّمہ والمسجد الحرام معالم وفضائل واحکام میں ہے۔

تنبیہ: من جاء عن طریق الجو و هو یرید الحج او العمرة فیجب علیه ان یحرم فی الطائرة اذ حاذی احد المواقیت و لا یجوز له ان یوخر الاحرام الی ان ینزل فی مطار جدة لان جدة لیست میقاتاً لاهلها. (ص۶۹)

ترجمہ: جولوگ ہوائی جہاز کے راستہ سے حج وعمرہ کے ارادے سے آرہے ہوں ان پر واجب ہے کہ وہ جب کسی بھی میقات کے سامنے محاذات میں آنے لگیں تو ہوائی جہاز ہی میں احرام باندھ لیں۔ان کے لئے جدہ ایئرپورٹ پر احرام باندھنا جائز نہیں ہے۔چونکہ جدہ (باہر سے آنے والوں) کے لئے میقات نہیں بلکہ جدہ) اہل مکہ کے لئے میقات ہے۔خیال رہے کہ حج وعمرہ کے ارادے سے آنے والوں کے لئے میقات یا اس کے سامنے سے گذرنے سے پہلے احرام باندھنا سب کے نزدیک واجب ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔پس ان کا قول بھی احناف اور تمام مسلک والوں کے لئے صحیح اور حق ہے۔اگر جدہ میقات ہوتا تو بھلے صرف دم کے مسئلہ میں گنجائش نکل سکتی تھی گناہ کے بارے میں نہیں۔

حج کا احرام کب سے باندھنا درست ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حج کا احرام سنت ہے کہ حج کے مہینہ میں باندھے۔ وہ شوال، ذی قعدہ، اور ذی الحجہ (کے دس دن ہیں)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا حج کے ماہ سے پہلے احرام باندھ سکتا ہے، فرمایا نہیں (یعنی شوال سے پہلے حج کا احرام نہیں باندھ سکتا ہے)۔(القریٰ:ص۸۹)

فائدہ: حج کے ان ۳ مہینوں سے پہلے کوئی حج کا احرام اگر باندھے گا تو منع ہونے کی وجہ سے احرام باندھنا تو مکروہ ہوگا مگر احرام کراہت کے ساتھ ہوکر حج کرنا اس پر واجب ہوجائے گا۔اور اس وقت سے حج ادا کرنے تک احرام کی حالت میں رہے گا۔

''فان قدم الاحرام بالحج علیها جاز احرامه و انعقد حجا لکنه یکره.'' (اعلاء السنن:ص۳۱۵)

اسی طرح شرح مناسک میں ہے ''و ابا حنیفة و ان صح الاحرام به قبل الشوال لکنه عده مکروهاً.'' (شرح مناسک:ص۷۷)

حج کا احرام وقت سے ہرگز پہلے نہ باندھے کہ احرام کی طویل پابندی گناہ اور جنایات کے واقع ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔اس لئے آپ نے بالکل قریبی مدت میں ذی قعدہ کے آخر میں احرام باندھا تھا۔اور یہی سنت ہے۔ اسی میں برکت اسی میں راحت ہے۔اسی وجہ سے ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اس کے مکروہ ہونے پر اجماع ہے۔

"اجمعوا انه مکروه." (فتح القدیر: ص ۴۲۸)

مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کو صرف حج کا احرام ذی الحجہ میں باندھنا ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مکہ کے رہنے والو! جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو تو احرام باندھ لو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ مکرمہ میں ۹/سال تک مقیم رہے۔ ذی الحجہ کے چاند ہونے پر حج کا احرام باندھتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کے چاند پر حج کا احرام باندھتے تھے اور طواف سعی وغیرہ سب بعد میں کرتے تھے۔ (یعنی تمتع اور قران کا احرام نہیں) منیٰ سے آنے کے بعد کرتے۔ (القریٰ: ص ۹۵، موطا)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ صرف حج کا احرام باندھیں گے تمتع اور قران کا نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ شروع ذی الحجہ میں ہی احرام باندھ لیں۔ گو جائز ہے کہ ۸/ذی الحجہ کو بھی باندھ کر نکلیں اور مکہ ہی میں باندھیں گے۔ میقات یا حل جانے کی ضرورت نہیں۔

احرام سے متعلق سنن نبوی اور مسائل کا بیان

آپ نے حج کا آغاز احرام سے فرمایا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے جب مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھے رہے اور حج کا تلبیہ ادا کیا۔ یعنی حج کا ارادہ کیا اور تلبیہ پڑھا۔
(الفتح الربانی: ص ۱۱۹، سنن کبریٰ: ص ۳۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب (حج کے ارادے سے) مکہ کی جانب نکلتے تو بلا خوشبو دار تیل لگا لیتے۔ مسجد ذوالحلیفہ آتے دو رکعت نماز پڑھتے پھر سواری پر چڑھ جاتے۔ ٹھیک سے بیٹھ جاتے تو احرام باندھتے۔ (نیت اور تلبیہ) پڑھتے اور کہتے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (یعنی تلبیہ پڑھ کر احرام میں داخل ہوتے) (سنن کبریٰ: ص ۳۷)

فائدہ: حج اور عمرہ کا پہلا آغاز احرام کے امور سے ہوتا ہے۔ جو حج کے لئے شرط یا رکن کے درجہ میں ہے۔ شریعت میں احرام باندھنا اس کا مطلب حج کی نیت اور تلبیہ کا زبان سے ادا کرنا ہے۔

شرح ملا علی قاری میں ہے "هذا ما ذكر من النية و التلبية هو الاحرام و هو شرط للحج من وجه و لذا يجوز قبل الوقت و ركن له من وجه." (شرح ملا علی قاری: ص ۶۶)

احرام دو چادر کو کہنا جس میں سے ایک کی قمیص دوسرے کی لنگی بنائی جاتی ہے۔ یہ عوامی زبان اور عرف ہے۔ حاشیہ لباب ہے "ای لا ما یتوهمه العوام من الازار و الرداء،" (حاشیہ لباب: ص ۱۶۶)

آپ ﷺ نے حج کی ابتداء نماز کے بعد تلبیہ سے کی جسے زبان مبارک سے ادا کیا اور ظاہر ہے کہ زبان ترجمان ہوتا ہے مافیہ القلب کا یعنی دل کا، پس دل میں ارادہ حج اور زبان پر تلبیہ۔ اسی سے احرام میں آپ داخل ہوئے۔ پس ان دونوں کے ادا کرنے کے بعد احرام کی پابندی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جس کی نیت کی ہے جس کا تلبیہ پڑھا ہے اس کا ادا کرنا فرض اور لازم ہوتا ہے۔ محض دو چادروں کے پہن لینے اور زیب تن کرنے سے وہ احرام میں داخل نہیں ہوتا تاوقتیکہ نیت اور تلبیہ زبان سے ادا نہ کرے۔

میقات سے متصل احرام کا باندھنا اور تلبیہ پڑھنا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

(مختصراً، بخاری: ۱/۲۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حج کے ارادہ سے نکلے، مسجد ذوالحلیفہ جب پہنچ گئے تو دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تلبیہ پڑھا اور احرام کی نیت کی۔

(ابوداؤد: ص ۲۴۷، عمدۃ القاری: ۹/۱۶۰، فتح القدیر: ص ۴۳۳)

فائدہ: آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام مدینہ منورہ سے آ رہے تھے آپ نے مع اصحاب کے نہ مدینہ منورہ میں جہاں گھر تھا احرام باندھا اور نہ راستہ میں میقات سے دور فاصلہ سے احرام باندھا بلکہ جب میقات پر یا اس کے قریب پہنچ گئے تب باندھا پس اس سے معلوم ہوا کہ میقات کے قریب باندھنا سنت ہے۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ احرام کی پابندی میں اسے سہولت ہو۔ اگر کوئی ہمت وطاقت پائے کہ احرام کی پابندی کو وہ پہلے سے باندھنے پر ادا کر سکتا ہے تو میقات سے پہلے بھی باندھ سکتا ہے۔ یہ افضل ہے۔ شرح مناسک میں ہے "و من مکروھاتہ تقدیمہ علی المکانی ان لم یملك نفسہ و الا فالاحرام من دویرۃ اھلہ فضل." (شرح مناسک: ص ۹۲)

احتیاط نہ ہونے کی صورت میں میقات سے احرام باندھنا افضل ہے۔ (شامی: ۲/۴۷۸)

میقات سے متصل مسجد ہو تو وہاں سے احرام باندھنا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بخدا آپ ﷺ نے احرام نہیں باندھا مگر مسجد ذوالحلیفہ میں۔

(بلوغ الامانی: ص ۱۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور احرام باندھا۔ (بلوغ الامانی: ۱۱/۱۲۰، ابوداؤد: ص ۲۴۷)

فائدہ: آپ ﷺ مدینہ منورہ سے تشریف لا رہے تھے مدینہ والوں کی میقات ذوالحلیفہ ہے۔ آپ کے عہد میں

یہاں میقات کے قریب ایک مسجد بن چکی تھی۔ چنانچہ آپ یہاں سواری سے اترے مسجد میں داخل ہوئے دو رکعت نماز پڑھ کر تلبیہ پڑھا اور حج کی نیت کی۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ میقات کے پاس کوئی مسجد ہو تو اسی میں احرام مسنون طریقے سے باندھے۔

شرح مناسک میں بھی ہے اگر میقات کے قریب کوئی مسجد ہو تو مسجد میں نماز پڑھ کر احرام باندے۔ ”و یستحب ان کان بالمیقات بالمسجد.“ (شرح مناسک: ص ٩٩)

خیال رہے کہ کسی بھی جگہ باندھ سکتا ہے مسجد میں دیگر سہولت طہارت اور نماز کی وجہ سے برکتہً باندھنا بہتر ہے۔

پابندی نبھا سکے تو میقات سے پہلے گھر وغیرہ سے احرام باندھنا افضل ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام بیت المقدس (یروشلم فلسطین) سے مسجد حرام کے لئے باندھے اس کے پچھلے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے گی۔ (ابوداود: ص ٢٤٣، بنایہ: ٣/٤٥٦)

ایک روایت میں ہے گو گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہو۔

فائدہ: بیت المقدس شام کے حدود میں ہے اور شام کی میقات جحفہ ہے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ بیت المقدس اپنے میقات سے بہت فاصلہ پر ہے۔ اور آپ نے اس کی فضیلت بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میقات سے دور خواہ اپنی بستی اور علاقہ ہو احرام باندھنا درست ہی نہیں بلکہ زیادتی فضیلت کا باعث ہے۔ یہی صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کا قول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے قول ”اتموا الحج و العمرة لله“ کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ لو۔ (فتح القدیر: ص ٤٢٧، حاکم، القریٰ: ص ١٠٤، بنایہ: ص ٤٥٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حج کا اتمام یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ لو۔

(بیہقی، اعلاء السنن: ١٠/٢١)

معلوم ہوا کہ میقات سے قبل اپنے گھر و بستی سے احرام کا باندھنا بہتر اور فضیلت کی بات ہے اسی وجہ سے صحابہ تابعین میں سے بکثرت حضرات نے میقات سے پہلے احرام باندھا ہے۔ چونکہ اس میں احرام کی پابندی کی وجہ سے مشقت اور تعب زائد ہے۔ جس کی وجہ سے ثواب زائد ہے۔ (ہدایہ) چنانچہ حضرت وکیع نے بیت المقدس سے احرام باندھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیت المقدس سے احرام باندھا تھا۔ (القریٰ: ص ١٠٤، بنایہ: ص ٤٥٣)

عمرو بن میمون، اسود، علقمہ نے کوفہ سے احرام باندھا۔ (القریٰ: ص ٢٣٧)

قرطبی نے کہا کہ حضرت ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہما شام سے احرام باندھا تھا۔ (بنایہ:ص ۴۵۳، فتح القدیر:ص ۴۲۸)

حضرت عمران بن حصین نے بصرہ سے، حضرت ابن مسعود نے قادسیہ سے، حضرت علقمہ، حضرت اسود امام شعبی نے اپنے اپنے گھروں سے احرام باندھا تھا۔ (بنایہ:۳/۴۵۳، فتح القدیر:ص ۴۲۸)

قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ صحابہ تابعین کی ایک کثیر جماعت نے اپنے میقات سے قبل احرام باندھا ہے۔

(بنایہ)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، عمران بن حصین، ابن عمر، ابن عباس، عبداللہ بن عامر وغیرہ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں تھے، اور آپ کو اپنے میقات سے احرام باندھے دیکھا تھا پھر بھی یہ حضرات دور دراز اور میقات سے پہلے احرام باندھ رہے ہیں۔ اور یہ فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ میقات سے قبل باندھنا یا اپنے علاقے سے پہلے باندھنا جائز ہی نہیں فضیلت کی بات ہے۔

رہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر آکر احرام باندھا تھا۔ اپنے اصحاب کی سہولت اور رخصت کے پیش نظر۔ فضیلت کے پیش نظر نہیں تھا۔ (بنایہ:ص ۴۵۳)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا دور دراز علاقے سے احرام باندھنے کو حضرات صحابہ و تابعین مستحب سمجھتے ہیں۔ "کانوا یستحبون الاحرام بهما من الاماكن القاصية." (۲/۴۲۵)

تمام فقہاء احناف اور ارباب مناسک نے اس کی تصریح کی ہے کہ میقات سے پہلے اپنے گھر یا اپنی بستی سے احرام باندھنا افضل ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ اور علامہ شامی نے درمختار کی شرح میں لکھا ہے "التقديم على المواقيت افضل لانه اكثر تعظيماً اوفر مشقة و الامر على قدر المشقة."

(الشامی:ص ۴۷۸، فتح القدیر:ص ۴۲۸)

ملا علی قاری نے شرح مناسک میں "و الافضل من دويرة اهله." (شرح مناسک:ص ۹۴)

غنیۃ الناسک میں ہے "افضل عندنا اذا كان فى اشهر الحج و اكمله احرامه من دويرة اهله." (غنیۃ الناسک:ص ۵۳)

مگر اس بات کو تمام حضرات نے بیان کیا ہے کہ یہ افضل اس وقت ہے جب کہ احرام کی پابندی کو برداشت کرلے اور ممنوعات کا اندیشہ نہ ہو۔ ورنہ تو پھر میقات سے ہی احرام باندھے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے "ثم هذه الافضلية مقيدة بما اذا كان يملك نفسه." (فتح القدیر:ص ۴۲۸)

غنیۃ الناسک میں "هذا اذا من على نفسه و الا فيكره التقديم بل الافضل حينئذ التاخير الى الميقات." (غنیۃ الناسک:ص ۵۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی حالت اپنا مزاج دیکھ لے اگر احرام کی پابندی کر سکتا ہے تو افضل ہے ورنہ اس کے خلاف اندیشہ اور خطرہ ہے تو بہتر یہی ہے کہ اپنے میقات سے احرام باندھے۔

ہندوپاکستان سے جانے والے حضرات خواہ اپنے گھر کی مسجد سے باندھ لیں یا ہوائی اڈے پر کہ غسل اور نماز کا انتظام ہوتا ہے۔ غسل اور نماز احرام پڑھ کر، تلبیہ پڑھ کر حج کی نیت کرلیں۔ ایسی صورت میں احرام کی پابندی ان پر لازم ہو جائے گی۔ اور افضیلت کا ثواب ملے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہوائی اڈہ پر غسل کرلیں احرام کا کپڑا پہن لیں۔ ہوائی جہاز پر سوار ہو جائیں۔ ہوائی جہاز پر میقات کے آنے سے پہلے اعلان کیا جاتا ہے۔ اس وقت وضو کرلے اگر غسل کا وضو ٹوٹا ہو دو رکعت نماز پڑھ کر نیت کرلیں اور تلبیہ پڑھ لیں۔ بسا اوقات جہاز پر نماز پڑھنے نہیں دیتے ہیں۔ خلاف سنت طریقہ سے بلا نماز پڑھے احرام باندھنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں نیت کرلیں اور تلبیہ پڑھ لیں۔

خیال رہے کہ مسنون طریقہ احرام کا غسل کے بعد نماز پھر نیت اور تلبیہ یکے بعد دیگرے ہے۔ وقفہ ہو جانے سے سنت کا ثواب نہ حاصل ہوگا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایئرپورٹ ہی میں غسل، نماز، نیت اور تلبیہ پڑھ کر احرام میں داخل ہو جائیں۔

بعض حضرات نے میقات سے دور فاصلہ سے احرام باندھنے سے منع فرمایا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے احرام باندھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو بہت غصہ ہوئے اور فرمایا لوگوں کو یہ سنانا چاہتے ہو کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بصرہ سے احرام باندھا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکروہ کہتے تھے کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھا جائے۔

حضرت حسن اور عطا مکروہ کہتے تھے کہ آدمی دور دراز مقام سے احرام باندھے۔

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ان مواقیت کا خیال رکھو جو تمہارے لئے معین کئے گئے ہیں۔ اس بارے میں اللہ کی رخصت کو قبول کرو۔ ایسا نہ ہو کہ احرام کے ممنوع امور کا ارتکاب کرو کہ یہ بڑا گناہ ہے۔

(سعید بن منصور، القریٰ: ص ۱۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھنے میں بمقابلہ گھر یا دور دراز مقام سے احرام باندھنے میں سہولت ہوگی۔ دور سے احرام باندھنے میں خطرہ ہے کہ احرام طول ہونے سے کہیں کوئی احرام کے خلاف امور کا ارتکاب نہ ہو کر گناہ عظیم کا باعث ہو جائے۔ اس لئے منع ہے۔ ورنہ اگر ہمت اور پختگی پائے تو احرام باندھنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ آپ نے بیت المقدس سے احرام باندھ کر آنے کی فضیلت فرمائی ہے۔

بعض حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ آپ نے صرف بیت المقدس سے باندھنے کی چونکہ صراحت فرمائی ہے

اس لئے یہاں سے اجازت ہے دیگر مقام سے نہیں۔ (القریٰ:ص ۱۰۵)

احناف کے یہاں میقات سے پہلے خواہ اپنے گھر سے احرام باندھنا جائز ہی نہیں بہتر ہے۔ جیسا کہ ملاعلی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے "و السنة ان یکون احرامه من میقات بلده وا لأفضل من دویرة اهله." (شرح المناسک:ص ۹۴)

اسی طرح ہدایہ میں ہے "و الافضل التقدیم علیها." (بنایہ:۳/۴۵۶)

اس کے مقابلہ میں داؤد ظاہری کے یہاں میقات سے پہلے باندھ لے تو احرام ہی صحیح نہ ہوگا۔ امام مالک، امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مشہور قول میں احناف کی طرح افضل ہے۔

(بنایہ:ص ۴۵۲)

احرام کے کپڑے پہلے پہن لے نماز اور نیت وتلبیہ بعد میں پڑھے تو خلاف سنت نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے چلے اس کے بعد کہ آپ نے سر مبارک جھاڑ لیا تھا۔ تیل لگالیا تھا۔ ایک چادر اوڑھ لی اور ازار پہن لیا تھا۔ اسی طرح آپ کے اصحاب نے کیا تھا۔

(بخاری:۱/۲۰۹، عمدۃ القاری:ص ۱۶۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرلیا اور کپڑے (احرام کے) پہن لئے۔ پھر جب ذوالحلیفہ آئے تو دو رکعت نماز پڑھی۔ (تلخیص:ص ۷۵۵، سنن کبریٰ:۵/۳۳)

فَائِدَۃ: اس روایت مذکورہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً میقات پہنچنے سے قبل غسل کرلیا اور احرام کے کپڑے پہن لئے۔ پھر مقام ذوالحلیفہ جو مدینہ منورہ کی جانب سے آنے والوں کا میقات ہے وہاں پہنچے تو احرام کی نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد تلبیہ پڑھا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز، نیت تلبیہ بعد میں میقات پر کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سے پہلے غسل اور احرام کے کپڑے پہن سکتا ہے۔ یہ بھی سنت ہے۔

ہندوستان اور پاکستان سے جانے والے حجاج عموماً ایئر پورٹ پر غسل کرلیتے ہیں۔ احرام پہن لیتے ہیں اور سلے کپڑے اتار دیتے ہیں۔ پھر نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نیت اور تلبیہ پڑھ کر محرم ہوجاتے ہیں اور احرام کی پابندیوں میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اور بعض افراد غسل اور نماز تو پڑھ لیتے ہیں مگر نیت اور تلبیہ نہیں کرتے ہیں پھر ہوائی جہاز پر حدود مکہ سے قبل جب میقات کا اعلان ہوتا ہے تو صرف نیت اور تلبیہ پڑھ کر محرم ہوجاتے ہیں۔ اس وقت یہ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی جائز ہے اور صحیح ہے۔ مگر خلاف سنت ہے۔ نماز احرام کے بعد نیت اور تلبیہ سنت ہے۔ اور ہوائی جہاز پر نماز پڑھتے نہیں یا ہوائی جہاز والے نماز نہیں پڑھنے دیتے ہیں کہ اس سے ان کے نظام میں

خلل ہوتا ہے۔اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایئرپورٹ پر ہی غسل، نماز اور نیت وتلبیہ پڑھ لیں۔ بہت سے بہت ۵/۴ گھنٹے پہلے احرام میں داخل ہو جائیں گے اس میں کوئی پریشانی نہیں۔

احرام کی نماز نیت تلبیہ گھر کے بجائے مسجد میں ادا کرنا مسنون و بہتر ہے

حضرت ابوداؤد المازنی جو اصحاب بدر ہیں ان سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (حج کے سفر میں) نکلے۔آپ مسجد ذوالحلیفہ میں داخل ہوئے وہاں چار رکعت نماز پڑھی (دو ظہر کے قصر کی دو احرام کی) پھر مسجد میں تلبیہ پڑھا۔پس جو لوگ مسجد میں تھے انہوں نے آپ کے تلبیہ کو سنا، تو ان لوگوں نے کہا آپ نے مسجد میں تلبیہ پڑھا (یعنی محرم ہوئے)۔ (طبرانی، مسند احمد، سبل الہدیٰ:ص۴۵۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ احرام کی نماز نیت اور تلبیہ پڑھ کر احرام میں داخل ہونا مسجد میں بہتر ہے۔گھر سے اگر احرام باندھ کر جاتا ہے تو گھر کے قریب کسی مسجد میں یہ امور ادا کرے، ایئرپورٹ پر باندھنا ہے تو وہاں بھی مسجد ہوتی ہے۔لوگ نماز پڑھتے ہیں، وہیں احرام کے امور ادا کرے، یہ سنت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں نماز پڑھ کر تلبیہ پڑھا تھا۔

شرح مناسک میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میقات کے قریب مسجد ہو تو اسی میں حصول برکت کی وجہ سے احرام کے امور ادا کرے اور اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (شرح مناسک:۹۹)

و يستحب ان كان بالميقات مسجد ان يصليهما فيه

حج یا عمرہ کے احرام باندھنے کے بعد نیت وتلبیہ سے قبل دو رکعت سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر احرام باندھا۔

(شرح احیاء:ص۵۶۶، بخاری:ص۲۱۰، مسلم:ص۳۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادہ سے نکلے، مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔نماز سے فارغ ہو گئے تو تلبیہ پڑھا۔ (احرام باندھا)۔ (بلوغ الامانی:۱۱/۱۱۹، شرح احیاء:۴/۵۶۶، بخاری، مسلم)

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔

(استذکار:۹/۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد ذوالحلیفہ آتے نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے ٹھیک سے بیٹھ جاتے تو احرام باندھتے اور فرماتے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ (بخاری)

فَائِدَہ: احرام باندھتے وقت، نیت احرام اور تلبیہ سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھنا سنت ہے۔ چنانچہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر بیٹھے رہے، اٹھنے سے پہلے تلبیہ پڑھا احرام کی یہ دو رکعت نماز مستقل سنت

ہے۔ کسی نماز فرض کے تابع کرنا خلاف سنت ہے۔ آپ نے اولاً فجر کی نماز پڑھی۔ پھر جب اشراق کا وقت ہوا سورج نکل آیا تو غسل کیا دو رکعت نماز پڑھی احرام باندھا تلبیہ پڑھا۔

ابن عبدالعزیز لکھتے ہیں ہشام بن عروہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ دو رکعت طلوع شمس کے بعد پڑھنے کے بعد احرام باندھا ہے۔ پس یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے نفل نماز ہو۔ کم از کم دو رکعت ہو پھر نماز کے بعد احرام باندھ لے۔ (یعنی اٹھنے اور کھڑے ہونے سے قبل، یہی سنت ہے)۔ (استذکار:۹/۹۸)

ابن عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ تمام علماء اس کے قائل ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد تلبیہ پڑھ کر احرام باندھنا مستحب ہے۔ (ص۹۴)

شرح مسند احمد میں ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام احمد، داؤد ظاہری اس امر کے قائل ہیں کہ نماز کے بعد بیٹھے، اٹھنے سے قبل احرام کی نیت اور تلبیہ پڑھے۔ (شرح مسند احمد:۱۱/۱۲۲)

شرح مناسک میں ہے احرام کے دو کپڑے پہن لینے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ (شرح مناسک:ص۹۹)

انتباہ: خیال رہے کہ احرام کی یہ نماز سر پر چادر رکھ کر چادر سے سر ڈھانک کر پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سر سے چادر ہٹالے۔ عموماً اس نماز میں لوگ دو غلطی کرتے ہیں۔

1. ایک مونڈھا کندھا کھولے یعنی اضطباع کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اضطباع صرف طواف قدوم میں سنت ہے۔ اس طرح نماز مکروہ ہوتی ہے۔
2. کندھے تک چادر اوڑھے سر کھلے نماز پڑھتے ہیں۔ اور سر کھلے نماز مکروہ ہے، ابھی احرام میں داخل نہیں ہوا۔ جب نماز کے بعد نیتؔ اور تلبیہ پڑھے گا تب احرام میں داخل ہونے کی وجہ سے سر کا کھلا رکھنا واجب ہوگا۔ پس نماز کے وقت سر ڈھانک کر نماز پڑھے اور سلام کے بعد سر سے چادر ہٹالے۔

نماز اور احرام کی دو رکعت میں کون سورہ پڑھے

مستحب افضل اور بہتر یہ ہے کہ احرام کی دو رکعت نماز میں پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں "قل هو الله احد" پڑھے۔ (شرح مناسک:ص۹۹، ہدایت السالک:ص۴۹۶، شرح احیاء:۴/۵۶۶)

اگر ذہن میں رہے تو یہ سورہ پڑھ لے۔ شرح مناسک میں ہے کہ یہ حدیث پاک میں وارد ہے۔ "لحديث ورد بذلك." ملا علی قاری نے ظہیریہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سورہ کافرون کے بعد "ربنا لا تزغ قلوبنا" آخر تک اور سورہ اخلاص کے بعد "ربنا آتنا من لدنك رحمة" پڑھ لے۔ بہتر ہے بیشتر علماء کا یہ عمل رہا ہے۔ (شرح مناسک:ص۹۹)

سلام کے بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے اٹھنے سے قبل دعا پڑھے

سلام سے جیسے ہی فارغ ہو سر سے کپڑا ہٹا لے سر کھول لے اور دعا کر کے نیت کرے۔

حج یا عمرہ کی آسانی اور قبولیت کی دعا کرے، دل سے بھی نیت کرے اور زبان سے بھی ادا کرے۔

اگر حج افراد ہے تو یہ نیت کرے اے اللہ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے اسے آسان فرما اور قبول فرما، اگر تمتع کا ارادہ ہے تو یہ کہے اے اللہ میں نے عمرہ کا ارادہ کیا اسے آسان فرما اور قبول فرما اور اگر قران کا ارادہ ہے (ایک ہی احرام سے اولاً عمرہ پھر حج کا) تو یہ کہے اے اللہ میں نے عمرہ اور حج کا ارادہ کیا ہے اسے آسان فرما اور قبول فرما۔ اگر عربی میں کرنا چاہے تو حج افراد میں یوں کہے "اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی و تقبلہ منی" اور تمتع میں یہ کہے "اللھم انی ارید العمرۃ فیسرہ لی و تقبلہ منی" اور اگر قران کا ارادہ ہو تو یہ کہے "اللھم انی ارید العمرۃ و الحج فیسرھما لی و تقبلھما منی" اس کے بعد تلبیہ لبیک ذرا آواز سے پڑھے۔ پھر درود شریف پڑھے۔ پھر اس وقت کے مناسب دعائیں کریں جس کی تفصیل آرہی ہے۔

صبح احرام باندھنے سے قبل بیوی سے ملنا سنت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں شب گذاری اور آپ کے ساتھ ازواج مطہرات تھیں جو اپنے اپنے ہودج میں تھیں۔ آپ نے ان سب کے پاس تشریف لے گئے۔ اور غسل کیا۔ (سبل الہدیٰ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے غسل سے پہلے غسل جنابت فرمایا تھا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۴۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ کو عطر لگایا۔ آپ تمام بیویوں کے پاس گئے پھر صبح کو احرام باندھا۔ (فتح القدیر: ص ۴۳۰)

فائدۃ: حج و عمرہ کے احرام باندھنے سے قبل اگر گھر میں احرام باندھ رہا ہو تو یا سفر میں بیوی ساتھ ہو تو اس سے رات میں مل لینا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام سے قبل رات میں ایسا ہی کیا۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ احرام سے قبل بیوی سے ملنا سنت ہے۔ (فتح القدیر: ۴۲۹/۳)

اسی طرح درمختار میں بھی اسے مستحبات میں ذکر کیا ہے۔ (شامی: ۵۸۱/۲)

حکمت یہ ہے کہ احرام کے بعد اس پر پابندی ہو جائے گی۔ اس لئے حسب سہولت فراغت حاصل کرے۔ تاکہ ذہن اور دل کی حفاظت رہے۔

سنت کے مطابق احرام ۳؍ چیزیں بے سلی لنگی چادر چپل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم احرام باندھ لو۔ ازار، چادر، اور چپل سے۔
(مسند ابی عوانہ، مسند احمد، شرح احیاء: ۴/۵۶۳، مجمع)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے چلے اس کے بعد کہ بالوں کو جھاڑ لیا تھا۔ تیل لگا لیا تھا۔ ازار اور چادر اوڑھ لی تھی۔ آپ نے آپ کے صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا۔ (بخاری: ص ۲۰۹، اعلاء: ص ۲۸)

فَائِدَہ: غسل سے قبل جو سلے کپڑے بدن پر تھے۔ کھول لئے اور اتار لئے جائیں گے۔ اور غسل کے بعد دو سفید چادر جو نئے ہوں یا پرانے ہوں تو دھلے ہوئے ہوں ایک کو لنگی کی طرح باندھ لیا جائے گا اور دوسرے کو سر کے نیچے کندھے سے اوڑھ لیا جائے گا۔

جس کپڑے کی لنگی بنائی جائے گی اس کی چوڑائی اتنی رہنی چاہئے کہ چلتے وقت ران نہ کھلے، بازار سے خریدے ہوئے احرام جو تولیہ نما ہوتے ہیں ان میں سے بعض کی چوڑائی اتنی کم ہوتی ہے کہ چلتے وقت ران کے کھلنے سے بے پردگی ہوتی ہے خصوصاً موٹے اور لحیم شحیم آدمی کو یہ چوڑان میں چھوٹا ہو جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ سفید کپڑے خرید کر عرض اور چوڑائی زائد رکھتے ہوئے لنگی جسے ازار بھی کہتے ہیں بنا لے۔

خیال رہے کہ جب نماز پڑھے تو سر کو چادر سے ڈھانک کر پڑھے۔ سلام کے بعد نیت اور تلبیہ سے پہلے سر کھول لے۔ احرام کے دو کپڑے سفید ہوں تو بہتر ہے۔ کسی ہلکے رنگ کے ہوں تو بھی درست ہے۔ شرح مناسک میں ہے "ثوبین جدیدین او غسیلین ابیضین" (شرح مناسک: ص ۹۸) اگر چادر پرانے ہوں، اگر عبا یا چوڑان میں پھٹ گئے ہوں اور ان کو سل دیا گیا ہو تو اس کا بھی پہننا جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص ۹۸)

احرام سے پہلے ہر مرد و عورت اور بچے تک کو غسل کرنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سنت ہے کہ جب احرام باندھے تو غسل کرے۔
(مجمع الزوائد: ۳/۳۱۷، حاکم جدید: ۱/۶۱۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لئے کپڑے اتارے اور غسل کیا۔ (ابن خزیمہ ۴/۱۶۱، شرح احیاء: ۴/۵۶۱، سنن کبریٰ، دار قطنی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا کپڑے (احرام کی دو چادریں پہنیں) ذو الحلیفہ آ کر دو رکعت نماز احرام پڑھی۔ (تلخیص الحبیر: ۳/۸۵۵، حاکم جدید: ص ۶۱۵)

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غسل کے لئے کپڑے اتارے اور احرام کے لئے غسل کیا۔ (ترمذی: ص ۱۷۱، شرح مسند: ۱۱/۱۳۱)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا سنت ہے، آپ نے خود احرام سے پہلے غسل کیا، اور غسل کا حکم دیا۔ یہ غسل احرام کے لئے ہر حج اور عمرہ کرنے والے کے لئے سنت ہے۔ یہ احرام کے احترام میں ہے اور نظافت کے لئے ہے، بس ہر ایک کے لئے خواہ کسی بھی حال میں ہو سنت ہے۔ یہاں تک کہ حیض و نفاس والی عورت اور نابالغ بچے بھی احرام سے قبل غسل کریں گے۔ شرح مناسک میں ہے کہ یہ غسل سنت موکدہ ہے۔ "و الغسل افضل لانه سنة موكدة. يستحب للحائض و النفساء و الصبى."

(شرح مناسک: ص ۹۷)

خیال رہے کہ غسل اگر کسی عذر یا مرض یا پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے نہ کر سکے تو وضو ہی کرلے۔ شرح مناسک میں ہے "اویتوضأ" (شرح مناسک: ص ۹۷) پس وضو کے بعد بھی احرام باندھ سکتا ہے۔ "و الوضوء يقوم مقامه فى حق اقامة السنة" (شامی: ۲/۴۸۰)

ہاں اگر غسل یا وضو نہیں کرسکتا تو تیمم اس کے بدلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ خواہ پانی نہ ہو یا پانی مرض کی وجہ سے استعمال نہیں کرسکتا۔ شرح مناسک میں ہے "و لا يقوم التيمم مقامه عندالعجز عن الماء" اسی طرح درمختار اور شامی میں ہے "و التيمم له عند الفجر عن الماء ليس بمشروع." (شامی: ص ۴۸۰)

صاحب عنایہ بیان کیا کہ جو غسل نظافت کے لئے ہو وضو اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ "كل غسل كان لمعنى النظافة يقوم الوضوء مقامه." (فتح القدیر: ص ۴۳۰)

پس اگر سردی شدید ہے ضعف و کمزوری اور بڑھاپا ہے یا گرم پانی کا انتظام نہیں ہے یا گرم پانی ہے مگر غسل مرض یا کسی عذر کی وجہ سے مثلاً سر میں زخم وغیرہ ہے نقصان دہ ہے تو وہ وضو کرے وضو اس کے لئے کافی ہے۔

احرام کے ارادہ سے مستقل غسل کرنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اس کے بعد احرام کا غسل دوبارہ کیا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۴۵۲)

آپ نے جب احرام کا ارادہ کیا تو دوبارہ غسل احرام باندھنے کے لئے کہا، جو غسل اول کے علاوہ تھا جو جنابت کا تھا۔ (زاد المعاد: ۱/۱۵۰)

حضرت خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سلے کپڑوں کو اتارا اور غسل کیا تا کہ احرام باندھ لیں۔ (ترمذی: ص ۱۷۱)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ احرام کے لئے غسل احرام کی نیت سے مستقل سنت ہے۔ کسی دوسرے غسل پر اکتفا کرنا خلاف سنت ہے۔ مثلاً صبح نماز سے قبل جنابت کا غسل کرلیا تھا۔ پھر اشراق کے بعد احرام باندھ رہا ہے تو احرام کے

لئے اب پھر دوبارہ غسل کرے گا۔ صبح والا غسل ادائیگی سنت کے لئے کافی نہیں۔ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں ازواج مطہرات سے ملاقات کی اور غسل کیا۔ پھر جب احرام باندھنے کا ارادہ کیا تو دوبارہ غسل کیا۔ (زادالمعاد:۱/۱۵۰)

پس معلوم ہوا کہ وہ غسل سنت ہے جو احرام کے ارادہ سے ہو، لہٰذا اگر کسی نے جمعہ کا غسل کیا، جمعہ کی نماز پڑھی، پھر احرام باندھنے کا ارادہ کیا تو اب دوبارہ پھر احرام کی نیت سے غسل کرے گا چونکہ پہلا غسل جمعہ کی وجہ اور اس کی فضیلت کے لئے تھا۔ نہ کہ احرام کے لئے۔ اسی طرح اگر کسی نے گرمی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کیا۔ بعد میں احرام باندھنے کا ارادہ کیا یہ گرمی دور کرنے والا غسل کافی نہ ہوگا۔ الگ سے پھر احرام کی نیت سے غسل کرے گا۔ پھر یہ بھی سنت ہے کہ اسی غسل کی طہارت باقی رہتے ہوئے احرام کی نماز اور تلبیہ پڑھے۔ اگر غسل کے بعد ہوا خارج ہوگئی یا پاخانہ پیشاب کرلیا پھر وضو کر کے نماز احرام ادا کیا تو غسل کا ثواب نہ پائے گا۔ اسی لئے اس غسل احرام کے بعد اسی غسل کے وضو سے نماز پڑھ لے اور تلبیہ پڑھ لے۔ شرح مناسک میں ہے۔

"اغتسل ثم احدث توضا و احرم لم ینل فضل الغسل." (شرح مناسک:ص۹۷)

غسل احرام سے پہلے سر کے بال مونڈنے یا تراشنے کے متعلق

محمد بن ربیعہ نے جب ارادہ حج کا کیا اور ان کے بال بڑے بڑے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا احرام سے قبل اپنے بال چھوٹے کرلو۔ (القریٰ:ص۱۶۳، ہدایۃ السالک:ص۴۸۵)

حضرت قاسم، طاؤس، عطاء سے پوچھا گیا جو حج کا ارادہ کرے احرام باندھنے سے قبل اپنے بال چھوٹے کرائے یا نہ۔ انہوں نے کہا ہاں۔ (القریٰ:ص۱۶۳، سعید بن منصور، حاشیہ شرح مناسک:ص۹۷)

فائدہ: خیال رہے کہ احرام سے قبل اگر سر کے بال ذرا بڑے ہوں تو اسے چھوٹے کروالے یا منڈوالے اس کے متعلق صحابہ کرام اور تابعین کی دونوں رائے ملتی ہیں۔ حضرت عمر، قاسم، طاؤس، اور عطا وغیرہ کی رائے تو یہ ہے کہ بالوں کو منڈوالے یا چھوٹے کروالے، جیسا کہ اوپر گذرا۔ شاید ان حضرات کی حکمت یہ ہو کہ بالوں کے بڑے ہونے کی وجہ سے پراگندگی اور بکھرنے وغیرہ سے جو پریشانی ہوگی اس سے کچھ سہولت ہوجائے۔ یا جھڑنے اور ٹوٹنے سے کچھ بچاؤ ہوجائے۔ ابن نجیم۔ نہر میں لکھا ہے کہ جسے مونڈنے کی عادت ہو وہ مونڈ لے یا اچھی طرح جھاڑ لے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ احرام سے پہلے بالوں کو نہ مونڈا جائے نہ چھوٹے کئے جائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے ایسا نہیں کیا تھا۔ شرح مناسک میں ہے مستحب یہ ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے۔

(شرح مناسک:ص۹۷)

تا کہ احرام سے نکلنے کے وقت جب بالوں کو منڈ والے تو میزان میں ان بالوں کے وزن کے زائد ہونے پر ثواب پائے۔

علامہ قطبی نے بھی منسک میں لکھا ہے کہ سر کے بال نہ مونڈے تا کہ بعد میں اس کا وزن زائد ہو۔امام مالک کی بھی یہی رائے ہے تا کہ بالوں کی پراگندگی جو احرام میں مطلوب ہے اس کا اجر ملے۔ (ہدایۃ:ص ۴۸۶)

پس اس سلسلے میں بہتر تو یہی ہے کہ احرام سے قبل بالوں کو نہ کم کرائے ،مگر لمبے بالوں اور گیسوؤں کی وجہ سے اذیت ہو تو سہولت کی وجہ سے اس کی بھی اجازت ہے ممانعت نہیں۔

غسل میں نظافت کا اہتمام کرنا بالوں کو صاف کرنا صابن وغیرہ لگانا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احرام باندھنے کا ارادہ کیا تو خطمی اور اشنان سے سر کو دھویا اور سر میں زیتون کا تھوڑا سا تیل لگایا۔ (مجمع الزوائد:ص ۲۱۷، دارقطنی:ص ۲۲۶، مسند احمد: ۶/ ۷۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام جب احرام کا ارادہ فرماتے تو ناخنوں کو تراشتے لب کو درست کرتے اور زیرناف بالوں کو صاف کرتے پھر بہتر کپڑے پہنتے۔

(متن سعید بن منصور، ہدایۃ السالک:ص ۴۸۵، القریٰ:ص ۱۶۲)

فائدہ: غسل کرنا احرام باندھنے سے پہلے نظافت اور صفائی کے لئے ہے اس لئے یہ غسل اہتمام کے ساتھ کرے۔شرح احیاء میں ہے کہ مکمل نظافت کا اہتمام کرے۔خوب اچھی طرح بدن کی صفائی کرے خوب بدن ملے، لب ناخن، حسب ضرورت تراشے، زیرناف اور دیگر بالوں کی صفائی کرے۔ جوڑوں کے میل کو صاف کرے۔ بہتر صابن استعمال کرے۔نیم گرم پانی سے غسل کرے کہ اس سے بدن کی صفائی ہوتی ہے۔ ہاں موسم گرما ہو تو چاہے نہ کرے۔خوشبودار صابن کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد عطر اور خوشبو بھی استعمال کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔شرح مناسک میں ہے کہ ناخن تراش لے بغل کے بال اور زیرناف بالوں کو صاف کرے۔ بدن کے میل کچیل کو دور کر لے احرام کے دو کپڑے خواہ نئے ہوں یا دھلے ہوں پہن لے۔

(شرح مناسک:ص ۹۱)

شرح ہدایہ میں ہے کہ احرام کے غسل میں حد درجہ صفائی کا اہتمام کرے ناخن تراش لے، زیرناف بالوں کو بغل کے بالوں کو صاف کرے۔ (شرح ہدایہ:ص ۴۳۰)

شامی میں ہے کہ غسل احرام کا جب ارادہ کرے تو ناخن تراش لے لب کے بال تراش لے زیرناف صاف کر لے۔سر مونڈ لے۔ (شامی: ۲/ ۴۸۱)

اگر سر کے بال لمبے ہوں تو اسے چھوٹا کر لے۔ابن جماعہ نے لکھا ہے کہ محمد بن ربیعہ نے جب حج کا ارادہ کیا

اور وہ لوگوں کے مقابلہ میں بڑے بالوں والے تھے تو ان سے حضرت عمر نے فرمایا احرام سے قبل اپنے بالوں کو کاٹ لو۔ (ہدایہ: ص ۴۸۵)

غسل کے بعد عطر بدن پر بہتر ہے کپڑے پر نہیں گو جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانگ مبارک پر خوشبو کی نشانی دیکھ رہی تھی حالانکہ آپ احرام میں تھے۔ (بخاری: ص ۲۰۸، ابوداؤد: ص ۲۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے بعد میں (احرام کی حالت میں) خوشبو کا نشان سر مبارک پر اور داڑھی مبارک پر دیکھا۔ (مسلم: ۱/ ۳۷۸، تلخیص: ۳/ ۸۵۶)

مسلم بن صبیح نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن زبیر کو دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی پر عطر لگا تھا۔

(ابن ابی شیبہ: ۴/ ۲۰۶، فتح القدیر: ۳/ ۴۳۱)

فائدہ: ان روایتوں پر غور کیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو آپ کو عطر لگاتی ہیں وہ مانگ میں اور داڑھی میں تو عطر کے نشان کے باقی رہنے کا ذکر کرتی ہیں مگر کپڑے پر ذکر نہیں کرتی ہیں۔ اگر احرام کے کپڑے پر لگاتے تو اس کا بھی نشان باقی رہتا۔ بدن پر تو پسینہ، وضو، غسل کی وجہ سے تو زائل ہو جانے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بمقابلہ کپڑے کے۔ بدن پر عطر کا نشان بیان کرتی ہیں مگر کپڑے پر نہیں۔

اسی طرح حضرات صحابہ سے بھی سر اور داڑھی اور پیشانی پر لگانے کا ذکر ہے۔

پس روایت کے مفہوم سے ثابت ہوا کہ آپ نے احرام کی چادر پر عطر نہیں لگایا نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لگایا۔ پس بدن سر داڑھی پیشانی پر عطر لگانا سنت ہے اور کپڑے پر نہیں۔

محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور ثابت مانا ہے۔ صرف آپ نے جسم اور بدن پر لگایا ہے۔ کپڑے پر نہیں، (چونکہ احرام کے بعد جسم پر سے وضو پسینہ اور غسل کی وجہ سے ڈھل جائے گا بخلاف کپڑے کے باقی رہے گا۔ اور عطر خوشبو زینت میں داخل ہے۔ اور احرام کی حالت میں پراگندگی مطلوب ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "من وروده فی البدن و لم یرد فی الثوب فعقلنا انه اعتبر فی البدن تابعاً و المتصل فی الثوب منفصل عنه فلم یعتبر تبعاً .... فینبغی عن تجویزه فی الثوب اذ لم یقصد کمال الا رتفاق فی حالة الا حرام لان الحاج الشعث التفل." (فتح القدیر: ص ۴۳۳)

ابن جماعہ نے احناف کا مسلک لکھتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ کپڑے پر ایسے عطر کا لگانا جس کا اثر باقی رہے مکروہ ہے۔ (ہدایۃ السالک: ص ۴۹۰)

شرح مناسک میں ہے بہتر ہے کپڑے پر نہ لگائے۔ "و الاولی لا یطیب بثیابه." (شرح مناسک: ص ۹۸)

چنانچہ درمختار میں ہے۔"لا ثوبه مما تبقی عینه و هو الاصح" (الشامیہ:۳/۴۸۱)
علامہ شامی نے بھی یہی کہا ہے کہ کپڑے پر عطر نہ لگائے۔
حضرات شوافع کا بھی علامہ نووی نے یہ قول نقل کیا ہے کہ بہتر بدن ہی پر لگانا ہے کپڑے پر نہیں۔"ان الاولیٰ ان یقتصر علی تطییب بدنه دون ثیابه." (الایضاح:۱۵۰، ہدایۃ السالک:۲/۴۹۹)
حاصل یہ نکلا کہ غسل احرام کے بعد نیت اور نماز احرام سے پہلے جو عطر و خوشبو سنت وہ جسم مانگ پیشانی اور داڑھی اور بدن پر ہے احرام کے کپڑے میں نہیں۔عموماً لوگ کپڑے اور احرام کی چادروں پر ملتے ہیں اور لگاتے ہیں گو گناہ اور حرام تو نہیں ہے تاہم سنت سے ثابت نہیں ہے۔

احرام کے وقت خوشبو کا استعمال جس کا اثر بعد میں رہ جائے جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانگ مبارک میں ۳؍ یوم گذرنے کے بعد بھی نشان عطر نظر آ رہا تھا حالانکہ آپ احرام کی حالت میں تھے۔ (استذکار:ص ۶۴، ابن ابی شیبہ:۴/۲۰۴، سنن کبریٰ:۵/۳۵)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانگ مبارک میں عطر کا نشان اور اس کی چمک کو دیکھا حالانکہ آپ احرام کی حالت میں تھے۔ (بخاری:ص ۲۰۸، صحاح ستہ، طحاوی:ص ۳۶۵، سنن کبریٰ:۵/۳۴)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کا ارادہ فرماتے تو موجود عطر میں سب سے عمدہ عطر (مشک) لگاتے۔ پھر بعد میں اس خوشبو کا نشان سر مبارک اور داڑھی مبارک پر دیکھا جاتا۔
(مسلم:ص ۳۷۸، تلخیص الحبیر:۳/۸۵۶)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حالت احرام میں دیکھا گیا ان پر غالیہ عطر شیرے کی طرح (چپکا ہوا) لگا تھا۔
(فتح القدیر)
مسلم ابن صبیح نے کہا کہ میں نے حضرت ابن زبیر کو دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی پر خوشبو لگی ہوئی تھی۔
(فتح القدیر:۳/۴۳۱)
فائدہ: غسل احرام کے بعد نیت اور تلبیہ پڑھنے سے پہلے بہترین عطر اور خوشبو لگا لینا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کا قیمتی عطر مشک لگایا تھا۔
وہ عطر اور خوشبو کا بھی لگانا درست ہے جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہ جائے جیسا کہ آپ کا باقی رہ گیا تھا۔ ارباب فقہ نے بھی اسے درست قرار دیا ہے۔
علامہ شامی نے لکھا ہے احرام کے وقت عطر کا لگانا سنت ہے۔ اگرچہ اس کا اثر باقی رہ جائے۔ جیسے مشک اور غالیہ۔ (شامی:۲/۴۸۱)

طحاوی علی المراقی میں ہے کہ بعد میں باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (طحاوی علی المراقی:ص۲۹۹)

عنایہ میں ہے کہ کوئی خوشبو ہو لگائے۔ (فتح القدیر:ص۴۳۰)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ظاہر مذہب میں کوئی فرق نہیں کہ بعد میں اثر باقی رہے یا نہ رہے۔ (شرح ہدایہ:۴۶۳/۳)

اسی طرح مرد عورت دونوں کے لئے یہ خوشبو سنت ہے۔ (بنایہ)

احرام کی نیت سے پہلے عطر یا خوشبو لگائی ہو۔ پھر احرام کے بعد وہ پسینہ سے بہہ کر جسم کے کسی دوسرے حصہ میں پہنچ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خیال رہے کہ شرح مناسک میں ہے کہ اس خوشبو اور عطر کو استعمال نہ کرے جس کا اثر بعد میں باقی رہ جائے چونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے گو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ (شرح مناسک:ص۹۸)

غسل احرام کے بعد نیت احرام سے قبل عمدہ سے عمدہ خوشبو اور عطر سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام سے پہلے اور طواف سے پہلے یوم النحر میں مشک خوشبو مل دیا تھا۔ (ابن خزیمہ:۱۵۶/۴، ابوداؤد:ص۲۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ بہترین عطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگاتی تھیں۔ اور خوشبو کا نشان سر اور داڑھی مبارک میں چمک رہا تھا۔ (استذکار:۶۲/۱۱، مسلم:ص۳۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں نے نہایت قیمتی عطر غالیہ احرام کے وقت لگایا ہے۔ (استذکار:۶۳/۲، نسائی:)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے بہتر سے بہتر پائے جانے والا عطر آپ کو لگایا ہے۔ (استذکار)

حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کون سا عطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگایا تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "اطیب الطیب" سب سے عمدہ خوشبو۔ (بلوغ الامانی:۱۲۴/۹)

فائدہ: احرام کی نیت سے پہلے بہترین اور عمدہ خوشبو اور عطر سنت ہے۔ جو بھی عمدہ اور بہترین اور قیمتی شمار کیا جا سکتا ہو وہ عطر لگائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مشک جو اس دور میں بھی قیمتی تھا لگایا تھا۔ روایت میں جو اطیب الطیب ہے اس سے مراد مشک ہے۔

شرح مناسک میں بھی مشک کو مستحب لکھا ہے۔ (شرح مناسک:ص۹۸)

درمختار میں ہے "كالمسك الغالية." (درمختار:ص۴۸۱)

بہتر ہے کہ اپنے جسم پر ہاتھ و سینے پر لگائے کپڑے پر نہ لگائے کہ اس کا نشان اور خوشبو دیر تک رہے گو مکروہ نہیں ہے جائز ہے۔ شرح مناسک میں ہے "و الاولی ان لا یتطیب بثیابه." (شرح مناسک: ص ۹۸)

اسی طرح درمختار اور شامی میں ہے کہ احرام کے کپڑے میں نہ لگائے تو اچھا ہے۔ "لا ثوبه بما تبق عینه." (ص ۴۸۱)

اگر احرام کے کپڑے اور چادر میں لگا لیا تو نہ خلاف سنت اور نہ کوئی حرج اور نہ کراہت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے کہ میں نے آپ کے مانگ میں خوشبو کا نشان دیکھا اس سے بدن میں اور چادر وغیرہ میں نہ لگانا معلوم ہو رہا ہے۔ (بخاری: ص ۲۰۸)

غسل کے بعد احرام کی نیت اور تلبیہ سے پہلے خوشبو لگانا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے احرام کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی۔

(بخاری: ص ۲۰۸، مسلم، ترمذی: ص ۱۸۳، سنن کبریٰ: ص ۳۴، ابن خزیمہ: ص ۱۵۵)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے جب آپ نے احرام باندھا خوشبو لگائی۔ (ابن خزیمہ: ۱/۱۵۶)

فائدہ: احرام کے غسل مسنون کے بعد تلبیہ اور احرام کی نیت سے پہلے خوشبو عطر کا لگانا سنت اور مسنون ہے، متعدد صحیح روایتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خوشبو عطر لگانے کا ذکر ہے۔ اسی طرح متعدد روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانگ مبارک میں احرام کے بعد خوشبو مشک کے نشان کو دیکھا۔

پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ غسل احرام کے بعد احرام کی نیت اور تلبیہ پڑھنے سے پہلے خوشبو عمدہ عطر کپڑے پر بدن پر لگانی سنت ہے۔ خواہ اس عطر کا نشان بعد میں باقی رہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام جمہور علماء نے اسے مسنون قرار دیا ہے۔ شرح مناسک میں ہے "و یستحب ان یتطیب." (شرح مناسک: ص ۹۸)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ احرام کے وقت عطر لگانا جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ ہدایہ میں ہے اگر خوشبو عطر پاس میں ہو تو لگائے۔ (بنایہ: ۳/۴۶۳)

اگر بیوی بھی ساتھ میں جا رہی ہو، تو سنت یہ ہے کہ شوہر کو بیوی اس کے غسل کے بعد بدن پر سر پر سینہ پر خوشبو عطر مل دے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو عطر لگا دیا تھا۔

بیت اللہ کی زیارت اور نفل طواف سے پہلے عطر لگانا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین سے بہترین خوشبو عطر احرام کے وقت حلال ہونے کی صورت میں (حلق کے بعد) اور بیت اللہ کی جب زیارت کرتے لگاتی تھی۔ (بخاری: ص ۲۰۸، نسائی، ترمذی: ص ۱۸۳)

فَائِدَہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کی دیدار، زیارت سے قبل عطر سنت ہے۔ طواف قدوم طواف عمرہ میں تو لگانا جائز نہیں چونکہ احرام کی حالت ہوتی ہے۔ البتہ طواف زیارت سے پہلے رمی اور حلق کرا چکا ہے تو اس طواف زیارت میں خوشبو لگا سکتا ہے۔

اسی طرح حلال ہونے کے بعد کہ جب سلے کپڑوں کا پہننا درست ہوجاتا ہے اس کے بعد جو طواف کیا جائے گا وہ نفل ہوگا۔ اس سے پہلے عطر اور خوشبو کا اہتمام سے خانہ کعبہ کی تعظیم کے پیش نظر لگالینا سنت ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ ادھر ادھر کھانے پینے اور سامانوں میں تو رقم لگادینے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ مگر عطر خریدتے نہیں۔ اس میں رقم لگانے سے سستی اور تغافل کرتے ہیں بلکہ دوسروں کے ہدیہ کا انتظار کرتے ہیں کہ مفت میں مل جائے تو بہتر ہے۔

خیال رہے کہ جو سنت ہے اس پر مال لگانے کا کہ سنت کی ادائیگی ہو ثواب عظیم کا باعث ہے۔ پس اے ایمان والوں عطر کے خریدنے میں اور لگانے میں بخل نہ کرو۔

حالت احرام میں وہ تیل دوائیں کھانے کی اجازت ہے جس میں خوشبو سینٹ نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیتون کا تیل لگایا ہے جس میں خوشبو نہیں تھی۔

(ترمذی: ص۱۹۰، سنن کبریٰ: ۵/۵۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا خوشبو کے زیتون کا تیل احرام کی حالت میں لگایا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما بلا خوشبو کے زیتون کا تیل لگاتے تھے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۱۸۵)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ حالت احرام میں تمام خوشبو دار اشیاء، سینٹ اور سینٹ والی چیزیں، خواہ بدن میں لگانے والی ہوں یا کھانے کی اشیاء ہوں حرام اور ممنوع ہے۔ اکثر تیلوں میں، صابونوں میں خوشبو اور سینٹ۔ اسی طرح بعض کھانے کی چیزیں، زردہ، فیرنی وغیرہ میں عرق کیوڑہ عرق گلاب وغیرہ ڈالی جاتی ہیں۔ ان کا کھانا بھی درست نہیں ہے۔ عموماً لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔ اور ممنوعات احرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مختصر تفصیل یہ ہے کہ کھانے میں خوشبو کی چیزیں ڈالی گئیں اور پکادی گئیں تو کھا سکتے ہیں۔

زیتون کا تیل اگر خوشبو کی نیت سے استعمال کیا تو درست نہیں اگر دوا اور ضرورت کے طور پر استعمال کیا تو درست ہے۔ اسی طرح خالص گھی تیل و چربی کا کھانا درست ہے۔ اگر اس میں خوشبو دار کرنے کی وجہ سے خوشبو ملائی گئی تو پھر کھانا ممنوع ہے۔ عموماً گھی میں خوشبو اور سینٹ ڈال دیا جاتا ہے اس لئے احتیاط رکھیں۔ مزید مسائل اس موضوع کی کتابوں میں دیکھ لیجئے۔

حالت احرام میں غسل کی ضرورت پڑ جائے یا گرمی و نظافت کی وجہ سے غسل کیسے کریں؟

حضرت ابوایوب انصاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں غسل کیا ہے۔ اور غسل کی کیفیت کو بیان کر کے دکھلایا کہ آپ سر پر پانی ڈالتے، سر کو دونوں ہاتھوں سے حرکت دیتے (ملتے) آگے پیچھے لے جاتے۔ (سنن کبریٰ: ۶۳/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ پاک طہارت کا اہتمام کرنے والے اور توبہ کرنے والے کو پسند کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۰۹)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ بغیر جنابت کے بھی محرم کو غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۱)

حضرت عطاء نے بیان کیا کہ محرم جب غسل کرے تو سر پر پانی بہائے سر کو ملے اور رگڑے نہیں۔

ہشام بن عروہ نے حضرت عروہ کے بارے میں کہا کہ وہ غسل کرتے تھے، سر پر صرف پانی بہاتے تھے رگڑتے اور ملتے نہیں تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۱۱۵/۴)

یعلی بن امیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر غسل فرما رہے تھے اونٹ سامنے تھا اور میں پردہ کئے ہوئے تھا۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں حضرت ابن عباس غسل خانہ میں داخل ہو کر مقام جحف میں حالت احرام میں غسل فرماتے۔ (سنن کبریٰ: ۶۳/۵)

فَائِدَہ: احرام کی حالت میں غسل خواہ ضروری ہو یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہو، یا نظافت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔ کوئی قباحت اور کراہیت نہیں البتہ سر کو ملنا اور رگڑنا منع ہے کہ سر کے بال نہ گریں، اگر بال گر جائیں تو کچھ گیہوں صدقہ کر دے۔ اسی طرح بدن کو رگڑنا میل کو دور کرنا بھی ممنوع ہے۔ "لکن يستحب ان لا يزيل الوسخ." (ص ۱۲۲)

بدن میں وہ صابون اور تیل لگا سکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ عموماً نہانے کے تمام صابون خوشبودار ہوتے ہیں جیسے لکس حمام موتی وغیرہ ان کا لگانا درست نہیں اگر لگا لیا تو صدقہ کرنا پڑے گا۔

شرح مناسک میں ہے سر داڑھی کو صابن سے دھویا تو کوئی حرج نہیں۔ "لو غسل راسه و لحيته بالصابون لا باس به." (شرح مناسک: ص ۱۲۴)

"(و من مكروهاته) حكه اى حك شعر رأسه و كذا لحيته و سائر جسده." (شرح مناسک: ۱۲۰)

پس معلوم ہوا کہ خالص پانی سے غسل کرنا درست ہے۔ جسم کا سر کا رگڑنا میل دور کرنا خوشبودار صابون و تیل لگانا درست نہیں۔ وہ صابون جو خوشبودار نہ ہو۔ جیسے کہ کپڑے دھونے کا صابن میں خوشبو نہیں ہوتی اسے لگانا

درست ہے۔ بہتر ہے کہ صرف پانی اچھی طرح بدن پر بلا ملے اور رگڑے ڈالے۔

شامی میں ہے "لو غسل بالصابون و الحرض ...... اجمعوا انه لا شیء علیه." (شامی:۲/۴۸۹)

شرح مناسک میں ہے "لوغسل رأسه و لحیته بالصابون .... لا بأس به."

(شرح مناسک:ص۱۲۴)

اسی طرح گرم پانی سے بھی نہانا جائز ہے۔ (شرح مناسک:ص۱۲۲)

صرف خیال رہے کہ خوشبودار صابن یا تیل کا استعمال نہ ہو۔

احرام کے کپڑے بدل سکتا ہے بدلنا سنت سے ثابت ہے

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کے دو کپڑوں کو مقام تنعیم میں بدل دیا تھا۔ جب کہ آپ احرام کی حالت میں تھے۔ (القریٰ:ص ۲۲۸، ہدایۃ السالک:ص۷۴۲)

عطاء، حسن، ابراہیم (حضرات تابعین) سے منقول ہے کہ محرم اپنے کپڑے کو جب چاہے بدل سکتا ہے۔

(القریٰ:ص۲۳۸)

حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب (صحابہ اور تابعین) جب بیر میمون پر آتے تو غسل کرتے، اور عمدہ کپڑے (احرام کے) پہنتے پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے۔ (القریٰ:ص۲۳۹)

فَائِدَہ: احرام کے کپڑے اور لنگی اگر گندے ہوجائیں عموماً سفید رنگ کے کپڑے گندے ہوجاتے ہیں تو اس کا بدل کر دوسرے صاف احرام کا پہن لینا درست اور آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ نظافت اور صفائی کپڑے کی ممنوع نہیں ہے۔ ہاں سلے نہ ہوں۔ اسی وجہ سے کم از کم دو احرام رکھ لینا بہتر ہے۔ تاکہ گندے ہونے پر یا اور کسی وجہ سے ناپاک ہوجائے تو بدلنے میں سہولت ہو۔

خیال رہے کہ گندگی کوئی عبادت اور مطلوب اور محمود شئ نہیں ہے کہ احرام کے کپڑے گندے میلے ہوجائیں تو اسے نہ بدلے۔ احرام کی حالت میں زیب و زینت کا ترک ہے نہ کہ گندگی کا حصول اس لئے آپ ﷺ نے غسل بھی فرمایا اور صاف کپڑے بھی بدلے۔

اس لئے احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل اور صاف احرام بدل لے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ (صحابہ کرام) احرام کو (جب گندہ یا بدلنے کی ضرورت محسوس کرتے تو) بدل لیا کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری:۹/۱۶۷)

احرام اور اس کے متعلق امور کی ترتیب و تفصیل

❶ جب حج یا عمرہ کا ارادہ ہو اور احرام کا وقت آجائے تو اس ترتیب سے احرام باندھے۔

❷ اولاً احرام کی دو چادریں، اور ہوائی چپل یا اس کے مثل کوئی چپل جو ٹخنوں کو نہ چھپائے تیار رکھے۔

❸ ناخن تراش لے، کسی بھی انگلی کے ناخن کو نہ چھوڑے بال بڑے ہوں مناسب سمجھے تو اسے چھوٹا کرالے۔ داڑھی کے بال ایک مشت سے زائد ہوں مناسب سمجھے تو اسے بھی کچھ کم کردے کہ بڑے لمبے بال جلدی جھڑتے ہیں۔ بغل اور زیر ناف بالوں کو اچھی طرح صاف کرے۔ بہتر ہے کہ نیم گرم پانی سے جاڑوں میں نہائے مل مل کر بدن کے میل کچیل کو اچھی طرح صاف کرے۔ بہتر اور میل دور کرنے والا خوشبودار صابن لگائے۔ سنت کے مطابق غسل کرے، اولاً سر پھر دائیں کندھے پھر بائیں کندھے پھر تمام بدن پر پانی انڈیلے پھر وضو کرے۔ فارغ ہونے کے بعد کپڑے یا تولیہ سے بدن پونچھے۔ پھر احرام کے یہ دو کپڑے ایک کو چادر اور ایک کو لنگی کی طرح پہن لے۔ بدن پر بہترین عمدہ خوشبو لگائے سینہ پر لگائے، ہاتھوں پر ملے۔ سر کے مانگوں پر لگائے۔ احرام کے کپڑے پر نہ چادر نہ ازار پر لگائے۔

❹ مسجد قریب ہو اور سہولت ہو تو مسجد میں آجائے، ورنہ کسی پاک وصاف جگہ پر مصلیٰ بچھائے اور احرام کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھے۔ اب اس وقت اپنی چادر سے یا الگ ٹوپی سے سر ڈھک کر نماز پڑھے۔

❺ بہتر ہے کہ اول رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ سلام سے فارغ ہوتے ہی سر پر سے کپڑا اٹھالے۔

❻ بیٹھے بیٹھے اٹھنے سے قبل نیت وتلبیہ پڑھے۔ نیت دل سے کرے اور زبان سے الفاظ نیت ادا کرے اور جو ارادہ ہو اس کا ذکر کرے مثلاً عمرہ یا حج کی جس قسم کا ارادہ ہو جس کا بیان اوپر گذر چکا۔ مثلاً تمتع کرنے والا۔

"اللهم انى اريد العمرة يا اللهم نويت العمرة فيسرها لى فتقبله منى." (شرح مناسک: ص۱۰۱)

❽ پھر تلبیہ کے کلمات زبان سے آواز کے ساتھ نکال کر پڑھے دل دل میں آہستہ نہ پڑھے۔

❾ تلبیہ زور سے ادا کرنے کے بعد آہستہ سے حسب معمول دعا درود پاک تسبیح پڑھے۔

❿ پھر ہاتھ اٹھا کر یا اسی طرح بیٹھے بیٹھے حج کی سہولت اور بہتر اور سنت کے مطابق ہونے کی دعا کرے۔

⓫ بہتر ہے کہ یہ دعا کرے جسے ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے۔

"اللهم انى اسئلك و رضاك و الجنة و اعوذبك من غضبك و النار."

ہو سکے تو یہ دعا بھی پڑھ لے زیادہ کلفت نہ کرے اوپر کی مختصر دعا کافی ہے۔

"اللهم احرم لك شعرى و بشرى و دمى من النساء و الطيب. و كل شىء حرمته على المحرم ابتغى بذلك وجهك الكريم."

شرح کنز میں تلبیہ ادا کرنے کے بعد اس دعا کو مستحب کہا ہے۔

"اللهم اعنى على فرض الحج، و تقبله منىٰ و اجعلنى من وفدك الذين رضيت عنهم و ارتضيت و قبلت اللهم قد احرم لك شعرى و بشرى و لحمى و دمى و عظامى." (شرح مناسک: ص۱۰۰)

اور شرح احیاء میں اسی قسم کی دعا ہے۔ اور "عظامی" کے بعد اس کا اضافہ ہے

"و حرمت على نفسى النساء و الطيب و لبس المخيط ابتغاء وجهك و الدار الآخرة." (شرح احیاء: ص۵۷۱)

۱۲ اس کے بعد تلبیہ میں عمرہ یا حج کا ذکر کر کے تلبیہ پڑھے۔ "لبيك بعمرة لبيك بحج لبيك بعمرة و حج." (سنن کبریٰ)

۱۳ اگر حج بدل ہو تو "لبيك عن فلان" فلاں کی جگہ جس کی جانب سے حج کر رہا ہے اس کا نام لے گا۔

(شرح مناسک: ص۱۰۱)

۱۴ پھر ہر وقت ہر موقعہ پر ذرا زور سے تلبیہ پڑھتا رہے کہ تلبیہ کا زور سے ادا کرنا مسنون ہے۔

۱۵ امام غزالی نے لکھا اگر کوئی تعجب خیز، اچھی اور رغبت والی چیز دیکھے تو کہے "لبيك ان العيش عيش الآخرة." (شرح احیاء: ص۵۷۳، سنن کبریٰ: ۵/۴۵، ماخوذ از شرح مناسک: ص۹۹)

احرام کی حالت میں کیا امور مباح اور جائز ہیں

◎ احرام کا بدلنا اور دوسرا احرام پہننا جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۲۲)

◎ گرمی اور نظافت کے لئے غسل بلا کراہت کے جائز ہے۔ البتہ سر نہ ملے کہ بال ٹوٹیں۔ (شرح مناسک)

◎ بدن ہاتھ پیر میں سرسوں تیل، تل کا تیل جس میں خوشبو اور سینٹ نہ ہو لگانا جائز ہے۔ (شرح مناسک)

◎ احرام کی حالت میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۲۲)

◎ دانت یا داڑھ میں درد ہو تو اس کا اکھاڑنا جائز ہے۔ (شرح مناسک)

◎ ناخن اگر خود سے ٹوٹ رہے ہوں اور لٹک رہے ہوں تو اس کو توڑ دینا کھینچ لینا درست ہے۔ (شرح مناسک)

◎ چادر میں آلپن لگانا کہ سینہ یا بدن چلنے میں نہ کھلے جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۱۱ ایضاً)

◎ سر پر تکیہ لگانا، کروٹ ہو کر تکیہ لگانا جس سے تکیہ سر پر گال پر آئے جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۱)

◎ داڑھی کے لمبے بالوں تک چادر اوڑھنا جائز ہے۔ داڑھی کے یہ لمبے بال چہرے کے حد میں داخل نہیں اور چہرہ کو ڈھانکنا اور سر کو ڈھانکنا منع ہے۔ (شرح مناسک)

◎ سر اور چہرے کے علاوہ تمام بدن کو کپڑے سے ڈھانکنا جائز ہے۔ مثلاً چادر اور لحاف کا اوڑھنا اس طرح جائز

ہے کہ سر اور منہ کھلے رہیں۔ (شرح مناسک :ص ۱۱)

◎ سونے کے وقت چادر یا لحاف سے پیر کو چھپانا جائز اور درست ہے۔ (ایضاً)

◎ سونے یا لیٹنے کی حالت میں قمیص کرتہ، قبا، شیروانی صرف سینہ و پیٹ پر رکھ لیا تو یہ درست ہے۔ یعنی رکھنا درست ہے پہننے کی طرح پہننا جائز نہیں۔ (شرح مناسک)

◎ حالت احرام میں کان کا چھپانا درست ہے۔ اسی طرح گردن کا۔ (شرح مناسک :ص ۱۲۴)

◎ گھی، تیل اور اس سے بنی تمام اشیاء کا کھانا درست ہے، بشرطیکہ اس میں سینٹ یا خوشبو نہ ڈالی گئی ہو۔

(شرح مناسک)

◎ چربی اور اس سے بنے کھانوں کا استعمال درست ہے۔ (شرح مناسک :ص ۱۲۴)

◎ نہانے میں اس صابن کا استعمال سر پر یا بدن پر کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ خوشبو یا سینٹ والے نہ ہوں۔ عموماً غسل کے اچھے اور قیمتی صابن خوشبودار ہوتے ہیں، اس لئے لگانے سے پہلے دیکھ لے۔

◎ سر کو آہستہ سے کھجلانا تا کہ بال نہ ٹوٹیں جائز ہے۔ (شرح مناسک :ص ۱۱)

◎ بدن کو آہستہ سے کھجلانا کہ بال نہ ٹوٹے اجازت ہے۔

◎ بدن کو کھجلایا خون نکل آیا تو کوئی حرج نہیں۔ (شرح مناسک :ص ۱۱)

◎ کسی خوشبودار شیء کو کھانے میں ڈال کر پکا دیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔

◎ کھانے میں سالن اس قدر تھوڑی اور معمولی خوشبو یا روح یا عطر وغیرہ ڈالی گئی ہے کہ بالکل خوشبو کا احساس نہیں ہو رہا ہے تو ایسا کھانا درست ہے۔ (شرح مناسک :ص ۱۲۱)

◎ حالت احرام میں سر پر دیگ برتن تصلی چار پائی وغیرہ اٹھانا جائز ہے۔ (شرح مناسک :ص ۱۲۴)

◎ حالت احرام میں پانی میں الائچی، لونگ ڈال کر کھانا درست نہیں ہاں اگر لونگ الائچی کو کھانے میں ڈال دیا اور کھانا پک گیا تو ایسا کھانا جائز ہے۔ (شرح مناسک :ص ۱۲۱)

انتباہ: خیال رہے کہ ہوائی جہاز پر کھانے میں کاغذ کا ایسا رومال ملتا ہے جو ہاتھ منہ پونچھنے کے لئے ہوتا ہے یہ خوشبودار ہوتا ہے۔ اس سے ہاتھ منہ پونچھنا درست نہیں ہے۔ بکثرت لوگ اس کاغذ سے ہاتھ منہ پونچھتے ہیں۔ ہوائی جہاز والوں کو اس سے کیا مطلب کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ اسی طرح حکومت سعودیہ کی طرف سے کھانے کا پیکٹ ملتا ہے اس میں بھی ہاتھ صاف کرنے کا رومال ہوتا ہے جو معطر اور خوشبودار ہوتا ہے لوگ کھانے کے بعد اس کا استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ بھی مکروہ ہے۔ محرم کے لئے خوشبو کا استعمال درست نہیں۔ حالت احرام میں بیلٹ کمر میں باندھنا خواہ کپڑے کا ہو یا چمڑے کا ہو یہ سلے ہوتے ہیں اور اس میں سلے ہوئے خانے اور جیب

ہوتے ہیں بلا کراہت جائز ہے۔ (شرح مناسک :ص ۱۲۲)

احرام کی حالت میں کیا چیزیں منع اور درست نہیں

۱ کرتا یا پاجامہ ٹوپی اور کسی بھی سلے ہوئے کپڑوں کا پہننا جائز نہیں۔ (شرح مناسک :ص ۱۱۷)

۲ عمامہ، یا کسی بھی کپڑے، رومال یا چادر سے سر یا منھ کا چھپانا سونے میں یا جاگنے میں درست نہیں۔

۳ قبا اور جبہ اور اسی طرح کوٹ کا پہننا بھی درست نہیں۔

۴ جوتا اور وہ چپل جو ٹخنوں کو چھودے درست نہیں۔

۵ مردوں کو موزہ پہننا درست نہیں، ہاں عورتوں کو موزہ جائز ہے۔

۶ ہاتھ کا موزہ بھی مردوں کو درست نہیں۔

۷ کسی بھی قسم کا خوشبو لگانا، استعمال کرنا، نہ کپڑے پر نہ بدن پر۔

۸ بدن پر تیل لگانا خواہ خوشبودار ہو یا نہ ہو ممنوع ہے۔

۹ سادہ یا خوشبودار تیل سر میں لگانا درست نہیں۔

۱۰ سینٹ کا لگانا سونگھنا درست نہیں۔

۱۱ سینٹ اور عطر سے خوشبودار کپڑے ورومال سے ہاتھ پونچھنا درست نہیں۔

۱۲ ہوائی جہاز پر کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے کے لئے جو کاغذ نما رومال دیتے ہیں اس میں ہلکی سی خوشبو ہوتی ہے اس سے ہاتھ اور منھ پونچھنا درست نہیں۔ قریب قریب سب لوگ اس سے ہاتھ اور منھ پونچھ لیتے ہیں۔ غفلت یا نادانی سے ایسا کرتے ہیں، یہ درست نہیں ایسا کرنے یا ہونے کی صورت میں صدقہ کرنا ہوگا۔

۱۳ خوشبودار کھانا، خوشبودار پانی اور شربت درست نہیں۔

۱۴ کھانے میں یا سالن میں عرق گلاب یا عرق کیوڑہ ڈالا گیا ہو تو اس کا کھانا درست نہیں ۔ ہے۔ عموماً فیرنی میں یا زردہ میں خوشبو ڈال دیتے ہیں اس کا کھانا درست نہیں۔

۱۵ جوں خواہ بدن پر ہو یا کپڑے و بستر پر ہو اس کا مارنا، یا پکڑ کر دھوپ میں ڈالنا درست نہیں۔

۱۶ جوں وغیرہ کا دوسروں کو مارنے کے لئے دینا درست نہیں۔

۱۷ حالت احرام میں سر میں کنگھی کا لگانا، اگرچہ بالوں کی پراگندگی سے ذہن منتشر ہو درست نہیں۔

۱۸ داڑھی میں کنگھی کا لگانا، خلال کرنا، تیل و خوشبو کا لگانا درست نہیں۔

۱۹ سر پر کسی بھی کپڑے کا چھتری وغیرہ کا ایسے طور پر لگانا کہ سر کو چھو جائے منع ہے۔

۲۰ تکیہ یا کسی بھی کپڑے یا چادر پر اوندھے منھ، منھ رکھ کر یا لگا کر لیٹنا اور سونا درست نہیں۔ یعنی تکیہ یا چادر کے

سہارے پیٹ اور منھ کے بل سونا آرام کرنا درست نہیں۔ ہاں کروٹ سونے میں گال تکیہ اور چادر سے لگے تو یہ درست ہے کہ یہی کروٹ سے سونا مسنون طریقہ ہے۔ یہ ممنوع نہیں۔

۲۱ کسی ایسے پھل کا سونگھنا جس میں خوشبو ہو یہ بھی منع ہے۔ شرح مناسک میں ہے "و الثمار الطيبة و كل نبات له رائحة طيبة." (شرح مناسک: ص ۱۲۱)

عموماً لوگ احرام کی حالت میں خوشبودار پھل کی خوشبو ناک لگا کر سونگھ لیتے ہیں یہ بھی ارادۃً منع ہے۔

۲۲ خوشبو کی وجہ سے عطار، عطر فروش کی دکان پر جانا بیٹھنا منع ہے۔

محرم سر، بدن، داڑھی کو کھجلا سکتا ہے کہ بال نہ ٹوٹے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا محرم اپنے پورے انگلیوں سے سر کھجلا سکتا ہے۔

ابومجلز کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ حالت احرام میں سر کھجلا رہے ہیں۔ آگے بھی اور پیچھے بھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ محرم اپنے بدن کو کھجلا سکتا ہے آپ نے جواب دیا ہاں۔

(سنن کبریٰ: ۵/۶۴، القریٰ: ص ۲۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے سر کو انگلیوں کے کنارے سے کھجلا رہے تھے۔ عطاء نے کہا محرم اپنے سر کو انگلیوں کے اندرون سے کھجلا سکتا ہے (یعنی ناخن سے نہیں کہ بال ٹوٹنے اور خون نکلنے کا اندیشہ ہوسکتا ہے)۔ (القریٰ: ص ۲۴۲)

فائدہ: محرم کو حالت احرام میں سر یا داڑھی میں یا بدن میں سرسراہٹ محسوس ہو، کھجلانے اور نوچنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہلکے سے انگلیوں کے اندر کے نرم حصے سے نوچ سکتا ہے ایسے طور پر کہ بال نہ گرے۔ (شرح مناسک: ۱۲۵)

تیزی اور سختی سے کھجانا اور نوچنا کہ بال ٹوٹنے کا احتمال ہو، مکروہ تحریمی ہے (ایضاً)

شامی میں ہے سر اور بدن کو آہستہ آہستہ کھجا سکتا ہے اگر ایک بال ٹوٹ جائے تو کچھ صدقہ کردے اگر ۳/ بال ٹوٹے تو ہتھیلی بھر گیہوں صدقہ کرے۔ (شامی: ۲/۴۹۱)

احرام کی حالت میں بالوں سے متعلق کچھ ضروری مسائل

عموماً چونکہ وضو کرتے وقت چہرے پر ہاتھ لگانے کے وقت یا داڑھی چھونے کے وقت بلا توڑے اور گرائے بھی بال ازخود سر یا داڑھی سے گرجاتے ہیں اس لئے چند اہم مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

◎ اگر نوچنے یا کھجلانے یا ہاتھ لگانے سے داڑھی یا سر کے ۳/ بال گریں تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔ (غنیۃ: ص ۲۵۸)

◎ اگراسی طرح کھجلانے یا ہاتھ لگانے سے ۳؍ بالوں سے زائد گر جائے تو ایک صاع، پونے دوکلو گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔

◎ اگر وضو کرتے ہوئے وضو کے دوران چہرہ دھوتے وقت ۳؍ بال سر یا داڑھی کے گر جائیں تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔

◎ اگر ۳؍ سے زائد بال گریں تو ایک صاع پونے دوکلو گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔

◎ اگر نوچنے یا کھجلانے سے ایک یا دو بال گر جائے تو ایک بال پر ایک مٹھی صدقہ ہوگا۔

◎ اگر بلا نوچے یا کھجلائے اپنے آپ ایک یا دو بال گر جائیں تو کچھ صدقہ نہیں کرنا ہوگا۔ (غنیۃ الناسک: ص ۲۵۸)

◎ سینہ اور پنڈلی وغیرہ کے بال اگر خود سے بلا اکھاڑے گر جائیں تو کوئی صدقہ اور دم نہیں ہے۔ حالت احرام میں زیر ناف بالوں کا مونڈنا کترنا اور اکھاڑنا جائز نہیں ہے۔

◎ اگر پورا زیر ناف بال دور کیا تو ایک دم قربانی واجب ہو جائے گی۔ (غنیۃ: ص ۲۵۵)

حالت احرام میں جوں مارنے کے متعلق چند مسائل

◎ حالت احرام میں اپنے بدن پر جوں کو مارنا منع ہے۔

◎ اگر اپنے بدن سے یا بال سے جوں کو مار دیا۔ دھوپ میں مرنے کی نیت سے ڈال دیا یا دھویا تاکہ مر جائے تو یہ ممنوع کا ارتکاب ہوا۔

◎ اگر بدن پر سے یا اپنے کپڑے پر سے ایک جوں کو مارا تو ایک روٹی صدقہ کرے۔ (مناسک: ص ۳۷۸)

◎ اگر اپنے بدن یا کپڑے پر سے دو یا تین جوں کو مارا تو ۳؍ مٹھی گیہوں صدقہ کرے۔

◎ اگر اسی طرح ۳ سے زائد مارا تو ایک کلو سات سو گرام گیہوں صدقہ کرے۔

◎ اگر اپنے کپڑے کو یا چادر کو یا بستر کو جس میں جوں تھے تو ظاہر ہے کہ وہ ۳؍ سے زائد ہوں گے دھوپ میں ڈال دیا۔ یا دھویا تاکہ مر جائے تو ایک کلو سات سو گرام گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔

◎ اگر بدن پر جوں کو دیکھا اور اسے پھینک ڈالا تو بھی اس کی جزا دینی ہوگی اسی ترتیب سے جیسا کہ گذرا۔ بدن پر سے پھینکنا ایسے ہی جیسے مارنا۔ (مناسک: ص ۳۷۹)

◎ اگر اپنے بدن پر جوں کو دیکھا خود تو کچھ نہ کیا مگر بغل میں بیٹھے شخص سے کہا خواہ وہ غیر محرم ہی سہی کہ اسے پھینک دو۔ یا مار دو۔ خواہ زبان سے کہا ہو یا اشارہ کیا ہو تو اس کی جزا واجب ہو جائے گی یعنی ایک ایک روٹی یا اس کے مثل ۲،۳ پر ۳؍ مٹھی گیہوں کا صدقہ، اگر جوں یا کھٹمل بدن پر یا کپڑے پر نہیں تھا زمین پر چل رہا تھا۔ یا دیوار پر تھا اور اسے مار دیا تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں کوئی جزا نہیں۔ "ان کانت علی الارض او

نحوها فلا شیء علیه." (مناسک: ص ۳۷۸)

◎ اسی طرح اس کے بدن پر یا اس کے کپڑے پر تو نہیں تھا دوسرے کے بدن یا کپڑے پر جوں تھا۔ اس نے اس کے بغیر کہے یا اشارہ کئے ہوئے مار دیا تو اس پر کوئی جزا یا صدقہ نہیں۔ اگر اس نے کہا یا اشارہ کیا تو جزا کہنے والے پر ہوگی۔

◎ خیال رہے کہ اگر کسی کے کپڑے یا چادر میں جوں تھا اس نے اسے اتار دیا یا الگ رکھ دیا یا کالی چیونٹی جو عموماً کاٹ لیتی ہے اس کو بدن پر یا کپڑے پر سے پھینک دیا۔ یا مسل دیا یا مار دیا تو اس پر کوئی جزا نہیں۔ اگر نہ کاٹنے والی چھوٹی چیونٹی تھی اسے مار دیا تو گناہ ہوگا۔ مگر کوئی جزا نہیں۔ اسی طرح مچھر کو مار ڈالا تو کوئی جزا نہیں۔ اسی طرح زمین کے کیڑے مکوڑوں کو جو عموماً کونے اور اندھیرے میں رہتے ہیں مثلاً جھینگر اسی طرح چوہیا کو مار ڈالا یا چھپکلی بدن پر آگئی یا کپڑے بستر پر یا دیوار وغیرہ پر تھی مار ڈالا تو کوئی جزا واجب نہیں۔

(شرح مناسک: ص ۳۷۹، غنیۃ الناسک: ص ۲۸۹)

حالت احرام میں چیونٹی مچھر کھٹمل مارنے کا حکم

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ بسا اوقات عرفات میں چیونٹی میرے پیٹ پر آکر کاٹ لیتی تھی میں اس کے سر کو کاٹ دیتا تھا اور اس کا دھڑ میرے پیٹ پر ہوتا۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۷۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابوامامہ نے پوچھا کہ مچھر کو مار سکتا ہوں، تو فرمایا اس میں کیا حرج ہے؟ عطا نے کہا کہ مکھی اور مچھر کے مارنے میں کوئی حرج نہیں۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ اگر مکھی یا مچھر کو حالت احرام میں مار دے تو کچھ نہیں۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۷۱)

فائدہ: خیال رہے کہ حالت احرام میں جو لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ کسی جانور اور کیڑے وغیرہ کو نہیں مار سکتا سو یہ غلط ہے۔ صرف انسانی بدن سے پیدا ہونے والے جوں کو مارنا منع ہے۔ اس کے علاوہ تکلیف دینے والے تمام کیڑے اس کے ضرر سے بچنے کے لئے مار سکتے ہیں۔ لہٰذا کھٹمل، مچھر اور مکھی کو حالت احرام میں مارنا جائز ہے۔ جیسا کہ غنیۃ میں ہے "و لا بقتل باقی هوام الارض و حشراتها کبعوض و نمل یوذی ...... و برغوث و بق و ذباب و فراش." (غنیۃ: ص ۲۸۹)

اسی طرح وہ چیونٹی جو کاٹتی ہو اس کا مارنا جائز ہے۔

محرم روپیہ رکھنے کی کمر پیٹی یا بیلٹ گو سلے ہوں پہن سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ محرم روپیہ رکھنے والی کمر پیٹی باندھ سکتا ہے۔ فرمایا ہاں اس میں کیا حرج ہے کہ اپنی رقم کو محفوظ رکھے۔ (سنن کبریٰ: ۶۹/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محرم روپیہ کی تھیلی اور انگوٹی پہن سکتا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۵/۶۹)

فائدہ: ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں ہے کوئی حرج نہیں کمر میں روپیہ رکھنے کے لئے تھیلی بیلٹ باندھے۔ (فتح القدیر: ۲/۵۴۵)

شرح مناسک میں ہے روپیہ کی تھیلی بیلٹ، کمر میں پٹکا روپیہ رکھنے کے لئے باندھ سکتا ہے (شرح مناسک: ۱۲۲)

اسی طرح شامی میں ہے روپیہ رکھنے کے لئے تھیلی وغیرہ کمر میں باندھ سکتا ہے۔ (شامی: ۲/۴۹۰)

خیال رہے کہ بازار میں بنا بنایا روپیہ اور پاسپورٹ وغیرہ رکھنے کے لئے چمڑے کا، ریگزین کا اور کپڑے کا ملتا ہے، جو کمر میں باندھا جاتا ہے۔ قریب قریب تمام لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ اور بڑی ضرورت کی چیز ہے۔

اس طرح ازار لنگی میں جیب لگانا تا کہ روپیہ پاسپورٹ وغیرہ رکھ سکے جائز ہے۔ (معلم الحجاج: ص ۱۱۵)

محرم گرمی اور دھوپ سے بچنے کے لئے چھتری لگا سکتا ہے

ام حصین نے بیان کیا کہ میں حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ میں نے حضرت اسامہ اور حضرت بلال کو دیکھا کہ ایک تو اونٹنی کے لگام کو پکڑے ہوئے تھے دوسرے گرمی کی وجہ سے آپ پر کپڑے کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوئے۔ (سنن کبریٰ: ص ۶۹، فتح القدیر: ص ۴۴۴، مسلم)

طاؤس نے بیان کیا کہ محرم حالت احرام دھوپ سے بچنے کے لئے سایہ لے سکتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۳۲۷)

فائدہ: شرح مناسک میں ہے محرم کسی بھی چیز کا سایہ مثلاً گھر کی دیوار کا، خیمہ کا، کپڑے وغیرہ کا لے سکتا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ جس سے سایہ لے رہا ہے، مثلاً کپڑا یا چھتری وہ سر کو نہ مس کرے۔ ”بحیث لا یمس رأسه.“ (شرح مناسک: ص ۱۲۶)

شامی میں ہے سایہ لینے میں سر اور چہرہ مس نہ کرے ورنہ کراہیت لازم آئے گی۔ (شامی: ص ۴۹۰)

فتح القدیر میں ہے جس سے سایہ کر رہا ہے اگر سر کو اور چہرے کو چھولے تو مکروہ ہوگا۔ ”ان کان یصیب یکره.“ (فتح القدیر: ص ۴۴۵)

پس اس بات کا خیال رہے کہ چھتری کا کپڑا جس سے دھوپ سے بچنے کے لئے سر کے اوپر رکھ رہا ہے وہ چہرے اور سر کو نہ لگے۔ اسے ذرا سا اوپر رکھے۔

اسی طرح سر پر طشت، تسلہ، کشتی اٹھا سکتا ہے بغیر سر پر کپڑا رکھے۔ (مناسک: ص ۱۲۴)

تلبیہ کے سلسلے میں سنن نبوی اور آداب کا بیان

نماز احرام سے فارغ ہوتے ہی نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا سنت ہے

سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی دو رکعت سے فارغ ہوئے حج کا تلبیہ پڑھا۔ (حاکم: ۱/۶۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے ہی مصلیٰ پر بیٹھے بیٹھے تلبیہ پڑھا۔ (یعنی نیت کی اور تلبیہ پڑھا تب کھڑے ہوئے)۔ (مستدرک حاکم: ۱/۶۶۱)

فائدہ: شرح مسند احمد میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد و داؤد کا قول ہے کہ نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھے اٹھنے سے پہلے نیت اور تلبیہ پڑھ لے۔ (شرح مسند احمد: ۱۱/۱۳۲)

یہی مسنون طریقہ ہے کہ نماز سے سلام پھیرتے ہی نیت، دعاء سہولیت وقبولیت کرے اور تلبیہ ادا کرے پھر اٹھے، نماز پڑھتے ہی محرم ہو جائے۔ نماز کے بعد نیت اور محرم ہونے میں فصل نہ ہو، احرام کی نیت سے پہلے تلبیہ نہ پڑھے، نیت کے بعد تلبیہ پڑھے۔ (شرح مسند: ص ۱۳۲)

تلبیہ سے پہلے سبحان اللہ الحمد للہ پڑھ لینا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر کہا پھر تلبیہ پڑھا۔

(بخاری: ۱/۲۱۰)

فائدہ: یعنی نماز دو رکعت پڑھی اور حسب عادت آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر جو معمول پڑھنے کا تھا پڑھا پھر تلبیہ پڑھا۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تلبیہ ادا کرنے سے پہلے سبحان اللہ الحمد للہ و اللہ اکبر کہہ لے۔ (عمدۃ القاری: ۹/۱۷۴)

احرام کے بعد نیت اور تلبیہ قبلہ رخ سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ قبلہ رخ ہو کر انہوں نے تلبیہ پڑھا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ (بخاری: ص ۲۱۰، سنن کبریٰ: ص ۳۹)

فائدہ: خیال رہے کہ احرام کی نماز کے بعد کپڑا سر سے ہٹا کر اسی قبلہ رخ بیٹھے ہوئے نیت پڑھے اور بغیر کھڑے ہوئے اور رخ بدلے یعنی قبلہ رخ ہی منہ کئے ہوئے حج کا عمرہ کا تلبیہ پڑھ لے۔

اس وقت تلبیہ سے جواحرام باندھنا ہو قبلہ رخ ہو کر پڑھنا سنت ہے۔ آپ نے پہلا تلبیہ اسی طرح پڑھا تھا۔ اسی کی طرف تصریح کرتے ہوئے امام بخاری وغیرہ نے باب قائم کیا ہے۔ (استقبال القبلة عندالاهلال) اس کے بعد جو تلبیہ کثرت سے ہر موقعہ پر ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے چڑھتے اترتے پڑھا جائے گا اس کے لئے قبلہ رخ مسنون نہیں ہے۔ یہ تو حسب موقع ہر رخ میں پڑھا جائے گا۔

نیت فرض ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اسی کا اعتبار ہے جس کی یا جو نیت کرے۔ (بخاری: ۱/۲، سنن کبریٰ: ص ۳۹)

اس حدیث پاک سے تمام ائمہ ارباب علم فقہاء کرام نے عبادت میں نیت کا ہونا لازم قرار دیا ہے۔ بغیر نیت اور دل کے قصد کوئی فرائض، نماز روزہ حج و زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ سنن کبریٰ میں امام بیہقی نے "النية فی الاحرام" باب قائم کر کے تصریح کی ہے کہ بغیر نیت و ارادہ کے احرام درست نہیں۔ جب احرام صحیح نہیں تو عمرہ اور حج بھی صحیح نہیں۔ عزالدین بن جماعہ نے بیان کیا کہ جب حج کا احرام باندھے تو دل سے نیت کرتے ہوئے زبان سے کہے "نویت الحج"۔ (۲/۵۰۶)

فَائِدَۃ: نیت دل کا فعل ہے، اس کا دل اور قلب سے ادا کرنا فرض ہے۔ (مناسک: ص ۵۰۲)

پس جس قسم کا بھی آدمی احرام باندھ رہا ہے خواہ عمرہ کا یا حج کا خواہ افراد ہو یا قران ہو یا تمتع ہو۔ دل سے ارادہ اور نیت کرنا فرض ہے۔ (شرح مناسک: ص ۱۰۱)

بغیر نیت کے حج یا احرام حج نہ ہوگا۔ (شامی: ص ۱۰۶)

دل کے ارادہ کے ساتھ زبان سے کہنا مستحب ہے تا کہ استحضار ہو جائے مثلاً میں نے عمرہ کا ارادہ کیا ہے۔ یا حج کا ارادہ کیا ہے۔ (اس کے ساتھ یہ بھی ملا دے کہ اے اللہ اسے آسان فرما اور قبول فرما)۔ (شرح مناسک: ص ۱۰۱)

اگر صرف دل سے ارادہ کیا اور زبان سے نیت وغیرہ کا کوئی لفظ نہیں نکالا تب بھی صحیح نیت کا اعتبار ہے غلطی سے نیت کے خلاف دوسرا لفظ نکل جائے تو لفظ کا اعتبار نہیں۔ مثلاً دل سے نیت تھی حج افراد کا بھولے سے لفظ تمتع نکل گیا یا نیت تو تمتع کی تھی لفظ قران کا نکل گیا تو زبان سے نکلے کا اعتبار نہیں، نیت اور دل کا اعتبار ہوگا۔

(شرح مناسک: ص ۱۰۱)

ہاں مگر خیال رہے کہ نیت اور ارادہ کے بعد جب تلبیہ نہ پڑھے گا تو احرام نہ بندھے گا اور وہ بھی تلبیہ زبان سے ادا کرنا ضروری ہوگا۔ (شرح مناسک: ایضاً)

پس نیت میں تو دل کا ارادہ کافی ہے اور تلبیہ زبان سے پڑھنا کہ آواز آجائے ضروری ہے۔ ہاں صرف گونگے

کو اجازت ہے کہ وہ دل سے تلبیہ پڑھے یہاں بھی بعض علماء نے کہا کہ آواز نہ نکلے تو زبان کو حرکت دے اور ہلائے۔ (شرح مناسک: ص۱۰۱)

نیت کرتے ہوئے زبان سے یہ ادا کرنا بہتر ہے۔ "اللهم انی ارید الحج فیسره لی و تقبله منیٰ و اعنی علیه و بارك لی فیه. یا نویت الحج و احرمت به لله تعالیٰ" پڑھے۔ (ہدایۃ السالک)

آپ تلبیہ کس طرح پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا۔ "لبیك اللهم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شریك لك."

(بخاری: ص۲۱۰، بیہقی: ص۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بھی تلبیہ کے یہی الفاظ ہیں اور اس کے بعد ہے کہ آپ اس سے زائد کوئی کلمہ نہیں پڑھتے تھے۔ (مسند احمد، بیہقی، سنن کبریٰ: ص۴۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ ایسا ہی تھا۔ یہی تلبیہ سنت اور مسنون ہے، البتہ اس روایت میں لبیک شروع میں ایک مرتبہ ہے۔ اور بعض روایتوں میں شروع میں دو مرتبہ لبیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب تلبیہ پڑھتے تو اس طرح پڑھتے اور فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی تلبیہ پڑھا ہے: "لبیك لبیك اللهم لبیك، لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك و الملك لاشریك لك." (مجمع الزوائد: ص۲۲۲، شرح مسند: ص۱۷۶)

مسند احمد کی اس روایت میں "اللهم" سے پہلے دو مرتبہ "لبیك" ہے۔ باقی تمام روایتوں میں "لبیك اللهم" ہے۔

حضرت عمرو بن معدیکرب کی روایت میں ہے کہ ہم لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تلبیہ سکھایا ہے۔ "لبیك اللهم لبیك لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك و الملك لاشریك لك."

(شرح مسند احمد: ص۱۸۶)

فائدہ: تلبیہ مسنون تو یہی مذکورہ تلبیہ ہے۔ جو "لاشریك لك" پر ختم ہے۔ اس سے زیادتی آپ سے ثابت نہیں۔ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ مسنون تلبیہ پر زائد کرنا جیسا کہ بعض صحابہ سے ثابت ہے اس کو بعض ائمہ مجتہدین بہتر نہیں سمجھتے۔ "کمافی عنایه"۔ (فتح القدیر: ص۴۳۷)

بعض علماء جو ماثور اور منقول ہو اس کی زیادتی کی اجازت ہی نہیں مندوب اور مستحب قرار دیتے ہیں۔ در مختار میں ہے "وزد ندبا فیها"۔ (فتح القدیر: ص۴۸۴) اور زیادتی مندوب ہے۔ اسی طرح ابن ہمام نے بھی زیادتی کو بہتر

قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر: ص ۴۳۶)

آپ نے کبھی یہ تلبیہ بھی پڑھا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلبیہ کہا ہے۔ "لبيك الٰه الحق لبيك."

(طحاوی: ص ۳۶۳، سنن کبریٰ: ۵/ ۴۵، بلوغ الامانی: ص ۱۷۷، استذکار: ۹/ ۸۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ یہ (بھی) تھا۔ "لبيك حج حق تعبداً و رقاً." (شرح مسند احمد: ص ۱۸۵، کنز العمال: ۵/ ۱۴۹، تلخیص الحبیر: ص ۸۶۲)

فائدہ: بعض نسخوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں "الٰه الخلق" ہے بجائے "الحق" کے۔ حسب موقعہ یاد رہے تو یہ تلبیہ بھی کبھی پڑھ لے کہ اس پر بھی عمل ہو جائے۔

آپ نے عرفات میں یہ تلبیہ بھی پڑھا تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں خطبہ دیا جب "لبيك اللهم لبيك" کہا تو یہ بھی کہا "انما الخير خير الآخرة." (سنن کبریٰ: ۵/ ۴۵، مجمع الزوائد: ۳/ ۲۲۳، شرح مسند: ص ۱۸۵)

فائدہ: بہتر تو یہ ہے کہ مشہور اور مسنون تلبیہ ہی دعا و اذکار کے ساتھ پڑھتا رہے اور کبھی یہ بھی پڑھ لے تا کہ اس تلبیہ مسنون پر بھی عمل ہو جائے۔ پس اس طرح پڑھ لے۔ "لبيك اللهم لبيك انما الخير خير الآخرة."

مسنون تلبیہ پر زیادتی حضرات صحابہ سے ثابت اور اس کی اجازت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اس پر (تلبیہ مسنون جو "والملك لا شريك" ہے) یہ زائد کرتا ہوں۔ "لبيك لبيك و سعديك و الخير فى يديك لبيك و الرغباء اليك و العمل."

(ابوداؤد: ص ۲۵۳، بخاری، ابن خزیمہ: ۴/ ۱۷۱، شرح مسند: ص ۱۷۵، طحاوی: ص ۳۶۳، سنن کبریٰ: ۵/ ۴۴)

فائدہ: ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مسنون تلبیہ کے الفاظ سے زائد کیا ہے۔ مثلاً حضرت ابن عمر نے (جس کا ذکر اوپر کی روایت میں ہے) حضرت ابن مسعود نے اضافہ کیا ہے۔ "لبيك عدد التراب." حضرت علی نے اضافہ کرتے ہوئے کہا "لبيك ذالنعماء و الفضل الحسن." اسود بن یزید نے تلبیہ میں یہ زاید کہا "لبيك غفار الذنوب." (سنن کبریٰ: ۵/ ۴۴، عمدۃ القاری: ص ۲۳)

ابن ہمام اور صاحب عنایہ نے بھی جو زیادتی منقول و ماثور ہو اسے جائز قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر: ۳/ ۴۳۶)

ملا علی قاری نے شرح مناسک میں بھی زیادتی کو جائز ہی نہیں حسن قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں پس اگر تلبیہ کے آخر میں (بیچ میں نہیں) تو بہتر ہے مستحب ہے مثلاً "لبيك و سعديك و الخير بيديك و الرغباء اليك لبيك الٰه الخلق لبيك بحجة حقاً تعبداً و رقاً لبيك ان العيش عيش الآخرة." پس جو آپ سے یا

صحابہ سے مروی ہے ایسی زیادتی مستحب ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۰۲)

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام محمد، ثوری، اوزاعی، زیادتی کی اجازت دیتے ہیں مگر خود امام طحاوی نے اپنا مسلک زیادتی کو مکروہ بیان کیا ہے۔ (طحاوی: ۱/۳۶۳)

تلبیہ مسنون پر جمہور احناف زیادتی کو مستحب اور مندوب قرار دیتے ہیں۔ شرح طحاوی میں ہے کہ امام مالک زیادتی کو مکروہ کہتے ہیں۔ امام ثوری، امام اوزاعی، امام محمد زیادتی کی اجازت دیتے ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ امام احمد بھی زیادتی کے قائل ہیں۔ امام ابویوسف امام شافعی کے ایک قول میں زیادتی کی اجازت نہیں ہے اور یہی مسلک امام طحاوی کا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری: ۹/۱۱۳)

پس بہتر ہے کہ کبھی حسب موقعہ یہ تلبیہ دیکھ کر پڑھ لے، ورنہ تو ہمیشہ اور کثرت سے مسنون تلبیہ جس پر امت کے ہر طبقہ کا تعامل ہے پڑھتا رہے، عموماً لوگ اسے ہی یاد کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہی تلبیہ اصحاب کو سکھاتے تھے جیسا کہ حضرت عمرو بن معدی کی روایت میں ہے "علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم." لہٰذا اسی کو کثرت سے پڑھے۔ (مجمع الزوائد: ۳/۲۲۲)

نیت اور تلبیہ کے بعد کیا بہتر ہے

قاسم بن محمد نے بیان کیا ہے کہ مستحب ہے کہ جب تلبیہ سے فارغ ہو جائے تو درود شریف پڑھے۔

(القریٰ: ص۱۷۸، دار قطنی، بلوغ المرام: ص۱۸۶، شرح احیاء)

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب تلبیہ سے فارغ ہوتے خواہ حج یا عمرہ کے تو اللہ پاک سے رضا اور جنت کا سوال کرتے، پھر اس کی رحمت سے جہنم سے پناہ مانگتے۔ پھر پسندیدہ دعا مانگتے۔

(مجمع الزوائد: ص۲۲۴، شرح احیاء: ص۵۷۰، بلوغ المرام: ص۱۹۱)

یعنی "اللھم انی اسئلک رضاک و الجنة و اعوذبک من غضبک و النار."

فَائِدَہ: انہیں روایت مذکورہ کے پیش نظر ملا علی قاری نے شرح مناسک میں بیان کیا ہے کہ نیت حج وعمرہ کے بعد سہولت اور مقبولیت کی دعا کرے۔ پھر تلبیہ پڑھے پھر اس کے بعد درود شریف پڑھے۔ پھر "اللھم انی اسئلک الحج" اور جو پسندیدہ دعا ہو وہ کرے۔ یعنی حج کے ارکان کی سہولت کا، سنت کے مطابق ادائیگی کا۔ خلوص اور عافیت کے ساتھ امور مناسک کے ادا ہونے کا۔ وغیرہ وغیرہ کی دعا کرے۔ (شرح ملا: ص۱۰۰)

آپ تلبیہ پڑھنے کے بعد کیا دعا مانگتے

حضرت خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ جب تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ پاک سے رضامندی کا جنت کا سوال کرتے اور اس کی رحمت سے جہنم سے معافی طلب فرماتے۔ (دار قطنی: ص القریٰ: ص۱۷۸، بیہقی)

فائدہ: تلبیہ پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگنی سنت ہے:

اللهم انی اسئلك رضاك و الجنة و اعوذبك برحمتك من النار.

شرح مناسک میں ملاعلی قاری نے یہ دعا نقل کی ہے:

"اللهم انی اسئلك رضاك و الجنة و اعوذبك من غضبك و النار." (شرح مناسک:ص۱۰۰)

مزید اور دعائیں پیچھے گذر چکی ہیں۔

جوارادہ ہو تلبیہ میں اس کا ذکر کرنا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا "لبیك بعمرة و حج."

(طحاوی:۱/ ۳۷۸، بلوغ الامانی:۱۱/ ۱۷۷، سنن کبریٰ:ص۴۰)

عکرمہ بن عمار کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر دیکھا، آپ تلبیہ پڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "لبیك بحجة وعمرة معاً." (بلوغ الامانی:۱۱/ ۱۴۹)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حج میں) آئے تو "لبیك بالحج" کہہ رہے تھے۔ (سنن کبریٰ:ص۴۰)

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے، اس لئے آپ نے عمرہ اور حج کو تلبیہ میں جمع کیا تھا۔ قران میں عمرہ اولاً ادا کرنے کے بعد احرام کھولا نہیں جاتا بلکہ حج کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھلتا ہے۔

خیال رہے کہ اس کی ترتیب یہ ہے کہ نماز کے بعد جو تلبیہ نیت کے بعد کرے گا تو اس وقت تو صرف تلبیہ کے الفاظ جو مسنون ہیں ادا کرے گا۔ پھر بعد میں اٹھنے کے بعد جو مختلف موقعوں پر تلبیہ کہے گا اس میں "لبیك عن حج یا لبیك بعمرة" پڑھے گا۔

چنانچہ ملاعلی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں "یستحب ان یذکر فی اهلاله ما احرم به من حج او عمرة." یعنی اگر حج افراد ہے تو "لبیك بحج" کہے گا۔ اور اگر قران ہے تو "لبیك بعمرة و حج" کہے گا عمرہ کو پہلے ادا کرے گا۔ اگر تمتع ہے تو "لبیك بعمرة" کہے گا۔ (شرح مناسک:ص۱۰۱)

تلبیہ کے فضائل و احکامات

تلبیہ حج کے شعائر، اساسی اور بنیادی علامت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تلبیہ بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا اور یہ کہ یہ حج کے شعائر میں سے ہے۔ (مجمع الزوائد:ص۲۲۴، سنن کبریٰ:۵/ ۴۶، بلوغ الامانی:ص۱۸۱)

فائدہ: شعائر مخصوص اور اساسی علامتوں کو کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے امور سے الگ اور ممتاز

ہو جائے۔ اسی طرح تلبیہ حج کے مخصوص اور بنیادی علامتوں میں سے ہے۔ پس اس کو جس قدر کثرت سے پڑھے گا اسی قدر حج اور مناسک کے وہ شعائر کو ادا کرنے والا ہوگا۔

حجاج کرام کے تلبیہ پڑھنے سے اردگرد کی چیزیں بھی تلبیہ پڑھنے لگ جاتی ہیں

حضرت سہل بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص تلبیہ پڑھتا ہے جو اس کے دائیں بائیں اردگرد کی چیزیں درخت، پتھر یہاں تک کہ زمین کی انتہا تک یہاں سے وہاں تک کی تمام چیزیں تلبیہ لبیک لبیک کہنے لگ جاتی ہیں۔ (ابن خزیمہ: ۴/۱۷۵، عمدۃ القاری: ص ۱۷۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تلبیہ پڑھنے والے کی تمام چیزیں جو نباتات اور جمادات ہیں موافقت میں تلبیہ پڑھنے لگ جاتی ہیں۔ گویا اس میں تلبیہ کی ترغیب ہے کہ حجاج کرام کے تلبیہ سے بظاہر بے زبان غیر جان دار بھی تلبیہ پڑھنے لگ جاتے ہیں پس تم کثرت سے تلبیہ پڑھو۔

لبیک لبیک کہنے پر جنت کی بشارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جو کوئی بھی تکبیر و تلبیہ پڑھتا ہے اسے بشارت دی جاتی ہے۔ پوچھا گیا جنت کی، فرمایا ہاں۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ پاک سے بار بار کہتا ہے اے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں، تو اللہ پاک خوش ہو کر فرماتے ہیں ان کو جنت کی بشارت دے دو۔

حج میں دو عبادت خاص اور اہم اور بنیادی امر ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا (حج کا) کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا تلبیہ پڑھنا، اور قربانی کرنا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ص ۲۵، ترمذی: ۱/ ۱۷۰، سنن کبریٰ: ص ۴۳)

حضرت سائب کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا آپ خوب کثرت سے تلبیہ پڑھنے والے اور قربانی کرنے والے ہو جائیے۔ (بلوغ الامانی: ص ۱۸۰)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں افضل ترین حج وہ ہے جس میں کثرت سے تلبیہ پڑھنا اور قربانی کرنا ہو۔ (سنن کبریٰ: ۵/۴۳، تلخیص: ص ۸۶۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حج میں دو چیزوں کو اہتمام اور کثرت سے ادا کرنا حج کی شان میں سے ہے۔ ایک یہ کہ خوب تلبیہ پڑھے۔ چونکہ یہ ذکر حج ہی میں اور وہ بھی عرفہ تک یا رمی جمرہ تک ہے۔ دوسرے جانور کی قربانی کرے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ افراد کرتے ہیں کہ قربانی واجب نہ ہو بہتر نہیں۔ قربانی حج کی شان اور معیاری عبادت ہے پس اگر خدا سہولت دے تو قربانی زائد سے زائد کرے۔ آپ نے سو اونٹوں کی قربانی کی تھی۔

آپ خوب کثرت سے تلبیہ پڑھتے

محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تلبیہ پڑھتے تھے۔ (ہدایۃ السالک: ص ۵۱۲)

فائدہ: احرام باندھنے کے بعد تمام اذکار کے مقابلہ میں تلبیہ کو فضیلت ہے۔ چونکہ تمام اذکار اور ہر وقت ہر زمانہ میں کئے جاسکتے ہیں۔ اور تلبیہ صرف احرام کے بعد رمی تک اس لئے آپ کثرت سے تلبیہ پڑھتے تھے۔ اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے وقت اہتمام سے پڑھتے۔

روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام ان موقعوں پر خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے۔ ① نماز کے بعد، ② تہجد کے وقت، ③ قافلہ یا احباب رفقاء سے ملنے اور ملاقات پر ④ سوکر اٹھنے کے بعد ⑤ سواری پر چڑھتے اور اترتے وقت ⑥ اونچی زمین پر چڑھتے وقت ⑦ نیچی زمین پر سے اترتے وقت۔ مزید تفصیل تلبیہ کے مسائل کے ذیل میں آرہی ہے۔

تلبیہ کو ذرا بلند آواز سے پڑھنے کا حکم اور اس کی تاکید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا کہ تلبیہ کو بلند آواز سے ادا کیا جائے۔ (سنن کبریٰ، بلوغ الامانی: ۱۱/۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور حکم دیا کہ تلبیہ زور سے ادا کیا کروں۔ (مسند احمد، مرتب: ص ۱۸۱، عمدۃ القاری: ص ۱۷۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں مدینہ میں چار، ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ (پھر احرام باندھا) میں نے سنا سب تلبیہ چیخ کر ادا کر رہے تھے۔ (بخاری: ص ۱۹۷)

خلاد بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا اپنے اصحاب کو حکم دیجئے کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں کہ حج کے خاص اور اہم امور میں سے ہے۔ (بلوغ الامانی: ۱۷۹)

فائدہ: تلبیہ زور سے بلند آواز سے ادا کرنا سنت ہے۔ اسی پر امت کا عمل بھی ہے، شرح بخاری میں تلبیہ زور سے بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ یہ مردوں کے حق میں ہے عورتیں تلبیہ آہستہ پڑھیں گی۔

صحابہ کرام تلبیہ بلند آواز سے پڑھتے کہ ان کی آواز بیٹھ جاتی

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان کی آواز بیٹھ گئی۔ (ابن ابی شیبہ، تلخیص الحبیر: ص ۸۶۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حج کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ابھی دوسرے دن روحاء بھی نہیں پہنچے کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھنے کی وجہ سے ہماری آواز بیٹھ گئی۔ (مجمع الزوائد: ۳/۲۲۴)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ تلبیہ کہتے ہوئے مقام روحاء پہنچے تو ان کی آواز بیٹھ گئی۔
(عمدۃ القاری، سنن کبریٰ: ص ۴۳)

فائدہ: تلبیہ بلند آواز سے بار بار پڑھنا حج کے شعائر میں سے ہے۔ ظاہر ہے کہ بار بار کثرت سے پڑھنے پر آواز بیٹھ ہی جائے گی۔

۳/آوازیں خدائے پاک کے لئے ملائکہ پر باعث فخر ہے

حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳/آوازیں وہ ہے جس سے اللہ پاک فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں ① اذان ② جہاد میں تکبیر ③ تلبیہ کی بلند آوازیں۔ (سعید بن منصور، عمدۃ القاری: ۹/۱۷۱)

فائدہ: یعنی فرشتوں سے اللہ پاک فخراً فرماتے ہیں دیکھو میرے بندے کس طرح بلند آواز سے میری بڑائی بیان کر رہے ہیں اور بار بار اپنی حاضری اور میرے گھر آنے کو ظاہر کر رہے ہیں۔

خصوصی طور پر تلبیہ کب کس کس موقعہ پر پڑھنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر جب بھی کسی قافلہ سے ملاقات ہوتی یا کسی اونچے ٹیلے پر چڑھتے یا نشیب میں اترتے اسی طرح فرض نماز کے بعد اور شب اخیر میں تلبیہ پڑھتے۔
(تلخیص، بلوغ الامانی: ص ۱۹۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر چڑھتے اترتے اور لیٹتے تلبیہ پڑھتے رہتے۔
(تلخیص، کتاب الام: ۲/۱۵۷، ہدایۃ السالک: ۲/۵۱۲، بلوغ الامانی: ۱۱/۱۹۰)

ابن ابی شیبہ میں ابن سابط سے مروی ہے کہ حضرات صحابہ کرام چار مقام پر تلبیہ (اہتمام سے) پڑھتے۔ نماز کے بعد، کسی نشیب میں اترتے، اونچائی پر چڑھتے، اور رفقاء اور اصحاب کی ملاقات پر۔
(تلخیص الحبیر: ص ۸۶۰، شرح احیاء: ۴/۵۷۲)

حضرت سلیمان بن خیثمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ کے اصحاب جب نشیب میں اترتے، یا ٹیلے پر چڑھتے، یا قافلہ سے ملاقات کرتے، شب اخیر میں اور نماز کے بعد تلبیہ (خاص طور پر اہتمام کے ساتھ) پڑھتے۔
(سعید بن منصور، ہدایۃ السالک: ص ۵۱۲)

فائدہ: نماز کے بعد تلبیہ پڑھنا جب کہ حالت احرام میں ہو سنت ہے۔ جمہور اور تمام علماء کے نزدیک ہر نماز کے بعد تلبیہ پڑھنا سنت ہے، خواہ فرض ہو یا نفل، احناف کا بھی یہی مسلک ہے، نفل اور سنت نماز کے بعد بھی تلبیہ پڑھے۔ البتہ امام طحاوی نفل کے بعد پڑھنے کے قائل نہیں۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ظاہر روایت میں نماز کے بعد تلبیہ ہے۔ کوئی قید فرض یا نفل نہیں۔ (فتح القدیر: ص ۴۴۵)

اسی طرح علامہ شامی نے بھی اسی کو صحیح اور معتمد قرار دیا ہے جو مفتی بہ ہے۔ (شامی:۲/۴۹۰)

ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے کہ فرض، سنت نفل ہر نماز کے بعد تلبیہ پڑھے اور امام طحاوی کے قول کو کہ صرف فرض کے بعد پڑھے۔ شاذ (قابل ترک) قرار دیا ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۰۳)

طواف میں تلبیہ نہیں ہے ذکر دعا وغیرہ ہے

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف بیت اللہ میں تلبیہ نہیں پڑھتے تھے۔

(سنن کبریٰ: ص۴۳)

فائدہ: طواف کرتے ہوئے تلبیہ نہیں پڑھا جائے گا۔ خواہ طواف قدوم ہو یا عمرہ کا طواف ہو۔ اسی طرح اگر طواف فرض رمی سے پہلے کر رہا ہے کہ طواف رمی سے پہلے کر سکتا ہے تو اس میں بھی تلبیہ نہیں پڑھے گا اور رمی کے بعد اگر طواف کر رہا ہے تب بھی نہ پڑھے گا کہ تلبیہ رمی کرتے ہی بند ہو جاتا ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۰۴، شامی: ۲/۴۹۱)

جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہے۔

(طحاوی: ۱/۴۱۷، بلوغ الامانی: ص۱۸۳)

حضرت فضل نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔ (بخاری: ۱/۲۲۸)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک قربانی کے دن تلبیہ پڑھتے رہے جب تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی نہ کی۔ (طحاوی: ص۴۱۷، ترمذی: ص۱۸۵، ابوداؤد: ص۲۵۲، سنن کبریٰ: ص۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں خوب دھیان سے دیکھ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی پہلی رمی نہ کرلی۔ یعنی پہلی رمی سے پہلے، تلبیہ چھوڑ دیا۔ (سنن کبریٰ: ص۱۳۷)

عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ حج کیا، ان سے میں تلبیہ ہمیشہ سنتا رہا۔ یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی پس جیسے کنکری پھینکی تلبیہ چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا۔

(سنن کبریٰ: ۵/۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے گیارہ مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا وہ جمرہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہتے تھے۔ (اعلاء السنن: ۱۰/۱۱۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے بعد سے تلبیہ پڑھنا شروع کر دے گا۔ اور یوم النحر میں جب جمرہ عقبہ کی رمی کرے گا تو پہلی رمی کے وقت تلبیہ چھوڑ دے گا۔ اس کے بعد تلبیہ ختم۔ اب نہ پڑھے گا۔ پس عرفات میں مزدلفہ میں اور منیٰ می رمی شروع کرنے سے پہلے تک تلبیہ پڑھتا رہے گا۔

شرح مناسک میں ہے یوم النحر میں جیسے ہی جمرہ عقبہ کی پہلی رمی کرے تلبیہ بند کردے گا خواہ حج افراد ہو یا تمتع ہو یا قران ہو۔ اگر زوال کے بعد کررہا ہے تب بھی تلبیہ اول رمی تک پڑھتا رہے گا۔ ہاں غروب شمس کے بعد رمی کررہا ہے تو سورج ڈوبنے کے بعد تلبیہ بند کردے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۵)

تلبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا جواب ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوگئے تو ان سے کہا گیا لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ تو انہوں نے کہا کیسے میری آواز لوگوں تک پہنچے گی۔ تو اللہ پاک نے فرمایا تم اعلان کرو۔ آواز پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی لوگو! اس خانہ خدا کا تم پر حج مقرر کیا گیا ہے، تو اسے تمام زمین آسمان والوں نے سنا اسی وجہ سے تم نہیں دیکھتے ہو دور دراز علاقے سے لبیک لبیک کہتے ہوئے لوگ آتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: ص ۱۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت تک وہی لوگ حج کریں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب (لبیک لبیک کہہ کر) دیا ہوگا۔ (عمدۃ القاری: ۹/۱۷۲)

تلبیہ سے گناہ اس طرح معاف جیسے ماں نے آج ہی جنا ہو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کو احرام باندھے اور شام تک تلبیہ پڑھتا رہے تو اس کے گناہ اس طرح ختم ہوجائیں گے گویا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (ابن ماجہ: ۲۱۶، سنن کبریٰ: ۱۷۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صبح وشام جو تلبیہ ادا کرتا رہا ان اوقات کے علاوہ جو دوسری مصروفیت کے ہوتے ہیں مثلاً کھانا پینا پاخانہ پیشاب کرنا، دیگر عبادات نماز تلاوت کے علاوہ وقت یعنی اکثر اوقات تلبیہ ادا کرتا رہا، پھر ایک دن کی یہ فضیلت ہے پھر کم سے کم ۳/ دن تک کثرت سے ادا کرنے کی کتنی فضیلت ہوگی۔

حج کی زینت تلبیہ ہے

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حج کی زینت تلبیہ ہے۔ (بلوغ الامانی: ۹/۱۷۹)

فائدہ: جس طرح ہر شئی کی زینت ہوتی ہے جس سے اس کی اچھائی اور مرتبہ کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح تلبیہ حج کی زینت ہے۔

تلبیہ اور نیت کے متعلق چند اہم مسائل

◎ مسنون تلبیہ جو بکثرت صحیح روایتوں سے ثابت ہے وہ یہ ہے "لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شريك لك." (شامی: ۲/۴۸۴)

"إن" زیر کے ساتھ پڑھے "الملك" پر وقف رکنا سانس توڑنا بہتر ہے۔

◎ نیت کے بعد تلبیہ کا زبان سے ادا کرنا واجب ہے بغیر تلبیہ زبان سے پڑھے احرام صحیح نہ ہوگا۔ (فتح:۲/۴۳۷)
◎ نیت اور تلبیہ پڑھنا دونوں احرام کے لئے ضروری ہے۔ "اذا نوی و لبّیٰ فقد احرم." (فتح القدیر)
◎ تلبیہ پڑھ لیا اور نیت نہیں کیا (دل سے ارادہ نہیں کیا کہ حج یا عمرہ ہے) تو احرام صحیح نہ ہوا۔ (عنایہ)
◎ نیت تو کر لیا۔ حج یا عمرہ کا مگر تلبیہ نہیں پڑھا تو بھی احرام صحیح نہ ہوا۔ (عنایہ علی الفتح)
◎ تلبیہ کا ایک مرتبہ زبان سے پڑھنا شرط ہے احرام کے باندھنے کے وقت اس سے زائد سنت ہے۔

(فتح:۲/۴۳۶)

◎ نیت کرنے کے بعد تلبیہ زور سے پڑھے پھر آہستہ سے درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے۔ (شامی:ص۴۸۴)
◎ اگر گونگا ہے تو دل سے پڑھ لے اور ذرا زبان کو حرکت دے تو بہتر ہے۔ (شرح مناسک:ص۱۰۱)
◎ تلبیہ میں حج یا عمرہ جس کا ارادہ کیا ہے اس کا ذکر کرنا سنت ہے، مثلاً "لبیك بحجة یا عمرة."

(شرح مناسک:ص۱۰۲)

◎ نیت کے بعد تین مرتبہ لگا تار تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔ (فتح القدیر)
◎ تلبیہ خوب زور سے چلا کر نہ پڑھے کہ مشقت ہو اور گلا خشک ہو جائے۔ (فتح القدیر)
◎ اگر فرض حج ادا کر رہا ہے تو حج فرض کا ذکر کرنا بہتر ہے۔ مثلاً حج فرض کی نیت کرتا ہوں۔ (غنیۃ:ص۷۳، شامی، فتح)
◎ اگر حج نفل کا ارادہ ہے تو صرف حج کا ذکر وارادہ کافی ہے۔ (غنیۃ)
◎ اگر حج قران کا ارادہ ہے تو پہلے عمرہ کا ذکر کرنا بہتر ہے۔ مثلاً اے اللہ عمرہ اور حج کا ارادہ ہے۔ (غنیۃ)
◎ قران میں "لبیك بعمرة و حجة." کہا جائے گا۔ (غنیۃ:ص۷۴)
◎ اگر احرام اور حج دوسرے کسی کی جانب سے ہے یعنی حج بدل ہے، تو تلبیہ میں اس کا نام لے گا۔ (غنیۃ) جیسے نیت میں فلاں کی جانب سے حج ہے کہے گا اسی طرح تلبیہ میں بھی کہے گا۔ "لبیك عن زید و غیره."
◎ احرام کے تلبیہ کے بعد (جو فرض ہے) تلبیہ پڑھتے رہنا مختلف احوال میں سنت ہے، مثلاً چڑھتے وقت اترتے وقت بیٹھتے وقت، ہوائی جہاز پر چڑھتے اترتے وقت فضاء میں بلندی پر چڑھتے اور اترتے وقت۔ سورج کے طلوع غروب کے بعد نماز کے بعد غرض ایک حالت سے دوسرے حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت۔ کسی سے ملاقات کے وقت۔ ہر وقت جب بھی انشراح ہو بکثرت تلبیہ پڑھنا مستحب ہے۔

(فتح القدیر، شرح مناسک:ص۱۰۲)

◎ عورت تلبیہ ہمیشہ آہستہ آہستہ پڑھے گی کہ آواز مردوں کے کان میں نہ پڑے۔

- تلبیہ سے سستی کرنا ایک مرتبہ کے بعد نہ پڑھنا خلاف سنت گناہ کا موجب ہے۔
- تلبیہ پڑھنے کی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے۔ (فتح، شامی: ص ۴۹۱)
- تلبیہ زور سے زبان سے آواز نکال کر پڑھنا سنت ہے۔ البتہ گونگا ہو تو دل سے پڑھے۔
- تلبیہ کا بالکل آہستہ آہستہ پڑھنا سنت کے خلاف مکروہ ہے۔ ثواب کا باعث نہیں۔ (فتح: ۲/۴۴۶)
- نہ زور سے بالکل چلا چلا کر پڑھے نہ اس قدر آہستہ پڑھے کہ آواز نہ سنی جائے مکروہ ہے۔ (شرح مناسک: ۱۰۴)
- ہر نماز کے بعد خواہ فرض ہو یا نفل ہو تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔ (شامی: ص ۴۹۱)
- تلبیہ کھڑے ہوتے وقت، بیٹھتے وقت چلتے وقت، رات آتے وقت، دن آتے وقت، ہوا تیز بہنے کے وقت، کمرہ سے نکلتے وقت داخل ہوتے وقت۔ (شرح مناسک: ص ۱۰۳)
- تلبیہ خود پڑھے۔ دوسرے کے سننے پر اکتفا نہ کرے۔ (شامی: ص ۱۱)
- تلبیہ دوسرے کے پڑھنے کے وقت بھی خود پڑھے۔ (شامی)
- تلبیہ مسجد حرام، مسجد منیٰ، مسجد عرفات میں بھی پڑھتا رہے۔ (شامی)
- اگر مسجد میں (مسجد حرام کے علاوہ) لوگ نماز میں مشغول ہوں تو تلبیہ نہ پڑھے۔ (شامی)
- جب مسجد حرام میں داخل ہو تو تلبیہ زور سے پڑھتا ہوا داخل ہو۔ (مناسک: ۱/ ۱۲۸، شامی: ۲/ ۴۹۲)
- مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہوتے وقت تلبیہ پڑھتا ہوا نہایت خشوع خضوع تواضع مسکنت کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعظیم اور جلال کو ملحوظ رکھتے ہوئے داخل ہو۔ (شامی: ص ۴۹۱)
- طواف میں تلبیہ نہ پڑھے، یعنی شروع طواف سے ہی تلبیہ کے بجائے دعا اور ذکر طواف کی حالت میں کرے طواف میں دعاء ماثورہ پڑھنا افضل ہے۔ (شرح مناسک)
- عمرہ کی سعی میں تلبیہ نہ پڑھے۔ (شامی: ص ۴۹۱)
- طواف قدوم میں تلبیہ نہ پڑھے۔ (شرح مناسک: ص ۱۰۴)
- اگر طواف زیارت رمی جمرہ سے پہلے کر رہا ہے تو بھی اس طواف میں تلبیہ نہ پڑھے گا۔ (شرح مناسک: ص ۱۰۴)
- اوپر چڑھتے وقت جب تلبیہ پڑھے تو اللہ اکبر کے ساتھ تلبیہ پڑھے۔ (شرح مناسک: ص ۱۰۳)
- جب نیچے اترتے وقت تلبیہ پڑھے تو سبحان اللہ کے ساتھ تلبیہ پڑھے۔
- تلبیہ ناپاکی کی حالت میں، بے وضو کی حالت میں حتیٰ کہ عورت حیض و نفاس کی حالت میں بھی پڑھتی رہے گی۔

حرم: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے متعلق سنن وآداب کا بیان

مکہ مکرمہ میں داخلہ کے مسائل وآداب

◎ ...... جب مکہ مکرمہ شہر میں داخل ہونے لگے تو تلبیہ پڑھتا ہوا داخل ہو۔

◎ ...... حدود مکہ میں داخل ہوتے وقت نہایت سکون ووقار سے ذکر خدا کرتا ہوا داخل ہو۔

◎ ...... حدود مکہ میں داخل ہوتے وقت داخل ہونے کی دعا پڑھے کثرت سے استغفار اور گناہوں کی معافی مانگے۔

◎ ...... اگر پیدل اپنے طور پر آرہا ہو تو ننگے پیر آئے۔

◎ ...... حدود مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے کہ یہ سنت ہے۔ یہ غسل سب کے لئے سنت ہے، حتیٰ کہ حائضہ تک کو۔ (فتح القدیر: ۲/ ۴۴۷)

◎ ...... عورت کو بھی سنت ہے، اور بچوں کو بھی۔

◎ ...... دن کے آغاز چاشت کے وقت داخل ہونا بہتر ہے۔ رات دن جس وقت داخل ہو جائز ہے۔

◎ ...... مقام حجوں ثنیہ کداء سے بلندی کی جانب آنا بہتر ہے۔

◎ ...... مکہ مکرمہ داخل ہونے کے بعد اولاً مسجد حرام میں آئے۔

◎ ...... مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد اپنے جائے قیام پر سامان رکھ کر ضروری امور حاجت سے فارغ ہو کر فوراً مسجد حرام میں آئے اور طواف شروع کر دے۔ آرام کرنے یا بلا ضرورت شدیدہ کے کھانے میں نہ لگ جائے کہ یہ خلاف سنت ہے۔

◎ ...... مسجد حرام میں باب السلام یا باب بنی شیبہ سے داخل ہو، یہ دروازہ مسعیٰ کی جانب پڑتا ہے۔ یہ سنت ہے۔

◎ ...... عورت کے لئے اس بات کی گنجائش ہی نہیں بہتر ہے کہ دن کو مکہ میں آجائے تو طواف کے لئے رات کا انتظار کرے۔

◎ ...... اگر ہو سکے تو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد مقام مدعیٰ میں رخ کعبہ ہو کر دعا کرے۔

مدعیٰ ایک مقام ہے جہاں آپ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد حرام سے پہلے دعا کی تھی۔ اب یہ مقام غیر معروف ہے۔ کسی واقف سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں مروہ کی جانب سڑک پر پڑتا ہے۔

(ماخوذ شرح لباب: ص ۱۲۷، غنیۃ)

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرنا مسنون ہے

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حرم مکہ کے قریب آتے تو تلبیہ سے رک جاتے۔ اور مقام ذی طویٰ کے قریب آتے تو وہاں رات گذارتے۔ صبح ہوجاتی نماز پڑھتے، غسل کرتے، پھر مکہ میں چاشت کے وقت داخل ہوجاتے، اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ (بخاری: ص۲۱۴)

حضرت ابن عمر ذی طویٰ میں رات گذارتے۔ صبح ہوتی تو خود بھی غسل کرتے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی غسل کرنے کہتے ....اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے۔ (مسند احمد: ص۵)

عروہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ میں رات گذارتے صبح کی نماز پڑھتے پھر غسل کرتے پھر مکہ میں داخل ہوتے۔ (شرح احیاء: ۴/۷۵)

شرح مسند میں ہے کہ ہر محرم کے لئے مکہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرلینا مسنون ہے، حتیٰ کہ بچے اور حائضہ اور نفساء کے لئے بھی۔ یہ تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ (بلوغ الامانی: ۱۱/۸)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ غسل احترام مکہ کے لئے ہے۔ اس لئے سب کے لئے مستحب ہے۔ حتیٰ کہ غیر محرم کے لئے بھی۔ (عمدۃ القاری: ص۲۰۸، فتح القدیر: ص۴۴۷)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کیا تھا حالانکہ آپ احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ (اوجز: ۶/۵۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الاغتسال عند دخول مكة" کا باب قائم کرکے اس کے مستحب ہونے کو بیان کیا ہے۔ (بخاری: ص۲۱۴)

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے۔ اگر اپنے اختیار اور اپنی سواری سے آرہا ہو تو مقام ذی طویٰ میں ٹھہر جائے۔ یہ مقام مسجد تنعیم کے قریب ہے۔ جسے تاریخ میں آباد زاہد لکھا ہے۔ پھر صبح کی نماز پڑھ کر غسل کرلے اور شروع دن میں مقام علیا، ثنیہ اعلیٰ، خانہ کعبہ کے بلندی کے راستہ سے داخل ہوجائے۔ اگر رات نہ ٹھہر سکے تو داخل ہونے سے قبل غسل کرے۔ آج کل چونکہ حکومت سعودیہ اپنے اختیار سے اپنے انتظام سے بسوں کے ذریعہ جدہ سے مکہ سیدھے لے جاتی ہے۔ اور راستہ میں کہیں بھی اترنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ تو ایسی صورت میں جدہ ہی میں غسل کرے۔ جہاز سے اترنے کے بعد جدہ میں کافی دیر ٹھہرنا پڑتا ہے۔ جدہ میں جہاں حجاج کرام کا قیام رہتا ہے وہاں بہت صاف وشفاف غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ صرف غسل کرلے۔ کوئی خوشبودار صابن نہ لگائے۔ نہ غسل میں ایسی ترکیب کرے کہ سر چھپے۔ نہ بالوں کا خلال کرے کہ بال جھڑے، احرام کے کپڑے بدل سکتا ہے۔ حالت احرام میں غسل کرنا، پورے بدن پر پانی بہانا، احرام کے کپڑے بدلنا بغیر کسی قباحت کے جائز

ہے۔ تو اس طرح اس سنت پر عمل کرسکتا ہے۔ اگر غسل کا موقعہ اور اس کی سہولت نہ ہو تو وضو کرے اور باوضو مکہ میں داخل ہو۔ "واکثرهم یجزی منه الوضوء." (شرح مسند) اور مکہ میں داخل ہونے کے بعد اپنے قیام گاہ سے غسل کر کے خانہ کعبہ میں جانا اور طواف کرنا سنت نہیں۔ بلکہ ادب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اترتے ہی جلد از جلد مسجد حرام میں جاکر طواف قدوم کرنا سنت ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔

حجاج کرام کو ۸/ مقامات اور موقعوں پر غسل کرنا مسنون ہے

احادیث و آثار سے ۸/ مقامات اور ۸/ موقعوں پر حج کرنے والوں کے لئے غسل کرلینا سنت اور مسنون ہے۔ جس کا بیان اپنے اپنے مقامات پر کیا گیا ہے۔

(۱) احرام کے وقت (۲) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے (۳) وقوف عرفہ کے دن زوال کے بعد (۴) قیام مزدلفہ میں (۵)، (۶)، (۷) ایام تشریق تینوں دن کی رمی میں (۸) طواف وداع کے موقعہ پر۔ (شرح احیاء: ۵/۵۷۵)

غنیۃ الناسک میں ذکر کیا ہے کہ حج میں ان موقعوں پر غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱) احرام باندھنے کے وقت (۲) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل (۳) وقوف عرفہ کے لئے (زوال کے بعد) (۴) وقوف مزدلفہ کے لئے (۵) طواف زیارت کے لئے (۶)، (۷)، (۸) ایام تشریق میں تینوں دن کی رمی کے لئے (۹) طواف وداع کے لئے (۱۰) حرم مدینہ میں داخل ہونے کے لئے۔ (غنیۃ: ص ۷۰)

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت کیا دعا پڑھے

حضرت جعفر کی روایت اپنے دادا سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا کرتے:

"اللهم البلد بلدك و البيت بيتك جئت اطلب رحمتك و الزم طاعتك متبعاً لامرك راضياً بقدرتك مستسلماً لامرك اسئلك مسئلة المضطر اليك المشفق من عذابك خائفاً بعقوبتك ان تستقبلنى بعفوك و ان تتجاوز عنى برحمتك و ان تدخلنى جنتك." (ہدایۃ السالک: ۲/ ۷۴۵، الفتوحات: ۴/ ۳۶۸)

اگر ہوسکے تو حرم مکہ میں پیدل آئے اور ننگے پیر داخل ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرات انبیاء کرام حرم میں پیدل اور ننگے پیر (جوتا کھول کر) داخل ہوتے تھے۔ (ابن ماجہ: ص ۲۱۷)

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۷۰/ نبیوں نے اس خانہ کعبہ کا حج کیا تو تمام نے اس جگہ کی تعظیم میں اپنے جوتوں کو "طوی" جہاں سے شہر مکہ کے حدود شروع ہوجاتے ہیں کھول دیا۔ (ہدایۃ السالک: ۲/ ۸۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حواریوں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب) نے جب حج کیا تو جب

حرم میں داخل ہوئے تو حرم کی تعظیم میں پیدل چل کر آئے۔ (شفاء الغرام: ۱/۷۲)

فائدہ: خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام اور خدا کے برگزیدہ بندوں نے احترام اور تعظیم کے پیش نظر دور دراز سے سواری پر آ کر مکہ کے حدود میں داخل ہونے سے پہلے سواری سے اتر کر پیدل اور ننگے پیر احتراماً خانہ کعبہ کی طرف آتے۔ پس معلوم ہوا کہ پیدل اور ننگے پیر حدود مکہ سے خانہ کعبہ کی طرف آنا حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے۔
(شرح مناسک: ص ۱۲۶)

خیال رہے کہ اب اس طریق سنت سے مکہ میں آنا اپنے اختیار میں نہیں، چونکہ باہر سے آنے والے بس ہی پر آتے ہیں۔ حکومت کی بس ان کو جائے قیام تک پہنچاتی ہے۔ اس لئے نہ پیدل اور نہ ننگے پیر کا اختیار ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں اولیٰ امور ہیں۔ اختیار نہ ہونے پر چھوٹ جانے میں کوئی حرج نہیں۔

ہاں وہ لوگ جو حکومت کی سواری پر آنے میں مجبور نہیں۔ جدہ اور اس کے اطراف سے آ رہے ہوں اور وہ پیدل مقام تنعیم سے آ سکتے ہوں تو وہ ایسا کرلیں تو بہتر ہے۔ ورنہ تو ایسے حضرات بھی اپنی شاندار سواریوں سے آتے ہیں اور حرم پاک تک آتے ہیں۔ پیدل کا رواج اس دور میں ختم ہو گیا ہے۔

حدود مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کے بعد احرام کا بدلنا بھی مسنون ہے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام تنعیم (جہاں سے حدود حرم کی ابتدا ہوتی ہے) پہنچے تو احرام کے دو کپڑوں کو بدل دیا۔ حالانکہ آپ محرم تھے۔ (ہدایہ: ۲۴۲، عمدۃ القاری: ۹/ ۱۶۷)

حضرت ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام جب مکہ مکرمہ کے قریب ہوتے تو غسل کرتے اور پہنے ہوئے احرام کو نکال دیتے اور بہتر احرام پہن لیتے تھے۔ (ہدایۃ السالک: ص ۲۴۲)

مغیرہ نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ حضرات صحابہ جب بئیر میمون کے پاس آتے (جہاں سے حدود حرم مکہ شروع ہو جاتا ہے) تو غسل کرتے، اچھے کپڑے پہنتے (صاف دھلے احرام)۔ پھر مکہ میں داخل ہوتے۔
(فتح الباری: ۳/ ۳۱۷)

مکہ مکرمہ کے احترام میں صاف دھلے ہوئے احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔

مکہ مکرمہ میں تواضع و مسکنت رضاء الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے داخل ہونے پر مغفرت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مکہ مکرمہ میں اللہ پاک سے تواضع مسکنت ظاہر کرتے ہوئے اور تمام امور پر اس کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے داخل ہوگا وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک کہ اس کی مغفرت نہ ہو جائے گی۔ (القریٰ: ص ۲۵۴)

فائدہ: مالک الملک خالق کائنات کا شہر ہے، اس کا شہر کس قدر جاہ و جلال و حشم کا مالک ہوگا۔ اس کی جلالت شان

اور عظمت کو نگاہ کے سامنے رکھتے ہوئے ذلت و مسکنت کے ساتھ اور اس کی رضاء اور خوشنودی کو طلب کرتے ہوئے داخل ہو تو وہ اللہ کے فضل و مغفرت کا حامل ہوگا۔ اس کا فضل بندہ کی مغفرت اور معافی ہے۔

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا مسنون طریقہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوتے تو ثنیہ اعلیٰ سے داخل ہوتے اور نکلتے تو ثنیہ سفلیٰ سے۔ (ابوداود: ص ۲۵۸، ابن خزیمہ: ۴/۲۰۴، بخاری: ص ۲۱۴، مسلم: ص ۴۱۰، شرح احیاء: ۴/۵۷۷، سنن کبریٰ: ص ۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو اس کے اعلیٰ بلندی والے حصہ سے داخل ہوتے اور جب نکلتے تو اس کے نشیبی والے حصہ سے نکلتے۔ (بخاری، سنن کبریٰ: ۵/۱۷)

فائدہ: مکہ مکرمہ کے بعض راستے بلندی سے ہیں اور بعض راستے ذرا نشیبی ہیں۔ ثنیہ اعلیٰ وہ راستہ ہے جو بلندی سے نشیب کی طرف آتا ہے، اس کو کدی بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ ثنیہ اعلیٰ کدی۔ جنت المعلیٰ جہاں اہل مکہ کا مقبرہ ہے۔ اس کا رخ ہے، چنانچہ آپ بلندی کے راستہ سے حرم تشریف لاتے اور نشیبی کے راستے سے مکہ سے باہر نکلتے۔ پس آنے جانے کا یہی طریقہ سنت ہے۔ تمام علماء اس طریق آمد و رفت کو سنت قرار دیتے ہیں۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں برابر ہے خواہ حاجی ہو یا عمرہ کرنے والا ہو یا حلال ہو اسی ثنیہ اعلیٰ سے داخل ہونا اور ثنیہ سفلیٰ سے نکلنا سنت اور مستحب ہے۔ حتیٰ کہ عرفات جانے کے لئے بھی اسی نشیبی راستہ سے نکلنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری: ص ۲۱۰)

شرح مناسک میں ہے مکہ مکرمہ میں ثنیہ کدا سے داخل ہو، چونکہ وہ بلندی کا راستہ ہے، جسے جحون آج کل کہا جاتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر اسی طرف سے داخل ہوئے تھے۔ (شرح مناسک: ص ۱۲۷)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ مکہ میں ثنیہ کدا کی طرف سے داخل ہو کر آئے چونکہ اس طرف سے داخل ہونے والے کو خانہ کعبہ کے دروازے کا سامنا ہوتا ہے۔ "و انما سن لانہ یکون فی دخولہ مستقبل باب البیت." (فتح القدیر: ۲/۴۴۷)

مگر خیال رہے کہ اب حجاج کرام چونکہ سعودی سرکار کی بسوں سے آتے ہیں وہ جس راستہ سے لائیں اسی راستہ سے آنا پڑے گا۔ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہاں البتہ وہ لوگ جو اپنی گاڑیوں سے اور کاروں سے آتے ہیں وہ اس طریق سنت پر عمل کر سکتے ہیں۔

آپ مکہ مکرمہ میں کس وقت داخل ہوئے تھے کس وقت داخل ہونا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طوی میں رات گذاری، جب صبح ہوگئی تو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ (سنن کبریٰ: ۵/۷۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ (ترمذی: ص۱۷۴)

فائدہ: حج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دن (صبح کے اول وقت میں) داخل ہوئے تھے۔

جمہور علماء کے نزدیک دن میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔ تاہم رات دن میں سے کسی وقت بھی داخل ہونا درست ہے۔ (معارف السنن: ۶/ ۱۴۱)

چنانچہ امام بخاری نے "باب دخول مکه نهاراً او لیلاً" قائم کر کے دونوں کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور روایت سے ان کے استحباب کو ظاہر کیا ہے۔ (ص۲۱۴)

اسی طرح محدث بن خزیمہ نے بھی "باب استحباب دخول مكة نهاراً" قائم کر کے اس کے سنت ہونے کو واضح کیا ہے۔ (۲۰۴/۴)

آپ عمرہ جعرانہ کے موقعہ پر مکہ میں رات میں داخل ہوئے تھے۔

خیال رہے کہ اب مکہ مکرمہ داخل ہونے میں اختیار نہیں۔ ہوائی جہاز سے اترنے کے بعد ضروری کارروائی ہونے کے بعد سعودی حکومت کی بس حجاج کو لے جاتی ہے۔ جس وقت اور جس ترتیب سے لے جائے اس کے اختیار میں ہے۔

ہاں البتہ اپنی سواری سے آزاد ہو کر کوئی جاوے تو وہ وقت مستحب کی رعایت کر سکتا ہے، اب اس دور میں حج کے موقعہ پر بہت سے سنن و مستحباب چھوٹ جاتے ہیں۔

چونکہ وہاں کی حکومتی انتظام ان امور کی رعایت کثرت اور اژدحام کی وجہ سے نہیں کر پاتی ہے۔

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ خواہ تم مکہ مکرمہ میں رات میں داخل ہو یا دن میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں اس وجہ سے داخل ہوئے تھے تاکہ لوگ دیکھ لیں۔ (القریٰ: ص۲۵۲)

آپ حجۃ الوداع کے موقعہ پر دن میں اور عمرہ کے موقعہ پر رات میں داخل ہوئے تھے۔ پس ہر ایک صحیح ہے۔ سفری ترتیب جو بھی ہو جائے ٹھیک ہے۔

حج کے موقعہ پر آپ کس وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم لوگ بنی عبد مناف کے دروازے سے جس کو اب باب بنی شبیہ کہا جاتا ہے داخل ہوئے تھے۔ (مجمع الزوائد: ص۲۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں چاشت کے وقت داخل ہوئے تھے۔ (جز حجۃ الوداع: ص۷۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر چاشت کے وقت داخل ہوئے تھے۔

حافظ ابن حجر نے بیان یا کہ ابراہیم نخعی دن میں داخل ہونا اور رات کے وقت نکلنا مستحب سمجھتے تھے۔

مزید یہ بیان کیا کہ ان میں اس وجہ سے داخل ہوئے تھے کہ لوگ (طریقہ حج یعنی طواف وغیرہ کا طریقہ) دیکھ لیں۔ جز حجۃ الوداع میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھے چاشت کے وقت داخل ہوئے تھے۔ ترتیب بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ آپ نے ذی طوی میں رات گذاری جب صبح روشن ہوگئی تو وہاں سے چل کر کدا بلندی کے راستہ مکہ میں داخل ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے تو چاشت کے وقت دن روشن ہوگیا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابن عمر چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوتے تھے۔ (فتح الربانی:۱۲/۴)

خیال رہے کہ یہ سنت اس وقت ہے جب کہ اپنے اختیار سے ذی طوی میں رات گذار کر آئے۔ اب موجودہ دور میں جس وقت بھی سرکاری نظام سے مکہ مکرمہ پہنچ جائے خواہ شام ہو یا رات ضرورت سے فارغ ہوکر فوراً مسجد حرام میں آجائے اور طواف شروع کردے۔ البتہ عورت رات تک موخر کرسکتی ہے پردہ کی رعایت میں۔

داخل ہوتے ہی جیسے ہی خانہ کعبہ نظر آیا ہاتھ اٹھایا

مکحول نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے جب بیت اللہ شریف کو دیکھا تو ہاتھ اٹھایا۔ اور تکبیر کہی۔ (فتح الربانی:۱۲/۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا جب استقبال ہو جب سامنا ہوتو دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ (فتح الربانی:۱۲/۷)

ابن جریج سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تو ہاتھ اٹھاتے۔ (معارف السنن:۶/۱۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیت اللہ کو دیکھتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ (طحاوی:ص ۳۹۰)

فائدہ: بیت اللہ پر جب نظر پڑے تو ہاتھ اٹھانے کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ احناف کی بیشتر کتب میں ہاتھ اٹھانا مکروہ لکھا ہے۔ چونکہ سنن ترمذی کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ ایسا نہیں کرتے تھے۔ (معارف السنن:۶/۱۴۱)

طحاوی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہاتھ اٹھانا یہودی کا فعل ہے ہم لوگ نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی:۱/۳۹۱)

معارف میں ہے حضرت امام ابوحنیفہ اور طحاوی اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔ یہی رائے مالکیہ اور شوافع کی ہے۔ (معارف:۶/۱۴۲)

ملا علی قاری نے بھی مناسک میں ہاتھ نہ اٹھانا لکھا ہے۔ (مناسک:ص ۱۲۸)

شرح مسند احمد میں ہے کہ علامہ نووی نے ہاتھ اٹھانے کی روایت کو اولیٰ مانا ہے۔ اور حضرت جابر کی روایت کے علاوہ سے ہاتھ اٹھانا زیادہ مشہور ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد بن حنبل، اسحٰق راہویہ۔ (شرح مسند احمد:۱۲/۱۰)

صحابہ میں حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس ہاتھ اٹھانے کے قائل ہیں۔ (بلوغ الامانی:۱۲/۱۰۰)

اس اختلاف کے حل کے سلسلے میں زیادہ بہتر تاویل بذل شرح ابوداؤد کا قول ہے، جہاں ہاتھ اٹھانا مذکور ہے وہ پہلی مرتبہ بیت اللہ دیکھنے کے وقت ہے اور جہاں نفی ہے وہاں مراد بار بار ہے۔ (جز حجۃ الوداع: ص ۲۷)

پس بہتر یہ ہے کہ جیسے ہی پہلی مرتبہ بیت اللہ نظر آئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کرے۔ اس کے بعد جب حرم میں جائے تو بار بار ہاتھ نہ اٹھائے۔

مسجد حرام میں کس دروازے سے داخل ہونا سنت اور بہتر ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ہم لوگ بنی عبد مناف کے دروازے سے داخل ہوئے جسے لوگ باب بنی شیبہ کہتے ہیں۔ (شرح احیاء: ۴/۵۸۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے تھے۔ (سنن کبریٰ: ص ۷۳)

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ محرم خواہ جس دروازے سے مسجد حرام میں چاہے جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے تھے۔ اور باب بنی مخزوم سے صفا کی جانب نکلے تھے۔ (سنن کبریٰ: ۵/۷۲)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ میں باب بنی شیبہ سے داخل ہونا مستحب ہے۔ اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ (النہایہ: ۳/۴۸۹)

خانہ کعبہ اور مسجد حرام میں داخلہ کے لئے اس زمانہ میں قریب سو سے زائد دروازے ہیں۔ ہر دروازے کا نام ہے۔ جن میں مشہور دروازے باب عبدالعزیز، باب فتح، باب عمرہ، باب جبرئیل، باب السلام، باب عباس، باب الصفا، باب المروہ، وغیرہ۔ اسی طرح ایک دروازہ باب بنی شیبہ ہے۔ جو باب عبدالعزیز سے دائیں طرف صفا مروہ کی جانب ہے۔ دروزاہ پر جلی قلم سے لکھا ہے۔ سہولت ہو موقعہ ہو، تو اسی دروازے سے داخل ہوتا کہ حتی الوسعۃ مستحب پر عمل ہو جائے۔

شرح مناسک میں ہے کہ مستحب ہے کہ باب السلام سے داخل ہو۔ (شرح مناسک: ص ۱۲۸)

باب بنی شیبہ اور باب السلام ایک دوسرے کے بغل میں ہے اور اسی کے بغل میں باب بنی عبد مناف بھی ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ اس دروازے سے داخل ہونے کی وجہ سے حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کا سامنا پڑتا ہے۔

باہر سے آنے والے حجاج کو مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی طواف کے عمل میں لگ جانا سنت ہے۔ تحیۃ المسجد میں لگنا منع ہے، اور خلاف سنت ہے، مسجد حرام کا تحیۃ المسجد طواف ہے، ہاں طواف نہیں کرنا ہے، یا طواف کسی عارض یا کسی وجہ سے نہیں کر پا رہا ہے تو پھر تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھ سکتا ہے۔ (حاشیہ شرح مناسک: ص ۱۲۹)

جب مسجد حرام میں داخل ہوتو یہ دعا پڑھے

اولاً دایاں پیر مسجد حرام میں داخل کرے اور یہ دعا پڑھے:

اعوذ باللّٰہ العظیم و وجهه الكريم و سلطانه القديم من الشيطان الرجيم، بسم اللّٰہ و السلام على رسول اللّٰہ السلام علينا و على عباد اللّٰہ الصالحين، اللهم صل على محمد و على آل محمد اللهم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتك و سهل لنا ابواب. (ہدایۃ السالک:۲/۷۵۲)

ترجمہ: پناہ مانگتا ہوں اللہ پاک سے جو بلند مرتبہ والا ہے۔ اوراس سے جس کی ذات کریم ہے جس کی حکومت قدیم ہے۔ شیطان مردود سے۔ اللہ کے نام سے شروع اللہ کے رسول پر سلام، ہم پر سلام، اللہ کے نیک بندوں پر سلام اے اللہ محمد پر اوران کے آل پر رحمت نازل فرما، اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے، اوراپنے دروازے کو ہم پر آسان فرما۔

اور جب مسجد حرام سے نکلے تو بائیں پیر کو باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

بسم اللّٰہ، و السلام على رسول اللّٰہ اللهم اغفرلی ذنوبی، و افتح لی ابواب فضلك و اعصمنی من الشيطان الرجيم.

ترجمہ: اللہ کے نام سے، خدا کے رسول پر سلام، اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اپنے فضل کے دروازے ہم پر کھول دے اور شیطان مردود سے ہماری حفاظت فرما۔

فائدہ: حرم کے جو دروازے ہیں ان دروازوں میں داخل ہوتے وقت دایاں پیر داخل ہوتے وقت اور بایاں پیر نکلتے وقت رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔ عموماً نکلتے وقت بھیڑ ہوتی ہے، بہتر ہے ذرا ٹھہر جائے۔ اور یہ دعا پڑھتا ہوا نکل جائے۔ متعدد حدیثوں میں جو دعائیں ہیں وہ سب اس میں جمع ہیں۔ اس لئے یہ دعا جامع دعا ہے۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد حرام میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

''اللهم انت ربی و انا عبدك جئت لا ؤدی فرضك و اطلب رحمتك و التمس رضاك متبعاً لامرك راضياً بقضائك اسئلك مسألة المضطرين المشفقين من عذابك ان تستقبلنی اليوم بعفوك و تحفظنی برحمتك و تتجاوز عنی بمغفرتك و تعيننی على اداء فرائضك اللهم افتح لی ابواب رحمتك و ادخلنی فيها و اعذنی من الشيطان الرجيم.'' (فتح القدیر:۲/۴۴۷)

ترجمہ: ''اے اللہ آپ ہی میرے رب ہیں میں آپ کا بندہ ہوں، آپ کے فرض کو ادا کرنے آیا ہوں،

آپ کی رحمت اور رضا کا طالب ہوں، آپ کے حکم کی تعمیل کرنے والا آپ کے فیصلہ پر راضی ہوں، پریشان حال ضرورت مند مجبور کی طرح سوال کرتا ہوں، آپ کی گرفت سے ڈرتا ہوں، (درخواست ہے کہ) آپ میرا استقبال آج اپنی معافی سے فرمائیں اپنی رحمت سے میری حفاظت فرمائیں۔ اپنی مغفرت سے میرا درگذر فرمائیں۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی پر میری اعانت فرمائیں۔ اے اللہ اپنی رحمت کے دروازے ہمارے لئے کھول دیجئے اور اس میں مجھے داخل فرمادیجئے۔ اور مردود شیطان سے ہمیں پناہ میں رکھئے۔"

فائدہ: یہ بڑی جامع دعا ہے۔ اسے زبانی یاد کرے اور پڑھنے کا معمول بنالے۔

مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی خانہ کعبہ پر نظر پڑے تو کیا دعا کرے

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ کو دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"اللهم زد بيتك هذا تشريفاً و تعظيماً و تكريماً و براً و مهابة و زد من شرفه و عظمه ممن حجه و اعتمره تعظيماً و تشريفاً و براً و مهابة."

ترجمہ: "اے اللہ اپنے گھر کی شرافت، عظمت، کرامت، بھلائی، ہیبت میں زیادتی فرما، اور جو اس کی زیارت کرے خواہ حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا اس کی عظمت، شرافت، نیکی اور ہیبت میں زیادتی فرما۔"

حضرت ابن جریج سے منقول ہے کہ جب بیت اللہ دیکھے تو یہ دعا (اوپر والی) پڑھے (القریٰ: ۲۵۵، بیہقی: ۵/۶۳۵)

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوتے اور بیت اللہ کو دیکھتے تو ہاتھ اٹھاتے تکبیر اللہ اکبر کہتے اور یہ پڑھتے:

"اللهم انت السلام و منك السلام حينا ربنا بالسلام، اللهم زد هذا البيت تشريفاً و تعظيماً و مهابة و زد من حجه او اعتمر تكريما و تشريفاً و تعظيماً و براً." (سنن کبریٰ: ۵/۷۳، شرح لباب: ص ۱۲۸)

سعید بن میسب حضرت ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ان کی نظر جب بیت اللہ پر پڑتی تو یہ دعا پڑھتے۔

"اللهم انت السلام و منك السلام فحينا ربنا بالسلام." (القریٰ: ص ۲۵۵)

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ جب بیت اللہ کو دیکھتے تو ہاتھ اٹھاتے اور یہ دعا پڑھتے:

اعوذ برب البيت من الكفر و الفقر و من ضيق الصدر و عذاب القبر.

(معارف السنن: ۶/۱۴۲)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جب بیت اللہ کو دیکھے تو ۳/مرتبہ "لا الہ الا اللہ"،۳۰/مرتبہ "اللہ اکبر" کہے اور درود پاک پڑھے اور پسندیدہ دعا کرے۔ (شرح لباب: ص ۱۲۸)

خانہ کعبہ کو دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھانا اور پھر دعا کرنے کو بعضوں نے منع کیا جیسا کہ لباب میں ہے۔"و لا یرفع یدیہ" دوسرا قول ہے کہ "یرفع یدیہ"(شرح لباب: ص ۱۲۸)

پس قلب کو جس میں انشراح ہو اختیار کرے، ایک صورت یہ ہے پہلی مرتبہ جیسے ہی نظر پڑے ہاتھ اٹھائے اور دعا کرے۔ پھر بار بار جب خانہ کعبہ جائے تو ہاتھ نہ اٹھائے بلا ہاتھ اٹھائے دعا کرے۔ دونوں قسم کی روایتوں کی یہی تاویل ہے۔

بیت اللہ کے دیکھنے اور نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ کو دیکھتے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔
(طبرانی، بلوغ الامانی: ۱۲/۱۰)

عبدالرحمٰن بن طارق کی روایت میں ہے کہ جب بیت اللہ کا استقبال ہوتا تو آپ دعا کرتے۔ (القریٰ: ص ۲۵۵)

فائدہ: جب مسجد حرام میں داخل ہو اور بیت اللہ پر نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر کھڑے کھڑے رک کر دعا کرے۔ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ اس موقعہ پر حضرات صحابہ کرام سے "اللھم انت السلام" والی دعا منقول ہے۔ اور بھی دعائیں ہیں جس کا ذکر دعا کے ذیل میں ہے۔ اس وقت دعاء منقول کے علاوہ اپنی طرف سے دین دنیا کی بھلائی کی بھی دعا کرے۔ مناسک حج کے آسان ہونے اور قبول ہونے کی دعا کرے۔ اور شکر ادا کرے کہ اللہ پاک نے اپنے فضل سے حج کی توفیق دی اور اپنے گھر آنے کی سبیل پیدا کی اور اپنے گھر بلایا۔ "فلك الحمد و لك الشكر على هذه النعمة"

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے بیت اللہ کے دیکھنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ "فإن الدعا مستجاب عند رؤية البيت." ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اس وقت اہم ترین دعا جنت میں بلا حساب داخل ہونے کی دعا کرے۔ (فتح القدیر: ۲/۴۴۷)

اللهم ادخلنا الجنة مع الابرار بلا مواخذة و لا حساب.

مسجد حرام اور مکہ میں عبادت کا ثواب اور اس کی فضیلت

مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے اعتبار سے ایک لاکھ ہے۔ (ابن ماجہ: ص ۱۰۱، ترغیب: ۲/۲۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ (ابن ماجہ: ص۱۰۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام کی نماز دوسری مسجد کے مقابلہ میں ایک لاکھ درجہ ہے۔ (ترغیب: ص۲۱۶)

فَائِدَہ: متعدد صحیح روایتوں میں اس کا ذکر ہے دوسری مسجد کے مقابلہ میں مسجد حرام کا ثواب ایک لاکھ ہے۔

احادیث مرفوعہ کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے منبر نبوی پر بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ درجہ ہے۔ دیگر مساجد کے مقابلہ میں۔ (عمدۃ القاری: ۷/۲۵۶)

اب رہی یہ بات کہ فرض کا ثواب زائد ہوتا ہے یا نفل کا۔ امام طحاوی نے تصریح کی ہے کہ صرف فرض نماز کا ثواب زائد ہوتا ہے۔ (طحاوی: ۲/۷۳)

جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ نووی شافعی فرض اور نوافل دونوں میں زیادتی کے قائل ہیں۔ مالکیہ میں مطرف نوافل کی بھی زیادتی مانتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: ۲/۲۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے اعتبار سے تمام نیکیوں کا ثواب خواہ فرض ہو یا نفل ہو حرام میں ہونے کی وجہ سے ایک لاکھ ہے۔ (مرقات: ۶/۱۱)

خیال رہے کہ یہ ثواب مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے لئے افضل اپنی رہائش گاہ پر نماز پڑھنا ہے۔ اگر کبھی مسجد حرام میں شوقاً آئیں تو نہایت ہی پردے کے ساتھ عورتوں کی جگہوں پر پڑھیں۔ مردوں کی جگہوں میں اور مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اور خانہ کعبہ کے دیکھنے کی نیت سے آئیں۔

مسجد حرام میں جماعت کا ثواب وہاں تک ملے گا جہاں تک مسجد حرام سے باہر صف کا اتصال ہو۔ یہ نہیں کہ جو مسجد میں پڑھ رہے ہوں صرف انہیں کو ملے گا۔ ہاں کوشش رہے کہ مسجد حرام میں خواہ اوپر یا تہ خانے میں نماز پڑھنے کا موقعہ ملے۔ اس کے لئے پہلے آئیں ورنہ باہر۔ صحن یا سڑک پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنی پڑے گی، ظاہر ہے مسجد اور باہر مسجد میں ثواب کے اعتبار سے فرق ہے۔

مکہ مکرمہ میں روزے اور قیام کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مکہ مکرمہ میں روزہ رکھے۔ اور جو آسان ہو عبادت (تراویح تہجد وغیرہ) کرے اس کے لئے ایک لاکھ رمضان کا ثواب جو مکہ کے علاوہ کا ہو دیا جاتا ہے اور ہر دن کے بدلے اللہ اسے ایک غلام کی آزادی کا ثواب دیتے ہیں اسی طرح ہر رات کے بدلہ ایک غلام کی آزادی کا ثواب دیتے ہیں اور ہر دن راہ خدا میں جہاد میں گھوڑا دینے کا ثواب بخشتے ہیں۔ (ابن ماجہ: ص۲۳۲، مرقات: ۶/۱۱)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں حرم مکہ میں قیام رمضان اور روزہ رکھنے کا کس قدر عظیم ثواب ہے کہ ایک روز رکھنے کا ثواب ایک لاکھ ملتا ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو روزہ اور تلاوت کا موقعہ مل جاتا ہے۔ چونکہ یہاں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ اس لئے ایک ختم قرآن کا ثواب یہاں ایک لاکھ ہے اللہ اکبر کیا کہنا۔

موسلادھار بارش کی طرح اللہ پاک ثواب برسا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہیں۔ افسوس کہ لوگ لاکھ روپیہ قریب خرچ کر کے حج میں آتے ہیں اللہ پاک ایک کا لاکھ دینا چاہتے ہیں مگر بندہ غافل ہے کہ تیار نہیں۔ سہولت کے لئے کمرہ ہی میں پڑھ لیتے ہیں۔

قیام مکہ مکرمہ کے دوران مسجد حرام میں کم از کم ایک ختم قرآن

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب مکہ مکرمہ آئے تو واپسی سے پہلے ایک ختم قرآن کرلے۔

ابو مجلز نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ کرام اس بات کو پسند کیا کرتے تھے کہ جب ان تین مسجدوں میں آئے مسجد حرام، مسجد نبوی، بیت المقدس میں تو یہاں سے جانے سے قبل ان مساجد میں قرآن پاک ختم کرلیا کریں۔

(القریٰ: ص ۵۵۱)

ان مساجد ثلاثہ کی بڑی فضیلت ہے خصوصاً مسجد حرام کی اس لئے دیگر عبادتوں کے ساتھ تلاوت کلام پاک کا خصوصی اہتمام کریں۔ سلف صالحین کا معمول رہا ہے۔ اس لئے متعدد قرآن پاک ختم کرے۔ ہندوپاک کے زائرین کو بہت قیام کا موقع ملتا ہے اس لئے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ختم قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس کے لئے نماز سے پہلے اور نماز کے بعد رک کر تلاوت کا معمول بنائیں۔ اور احباب کی رعایت میں عبادت اور حرم کے قیام میں کوتاہی نہ کریں۔ مہمانی میں ثواب عظیم نہ برباد کریں۔

مکہ مکرمہ میں نیکیوں کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ "قیل له ما الحسنات الحرم قال بکل حسنة مائة الف حسنة" کہ حرم کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔

(شعب الایمان: ص ۴۳۱، حاکم: ۱/ ۶۳۱، ترغیب: ص ۱۶۷، سنن کبریٰ: ۴/ ۳۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک دن کے روزہ کا ثواب ایک لاکھ، ایک درہم کے صدقہ کا ثواب ایک لاکھ درہم اور ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔ (القریٰ: ص ۶۵۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں جس جگہ بھی نماز پڑھے نیکی کرے، روزہ رکھے، صدقہ خیرات کرے۔ تلاوت اذکار کرے، ایک لاکھ کا ثواب پائے گا۔

اس اعتبار سے بعضوں کی رائے میں کسی بھی مسجد حرم میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ

سے زائد ہوگا۔ اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب دس لاکھ ہوگا۔ چنانچہ القری لقاصد ام القریٰ میں علامہ طبرانی مکی لکھتے ہیں "و حكم الحرم و مكة فی ذلك سواء بالاتفاق الا ان يخص المسجد لتضعيف زائد على ذالك فيقدر كل صلاة بمأة الف صلاة فيما سواه و الصلاة فيما سواه بعشر حسنات فتكون الصلاة فيه بالف الف حسنة." (القری:۶۵۹)

پس حجاج کرام کو موقعہ غنیمت جان کر چاہئے کہ خوب عبادت نماز تلاوت ذکر کرلیں، پھر کہاں اتنا ثواب۔

مکہ مکرمہ میں گناہوں کی سزا بھی زائد

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جس طرح مکہ مکرمہ میں نیکیوں کا ثواب زائد ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کی سزا بھی زائد ہوتی ہے۔ (القریٰ:ص۶۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک بھی گناہ ہو اس سے بہتر میں سمجھتا ہوں کہ رکیۃ (حرم کے باہر ایک جگہ کا نام) میں ستر گناہ ہو جائے۔ (شفاء الغرام:ص۷۲)

یعنی حرم سے باہر کا ۷۰ گناہ حرم مکہ کے ایک گناہ کے مقابلہ میں زائد ہے۔

فائدہ: حرم میں گناہ کی پکڑ اور سزا بھی عام جگہ سے زائد ہے، چنانچہ حرم میں فحاشی کی وجہ سے اساف اور نائلہ کو پتھر بنا دیا گیا تھا۔ اس لئے یہاں ہر قسم کی گناہوں سے بچنے کا بہت اہتمام کرے کہ عام شاہراہ پر شور مچانے کے مقابلہ میں دربارشاہی میں بادشاہ کے سامنے شور مچانا کتنا بڑا جرم ہے۔ پھر گناہ کی وجہ سے حج مبرور بھی نہیں ہوتا جس کی بڑی فضیلت ہے۔ غیبت اور بدنظری اور بے پردگی کے گناہوں سے بہت اہتمام سے بچے کہ اس کا بہت شیوع ہے۔

حرم میں گناہوں اور بے ادبی کی سزا بھی بڑھ جاتی اور سخت ہو جاتی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ کا ایک گناہ میرے اوپر زیادہ سخت ہے مکہ کے علاوہ میں ۷۰ گناہ سے۔ (مرقات۔ص۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رکیۃ میں (حرم سے باہر ایک جگہ کا نام ہے) ستر گناہ کرلوں یہ اس سے بہتر ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کروں۔ (مرقات:ص۲۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام جگہوں میں تو گناہ کے ارادے کے بعد گناہ کرنے پر گناہ ہوتا ہے۔ لیکن مکہ مکرمہ میں گناہ کے ارادے پر عمل سے پہلے ہی گناہ مل جاتا ہے۔ پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت کی (یعنی دلیل میں پیش کیا" و من يرد فيه بالحاد بظلم نذقه." جس نے یہاں الحاد ظلم کا ارادہ کیا ہم اسے سخت سزا دیں گے۔ (مرقات:۶/۲۵)

فائدہ: جس طرح مکہ مکرمہ حرم میں نیکیوں کا ثواب بہت زیادہ ہے ویسے ہی وہاں گناہوں کا وبال بھی سخت ہے۔ گناہ کرنے سے پہلے ارادہ گناہ پر بھی مواخذہ اور گناہ ہونے لگتا ہے۔ لوگ ثواب کو تو خوب جانتے ہیں مگر گناہ اور بے ادبی کو نہیں جانتے کہ اس کی بھی پکڑ اور گرفت بہت زیادہ ہے۔ یہاں کا ایک معمولی گناہ بھی سخت گرفت کا سبب بن سکتا ہے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو حرم میں قانون اور آداب شریعت کا لحاظ نہیں رکھتے۔

مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے دنیاوی امور، بازار کی چیزوں کا ذکر، آپسی شکایت، غیبت وغیرہ کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ اپنی رہائش گاہ میں جو سب حدود حرم میں ہوتے ہیں لڑتے ہیں گالی بولتے ہیں ایک دوسرے کو اذیت دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض چوری تک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ تو ارحم الراحمین کے رحم کی بات ہے کہ وہ جلدی سزا نہیں دیتے جس کی وجہ سے لوگ غافل ہو جاتے ہیں۔ اساف اور نائلہ کا واقعہ اسی سخت سزا سے متعلق ہے کہ ان کو گناہ کی سزا میں پتھر بنا دیا گیا۔ حضرت عمر نے ایک مرتبہ قریش کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم سے پہلے قبیلہ عمالقہ اس گھر کا متولی اور منتظم ہوا تھا ان لوگوں نے اس کے احترام میں تساہل کیا اور تعظیم کا حق ادا نہ کیا تو اللہ جل شانہ نے ان کو ہلاک کر دیا اس کے بعد قبیلہ جرہم اس کے متولی بنے اور جب ان لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی تو اللہ جل شانہ نے ان کو بھی ہلاک کر دیا۔ لہٰذا تم لوگ بہت زیادہ اس کی تعظیم کیا کرو۔ اس میں سستی نہ کرو۔

موسیٰ بن محمد کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک عجمی شخص طواف کر رہا تھا نیک دیندار آدمی تھا طواف کرتے ہوئے ایک خوبصورت عورت کے پازیب کی آواز جو طواف کر رہی تھی اس کے کان میں پڑی یہ شخص اس عورت کو گھورنے لگا، رکن یمانی سے ایک ہاتھ نکلا اور اس زور سے اس کے تھپڑ مارا کہ آنکھ نکل گئی اور بیت اللہ شریف کی دیوار سے ایک آواز آئی کہ ہمارے گھر کا طواف کرتا ہے اور ہمارے غیر کو دیکھتا ہے یہ تھپڑ اس نظر کے بدلہ ہے۔ (فضائل حج: ص ۸۳)

طواف خانہ کعبہ کے متعلق سنن اور طریق و تعلیم مبارک کا بیان

حج کے لئے مکہ میں آنے کے بعد آرام اور دوسری مصروفیت سے پہلے طواف کرنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں (حج کے موقعہ پر) داخل ہوئے تو سب سے پہلا کام جو کیا آپ نے وہ خانہ کعبہ کا طواف تھا جو وضو کے بعد کیا۔ (بخاری: ۲۲۲/۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو طواف کیا (سب سے پہلے)۔

(ابوداؤد: ص ۲۸۵)

حضرت عطاء سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلا کام طواف کیا کسی دوسرے امور میں نہیں لگے۔ (سنن کبریٰ: ۵/۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "اول ما یطوف حین یقدم" آتے ہی آپ نے طواف کیا۔

(ابن خزیمہ: ۴/۲۱۲)

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سب سے پہلا کام جو آپ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی کیا وہ وضو کیا، اور طواف کیا، پھر اسی طرح حضرت ابوبکر نے سب سے پہلا کام طواف کیا، پھر اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو بھی دیکھا سب سے پہلے طواف کیا۔ پھر حضرت معاویہ وعبداللہ بن عمر کو پھر میں نے زبیر بن عوام کے ساتھ کیا پہلا کام جو کیا وہ طواف تھا پھر میں نے حضرات مہاجرین وانصار کو دیکھا پھر اسی طرح حضرت ابن عمر کو ان سے معلوم کرلیا جائے۔ میں نے کسی صحابی کو گزرے دنوں میں اس کے علاوہ نہیں دیکھا کہ جیسے ہی ان کا قدم مکہ میں پڑتا کسی میں نہ لگتے بلکہ پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ میں نے اپنی والدہ اسماء اور خالہ (حضرت عائشہ) کو دیکھا کسی چیز میں اولاً نہ لگتیں، آتے ہی پہلے طواف کرتیں۔

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ ﷺ حج وعمرہ کے موقعہ پر جب بھی مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کسی اور امور (نہ عبادت نہ آرام لیٹنے اور سونے) کی جانب متوجہ ہوئے نہ کسی گھر میں داخل ہوئے اور نہ کوئی کام کیا نہ نماز پڑھی طواف ہی پہلے کیا۔ ایسے آنے والے کو حکم ہے کہ کسی چیز کی جانب متوجہ نہ ہو (نہ سونا نہ تھکان دور کرنا) طواف میں دیر نہ کرے ہاں مگر یہ کہ کوئی شدید ضرورت (جیسے موجودہ زمانہ میں اپنی بلڈنگ میں سامان محفوظ کرنا) یا کوئی بیماری ہو یا کوئی روک ہو جائے یا اچھی شکل والی عورت ہو تو رات کو طواف کرے (القریٰ: ۲۶۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد پہلا کام طواف کرنا سنت ہے، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد سعودی بس سے جہاں فلیٹ بلڈنگ ذمہ داران حج کی جانب سے طے ہے وہاں پہنچ جانے کے بعد اپنا سامان جس کمرے میں رہنا ہے بس سے اتار کر پہنچادے پھر جو بستر ہے جو جگہ ہے وہاں سامان محفوظ کرلے۔ تالا لگادے اور سامان ٹھیک سے رکھنے کے بعد استنجا اور ضروریات پاخانہ وغیرہ سے فارغ ہو جائے شدید بھوک ہو تو کچھ کھالے۔ مگر ابھی کھانے کا انتظام اور مشغلہ اختیار نہ کرے۔ پھر حرم پہنچ جائے اور حسب ترتیب مسنون طریق سے ہو سکے تو باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو کر سنت اور شرع کے موافق طواف شروع کردے۔ متمتع اور قارن ہے تو سعی کرے اب فارغ ہونے کے بعد بہتر طور پر کھانے اور سونے کا اور دیگر ضروری امور کا انتظام کرے۔

سامان کو محفوظ کرنے کے بعد اور جو قانونی ضروری کام ہو اس سے فوراً فارغ ہوتے ہی حرم چلے جائیں یہی مسنون طریقہ ہے۔

علامہ عینی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اذا دخل المحرم مکة ابتدأ بالمسجد الحرام یعنی لا یشتغل بعمل آخر قبل ان یدخل المسجد الحرام لان المقصود زیارة البیت. (بنایہ:۳/۴۸۹، فتح القدیر:ص ۴۴۷)

لباب میں ہے:

فیبدأ فی المسجد بعدحط اثقاله و قیل حطه افضل ای دخوله فی المسجد ان تیسر و ان کانوا جماعة اشتغل بعضهم بحط الاثقال ای بحفظها بعد حطها و بعضهم باداء الافعال و لا یوخره ای دخول المسجد و الطواف لتتغیر ثیابه نحوه ای من استجار منزل و اکل و شرب الا لعذر. (لباب:ص ۱۲۸)

بعض لوگ جو اطمینان سے لیٹ جاتے ہیں اور سو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم آرام کرنے کے بعد اطمینان سے طواف کریں گے اس میں جلدی کیا ہے۔ سو یہ جائز ہے کوئی گناہ نہیں، مگر سنت کے خلاف سلف صالحین صحابہ تابعین کے خلاف ہے۔ عشق ومحبت کے خلاف ہے۔ محبوب کے گھر پہنچ کر اولین ملاقات کے بجائے لیٹ جانا تھکن دور کرنے کے لئے سو جانا آرام کرنا شان محبت کے خلاف ہے۔ رہی بات تھکن اور تعب یہ تو سفر میں ہوتا ہی ہے اس لئے تو سفر کو "قطعة من النار" کہا گیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں موجودہ دور میں سفر کی ایسی صعوبتیں اور قانونی ضابطوں کی وجہ سے بڑی پریشانی ہو جاتی ہے۔ اس لئے آرام راحت کے بعد ہی بہتر ہے یہ بات کوئی نئی نہیں ہے۔

آپ نے اور صحابہ کرام نے ۶ سو کلومیٹر کا سفر اونٹ پر طے کیا تھا۔ اونٹ کے سفر میں تو ہڈی ہڈی جوڑ جوڑ چور ہو جاتا ہے ہفتوں یا کئی کئی دن کا سفر، کھانے پینے کی پریشانی ہے، اب تو کیا اونٹ کے سفر سے زیادہ پریشانی ہے اب تو ہوائی جہاز کا سفر، چند گھنٹوں کا ہے، البتہ ائرپورٹ پر قانونی کارروائی میں تاخیر کی وجہ سے پریشانیاں اور تھکن ہو جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی اونٹ کے سفر سے کم۔ جب آپ نے صحابہ کرام نے بلا آرام اور راحت کئے طواف کیا تو یہاں بھی یہی سنت ہوگا۔ ہاں ضعف نقاہت کمزوری اتنی ہو کہ ابھی طواف کرنا مشکل ہوگا تو یہ دوسری بات ہے یہاں تو نوجوانوں کو صحت مندوں کو طاقتوروں کو بھی مشورہ دے دیتے ہیں کہ ارے بھائی جلدی کیا ہے، آرام سے سو کر دوسرے وقت جائیں گے۔ یہ غلط خلاف سنت ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر جگہ سہولت آرام ہی کو فوقیت دیتے ہیں۔ ذرا مشقت تعب کو برداشت نہیں کرتے عموماً ایسے لوگ امراء اور ہر سال مالداری کی وجہ سے حج کرنے والے ہوتے ہیں۔ بعض علماء بھی ایسے ہوتے ہیں جو ایسے لوگوں کے لئے ہر مسئلہ میں سہولت نکالتے رہتے ہیں۔ سنت کے خلاف آرام راحت کو سامنے رکھتے ہوئے گنجائش نکالتے رہتے ہیں ایسے علماء کو یہ سہولت

بند امراء بہت پسند کرتے ہیں۔ اللہ کے بندو تھوڑی پریشانی ہو تو برداشت کرلو۔ اسی مشقت کی وجہ سے توجہ کا اتنا ثواب ہے۔

خانہ کعبہ کا تحیۃ المسجد طواف ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام جو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد کیا وہ وضو کرنے کے بعد طواف کیا۔ (بخاری: ص ۲۲۲، فتح القدیر: ۲/ ۴۲۷)

حضرت عطاء سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو کسی بھی شئی کی طرف نہ متوجہ ہوئے اور نہ کسی جگہ کا رخ کیا نہ آپ اپنے گھر گئے اور نہ کچھ کیا (سیدھے سفر سے آتے ہی) مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ اور طواف شروع کر دیا۔ (فتح القدیر: ۲/ ۴۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ (مسجد حرام) میں داخل ہوئے تو طواف کیا۔

(ابوداؤد: ص ۲۵۸)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد استیلام کرتے ہی طواف شروع کر دیا۔ تحیۃ المسجد نہیں پڑھی۔ پس معلوم ہوا عام مسجدوں میں حتیٰ کہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد پڑھنی مسنون ہے۔ بخلاف مسجد حرام کے اس کا تحیۃ المسجد طواف ہے۔ ”لأن تحية هذه المسجد الشريف هو الطواف.“ (شرح مناسک: ص ۱۲۹)

یہ طواف خود نماز ہے۔ پس گویا اس نے اس شکل میں تحیۃ المسجد ادا کی جو مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے۔ تمام حاج وعمرہ کرنے والوں کو یہ حکم ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد (سامان وغیرہ رکھ کر پاخانہ پیشاب سے فارغ ہو کر) سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی طواف کرے۔ تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ (شرح مناسک: ص ۱۱)

ہاں جماعت کا وقت ہو رہا ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اس کے بعد طواف کرے۔ (شرح مناسک)

اگر نماز جنازہ ہونے والا ہو یا شروع ہو چکی ہو تو نماز جنازہ میں شریک ہو جائے۔ طواف بعد میں کرے۔

(شرح مناسک)

فرض نماز باقی ہو اور وہ صاحب ترتیب ہو تو اولاً فرض پڑھ لے پھر طواف کرے۔ (شرح مناسک)

مثلاً بس پر، سواری پر نماز کا وقت گذر گیا، اور نماز پڑھنے کا موقعہ نہ ملا جیسا کہ آج کل امکان ہے۔ سعودی بس کا ڈرائیور بسا اوقات فرض نماز کا وقت آجانے پر نہیں اتارتے ہیں جس کی وجہ سے نماز تک قضا ہو جاتی ہے۔ اور اس سے اترنا اپنے اختیار میں نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں اپنی قیام گاہ پر ہی فرض ادا کرے پھر مسجد حرام جائے اور طواف شروع کر دے۔

احرام کی حالت ہو یا غیر احرام کی حالت بہرصورت مسجد حرام میں داخل ہونے کا تحیۃ المسجد طواف ہی ہے۔
(فتح القدیر: ص ۴۴۸)

ابتدأ مسجد حرام میں آنے والا بلا کسی عذر کے طواف نہ کرے اور تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھ لے تو اس کا تحیہ ادا نہ ہوگا۔ "لو صلی و لم یطف لا تحصل التحیة الا ان یخص بترك الطواف بلاعذر."
(حاشیہ شرح مناسک: ص ۱۲۹)

اگر کوئی عذر ہو (مثلاً مرض انتہائی ضعف نقاہت) تو تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (شرح مناسک)

جس پر طواف نہیں یا جس نے طواف کا ارادہ نہیں کیا (عموماً پنجگانہ نماز کی حاضری کے لئے) اور وقت ہو تو تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (شرح مناسک: ص ۱۱)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد حرام کا تحیۃ المسجد صرف طواف ہی ہے۔ لہٰذا وہ کسی وقت بھی تحیۃ المسجد نہیں پڑھتے یہ غلط ہے۔ (حاشیہ شرح مناسک: ۱/ ۱۲۹)

آپ مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی حجر اسود کا استیلام کیا اور طواف شروع کر دیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ خانہ کعبہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استیلام کیا ۳؍ میں رمل اور ۴؍ میں مناسب رفتار سے چلے۔ (ابن خزیمہ: ص ۲۱۱، نسائی: ۲/ ۳۷)

حضرت سالم کی روایت میں ان کے والد سے مروی ہے کہ جیسے ہی آپ مکہ (مسجد حرام) آئے حجر اسود کا استیلام کرتے ہوئے پہلے طواف شروع کر دیا۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۲۱۲، سنن کبریٰ: ص ۷۳)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خانہ کعبہ کے بالکل پاس تھا میں نے دیکھا کہ آپ داخل ہوئے پہلے حجر اسود کے پاس گئے استیلام کیا اور سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔
(سنن کبریٰ: ۵/ ۷۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مکہ میں داخل ہوئے، مسجد حرام میں تو حجر اسود کے پاس گئے استیلام کیا اور طواف کیا۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے حجر اسود کا استیلام کر کے طواف فرمایا۔ (نسائی: ص ۳۷)

فائدہ: حجاج اور زائرین کے لئے مستحب ہے جیسے ہی اولاً مسجد حرام میں داخل ہوں طواف بیت اللہ شروع کر دیں۔ اور طواف کی ابتداء حجر اسود کے استیلام سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ بھیڑ کی وجہ سے جیسا کہ آج کل کے دور میں ہوتا ہے۔ حجر اسود کے پاس تو کیا قریب بھی پہنچنا مشکل ہوتا ہے تو حجر اسود کے مقابل

کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے اور چوم لے۔ اور استیلام کی دعا پڑھے اور طواف شروع کردے۔

استیلام کے بعد دائیں جانب ہو گئے بائیں کندھے کی جانب خانہ کعبہ کو کرتے ہوئے طواف کیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ (مسجد حرام) آئے تو حجر اسود کا استیلام کیا۔ پھر دائیں جانب ہو گئے۔ (کہ بایاں کندھے کی طرف خانہ کعبہ ہو گیا) پھر ۳؍ چکروں میں رمل کیا اور ۴؍ میں اپنی رفتار سے چلے۔ (مشکوٰۃ: ص ۲۲۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح طواف شروع کیا کہ حجر اسود کا استیلام کیا۔ پھر دائیں رخ مڑ گئے (اور چکر شروع کردیا)۔ (القریٰ: ص ۲۶۶)

فائدہ: یہی طواف کا مسنون طریقہ ہے، پورے جسم اور سینہ کا رخ استیلام کے وقت حجر اسود کی جانب رہے، پھر ہاتھ اٹھاتے اور دعا پڑھتے ہی زمین پر پیر کو ٹکے ہوئے دائیں رخ مڑ جائے تو بائیں جانب خانہ کعبہ ہو جائے گا اور سیدھے گولائی میں چلنے لگے۔ بائیں جانب کعبہ ہونے کی وجہ سے قلب کے قریب رہے گا یہ حکمت ہے بائیں جانب کا۔ (مرقات: ۵/۱۲۴)

اکثر لوگ طواف سنت طریق پر نہیں کر پاتے ہیں۔ آگے اس کا مفصل مسنون طریقہ آ رہا ہے۔

طواف میں خانہ کعبہ کے ساتھ حطیم کو بھی شامل کیا جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو بیت اللہ کا طواف کرے، وہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے، یعنی حطیم بھی طواف میں شامل کرلے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حطیم کا کچھ حصہ خانہ کعبہ میں ہے۔ (القریٰ: ص ۲۶۶، ابوداؤد: ص ۲۵۸)

فائدہ: طواف کرنے میں حطیم کو بھی شامل رکھا جائے گا۔ چونکہ حطیم کا ایک حصہ یقین خانہ کعبہ ہے۔ شرح مناسک میں ہے طواف حطیم کو شامل کرکے اس کے پیچھے سے کیا جائے گا۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ لوگ حطیم کو شامل کرکے طواف اسی وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ داخل بیت اللہ ہے۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۸)

الطواف وراء الحطيم اى جدار الحجر فلو لم يطف وراء ه دخل الفرجة التى بينه و بين البيت و خرج من الفرج الاخرى فطاف فعليه الاعادة او الجزاء.

(ص ۱۵۴)

لہٰذا اگر کسی نے حطیم کے پیچھے سے حطیم کو شامل کرکے طواف نہ کیا تو طواف کا دوبارہ کرنا ضروری ہوگا اور

اگر اعادہ نہیں کیا اور طواف عمرہ یا حج کا تھا تو دم واجب ہوجائے گا جس کی تفصیل طواف کے ذیل میں ہے۔ اسی طرح غنیۃ میں ہے کہ حطیم کو شامل نہ کرے گا تو دوبارہ کرنا واجب ہوگا ورنہ نہ کرنے پر دم واجب ہوگا۔ ''الطواف وراء الحطیم فلو طاف للزیارۃ و العمرۃ فی جوف الحجر یعید الطواف کله ...... فان لم یعد فعلیه دم.''

اگر طواف واجب یا نفلی تھا تو دم کے بجائے صدقہ لازم ہوگا۔ ''فینبغی ان لا فرق بین الطواف الواجب و التطوع فی لزوم الصدقة.'' (غنیۃ: ص ۱۱۴)

حجر اسود کے مقابل سبز روشنی پر حجر اسود کے استیلام کے بعد ہاتھ کو چوم لینا بھی سنت ہے

نافع کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا حجر اسود کو استیلام کیا پھر اپنے ہاتھ کو چوما بوسہ دیا۔ اور کہا جب سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا نہیں چھوڑا۔ (سنن کبریٰ: ۵/۷۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کا استیلام کرتے پھر بوسہ لیتے۔ (بخاری: ۱/۲۱۹)

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید حضرت ابو ہریرہ حضرت ابن عمر حضرت جابر رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ استیلام کے بعد ہاتھ چوم لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس تو بہت کرتے تھے۔ (القریٰ: ص ۲۸۲)

فائدہ: سبز روشنی پر خواہ شروع طواف میں یا طواف کے دوران حجر اسود یا سبز روشنی پر حجر اسود کا، ہاتھوں سے اشارہ کے بعد دونوں ہاتھوں کو ملا کر چومنا سنت ہے۔ یعنی ہاتھوں سے استقبال بھی اور ہاتھوں کو چومنا بھی بھیڑ ہو تو سبز روشنی پر پہنچتے ہی جلدی سے کرے۔ رک رک کرنے کی کوشش نہ کرے۔ کالی پٹی جو حجر اسود کے محاذات اور مقابل اور سامنے ہونے کو بتاتی تھی سعودی حکومت نے ختم کردی۔ حالانکہ اس کی وجہ سے طواف کرنے والوں کو سہولت تھی کہ اس نشانی سے وہ حجر اسود کے سامنے کو پہچان لیتے تھے۔ اور استیلام کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔ اب حجر اسود کے سامنے ہری بتی جلتی ہے جس سے حجر اسود کے مقابل ہونے کا علم ہوتا ہے۔ مگر اس سے صحیح تعیین نہیں ہو پاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک سنت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے کہ استیلام حجر اسود کے بالکل مقابل نہیں ہو پاتا ہے۔

خیال رہے کہ موجودہ دور میں حجر اسود پر بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے استیلام اور بوسہ ناممکن ہوگیا ہے۔ اس لئے اب ہاتھ سے استقبال اشارہ پھر ہاتھ کو چومنا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی سنت میں داخل ہے۔ آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا اور اشارہ اور تقبیل ہاتھ کو چوما تھا۔

طواف کے ہر چکر پر استیلام یا استقبال و اشارہ سنت ہے واجب نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف اونٹنی پر سوار ہو کر کیا۔ (مرض کی وجہ سے) جب بھی آپ حجر اسود کے پاس (چکر لگاتے ہوئے) آتے تو اس کی جانب کسی شئے سے اشارہ کرتے،

استقبال کرتے اور تکبیر کرتے۔ (بخاری: ۱/۲۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کا استقبال کرتے اور رکن یمانی کا استیلام کرتے ہاتھ سے چومتے۔ (حاکم مستدرک: ۱/۴۵۶)

حضرت ابن جریج نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر نے ایک آدمی کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا اور استیلام نہیں کر رہا تھا۔ تو آپ نے پوچھا ارے کیا کر رہے ہو، کہا طواف کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا تم نے گویا طواف ہی نہیں کیا (استیلام باوجود موقعہ کے نہیں کیا پس اس وجہ سے کہا)۔ (القریٰ: ص ۲۹۱)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح شروع طواف میں حجر اسود کا استیلام یا استقبال کر کے طواف کرنا سنت ہے، اسی طرح طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کے مقابل سے گذرتے ہوئے جس کی علامت سبز روشنی ہے۔ استقبال کرنا ہاتھ اٹھا کر چوم لینا اور تکبیر کہنا سنت ہے۔

شرح مناسک میں ہے۔ حجر اسود کا استیلام (یا استقبال ہر چکر میں سنت ہے۔ "و سن الاستیلام فی کل شوط." (شرح مناسک: ص ۱۳۲)

اگر بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے سبز روشنی پر کھڑے ہو کر حجر اسود کی جانب رخ کرنا اور تکبیر اور بوسہ لینا مشکل اور باعث مشقت ہو تو بغیر ان امور کے ادا کئے جلدی سے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے گذر جائے کہ یہ امور مستحبات میں سے ہیں۔ اور مستحب امور کو عذر اور دقت کی وجہ سے چھوڑا جا سکتا ہے۔ ایسے موقعہ پر اول اور آخری استیلام یا استقبال پر ہی اکتفا کرے۔ بیچ کے ۵؍ استقبال کو چھوڑ دے اگر عورت ہو تو پھر امر مستحب کے لئے دقت نہ اٹھائے۔ اور نہ دھکے مکے کھائے بلکہ سبز نشان کے مقابل بغیر رکے طواف مکمل کرے۔ اور ہاتھ سے صرف اشارہ کرے۔

طواف کے چکر میں رکن یمانی کا استیلام بھی سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استیلام فرماتے۔ (بخاری: ص ۲۱۸، سنن کبریٰ: ۵/۷۶، ابوداؤد: ص ۲۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو دونوں ہاتھ سے چھوا اور بوسہ دیا۔ رکن یمانی کو دونوں ہاتھ سے چھوا اور بوسہ لیا۔ (سنن کبریٰ: ص ۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی اور حجر اسود کا بوسہ لیتے۔ (سنن کبریٰ: ۵/۷۷)

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس کے ساتھ تھا۔ حضرت معاویہ (طواف کے دوران) جس رکن سے گذرتے تو اس کا استیلام کرتے، اس پر حضرت ابن عباس نے ان سے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حجر اسود

اور رکن یمانی ہی کا استیلام کیا۔ اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا بیت اللہ کا کچھ نہ چھوڑا جائے گا۔ (یہ حضرت معاویہ کا قیاس تھا جو آپ سے ثابت نہیں تھا)۔ (ترمذی: ص ۱۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ ابن سفیان نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ تو بیت اللہ کے تمام کونوں کا استیلام کرتے گئے تو حضرت ابن عباس نے کہا ان دونوں کونوں کا (رکن شامی، رکن عراقی کا) استیلام نہ کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استیلام نہیں کیا ہے تو حضرت معاویہ نے فرمایا بیت اللہ کا کچھ نہ چھوڑا جائے گا اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "لقد کان لکم فی رسول اللہ الخ" پڑھا یعنی آپ کا عمل ہی اسوہ ہے، تو حضرت معاویہ نے فرمایا ہاں۔ (طحاوی: ۱/۳۹۴)

فائدہ: خیال رہے کہ بیت اللہ کے ۴/ کونے ہیں ① حجر اسود والا ② رکن یمانی ③ رکن شامی ④ رکن عراقی۔ رکن شامی اور رکن عراقی کا نہ استیلام نہ اشارہ نہ تقبیل ہوگا چونکہ یہ بیت اللہ کا حقیقی کونہ نہیں ہے بیت اللہ تو اس سے اور آگے ۶/ ذراع ہے جو حجر اور حطیم کا حصہ ہے۔ جس کونہ میں حجر اسود ہے اس کے مقابل رکن یمانی ہے یہ اصلی کونہ ہے۔ آپ صرف انہیں دونوں کا استیلام کرتے تھے۔ جیسا کہ تمام روایتوں میں ہے۔ امام ترمذی نے سنن ترمذی میں اکثر علماء کا یہی قول لکھا ہے۔

ابن ہمام نے بیان کیا کہ رکن یمانی اور حجر اسود کا استیلام گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ (ص ۴۵۶) یعنی اس کے علاوہ رکن شامی اور رکن عراقی کی کوئی فضیلت نہیں۔

ملا علی قاری شرح لباب میں لکھتے ہیں کہ رکن حجر اور رکن یمانی کے علاوہ کا نہ استیلام ہے اور نہ اشارہ ہے۔ بلکہ اگر کرے گا تو بدعت کا مرتکب ہوگا۔ ائمہ اربعہ اس کی کراہیت پر متفق ہیں۔ ملا علی قاری نے صرف رکن یمانی کے استیلام کو طواف کے دوران مستحب قرار دیا ہے۔ پھر یہ بھی کہا کہ چھونے کا موقعہ نہ ملے تو اشارہ نہ کرے۔ "فلا اشیر الیہ." (شرح لباب: ص ۱۳۷)

رکن یمانی کو موقعہ ہو تو ہاتھ سے چھونا سنت ہے نہ کہ اشارہ و تقبیل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کرتے تو ہر طواف کے چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کا استیلام کرتے۔ (ہاتھ سے چھوتے)۔ (بخاری: ص ۱۹۸، صحیح ابن خزیمہ: ۴/۲۱۶، سنن کبریٰ: ص ۷۶، ابوداؤد: ص ۲۵۸)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حجر اسود کا تو استیلام ہاتھ سے چھونا اور بوسہ بھی ہوگا۔ (اور پیشانی کا سجدہ کی طرح رکھنا بھی) اور رکن یمانی کا صرف ہاتھ سے چھونا ہوگا۔ بوسہ نہیں ہوگا۔ (و اما الیمانی فیستلم و لا یقبل)۔ (ص ۲۵۴)

اسی طرح ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ "و ثبت عنہ انہ استلم الرکن الیمانی و لم یثبت

انه قبله و لا قبل یده عنداستلامه.“ آپ سے رکن یمانی کا دونوں ہاتھ سے چھونا تو ثابت ہے۔ مگر بوسہ منہ سے چومنا ثابت نہیں اور نہ ہاتھ کا چومنا چھونے کے بعد ثابت ہے۔ (زاد المعاد:۲/۲۳۶)

شرح مسند میں ہے کہ ”تقبيل الحجر الاسود دون غيره“ صرف حجر اسود کی تقبیل ہوگی اس کے علاوہ کی نہیں۔ (شرح مسند:۹/۳۶)

ابن عمر کی حدیث شیخین اور مسند احمد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا صرف استیلام ہی کیا ہے۔ (بلوغ المرام:۱۲/۳۷)

ہدایۃ السالک میں ہے آپ نے رکن یمانی کا صرف استیلام کیا ہے۔ (ہدایۃ السالک:ص ۸۲۵)

المعروف ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم استلم الرکن الیمانی فقط.

پس چھونے کا موقعہ نہ ملے تو ہاتھ سے اشارہ نہ کرے گا۔ (شرح مناسک:ص ۱۳۷)

البتہ حضرات شوافع کے نزدیک استیلام کے بعد بوسہ دیا جاسکتا ہے۔ (ہدایہ:ص ۸۲۵)

رکن شامیین کو چھونا اور اشارہ کرنا ممنوع ہے

سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوتے دیکھا ہے۔ (بخاری:ص ۲۱۸، سنن کبریٰ:ص ۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رکن شامی اور رکن عراقی کا استیلام نہ کرتے تھے کہ یہ بنیاد خانہ کعبہ پر نہیں ہیں۔ (ابوداؤد:ص ۲۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور رکن یمانی ہی کا استیلام فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ:۵/۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کے چکروں میں حجر اسود اور رکن یمانی سے گذرتے تو استیلام کرتے اور رکن (شامی) جو حطیم کی جانب ہے اس کا استیلام نہ فرماتے۔ (سنن کبریٰ:۵/۸۰)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ رکن یمانیین کے علاوہ کا استیلام نہیں ہے۔ (القریٰ:ص ۲۹۰)

یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ساتھ طواف کیا جب رکن شامی کے سامنے آیا تو استیلام کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا یہ کیا؟ کہا اس کا استیلام نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا۔ کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا تم نے ان دونوں رکن کا استیلام کرتے دیکھا تھا میں نے کہا نہیں۔ (القریٰ:ص ۲۹۰)

فائدہ: خانہ کعبہ کے چار کونے ہیں۔ ان کونوں کو رکن کہا جاتا ہے۔ حطیم کی جانب، شامیہ کی طرف، میزاب رحمت

کے دائیں بائیں جانب، ان دونوں کونوں کو رکنین شامیین کہا جاتا ... دو دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اساس اور بنیاد پر نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کونوں کا نہ استیلام کیا ہے نہ بوسہ لیا ہے نہ ہاتھ سے اشارہ کیا ہے اور نہ استقبال کیا ہے، لہٰذا طواف کے چکروں کے درمیان یہاں کچھ نہ ہوگا۔ عوام بسا اوقات ان کو چھوتے ہیں منہ لگاتے ہیں۔ یہ سب غلط اور جہالت کی باتیں ہیں۔

شرح بخاری میں ہے: "اما الشامیتان فلیس شیء من الفضیلتین .... فلا یستلمان و لا یقبلان." (عمدۃ القاری: ۹/۲۵۴)

قال اکثر اھل العلم لا یسن استلام الرکنین الشامیین. (عمدۃ القاری: ۹/۲۵۵)

شرح مناسک ملا علی قاری میں ہے: "و اما الرکنان الآخران فلا استیلام فبھما و لا اشارۃ بھما، بل ھما بدعۃ مکروھۃ، بالاتفاق الاربعۃ." (شرح مناسک: ص ۱۳۷)

میزاب رحمت کے نیچے کی دیوار خانہ کعبہ کا چھونا چومنا منع اور بدعت ہے۔ عوام اور عورتیں ان دیواروں کو بڑی عقیدت اور اہمیت سے ہاتھوں سے چھوتے اور بوسہ لیتے ہیں اپنی گالوں کو اس پر رکھتے ہیں یہ سب ممنوع اور قبیح حرکتیں ہیں۔ خلاف شرع امور ہیں۔ نہ ثواب نہ سنت بلکہ گناہ کی باتیں ہیں۔ یہ عوام شرعی مسائل نہ دیکھتے ہیں نہ معلوم کرتے ہیں بلکہ اپنے من سے جہالت کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اللہ کی پناہ۔

حجر اسود کا بوسہ کے لئے دھکے دینا تکلیف دینا اور خود کو پریشان کرنا منع ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر حجر اسود کے پاس لوگوں کی بھیڑ میں مت گھسنا کہ کمزوروں کو تم تکلیف و اذیت دو۔ اگر خالی دیکھو تو بوسہ لے لو ورنہ تو ہاتھ سے اشارہ کر کے استقبال کرتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے گذر جاؤ۔ (سنن کبریٰ: ۵/۸۰)

سعید بن میسّب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا اے عمر تم مضبوط و طاقتور آدمی ہو۔ ضعیفوں کو تکلیف مت دینا۔ جب حجر اسود کے استقبال کے لئے آؤ تو دیکھ لو۔ اگر خالی ہو بھیڑ نہ ہو تو بوسہ لے لو ورنہ تو ہاتھ کے اشارے سے استقبال کرتے ہوئے تکبیر کہہ لو۔ (سنن کبریٰ: ۵/۸۰)

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ بھیڑ اور اژدحام کے موقعہ پر حجر اسود کے بوسہ کے بجائے استقبال اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے استیلام کرے تکبیر اور دعا جو اس وقت پڑھی جاتی ہے پڑھ کر گذر جائے۔

حجر اسود پر اژدحام اور بھیڑ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ نہ لے کر استیلام و استقبال فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی اونٹنی پر طواف فرما رہے تھے اور حجر اسود کا (بجائے بوسہ کے) لوگوں کے سخت بھیڑ کی وجہ سے استیلام کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر اونٹنی پر طواف کررہے تھے اور عصا کے اشارے سے (حجر اسود کا) استیلام کررہے تھے اسے مکروہ سمجھتے ہوئے کہ (بوسہ دینے کے لئے) لوگوں کو دھکے دیئے جائیں۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/ ۴۷)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے موقعہ پر حجر اسود کے پاس بھیڑ اور لوگوں کا مجمع اور اژدحام دیکھ کر حجر اسود کو بوسہ دینا چھوڑ دیا۔ اور محض ہاتھ میں جو عصا تھا اس کے اشارہ سے استقبال پر اکتفا فرمالیا۔ اور مجمع اور بھیڑ میں نہیں گئے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ اگر بھیڑ اور مجمع میں گھستے تو آپ کے لئے جگہ خالی کردیتے اور بھیڑ آپ کو دیکھ کر کہ آپ حجر اسود کے بوسہ کے لئے آرہے ہیں خود بخود چھٹتی جاتی اور حجر اسود کی جگہ کو لوگ خالی کردیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ لوگوں کی رعایت کی اور اشارہ پر اکتفا کیا۔ اس سے آپ نے امت کو تعلیم دی کہ اژدحام اور بھیڑ میں گھس کر لوگوں کو ہٹا کر، بوسہ نہ لیا جائے بلکہ اشارہ پر اکتفا کیا جائے کہ اشارہ اور استیلام دونوں کا ثواب برابر ہے۔

مگر لوگوں کو دیکھئے طواف میں اور بلا طواف کے حجر اسود کا بوسہ دینے کے لئے کس قدر تکلیف مشقت اٹھاتے ہیں۔ لوگوں کو دھکے دے کر گرا کر، اذیت و تکلیف دے کر گھستے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں ثواب کا کام کیا۔ حالانکہ گناہ ہے۔

بسا اوقات سر حجر اسود کے خول سے لگ کر زخمی ہوجاتا ہے۔ کبھی دوسروں کو دھکے دے کر اس کا سر زخمی کرتے ہیں۔ اس کے سر کو دھکے دے کر ہٹاتے ہیں اور اپنا سر داخل کرتے ہیں۔ کیا ایسی حرکت پر وہ ثواب پائیں گے ہرگز نہیں بلکہ گناہ پائیں گے۔ حج جیسے مبارک موقعہ پر خدا کے گھر میں ایسی شنیع حرکت کرتے ہیں جو ایمان واسلام ہی نہیں بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی اور امت اس کے خلاف کررہی ہے۔

بھیڑ اور اژدحام کے وقت حجر اسود کے پاس رکنا منع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب حجر اسود پر بھیڑ دیکھو تو گذر جاؤ مت کھڑے ہو۔ حضرت طاؤس کے متعلق ہے کہ جب حجر اسود پر آتے اگر بھیڑ پاتے تو گذر جاتے بھیڑ میں گھستے نہیں اور یہ فرماتے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (القریٰ: ص ۲۸۴)

فائدہ: بھیڑ اور اژدحام ہو تو حجر اسود کے پاس رکنا اور انتظار کرنا کہ لوگ ہٹیں اور ہم بوسہ دیں درست نہیں۔ طواف میں رکنا منع ہے۔ اور بھیڑ کے بیچ میں گھسنا منع ہے۔ بہت سے لوگ جہالت اور نادانی کی وجہ سے حجر اسود کے پاس بوسہ دینے کے لئے کھڑے رہتے ہیں نمبر لگاتے ہیں دھکے کھا کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ طواف کا تسلسل

جاتا رہتا ہے۔ یہ سب نہایت ہی قبیح اور ممنوع امور ہیں۔ بوسہ لینا کوئی فرض واجب تھوڑے ہی ہے۔ ایسی صورت میں ہاتھ سے اشارہ کرکے گذر جانے کا حکم ہے۔ بس دونوں ہاتھوں سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے اور چوم کر گذر جائے۔ اگر اتنی بھیڑ ہو کہ اشارہ اور چومنے کا بھی موقعہ نہیں تو صرف تکبیر کہتا ہوا گذر جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ میں تکبیر کہہ کر گذر جانے کا حکم دیا ہے۔ (القریٰ: ص ۲۸۶)

حجر اسود کے پاس بھیڑ میں گھسنا بوسہ کے لئے دھکے دینا ناجائز ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوحفص تم ایک طاقتور آدمی ہو حجر اسود پر بھیڑ میں مت گھسنا کہ تم کسی کمزور کو تکلیف دو۔ اگر تم خالی دیکھو تو استیلام کرلو۔ ورنہ تو اللہ اکبر کہتے ہوئے گذر جاؤ۔

(بیہقی: ۵/۸۰، القریٰ: ص ۲۸۶، مصنف ابن عبدالرزاق: ۵/۲۶)

فائدہ: حجر اسود کا بوسہ لینا مستحب ہے۔ اور دھکے دینا، اپنی طاقت سے دوسروں کو ہٹانا، بھیڑ میں طاقت لگا کر لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے جانا حرام اور ناجائز ہے۔ جاہل اور نادان لوگوں کو حجر اسود کے بوسہ میں اسی طرح دیکھیں گے۔ آپ ہرگز ایسا نہ کریں۔

بوسہ کے لئے اس طرح گھسنا اور لہولہان ہونا انہوں نے کہاں سے سیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔ خصوصاً عورتوں کی بھیڑ اور مزاحمت تو حرام اور لعنت کا باعث ہے کہ اس میں بے پردگی بے حیائی ہوتی ہے۔ آج کل حج کے دوران بہت بھیڑ ہوتی ہے۔ لہٰذا سیدھے اشارہ اور اللہ اکبر کہہ کر گذر جائے۔

طواف کے چکر میں جب حجر اسود کے مقابل آجائے تو استیلام کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استیلام فرماتے تھے۔ (بخاری: ص ۲۱۸، فتح الربانی: ص ۳۰، ابوداؤد: ص ۲۵۸، نسائی: ۲/۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی اور حجر اسود کا استیلام کبھی بھی طواف کرتے ہوئے نہیں چھوڑتے تھے (ہر چکر میں کرتے تھے) (ابوداؤد: ص ۲۵۸، نسائی: ۲/۳۸)

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہر چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کا استیلام کرتے تھے۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۸)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح طواف کی ابتداء میں حجر اسود کے سامنے استیلام یا ہاتھ سے اشارہ کرکے طواف شروع کیا تھا اسی طرح جب طواف کے چکر میں حجر اسود سامنے آئے تو دونوں ہاتھ اس کی طرف اٹھا کر اشارہ دے اور چوم لے۔ اس طرح آٹھ مرتبہ حجر اسود کا استیلام یا اشارہ اور تقبیل ہو جائے گا۔ خوب سمجھ لیجئے۔ ایک شروع کا باقی سات چکروں کا کل ۸/ استیلام ہوئے۔ اسی وجہ سے محدثین نے استلام الرکنین فی کل طواف باب قائم کرکے اشارہ کیا ہے۔ (نسائی: ۲/۳۷)

ابن ہمام کی فتح القدیر میں ہے جب بھی طواف میں حجر اسود کے مقابل سے گذرے تو استیلام کرے۔

(فتح القدیر:۲/۴۵۵)

خیال رہے کہ اسی طرح رکن یمانی کے پاس سے گذرے تو استیلام کرے، اگر بھیڑ نہ ہو اور رکن یمانی کو ہاتھوں سے بلا انتظار کے ہوئے چھوسکتا ہے تو چھولے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے نہ چھو سکے تو یہاں اشارہ ہرگز نہ کرے یہ خلاف سنت ہے۔ آپ دیکھیں گے بیشتر حضرات رکن سے گذرتے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں یہ مشروع نہیں۔ یہ حجر اسود کے ساتھ خاص ہے خواہ استیلام یا اشارہ۔

جب حجر اسود کے سامنے آجائے تو استیلام کرتے ہوئے کیا دعا پڑھے

عبداللہ بن السائب نے نبی پاک ﷺ سے یہ دعا نقل کی ہے۔

''بسم اللّٰه اللّٰه اكبر، اللهم ايماناً بك، و تصديقاً بكتابك و وفاءً بعهدك و اتباعاً لسنة نبيك.'' (شرح احیاء:۴/۵۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بھی حجر اسود پر آتے (طواف میں تو اسی وقت اشارہ کرتے اور تکبیر پڑھتے اللہ اکبر۔ (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حجر اسود کا استیلام کرتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

''اللّٰه اكبر، اللهم ايماناًبك و تصديقاً بكتابك، و اتباعاً لسنتك و سنة نبيك.''

(شرح احیاء:ص۵۹۱)

ترجمہ: ''اللہ بڑا ہے، اے اللہ آپ پر ایمان لاتے ہوئے آپ کی کتاب کو سچ مانتے ہوئے آپ کے اور آپ کے نبی کے طریق کی اتباع کرتے ہوئے۔''

بعض اصحاب نے آپ ﷺ سے پوچھا جب استیلام کریں تو کیا پڑھیں۔ آپ نے فرمایا یہ پڑھو:

''بسم اللّٰه و اللّٰه اكبر. ايماناً باللّٰه، و تصديقاً لما جاء به محمد صلى اللّٰه عليه وسلم.'' (شرح احیاء:ص۵۸۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک روایت میں استیلام کرتے وقت یہ پڑھنا منقول ہے:

''اللهم ايماناً بك و تصديقاً بكتابك و اتباعاً لسنة نبيك.'' (سنن کبریٰ:۵/۷۹)

ابن جریج سے منقول ہے کہ کسی صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا حجر اسود کے استیلام کے وقت کیا پڑھیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ کہو

''بسم اللّٰه و اللّٰه اكبر ايماناً باللّٰه و تصديقاً بما جاء به رسول اللّٰه صلى اللّٰه

علیه وسلم.'' (کتاب الام:۲/۱۷۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ پڑھتے:

''لا اله الا الله و الله اكبر، اللهم تصديقاً بكتابك و سنة نبيك.'' (ابن عبدالرزاق:۵/۳۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حجر اسود کے استیلام کے وقت یہ پڑھتے:

''اللهم ايماناً بك و تصديقاً بكتابك و سنة نبيك.''

اور درود شریف پڑھتے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مجمع الزوائد:۳/۲۴۰)

بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے سبز روشنی پر کھڑے ہو کر استیلام و تکبیر نہ کہہ سکے تو

عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم حجر اسود پر بھیڑ اور اژدحام پاؤ تو مت رکو گذر جاؤ۔ یعنی بلا استیلام کئے۔ (سنن کبریٰ:ص ۸۱)

حضرت سعد بن وقاص سے منقول ہے کہ تم (عورتیں) جب موقعہ پاؤ تو بوسہ لے لو استیلام کرلو، ورنہ تو اللہ اکبر کہو اور گذر جاؤ۔ (سنن کبریٰ:۵/۸۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اے عمر تم طاقتور آدمی ہو حجر اسود پر بھیڑ میں دھکے نہ دینا کہ کمزور کو تکلیف پہنچے۔ اگر خالی دیکھنا تو استیلام کر لینا ورنہ اللہ اکبر کہنا اور گذر جانا۔ (القریٰ:ص ۲۸۶)

فائدہ: خیال رہے کہ طواف کے ہر چکر میں جب حجر اسود کے پاس آجائے تو بوسہ لینا، یا استیلام دونوں ہاتھ کی ہتھیلی کو اس کی طرف اٹھانا اور پھر اسے چوم لینا مستحب ہے۔ اس استیلام کا مسنون طریقہ اب یہ ہے کہ جب حجر اسود کے مقابل سبز روشنی پر آجائے تو اس کی طرف منہ کرے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف کرے اور تکبیر دعا استیلام ''اللهم ايماناً بك'' اور دورد پاک پڑھے پھر طواف کے چکر کو شروع کرے۔

اگر بھیڑ اژدحام اس درجہ ہو کہ سبز روشنی پر رک کر تکبیر و استیلام کا کرنا ممکن نہ ہو جیسے ہی کھڑے ہونے کی نوبت آئی کہ بھیڑ نے پیچھے سے ڈھکیل دیا تو ایسی صورت میں جلدی سے ہاتھ سے اشارہ کرے اللہ اکبر کہے اور گذر جائے۔ یا صرف تکبیر کہے اور سیدھا گذر جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جان لے کہ یہ رکنا اور تکبیر و دعا استیلام کا پڑھنا مستحب ہے واجب اور لازم نہیں۔ امر مستحب کی ادائیگی کسی عارض کی وجہ سے نہ ہو سکے تو پریشان نہ ہوں سبز روشنی پر کسی کو دھکے دینا اور کھڑے ہو کر امر مستحب ادا کرنا مکروہ و درست نہیں۔ امور مُستحبہ میں سہولت اور توسع ہے۔ گنجائش ہو سہولت ہو موقعہ ہو تو ٹھیک ورنہ فرض واجب کی طرح مشقت اٹھا کر کرنا جہالت اور ممنوع ہے۔ حج کے مناسک میں اس کا خیال رہے خصوصاً اس بھیڑ کے دور میں۔

سخت بھیڑ اور اژدحام کی حالت میں حجر اسود کا استقبال کیسے کرے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کے پاس آتے اور لوگوں کی بھیڑ دیکھتے تو استقبال کر لیتے (ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیتے) اللہ اکبر کہتے دعا پڑھتے اور طواف میں لگ جاتے۔ (القریٰ: ص ۲۸۶)

حضرت ابوالمالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے جب لوگوں کی بھیڑ ہوتی (اور حجر اسود کے پاس نہیں جاسکتے تو) اپنے ہاتھ کے عصا سے اشارہ فرما دیتے۔ (عمدۃ القاری: ۹/۲۵۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت دی۔ جب واپس آئے تو آپ نے پوچھا حجر اسود کا استیلام کیسے کیا، جواب دیا استیلام کیا بھی اور کبھی (بھیڑ کی وجہ سے) چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ (القریٰ: ص ۲۸۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اژدحام اور بھیڑ کے موقعہ پر اشارہ اور بوسہ لینے کے پیچھے نہ پڑے بلکہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر کے بڑھ جائے۔ رکے نہیں کہ بھیڑ کی وجہ سے دھکا لگ جائے۔ ہو سکے تو چلتے ہوئے تکبیر کہہ لے۔ حجر اسود کا پتہ اژدحام کی وجہ سے نہ چلے، تو اپنے اندازے سے حجر اسود کے سامنے صرف چہرہ کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا گذر جایا کرے اور طواف کے چکروں کو پورا کر لے۔

مطاف میں حج کے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ ایسے موقعہ پر اشارہ اور ہاتھ کو چومنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ پیچھے کی جانب سے دھکا لگ جاتا ہے پس حجر اسود کے سامنے آکر اشارہ اور بوسہ کے بجائے اللہ اکبر کہتا ہوا گذر جائے تو کوئی حرج نہیں۔

آپ امر مستحب کی ادائیگی کے لئے نہ خود پریشان ہوتے اور نہ دوسرے کو تکلیف دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا، جب حجر اسود کے پاس آتے تو جو ہاتھ میں ٹیڑھے سرے والا عصا تھا اس سے اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ یعنی بھیڑ میں گھس کر حجر اسود کا بوسہ نہیں لیتے۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۹، القریٰ، بخاری، مسلم: ص ۲۱۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حجر اسود کا منھ سے بوسہ لینا اور ہاتھ سے چومنا مستحب ہے۔

بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے آپ نے یہ مستحب امر چھوڑ دیا اور گذرتے ہوئے صرف ہاتھ سے حجر اسود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ اکبر فرماتے۔

حالانکہ اگر آپ چاہتے تو حجر اسود کے پاس جا کے بوسہ لے سکتے تھے آپ کے جاں نثار صحابہ فوراً دیکھتے ہی ہٹ جاتے اور ہر ایک صحابی اپنے مقابلہ کو آپ کی بابرکت ذات کو ترجیح دیتا۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

بس اس سے معلوم ہوا کہ امر مستحب کی ادائیگی میں آدمی اپنے آپ کو زحمت اور تکلیف میں نہ ڈالے۔ اور خود اژدحام میں تکلیف اٹھائے گا تو دوسروں کو بھی تکلیف ہوگی اور یہ منع ہے ایمان واسلام کے خلاف ہے۔

حرم میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے طواف اور اس میں پہلے استیلام کیوں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حجر اسود گویا کہ اللہ پاک کا زمین پر دایاں ہاتھ ہے، اس سے خدا کے بندے خدا سے مصافحہ کرتے ہیں جیسا کہ اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری: ۹/۲۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حجر اسود کو چھوا (بوسہ لیا یا استیلام کیا) اس نے گویا اللہ کے ہاتھ کو چھوا۔ (ابن ماجہ: ۲/۱۸۱، مصری)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ یہ ابوقبیس پہاڑ سے بھی بڑا ہوگا۔ اس کی زبان ہوگی اور دو ہونٹ ہوں گے۔ جس نے اس کا استیلام نیت کے ساتھ کیا ہوگا اس کے بارے میں وہ کہے گا وہ اللہ کا ہاتھ ہے جس سے اس کی مخلوق اس سے مصافحہ کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری: ۹/۲۴۱)

فائدہ: حج یا عمرہ کرنے والوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے (ضروری سامان قیام کا رکھ کر) ہی مسجد حرام آنے کا حکم ہے۔ دوسرے کسی مشاغل میں لگنا خلاف سنت ہے۔ مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا کام طواف کرنا ہے، اور طواف میں سب سے پہلے حجر اسود کا استیلام کرے گا۔ یعنی طواف حجر اسود کے استیلام سے شروع کرے گا۔ جیسے ہی حرم میں داخل ہوگا حجر اسود کے سامنے سبز روشنی سے ذرا پہلے کھڑا ہوگا۔ نیت طواف کرے گا اور حجر اسود کے سامنے سبز روشنی پر اس کی طرف منہ کر کے استیلام کرے گا جس کا بیان طواف کا مسنون طریقہ کے ذیل میں ہے۔ تو یہ گویا کہ مسجد حرام میں سب سے پہلا کام حجر اسود کا استیلام ہوگا یہ استیلام اللہ پاک سے مصافحہ کرنا ہے۔ تو یہ گویا دربار الٰہی میں آکر مصافحہ کرنا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جس کی زیارت وملاقات کو جاتا ہے اس کے پاس آتے ہی اولاً اس سے مصافحہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ کو چھوتا ہے اور فرط عقیدت وعظمت ومحبت سے اس کے ہاتھ کو چومتا ہے بوسہ لیتا ہے، اس لئے حجاج اور زائرین کے لئے حکم ہے کہ مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی اولاً استیلام کریں یعنی خانہ کعبہ کے مالک خدا پاک سے مصافحہ کریں پھر اس کے گھر کا چکر لگائیں۔ چنانچہ شرح بخاری میں ہے "و اعلم ان کل ملك اذا قدم علیه قبلت یمینه و لما كان الحاج و المعتمر اول ما یقدمان لیس لهما تقبیله نزل منزلة یمین الملك و یده." (عمدۃ القاری: ۹/۲۴۰)

اسی طرح ابن جماعہ کی ہدایۃ السالک میں ہے "و معنی کون الحجر یمین اللّٰه ان کل ملك اذا

قدم علیه قبلت یمینه فنزل الحجر منزلة یمین الملك و یده و للّٰه مثل الاعلیٰ و کذالك من صافحه کان له عنداللّٰه عهد کما ان الملوك تعطی العهد بالمصافحة." (ہدایۃ السالک: ۱/۶۴)

طواف کے دوران کیا دعا ذکر مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار" پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد: ص ۲۶۰، حاکم: ص ۴۵۵)

حضرت انس کی روایت میں ہے کہ بیشتر آپ کی یہ دعا ہوتی تھی۔ (ابوداؤد، بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اللهم قنعنی بما رزقتنی و بارك لی فیه و اخلف علی کل غائبة لی بخیر."

(ابن ماجہ، تلخیص: ص ۲۸۴، حاکم: ۱/۴۵۵)

ایک راویت میں اس طرح "و احفظنی علی کل غائبة لی بخیر ان اللّٰه علی کل شیء قدیر."

(اتحاف: ص ۵۹۴، ہدایۃ السالک: ص ۸۳۰)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس دعا کو حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان پڑھنا نہ چھوڑتے تھے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ضرور پڑھتے تھے) "رب قنعنی بما رزقتنی و بارك لی فیه و اخلف علی کل غائبة لی بخیر." (ابن ابی شیبہ: ۴/۱۰۹)

حضرت ابوشیبہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ طواف کر رہا تھا جب حجر اسود کے مقابل آنے لگے تو یہ پڑھا "لا اله الا اللّٰه وحده لاشریك له له الملك و له الحمد یحی و یمیت و هو علی کل شیء قدیر" اور جب حجر اسود کے مقابل آجاتے تو یہ دعا پڑھتے۔ "اللهم ربنا آتنافی الدنیا حسنة" آخر تک۔ (مصنف ابن عبدالرزاق: ص ۵۱، شرح احیاء: ۴/۵۹۵)

حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان آپ کیا پڑھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان یہ پڑھتے:

"اللهم انی اسئلك ثواب الشاکرین و نزل المقربین و یقین الصادقین و خلق المتقین یا ارحم الراحمین." (اتحاف: ص ۶۰۲)

فائدہ: طواف کرتا ہوا جب ملتزم جو خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان یہ پڑھے۔ ویسے یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طواف کے بعد ملتزم پر پڑھنے کی ہے جس کی تفصیل ملتزم پر کیا پڑھے کے ذیل میں ہے۔

خدیجہ بنت خویلد سے مروی ہے کہ انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول طواف خانہ کعبہ کے موقعہ پر میں کیا پڑھوں آپ ﷺ نے فرمایا یہ پڑھو:

"اللهم اغفرلی ذنوبی و خطائی و عمدی و اسرافی فی امری انك ان لا تغفرلی تهلكنی." (بیہقی، اعلاء السنن: ۸۲/۱۰)

رکن عراقی کے درمیان گذرتے ہوئے یہ پڑھے

حافظ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ رکن عراقی کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھ لے:

"اللهم انی اعوذبك من الشك و الشرك و النفاق و الشقاق و سوء الاخلاق."
(تلخیص: ص ۸۷۴)

فائدہ: چاہے تو پڑھ لے مگر سنت سے یہ دعا ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے طواف میں اسے پڑھا ہے۔ شرح احیاء میں ہے کہ جب رکن عراقی کے پاس پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

"اللهم انی اعوذبك من الشرك و الشك و الكفر و النفاق و سوء الاخلاق و سوء المنقلب فی الاهل و المال و الولد." (شرح احیاء: ۵۹۲/۴)

امام غزالی کی احیاء العلوم میں ہے کہ جب رکن شامی پر پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

"اللهم اجعله حجا مبروراً و سعياً مشكوراً و ذنباً مغفوراً و تجارة لن تبور يا عزيز يا غفور رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاكرم."
(شرح احیاء: ۵۹۳/۴)

طواف میں رکن یمانی کے دوران گذرتے ہوئے کیا پڑھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رکن یمانی کے پاس سے گذرتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اللهم انی اعوذبك من الكفر و الفقر و الذل، و مواقف الخزی فی الدنيا و الآخرة ربنا آتنا فی الدنيا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار."
(ہدایہ: ۸۳۱/۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ جب رکن یمانی سے گذرتے تو یہ دعا پڑھتے:

"بسم الله الله اكبر، السلام على رسول الله ورحمة الله و بركاته اللهم انی اعوذبك من الكفر و الفقر و الذل و مواقف الخزی فی الدنيا و الآخرة ربنا آتنا فی الدنيا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار." (شرح احیاء: ۵۹۴/۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۷۰/فرشتے رُکن یمانی پر مامور ہیں کہ جو اس دعا کو پڑھے گا وہ اس پر آمین کہیں گے (پس چاہئے کہ طواف کے وقت یہ دعا پڑھے تا کہ فرشتوں کے آمین کہنے سے یہ دعا قبول ہو)

''اللهم انى اسئلك العفو و العافية فى الدنيا و الآخرة ربنا آتنا فى الدنيا.'' آخر تک۔ (تلخیص: ص۸۷۴، ابن ماجہ: ص۲۱۸، ہدایہ: ص۸۳۴)

شروع ۳/چکروں میں رمل کرتا ہوا یہ دعا پڑھے

مستدرک حاکم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا پڑھنا منقول ہے:

''اللهم اجعله حجا مبروراً و ذنباً مغفوراً و سعياً مشكوراً. اللهم لا اله الا انت و انت تحى بعد ما امت.'' (حاکم: ۱/۴۵۵، سنن کبریٰ: ص۸۴، ہدایہ: ص۸۳۶)

طواف کے آخری ۴/چکروں میں یہ دعا بہتر ہے۔

ربیع نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طواف کے ۴/چکروں میں یہ دعا کا پڑھنا ذکر کیا ہے۔

''اللهم اغفر و ارحم و اعف عما تعلم و انت الاعز الاكرم اللهم آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب النار.'' (سنن کبریٰ: ۸۴/۵)

میزاب رحمت کے نیچے سے گذرے تو کیا پڑھے

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میزاب رحمت کے نیچے سے گذرتے تو یہ پڑھتے:

''اللهم انى اسئلك الراحة عند الموت. و العوف عند الحساب.'' (ہدایۃ السالک: ۸۳۲)

فائدہ: معتبر سند سے یہ روایت ثابت نہیں ہے تاہم ماثور ہے۔ خیال رہے کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ میزاب رحمت کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ حسب ضرورت دین و دنیا کی جو دعا بہتر ہو کرے۔

طواف کے سات چکروں میں تیسرے کلمہ کا پڑھنا مسنون ہے جو فرشتوں کا معمول ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خانہ کعبہ کے سات چکروں میں کوئی آپسی گفتگو نہ کرے اور یہ پڑھتا رہے تو دس گناہ معاف دس نیکیاں اور دس درجے بلند ہوں گے۔

''سبحان الله و الحمدلله و لا اله الا الله و الله اكبر و لا حول ولا قوة الا بالله.'' (ابن ماجہ، تلخیص: ص۸۷۴)

فائدہ: اکثر و بیشتر حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کے علاوہ میں یہ ذکر مسنون کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا تم لوگ طواف میں کیا پڑھتے ہو کہا ہم لوگ "سبحان اللّٰه و الحمدللّٰه و لا اله الا اللّٰه اللّٰه اکبر" پڑھا کرتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا "لاحول و لاقوة الا باللّٰه" کا اضافہ کرلو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد "العلی العظیم" کا اضافہ کرلو۔ (شرح احیاء:۵۹۲/۴)

طواف کے چکروں میں قرأت قرآن

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا طواف میں قرآن کا پڑھنا بہتر ہے۔ (کتاب الام:۱۷۳/۲)

ابن البناء حنبلی نے ذکر کیا کہ طواف میں بکثرت قرآن پڑھے۔ (مغنی:۳/۳۷۸، ہدایۃ السالک:۸۴۳/۲)

حضرت عطاء نے بیان کیا کہ طواف میں تمام بات اور گفتگو چھوڑ کر صرف ذکر اور قرآن کا معمول رکھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق:ص۵۲)

عبداللہ بن مبارک نے فرمایا طواف میں افضل قرأت قرآن ہے۔ (اعلاء السنن:ص۸۱)

امام مالک نے فرمایا طواف میں قرآن پاک کا پڑھنا خلاف سنت ہے۔ انہوں نے قرآن کے پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (ہدایۃ السالک:ص۸۳۹)

عروہ حضرت حسن بصری نے بھی قرآن پڑھنا مکروہ کہا ہے۔ عطاء اور امام مالک سے منقول ہے کہ یہ بدعت (خلاف سنت ہے)۔ (اعلاء السنن:۸۱/۱۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے جس سے طواف میں قرأت قرآن کی کراہت معلوم ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن:ص۸۱)

علامہ حصیری نے امام اعظم کے قول کو نقل کیا ہے کہ ذکر طواف میں قرأت قرآن سے افضل ہے۔

(ہدایۃ السالک:ص۸۳۹)

ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے کہ منتقی میں امام صاحب سے منقول ہے کہ طواف میں قرآن کا پڑھنا مناسب نہیں ایک قول میں ہے کہ نہ بلند آواز سے پڑھے نہ آہستہ سے پڑھے اسی کو اصح کہا گیا ہے۔ مگر لباب المناسک میں آہستہ سے قرآن پاک کو مباح جائز بلا کراہت کے قرار دیا ہے۔ اور اس کی شرح میں ملا علی قاری نے اصح نہ ہی پڑھنا قرار دیا ہے۔ (ص۱۶۴)

غنیۃ الناسک میں بھی ہے کہ ذکر قرأت قرآن سے افضل ہے۔ یہی تجنیس میں بھی ہے۔ (اعلاء السنن:۸۱/۱۰)

فائدہ: احناف اور مالکیہ کے معتمد قول میں قرآن پاک کا نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا آپ سے کسی بھی طواف کے موقعہ پر قرآن کا پڑھنا ثابت نہیں۔ آپ کا معمول کثرت تلاوت کا تھا۔ صبح و شام اور رات

تلاوت فرماتے تھے۔ اور آپ نے ان موقعوں پر تلاوت کی تاکید کی۔ فضائل کو بیان کیا۔ آپ نے طواف کے موقعہ پر نہ قرآن پڑھا اور نہ اس کی تاکید کی نہ فضائل بیان کیا گویا نہ فعلی روایت ہے نہ قولی پس قرآن کا پڑھنا خلاف سنت غیر افضل ہوگا۔

طواف کے چکروں میں ذکر دعا اور تلاوت کے متعلق کیا بہتر ہے تفصیل و تحقیق

خیال رہے کہ طواف کے موقعہ پر ۳؍امور ہیں۔ دعا، ذکر، تلاوت قرآن پاک، دعا سے متعلق آپ ﷺ سے دو قسم کی روایت مروی ہیں ایک عملی دوسرا قولی، عملی حدیث میں مستند سند صحیح سے جو دعا ثابت ہے وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان۔ "ربنا آتنا فی الدنیا" آخر تک ثابت ہے۔ چنانچہ عزالدین ابن جماعہ نے لکھا ہے "ولم یثبت شیء من ذالك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ربنا آتنا" آخر تک۔ (ص ۸۳۷)

دوسری عملی روایت جس کی تخریج حاکم نے کی ہے اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ "رب قنعنی بما رزقتنی" آخر تک۔

ان دو دعاؤں کے علاوہ اور کسی دعا کا پڑھنا معتبر روایت سے ثابت نہیں۔

پس ان ماثور اور مسنون دعاؤں کا پڑھنا قرآن اور عام دعاؤں سے افضل ہے۔ جیسا کہ امام رافعی اور دیگر علماء نے بیان کیا۔

قولی روایت: وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں تیسرے کلمہ کا ذکر ہے۔ جس کی فضیلت دس گناہ کا معاف ہونا۔ دس نیکیاں کا ملنا اور دس درجوں کا بلند ہونا ہے۔ (ابن ماجہ)

دوسری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو رکن یمانی پر پڑھنے کی فضیلت میں "اللهم انی اسئلك العفو و العافیة فی الدنیا و الآخرة ربنا آتنا." آخر تک (ابن ماجہ، تلخیص)

یہ دو فعلی جس کو آپ نے طواف کے دوران پڑھا ہے اور دو قولی جس کی فضیلت آپ نے بیان فرمائی۔ روایتوں سے ثابت ہے۔ باقی اور جو دعائیں ہیں وہ انتہائی ضعیف سند سے مروی ہے جس کی اجازت تو ہے مگر وثوق کے ساتھ آپ سے یا سنت سے بموقعہ طواف ثابت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ پس یہ دعائیں تمام دعاؤں اذکار و تلاوت سے افضل ہوں گی۔

اس کے بعد عام ذکر کا درجہ ہے۔ خواہ آپ سے مروی ہو یا نہ ہو۔ "ان الذکر افضل منها ماثوراً اولا."

(اعلاء السنن: ص ۸۱)

فتح القدیر میں ہے "ان الذکر افضل من القرأة فی الطواف." (فتح القدیر: ص ۴۹۵)

تیسرا درجہ قرأت قرآن کا ہے اس میں علماء احناف سے دو قول منقول ہے۔

① پہلا قول مباح اور جائز واجازت کا مگر آہستہ پڑھے۔ "لا بأس فی قرائته فی نفسه." (فتح القدیر: ص ۴۲۵، شرح مناسک: ص ۱۶۴)

② دوسرا قول خلاف سنت غیر افضل قرار دیا ہے ابن ہمام لکھتے ہیں: "عن ابی حنیفة لا ینبغی للرجل ان یقرأ فی طوافه ...... و الحاصل ان هدی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هو الافضل و لم یثبت عنه فی الطواف قراءة بل الذکر وهو التوارث عن السلف والمجمع علیه فکان اولیٰ."

(۲/۲۹۵)

دیکھئے اسی پر اسلاف کا تعامل اور جمہور کا عمل بیان کر رہے ہیں پس معلوم ہوا کہ قرآن کا پڑھنا بہتر نہیں۔

(اعلاء السنن: ۱۰/۸۲)

علماء احناف کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ جو دعا یا ذکر کی جانب طبیعت راغب ہو اور خشوع وانابت سے ظاہر ہو کر بسا اوقات کسی دعا کو خاص طور پر پڑھنے سے خشوع باقی نہیں رہتا۔ (ہدایۃ السالک: ۲/۸۳۷)

طواف میں اضطباع اور رمل کے متعلق آپ کے سنن کا بیان

آپ نے طواف میں اضطباع کیا

حضرت یعلی ابن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کا طواف کیا تو حضرمی چادر سے اضطباع کئے ہوئے تھے۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/ ۱۹، ترمذی: ص ۱۷۴، القریٰ: ص ۳۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے جب جعرانہ سے عمرہ کیا تو اضطباع کئے ہوئے تھے اپنے بغل سے چادروں کو نکالے ہوئے تھے۔ (بلوغ الامانی: ص ۱۹)

ایک روایت میں ہے کہ اپنی چادروں کو بائیں کندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۹، سنن کبریٰ: ۵/ ۷۹)

حضرت یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ ہری چادر سے اضطباع کئے ہوئے تھے۔ (سنن کبریٰ: ۷۹، القریٰ: ص ۳۰۳)

فائدہ: اضطباع سنت ہے، آپ حج بیت اللہ کے طواف میں یا عمرہ کے پہلے طواف میں اضطباع فرماتے پس مفرد جو طواف قدوم کرے گا یا تمتع اور قارن جو پہلا طواف جس کے بعد سعی کرے گا اس میں اضطباع کرے گا اور صرف طواف ہی کی حالت میں اضطباع کرے گا طواف کے شروع کرتے ہی اضطباع کرے گا ختم ہوتے ہی اضطباع ختم کر کے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لے گا۔

آپ ﷺ نے حج کے موقعہ پر جو پہلا طواف کیا ہے اس میں اضطباع کیا تھا۔ آپ اگر مفرد تھے جیسا کہ حضرات شوافع کہتے ہیں تو یہ طواف قدوم تھا۔ پس طواف قدوم میں اضطباع ثابت ہوگیا۔ اگر آپ قارن تھے جیسا کہ احناف قائل ہیں یا متمتع تھے جیسا کہ حنابلہ قائل ہیں تو یہ عمرہ کا طواف تھا اور عمرہ کے طواف میں اضطباع ہوگا۔ چونکہ آپ ﷺ نے اس طواف کے بعد سعی بھی کی تھی۔ اس لئے جس طواف کے بعد سعی نہیں ہوگی اس میں اضطباع نہیں کیا جائے گا۔

اضطباع کب کس طواف میں سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے اضطباع کیا اور ۳ر چکروں میں رمل کیا۔ اور چار میں چل کر طواف کیا۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۷۹، ابن خزیمہ: ص ۲۱۱)

حضرت یعلی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے طواف اضطباع کی حالت میں کیا آپ سبز چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اور ان کے اصحاب نے جعرانہ سے عمرہ کیا۔ رمل کیا اور اپنی چادروں کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دیا تھا۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۹)

فائدہ: حج و عمرہ کے پہلے طواف، طواف قدوم میں اضطباع کیا جاتا ہے یہ سنت ہے۔ اضطباع کے معنی دائیں کندھے کے نیچے بغل سے چادر کا ایک کنارہ نکال کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال لینا، اس طرح دایاں مونڈھا کھل جائے گا اور بایاں مونڈھا چھپ جائے گا۔ ہدایہ میں ہے "الاضطباع ان جعل رداء ہ تحت ابطیه الایمن و یلقیه علی کتفه الایسر ای یبدی کتفه الایمن و یغطی الایسر." (بنایہ: ص ۴۹۵)

شرح ملا علی قاری میں ہے: "الاضطباع المسنون ان یجعل وسط ردائه تحت ابطیه الایمن و یلقی طرفیه او طرفه علی کتفه الایسر و یکون المنکب الایمن مکشوفاً." (شرح ملا علی قاری: ص ۱۳۰)

پس معلوم ہوا کہ دائیں کندھے کے نیچے سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دینا ہے جس سے دائیں مونڈھا تو کھل جائے گا اور بایاں چھپ جائے گا۔ بعض ناواقف عوام بائیں طرف کی چادر دائیں کندھے پر ڈال لیتے ہیں۔ یعنی الٹا کرتے ہیں یعنی بائیں مونڈھا کھلا رکھ کر دائیں مونڈھے کو چادر ڈال کر چھپا دیتے ہیں یہ غلط اور خلاف سنت کرتے ہیں۔

اضطباع سے متعلق چند ضروری امور

1. خیال رہے کہ یہ چادر رکھنے کا طریقہ حج و عمرہ کے پہلے طواف میں ہے۔ طواف زیارت اور طواف رخصتی میں نہیں۔

❷ احناف کے نزدیک صرف طواف میں ہے سعی میں نہیں ہے۔ پس جیسے ہی طواف سے آخری استیلام کرے چادر کو دونوں کندھے پر ڈال کر دونوں مونڈھوں کو چھپالے۔
❸ طواف کے بعد دو رکعت نماز بلا اضطباع کے کندھوں کو چادر سے ڈھک کر پڑھے
❹ اضطباع کی ہیئت کے ساتھ نماز مکروہ ہے۔
❺ حجر اسود کا استیلام سعی کے لئے بلا اضطباع کے کرے گا۔
❻ سعی کا اضطباع کے ساتھ کرنا احناف کے نزدیک ممنوع ہے۔
❼ بیشتر لوگ ہر وقت اضطباع کئے رہتے ہیں۔ نماز کی حالت میں حرم میں چلنے میں، بازاروں میں جانے میں، زمزم پینے میں سوان سب حالتوں میں اضطباع خلاف سنت ہے، طواف ختم ہوتے ہی چادر ٹھیک کر لینا سنت ہے۔
❽ ہر طواف میں اضطباع نہیں ہے اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو۔ (چنانچہ شرح مناسک میں ہے "الاضطباع سنة فی کل طواف بعده سعی کطواف القدوم")
❾ اگر طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہے۔ بایں طور پر کہ اس کی سعی باقی ہے تو پھر اس طواف میں بھی اضطباع ہوگا۔ "و طواف الزیارة علی تقدیر تاخیر السعی." (شرح مناسک: ص ۱۳۰)
ہاں اگر طواف زیارت سلے کپڑے میں کر رہا ہے کہ وہ رمی کے بعد حلق کرا چکا ہے۔ جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو پھر اضطباع نہیں کرے گا۔ "کذا فی البحر انه لا یسن فی طواف الزیارة لانه قد تحلل من احرامه و لبس المخیط." (شرح مناسک: ص ۱۳۰)
"و کذا فی الشامی، و یطوف الزیارة ان کان اخر السعی و لم یکن لابساً." (شامی: ص ۴۹۵)
❿ اگر طواف زیارت سلے کپڑے میں کر رہا ہے مگر کندھے پر رومال یا چادر ڈالے ہے تو اضطباع کر لے بہتر ہے۔ "کذا فی الشامی و الاظهر فعله." (شرح مناسک: ص ۱۳۰)
⓫ اگر حج میں افراد کی نیت کی ہے تو طواف قدوم میں اضطباع کرے گا۔ اگر تمتع یا قران کرنے کی نیت کی ہے تو یہ عمرہ کے طواف میں جس کے بعد سعی بھی کرنی ہے اضطباع کرے گا۔ "مفرداً بالحج وقع طوافه هذا للقدوم. فمتمتعاً او قارناً وقع عن طواف العمرة." (شامی: ص ۴۹۴)
⓬ اضطباع کب شروع کرے گا اور کب ختم کرے گا: حرم پاک میں داخل ہونے کے بعد طواف کے شروع کرنے سے پہلے اضطباع کرے گا۔ جائے قیام سے نکلتے ہوئے اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے اضطباع نہ کرے گا۔ "ینبغی ان یضطبع قبل شروعه فیه بقلیل." (شرح مناسک: ص ۱۳۰)

جب طواف سے فارغ ہوجائے تو نماز طواف سے پہلے اضطباع ختم کردے چادر سے دونوں کندھوں مونڈھوں کو چھپالے کہ نماز کھلے کندھے کی حالت میں مکروہ ہے۔ "فاذا فرغ من الطواف فيترك الاضطباع حتى اذا صلى ركعتين مضطبعاً يكره." (شرح مناسک:ص۱۲۹)

۱۳ اضطباع کی حالت میں نماز طواف ہو یا اور کوئی نماز فرض ونفل ہومکروہ ہے۔ "حتىٰ اذا صلى ركعتى الطواف مضطبعاً يكره." (شامی:ص۴۹۵)

۱۴ پس معلوم ہوا کہ بہت سے ناواقف عوام اضطباع ہی کی حالت میں نماز پڑھ لیتے ہیں مکروہ ہے۔ بہت سے لوگوں کودیکھیں گے کہ اضطباع کی حالت میں حرم میں اور حرم سے باہر ہوتے ہیں یہ خلاف سنت ہے اضطباع صرف طواف کے وقت ہے "و ليس كما يتوهمه العوام من ان الاضطباع سنة جميع احوال الاحرام." (شرح مناسک:ص۱۲۹)

۱۵ اگر اضطباع بھول جائے خیال نہ رہا جس کی وجہ سے بلا اضطباع طواف کرلیا۔ یا کسی وجہ سے مثلاً سخت سرد ہوا کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ نہ دم نہ صدقہ وغیرہ۔ صرف سنت کا ثواب نہیں ملے گا۔ "و لو ترك الاضطباع و الرمل لا شيء عليه عند الجمهور و عليه الاجماع." (بنایہ:ص۴۹۵)

۱۶ پس معلوم ہوا کہ طبیعت کمزور ہے سخت ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے طبیعت ناساز ہے ٹھنڈی ہوا جسم کے لئے نقصان دہ ہے تو اضطباع چھوڑ سکتا ہے۔

۱۷ اگر نابالغ چھوٹا بچہ حج یا عمرہ میں ہے۔ وہ ابتدائی طواف کررہا ہے یا کرایا جارہا ہے جس کے بعد سعی بھی کرنی ہے تو اس بچے (لڑکے) کے لئے بھی اضطباع سنت ہے۔

۱۸ عورتوں پر بالکل اضطباع نہیں ہے۔ اسی طرح نہ رمل "ولا ترمل و لا تضطبع" (شرح مناسک:ص۱۱۵)

۱۹ بعض لوگ احرام کے شروع اور ابتداء ہی سے اضطباع دائیں کندھے کو کھلا رکھنا شروع کردیتے ہیں یہ غلط خلاف سنت ہے۔ علامہ شامی نے منع کرتے ہوئے کہا کہ جیسا کہ عوام شروع احرام سے اضطباع کی حالت بنائے رہتے ہیں غلط ہے۔ صرف طواف کے وقت یہ سنت ہے۔ "فان محله المسنون قبيل الطواف الى انتهائه لا غير يسن فى الطواف لا قبله فى الاحرام و عليه تدل الاحاديث."

(الشامی:ص۴۸۸)

پس حجاج کرام کو چاہئے کہ ہر وقت اضطباع کی حالت بنا کر خلاف سنت مکروہ امر جیسے موقعہ پر نہ کریں۔

مردوں کو طواف قدوم کے شروع کے ۳ر چکروں میں رمل کرنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کا پہلا طواف کیا تو ۳ر چکروں میں آپ

ذرا تیز رفتاری سے چلے اور ۴؍ چکر میں چل کر طواف کیا۔ (بخاری: ص ۲۱۹، سنن کبریٰ: ص ۸۳)

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو اس کے شروع کے ۳؍ چکروں میں ذرا تیزی سے چلتے اور ۴؍ میں چل کر کرتے۔ (بخاری: ص ۲۱۹، ابوداؤد: ص ۲۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ خانہ کعبہ کے پاس تشریف لائے (حجۃ الوداع میں) تو حجر اسود کا استقبال کیا اس کی طرف رخ کیا اللہ اکبر کہا حجر اسود کا استیلام کیا (پھر طواف شروع کیا) ۳؍ چکروں میں رمل کیا۔ ۴؍ چکر چل کر (چلنے کی رفتار سے) ادا کیا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴/ ۲۱۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طواف "جسے طواف قدوم" کہا جاتا ہے۔ شروع کے ۳؍ چکروں میں رمل کیا اسی سے رمل کی سنت کی مشروعیت ہوئی۔

رمل کا مطلب: قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیز رفتاری سے کندھے کو ذرا ہلاتے ہوئے چلنا۔ دوڑنا نہیں۔ چنانچہ شرح احیاء میں ہے "الاسراع فی المشی مع تقارب الخطا." (شرح احیاء: ۵/ ۵۱۶)

عمدۃ القاری میں ہے "هو سرعة المشى مع تقارب الخطوة ...... ان يحرك الماشى منكبيه لشدة الحركة فى مشيه." (عمدۃ القاری: ۹/ ۲۴۸)

ہدایہ میں ہے "الرمل ان يهز فى مشيه الكتفين." (بنایہ: ص ۴۹۷)

پس رمل کے مفہوم میں ۳؍ امور ہوئے۔ ہلکی تیز رفتاری، کندھوں کو ذرا حرکت دینا۔ قدم ذرا قریب قریب رکھنا۔

خیال رہے کہ ہر طواف میں رمل سنت نہیں بلکہ طواف قدوم میں اور جس طواف کے بعد سعی ہو اور اضطباع کی حالت میں ہو، جس کی تفصیل اپنی جگہ پر آ رہی ہے۔

رمل کی ابتداء حجر اسود سے شروع اور ختم بھی حجر اسود پر سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل حجر اسود سے شروع کر کے حجر اسود پر ۳؍ چکروں میں ختم کیا۔ (سنن کبریٰ: ص ۸۳، مسلم، ابوداؤد: ص ۲۶۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجر اسود سے رمل شروع کیا۔ اور حجر اسود میں ختم کیا۔ اور ۳؍ چکروں میں کیا۔ (ترمذی: ص ۱۷۴، سنن کبریٰ: ص ۸۳، ابن ماجہ: ص ۲۱۷)

فائدہ: طواف قدوم میں جب رمل کیا جائے گا تو اسے حجر اسود کے بوسہ یا استقبال کے بعد سے ہی شروع کیا جائے گا۔ اور تیسرے چکر میں حجر اسود پر سبز روشنی پر آ کر ختم کر دیا جائے گا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

ہدایہ میں ہے رمل حجر اسود سے حجر اسود تک کرے۔ (بنایہ: ص ۴۹۹)

ملاعلی قاری کی شرح مناسک میں ہے شروع کے ۳ر چکروں میں رمل کرنا سنت ہے۔ یہ رمل حج اور عمرہ کے اس طواف میں کیا جائے گا جس کے بعد سعی ہوگی۔ (شرح مناسک: ص ۱۵۹)

جس طواف کے بعد سعی ہوتی ہے اس میں رمل مسنون ہے ورنہ نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف طواف قدوم ادا فرماتے تو شروع کے ۳ر چکروں میں ذرا تیز چلتے، پھر چار چکر چل کر ادا فرماتے پھر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ پھر صفا مروہ کی سعی فرماتے۔ (سنن کبریٰ: ص ۸۳)

فائدہ: جس طواف کے بعد آپ سعی فرماتے اس طواف میں آپ رمل فرماتے۔ چنانچہ طواف قدوم حج اور عمرہ کے پہلے طواف میں آپ سعی فرماتے تو اس میں آپ رمل فرماتے۔

چنانچہ یوم النحر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کیا تو اس میں رمل نہیں کیا تھا چونکہ اس کے بعد سعی آپ نے نہیں کی تھی۔ جس کا ذکر طواف زیارت میں آ رہا ہے۔

چنانچہ شرح مناسک میں ہے حج اور عمرہ کے اس طواف میں رمل ہے جس کے بعد سعی ہوگی۔

(شرح مناسک: ص ۱۵۹)

طواف فرض طواف زیارت میں رمل کرنا سنت نہیں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ (زیارت) میں رمل نہیں کیا تھا۔

(ابن خزیمہ: ص ۳۰۵، ابن ماجہ، بیہقی: ص ۲۲۶، ابوداؤد: ص ۲۷۴، بلوغ الامانی: ۱۲/۲۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ آکر پہلا طواف جسے طواف قدوم کہا جاتا ہے وہ طواف کرتے پھر سعی فرماتے تب طواف کے شروع کے ۳ر چکروں میں رمل فرماتے طواف وداع اور طواف زیارت جو فرض ہے اس میں رمل نہ فرماتے۔ ابن قیم نے زاد میں لکھا ہے لہٰذا طواف زیارت جو فرض طواف ہے۔ جو عموماً رمی، قربانی کے بعد کیا جاتا ہے اس میں رمل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح رخصت ہوتے وقت جو طواف کیا جاتا ہے اس میں رمل نہیں کیا جائے گا۔ زاد المعاد میں ہے آپ نے نہ طواف زیارت میں رمل کیا اور نہ طواف وداع میں۔

(زاد المعاد: ۲/۲۸۲)

اگر طواف قدوم میں سعی نہیں کی تھی تو طواف زیارت کے ساتھ اب سعی کرے گا اب اگر طواف زیارت اور سعی کرے گا تو طواف کے شروع میں رمل کرے گا۔ (معلم الحجاج: ص ۱۷۷)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طواف کے بعد سعی نہیں کی تھی اس وجہ سے آپ نے رمل نہیں کیا۔ آپ نے سعی پہلے کر لی تھی۔

آپ کے رمل کرنے اور رمل کے حکم دینے کی وجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کے بخار نے ان کو ذرا کمزور کردیا تھا۔ تو مشرکین مکہ نے (طعناً کہا) تمہارے پاس ایسی قوم آرہی ہے جن کو مدینہ منورہ کے بخار نے ضعیف اور کمزور کرڈالا ہے۔ اور ان کو پریشانی لاحق ہوگئی ہے اور وہ حطیم حجر کے قریب بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ر چکروں میں رمل کرو (ذرا تیزی سے سینہ نکال کر کندھوں کو ہلا کر طاقت کا مظاہرہ کر کے طواف کرو) اور دونوں رکنوں کے درمیان چلو تاکہ یہ مشرکین تمہارے طاقت کو دیکھ لیں۔ چنانچہ (رمل دیکھ کر) مشرکین نے کہا تم تو سمجھتے تھے کہ مدینہ منورہ کے بخار نے ان کی کمر توڑ دی حالانکہ یہ تو اور طاقتور ہوگئے۔

(سنن کبریٰ: ۸۲/۵)

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام جب (مکہ مکرمہ) تشریف لائے تو مشرکین نے کہا تمہارے یہاں وہ لوگ آئے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے کمزور کردیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ ۳ر چکروں میں رمل کریں۔ (بخاری: ۲۱۸/۱)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ نے حکم اس وجہ سے دیا تاکہ مشرکین کو قوت دکھائیں۔

ابن خزیمہ میں ہے کہ جب صحابہ کرام نے رمل کیا تو مشرکین نے کہا ان کو کوئی کمزوری نہیں ہوئی۔

(ابن خزیمہ: ص ۲۱۵)

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمل (تیزی سے کندھے ہلا کر ذرا طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کا حکم دیا تاکہ کفار مکہ مسلمانوں کی قوت اور طاقت دیکھ لیں۔ ان کی ہمت مقابلہ کی نہ ہوسکے۔ اگر ان کا گمان باقی رہ جاتا کہ مدینہ کے بخار نے جو اہل مکہ میں مشہور تھا ان کی کمر توڑ دی ہے۔ اس لئے آپ نے طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رمل کا حکم دیا۔ اور اسے پھر بعد میں تاریخی یادگار کے طور پر باقی رکھا۔ اس سے مستفاد کرتے ہوئے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی قوت، سلاح ہتھیار وغیرہ کا مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ وہ مرعوب ہوں اور یہ ریاء ممنوع میں داخل نہیں۔ (عمدۃ القاری: ۲۴۹/۹)

حاصل کلام یہ نکلا کہ اہل اسلام کو اپنی کمی یا ضعف کا اظہار نہیں کرنا چاہئے کہ ان کو غلبہ کا موقعہ ملے اس لئے جمعہ وعیدین میں جماعت کی مشروعیت رکھی گئی ہے۔

طواف ذرا ہلکی سی تیز رفتاری سے کرے بالکل آہستہ نہ چلے

سفیان بن عینہ حضرت عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیکھا کہ طواف ذرا تیز قدم سے کررہے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۳۵۷، ہدایۃ السالک: ص ۷۹۶)

اسماعیل بن عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا کہ طواف ہلکی سی دوڑ کے ساتھ کرر ہے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ:۴/۳۵۷)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ طواف میں تیز چلتے تھے۔ (ہدایۃ السالک:۲/۷۹۶)

حضرت ابن زبیر کے بارے میں عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے ان سے تیز چلتے طواف میں کسی کو نہیں دیکھا۔ (القریٰ:ص۳۰۴)

فائدہ: طواف کے مستحبات میں سے ہے کہ ذرا معمولی رفتار سے دوڑتے ہوئے یا ذرا تیز چلتے ہوئے طواف کے چکر پورے کرے۔ بالکل آہستہ مریل سست چال نہ چلے۔ ذرا ہلکی رفتار سے تیز چلنا رغبت انابت اور اہمیت کی دلیل ہے۔ ہاں اگر بھیڑ اور اژدہام کی وجہ سے نہ چل سکتا ہو یا آگے پیچھے عورتوں کے ٹکرانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں آہستہ آہستہ چکر پورے کرے کہ یہ بہت بہتر اور اولیٰ ہے۔ اور مشقت کی وجہ سے اولیٰ کو ترک کر دینا اولیٰ اور بہتر ہے۔

خیال رہے کہ طواف قدوم کے ۳/ چکروں میں جو رمل اور تیز رفتاری سے چلا جائے گا اور مونڈھوں کو ذرا حرکت دی جائے گی اس کے کم تیزی سے باقی چکر پورے کرے۔ ایسی رفتار سے نہ چلے کہ رمل بن جائے۔ تا کہ رمل اور اس چلنے میں فرق رہے۔ اور جہاں رمل نہیں جیسے نفل طواف میں اس میں بھی رمل کی طرح نہ چلے میانہ روی نہ تو بالکل آہستہ آہستہ چلے نہ بالکل دوڑ کر چلے۔ یہی طواف کا مستحب طریقہ ہے۔

طواف کسی کو کپڑا یا رسی باندھ کر کرانا منع ہے بلکہ ہاتھ پکڑ کر کرائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو کسی کو لگام وغیرہ لگا کر طواف کرا رہا تھا تو آپ نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ اسے ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو طواف کرر ہا تھا اور دوسرے آدمی کو کسی کپڑے یا رسی وغیرہ سے باندھے تھا یا اور کسی چیز سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے توڑ دیا (یا کھول دیا) اور فرمایا ہاتھ سے پکڑ کر طواف کراؤ۔ (سنن کبریٰ:۵/۸۹)

فائدہ: بسا اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کو طواف کراتا، یا طواف میں ساتھ رکھتا ہے تا کہ بھیڑ اور اژدحام میں الگ نہ ہو جائے۔ اور پھر مل نہ سکے تو ایسی صورت میں کسی کپڑے یا رومال سے باندھ کر اس کو طواف کرانا یہ انسانی شرافت کے خلاف ہے۔ باندھ کر جانور کو کھینچا جاتا ہے۔ اگر طواف کرانا، یا ساتھ رکھنا ہے تا کہ بھیڑ میں رل نہ جائے تو ہاتھ پکڑے ہاتھ پکڑ کر طواف کرائے، اس طرح طواف کرانے کی اجازت ہے۔

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کپڑے یا رسی وغیرہ کے ذریعہ سے کسی کی قیادت، اپنے ساتھ لے چلنا

گھومانا جانوروں کی صفت ہے۔انسان کے لئے زیبا نہیں۔"لان القود بالازمة انما لیفعل بالبهائم."
(فتح الباری: ۳/۳۷۹)

اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں بھول ہو جائے تو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر تم خانہ کعبہ کا طواف کرو اور خیال نہ رہے کہ طواف (کے ۷/ چکر) پورے ہوئے یا نہیں شک و تردد میں پڑ جاؤ تو شک کو دور کر کے طواف اور کرلو۔ (اگر زاید ہو جائیں گے تو) زیادہ ہو جانے پر خدا مواخذہ نہیں فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۱۸۴)

طواف کے دوران رکنا، کھڑے ہونا ممنوع ہے

حضرت نافع ابن عمر کے غلام کہتے ہیں کہ میں نے یہ پوچھا کہ حضرت ابن عمر طواف کے دوران کہیں کھڑے ہوتے تھے رکتے تھے؟ تو جواب دیا نہیں۔ میں نے کبھی رکتے نہیں دیکھا ہاں حجر اسود اور رکن یمانی کے استیلام کے وقت ہر چکر میں کہ وہ ان کا استیلام نہیں چھوڑتے تھے۔ پھر جب طواف سے فارغ ہوتے تو رکتے تھے۔

(اخبار مکہ: ۲/۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے طواف کے دوران رکنا اور کھڑے ہو جانا ممنوع ہے۔ ہاں جو تھوڑا سا استیلام کے وقت رکنا ہو جاتا ہے وہ صحیح ہے، اور جو لوگ حجر اسود کے بوسہ کے لئے رکے رہتے ہیں یہ غلط اور جہالت ہے۔

طواف کرتے ہوئے ہلکی سی تیز رفتاری بھی جائز ہے

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ طواف میں تیز رفتاری سے چل رہے تھے اتنی تیز رفتاری دوسرے کو نہیں دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش اور اہل مکہ طواف میں بہتر ہیں کہ وہ اپنے کندھوں کو ٹھیک سے رکھتے ہیں دوڑتے نہیں سنجیدگی سے چلتے ہیں۔ (اخبار مکہ: ۲/۱۰)

طواف میں تیز چلنا تو ٹھیک ہے مگر دوڑ دوڑ کر طواف کرنا کہ جلدی سے چکر پورے ہو جائیں منع ہے کہ اس میں دوسروں کو اذیت بھی ہوتی ہے اور لوگوں کے درمیان گھسنا پڑتا ہے جو تکلیف اور اذیت کی وجہ سے منع ہے۔

اگر طواف کے دوران جماعت کھڑی ہو جائے اور طواف رک جائے تو

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ کوئی شخص طواف کر رہا ہو، نماز کھڑی ہو جائے تو جہاں طواف ختم کیا تھا وہیں سے شروع کرے۔ (بخاری: ص ۳۸۰)

جمیل بن زید نے کہا میں نے حضرت عمر کو دیکھا بیت اللہ کا طواف کیا، پس جماعت کھڑی ہوگئی تو جماعت میں شریک ہوگئے پھر کھڑے ہوگئے اور مابقی طواف کو پورا کیا۔ (فتح الباری: ص ۳۸۰، عمدۃ القاری: ص ۲۶۷)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر طواف کے دوران ابھی سات چکر پورے ہوئے نہیں کہ جماعت کھڑی ہوگئی اور طواف کا سلسلہ رک گیا۔تو جماعت میں شریک ہوجائے اور سلام کے بعد جہاں سے طواف ختم کیا ہے شروع کر کے مابقی چکر پوری کرلے پھر سے نئے سرے سے طواف شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔اسی طرح اگر پیشاب پاخانہ کی حاجت اچانک ہوجائے تو فارغ ہوکر باقی طواف پوری کرے۔یہی حکم تمام طوافوں کا ہے۔

تاہم اس بات کا خیال رکھے کہ طواف سے پہلے ضرورت سے فارغ ہوجائے اور جماعت کا وقت قریب ہوتو طواف شروع نہ کرے۔چونکہ طواف کے چکروں کا مسلسل اور بلا وقفہ کے ہونا سنت ہے۔حافظ کی فتح الباری میں ہے "انه علیه السلام لم یقف و لا جلس فی طوافه فکانت السنة فیه الموالاة." (فتح الباری: ص ۳۸۰)

اسی طرح اگر ضعیف اور کمزور ہے طواف کے سات چکروں کو مسلسل نہیں کرسکتا ہے، بیچ میں رکنے اور بیٹھنے اور سانس لینے کی ضرورت پڑجاتی ہے تو رک جائے بیٹھ جائے اور پھر طواف شروع کردے جہاں سے باقی ہے۔تاہم بہتر ہے کہ آہستہ آہستہ مسلسل سات چکر پوری کرے۔

شرح بخاری میں ہے "فعند الجمهور اذا عرض له امر فی طوافه فوقف یبنی و یتمه و لا یستانف طوافه." (عمدة القاری: ۹/۳۶۶)

اسی طرح درمختار میں ہے "و لو خرج منه او من السعی الی جنازة او مکتوبة او تجدید وضوء ثم عاد بنی" (درمختار: ۲/۴۹۷)

بڑھاپے ضعف کمزوری کی وجہ سے طواف کے درمیان وقفہ کرسکتا ہے

جمیل بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا طواف کے ۳ر چکر کو ادا کرنے کے بعد بیٹھ گئے، آرام کیا ان کا غلام ان کو پنکھا جھیل رہا تھا۔پھر کھڑے ہوئے طواف کرنے لگے (القریٰ: ۲۶۹، ابن ابی شیبہ: ۴/۴۴۱)

ابن جریج نے کہا میں نے حضرت عطاء سے پوچھا، کیا طواف کے بیچ میں راحت لینے کے لئے بیٹھ سکتا ہوں۔کہا ہاں۔(ابن ابی شیبہ: ۴/۴۴۱)

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے کہ صفا و مروہ کی سعی کے درمیان راحت لے لے (بیٹھ جائے پھر سعی شروع کرے)۔(ابن ابی شیبہ: ۴/۴۴۲)

فائدہ: ضعف و نقاہت بڑھاپے یا کمزوری کی وجہ سے طواف کے سات چکروں کو ایک ساتھ نہیں کرسکتا تو درمیان میں ۳ر چکر یا ۴ر چکر کے بعد بیٹھ کر آرام کرے راحت کی سانس لے لے پھر جہاں سے چھوڑا ہے وہیں سے شروع بلکہ کچھ پیچھے سے شروع کردے۔اسی طرح سعی بین الصفا والمروہ میں۔عذر کی وجہ سے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اسی طرح ارادہ تھا اور نیت تھی کہ ایک ساتھ کروں گا لیکن درمیان میں تھک گیا، تعب محسوس کرنے

لگا۔ پیشاب لگ گیا تو آرام سے پیشاب سے فارغ ہوجائے پھر طواف وسعی جہاں سے چھوڑا ہے وہاں سے شروع کردے۔اس عذر کی صورت میں کوئی کراہیت وقباحت نہیں۔جیسا کہ شرح لباب میں ہے۔(ص ۱۲۴)

طواف کے درمیان پیاس لگنے پر پانی پی سکتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کے دوران پیاس لگی، تو فرمایا ڈول میں زمزم لاؤ۔آپ نے زمزم اپنے اوپر ڈالا اور پیا طواف کرنے لگے۔(القری:ص ۲۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے دوران پانی پیا۔(سنن کبریٰ:ص ۹۵)

فائدہ: اگر گرمی کا زمانہ ہے لو چل رہی ہے طواف کرتے کرتے پیاس لگ جائے حلق خشک ہونے لگے تو پانی پی سکتا ہے۔ پھر جہاں سے طواف چھوڑا ہے اس سے ایک دو قدم پیچھے سے پھر طواف شروع کرے اور باقی چکر پورے کرے۔ نئے سرے سے طواف کرنے کی ضرورت نہیں۔

مرض، ضعف بڑھاپے اور عذر کی وجہ سے سواری پر طواف کی اجازت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ مکرمہ) تشریف لائے تو بیمار ہوگئے۔تو آپ نے اونٹنی پر سوار ہوکر طواف کیا۔آپ کے پاس عصا تھا۔ جب جب آپ حجر اسود کے پاس سے گذرتے اسی کے اشارے سے آپ استیلام فرماتے۔(بلوغ الامانی:ص ۴۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (حجۃ الوداع کے وقت) بیمار ہوگئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا مردوں سے ہٹ کر پیچھے سوار ہوکر طواف کرلیں۔(بخاری:ص ۲۱۹، القری:ص ۲۷۵، بلوغ الامانی: ۱۲/ ۴۵، مسلم:ص ۴۱۳)

فائدہ: صحت ہو اور کوئی عذر نہ ہو تو پیدل طواف کرنا واجب ہے۔اگر بلا عذر مرض کے سواری پر طواف کرے گا تو دم (قربانی) واجب ہوجائے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر طواف عذر کی وجہ سے کیا تھا۔اور آپ نے اس وجہ سے بھی کیا تھا تاکہ لوگ آپ سے طریقہ طواف وغیرہ سیکھ لیں۔

جز حجۃ الوداع میں ہے کہ اگر کسی نے بلا عذر سواری پر طواف کیا تو اسے لوٹانا پڑے گا اور اگر نہیں لوٹایا تو اس پر دم واجب ہوجائے گا۔(جز حجۃ الوداع:ص ۷۷)

ملا علی قاری شرح لباب میں لکھتے ہیں کہ چوتھا واجب طواف میں صحت مند کے لئے پیدل طواف کرنا ہے، اگر کرلیا تو اس کا لوٹانا واجب رہے گا دوبارہ نہیں کیا اور مکہ مکرمہ سے واپس آگیا تو ایک قربانی کا بکرا اس پر واجب رہے گا۔(شرح لباب:ص ۱۵۲)

طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے قریب نماز بہتر ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خانہ کعبہ) تشریف لائے طواف کے سات چکر پورے

کئے اور پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دورکعت نماز ادا کی۔ (بخاری: ص ۲۲۰، مسلم: ص ۴۰۳، بنایہ: ۵۰۱/۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو طواف کیا مقام ابراہیم کے پیچھے دورکعت نماز ادا کی۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۸)

فائدہ: مقام ابراہیم کے سامنے بہتر ہے حسب سہولت جہاں جگہ مل جائے پڑھ لے، سب میں ثواب ہے۔ بھیڑ ہو تو بالکل کنارے پڑھ لے۔ بھیڑ میں نہ اپنے کو پریشان کرے اور نہ دوسرے کو۔

طواف کے بعد دورکعت ہی پڑھنا سنت ہے زائد نہیں

حضرت عطاء نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ میں طواف کے بعد دو ہی رکعت سنت پڑھی ہے۔ پس پسندیدہ نہیں کہ دورکعت سے زائد پڑھوں۔ (القریٰ: ص ۳۵۴)

فائدہ: دورکعت سے زائد نہ پڑھے کہ خلاف سنت ہے۔ ویسے نفل نماز حرم میں جس قدر چاہے پڑھے ثواب عظیم کا باعث ہے۔

مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھنے سے اگلے پچھلے گناہ بھی معاف

قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مقام ابراہیم کے پیچھے (طواف کی) دورکعت نماز پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ بھی معاف اور قیامت کے دن (عذاب سے) امن محفوظ پانے والوں میں ہوگا۔
(ہدایۃ السالک: ۵۳/۱)

طواف کی دورکعت میں کون سی سورہ پڑھنی سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (طواف کے بعد) دورکعت نماز پڑھی اس میں "قل یا ایھا الکافرون" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھا۔ (سنن کبریٰ: ص ۹۱، مسلم: ص ۳۹۵، ابن خزیمہ: ص ۲۲۹، ابوداؤد: ص ۲۶۲)

فائدہ: تمام ائمہ اربعہ کے نزدیک طواف کی دورکعت میں اول میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ قل ھو اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ شرح لباب میں اسے مستحب قرار دیا ہے۔ اور اس کے بعد دعا آدم کا پڑھنا مستحب ہے۔

خیال رہے کہ طواف کے بعد دورکعت کا متصلاً پڑھنا سنت ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے فارغ ہوتے ہی پڑھی تھی تاخیر مکروہ ہے۔ ہاں وقت مکروہ ہو مثلاً عصر کے بعد ہو تو نہ پڑھے۔ اس کے بعد زمزم پینے آئے۔ (شرح لباب: ص ۱۵۷، غنیۃ: ص ۱۰۶)

طواف اور طواف کے بعد دورکعت حضرت آدم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے

ابن ابی سلیمان کی روایت ہے کہ جب دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام اتارے گئے تو بیت اللہ کا سات مرتبہ چکر لگایا پھر باب خانہ کعبہ کے پاس دورکعت نماز پڑھی۔ پھر ملتزم کے پاس (خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان

والے حصہ میں) آئے تو یہ دعا "اللھم انك تعلم الخ" (جو آگے آرہی ہے) پڑھی۔

......پس اسی وجہ سے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے طواف کیا (اور دو رکعت نماز پڑھی) طواف کا یہ طریقہ (خانہ کعبہ کا ۷ مرتبہ چکر لگانا پھر دو رکعت ادا کرنا، یہ دعا پڑھنی سنت ہوگئی۔ (اخبار مکہ: ۱/۴۴)

گویا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے، سب سے پہلے انہوں نے یہ عمل کیا انہیں کی یادگار ہے۔

طواف کی دو رکعت کے بعد دعا آدم کا پڑھنا مستحب ہے

حضرت سلیمان بن بریدہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تھے تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ ۷ چکر لگائے پھر خانہ کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی ملتزم پر آئے اور یہ دعا پڑھی:

"اللھم انك تعلم سریرتی و علانیتی فاقبل معذرتی و تعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی و تعلم حاجتی فاعطنی سؤلی، اللھم انی اسئلك ایمانا یباشر قلبی و یقینا صادقاً حتی اعلم انه لن یصیبنی الا ما کتب لی و الرضا مما قضیت علی."

تو اللہ پاک نے وحی بھیجی کہ اے آدم تو نے ایسی دعا کی کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول کی تمہاری اولاد میں جو بھی یہ دعا کرے گا اس کے رنج وغم کو میں دور کردوں گا۔ اس کے معاش کی جانب سے کافی ہوجاؤں گا۔ اس کے دل سے فقر کو دور کردوں گا اور غنی اس کے آنکھوں کے سامنے کردوں گا۔ اور اس کی جانب رزق کے اسباب متوجہ کردوں گا۔ اور اس کی طرف دنیا ذلیل و مجبور ہوکر آئے گی۔ اگرچہ وہ اسے نہ چاہے۔

(ہدایۃ السالک: ص ۷۰، طبرانی، مجمع الزوائد، اخبار مکہ: ص ۴۴)

یہ دعا آدم علیہ السلام ہے غنیۃ اور شرح لباب میں نماز طواف کے بعد اس کا پڑھنا مستحب لکھا ہے۔ (ص ۱۵۷، ۱۰۶)

دنیا کی خوشحالی کے سلسلے میں یہ دعا بہت مجرب ہے۔ رزق کے اسباب متوجہ ہوتے ہیں اور خوش حالی کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔

مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعت کے بعد کیا دعا بہتر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت کے بعد یہ دعا کی تھی:

"اللھم ھذا بلدك و المسجد الحرام و بیتك الحرام و انا عبدك و ابن عبدك و ابن امتك و قد جئتك طالباً رحمتك مبتغیا مرضاتك و انت مننت علی بذلك فاغفرلی و ارحمنیٰ انك علی کل شیء قدیر." (ہدایۃ السالک: ۲/۸۶۲)

ابوعمران بن صلاح نے کہا مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھنا بہتر ہے:

"اللھم انی عبدك و ابن عبدك اتيتك بذنوب كثيرة و اعمال سيئة و هذا مقام العائذ بك من النار فاغفرلی انك انت الغفور الرحيم." (ہدایۃ السالک:۲/۸۶۴)

قطب الدین الحنفی نے کتاب ادعیۃ الحج میں یہ دعا بھی نقل کی ہے جو طواف کی دو رکعت کے بعد پڑھے گا:

"اللھم ان هذا بلدك الحرام و مسجدك الحرام و بيتك الحرام و انا عبدك و ابن عبدك و ابن امتك اتيتك بذنوب كثيرة و خطايا جمة و اعمال سيئة و هذا مقام العائذ بك من النار اللھم عافنا و اعف عنا واغفرلنا انك انت الغفور الرحيم. اللھم انك دعوت عبادك الى بيتك الحرام و قد جئت طالباً مرضاتك و انت منذر علی، فاغفرلی و ارحمنیٰ و اعف عنی انك علی كل شیء قدير."

(شرح لباب:ص ۵۶۷)

نوٹ: یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے اپنی جانب جس قدر ہو سکے دین دنیا کی بھلائی کی دعا خوب اطمینان اور خشوع سے کرے۔

طواف کے بعد کی دو رکعت نماز مسجد حرام سے باہر جائے قیام پر بھی پڑھ سکتا ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف نہیں کیا تھا تو آپ نے ان سے کہا جب صبح کی نماز کھڑی ہو جائے تو لوگ نماز پڑھتے رہیں تم اونٹنی پر طواف کر لینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور طواف کی نماز مکہ سے نکلنے کے بعد پڑھی۔ (بخاری:ص ۲۲۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فجر کی نماز کے بعد طواف کیا سورج کو نکلا نہیں دیکھا تو سوار ہو گئے اور مقام ذی طوی میں اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ (عمدۃ القاری:۹/۲۶۹)

فائدہ: شرح بخاری میں ہے کہ طواف کے بعد جو دو رکعت پڑھی جاتی ہے، اس کے پڑھنے کی کوئی جگہ متعین نہیں ہے۔ صرف افضل ہے کہ مقام ابراہیم کے قریب اور اس کے سامنے پڑھے۔ مسجد حرام سے باہر بھی پڑھنا درست ہے۔ (عمدۃ القاری:ص ۲۶۹)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ مقام ابراہیم کے پاس (مثلاً بھیڑ کی وجہ سے) نہ پڑھ سکے تو مسجد حرام میں جہاں آسان ہو پڑھ لے مسجد حرام کے علاوہ گھر میں بھی پڑھ لے تو جائز ہے۔ (۱۱/۲۷۰)

شرح مناسک میں ہے کہ طواف کے بعد دو رکعت واجب ہے، مقام ابراہیم کے پاس پڑھنا بہتر ہے۔ پھر جہاں مسجد حرام میں آسانی اور سہولت ہو۔ حرم سے باہر بھی پڑھ سکتا ہے حتیٰ کہ اپنے گھر اور علاقے میں بھی آ کر پڑھ سکتا ہے۔ اس کی دو رکعت میں سورہ کافرون اور سورہ احد کا پڑھنا افضل ہے۔ اور اس کے بعد دعا آدم علیہ السلام پڑھنا

افضل ہے۔
انتباہ: عوام بالکل مقام ابراہیم کے پاس پڑھنے کو لازم سمجھتے ہیں۔ طواف کرنے والوں کی بھیڑ میں وہیں گھس کر پڑھتے ہیں جس سے طواف کرنے والوں کو اذیت اور پریشانی ہوتی ہے یہ درست نہیں ہے۔ بہت سے بہت یہ افضل ہے۔ اور افضل کو اختیار کرنے کے لئے خود پریشان ہونا دوسروں کو پریشان کرنا درست نہیں گناہ کی بات ہے۔ بالکل پیچھے پڑھ لے جہاں جگہ ہو، نہیں تو مسجد میں جہاں چاہے پڑھ لے ثواب بھی مل جائے گا اور گناہ بھی نہ ہوگا۔

فجر اور عصر کے بعد طواف تو کرسکتا ہے مگر نماز طواف نہیں پڑھ سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم خانہ کعبہ کا طواف فجر کے بعد یا عصر کے بعد کرنا چاہو تو کرلو اور نماز کو بعد میں پڑھو یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے اور سورج طلوع ہوجائے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۶۹)

حضرت عطاء نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کے بعد طواف کیا۔ پھر سوار ہوکر مقام ذی طویٰ تک چلے آئے اور سواری سے اترے جب سورج بلند ہوگیا تب دو رکعت نماز پڑھی۔

(ابن ابی شیبہ: ص ۱۶۱، موطا امام مالک: ص ۱۴۴، ہدایۃ السالک: ص ۸۵۵)

حضرت مسور بن مخرمہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے صبح کو ۳ رطواف کیا پھر جب سورج نکل آیا تو ہر طواف کی دو رکعت نماز ادا کی۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۶۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے صبح کے بعد طواف کیا طواف سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھے رہے، یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ (تب نماز پڑھی)۔ (سنن ابن منصور، ہدایہ: ص ۸۵۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج نکل کر بلند نہ ہوجائے اسی طرح عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب نہ جائے۔ نماز نہیں ہے۔ (بخاری: ص ۸۲، نسائی: ص ۹۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد جب تک کہ سورج نکل نہ جائے اور عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب نہ جائے نماز (نفل وسنت) سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری: ص ۹۶)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صبح کے بعد طواف کیا فارغ ہونے کے بعد بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

(القریٰ: ص ۳۲۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ فجر کے بعد اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھنی منع ہے۔ ہاں فرض نماز اگر پڑھنے کا موقعہ نہ ملا تو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے پڑھ سکتے ہیں۔ پس اگر طواف فجر کے بعد کیا ہے تو طواف کی دو رکعت اشراق کے وقت پڑھے۔ اور اگر عصر کے بعد طواف کیا ہے تو مغرب کے بعد طواف کی نماز پڑھے۔

ہاں شوافع وغیرہ کے یہاں پڑھ سکتا ہے۔ یہ دو رکعت طواف کی نماز بہتر تو یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے قریب میں ہو اس کے بعد حرم میں کسی بھی جگہ ہو اس کے بعد اپنے گھر کمرہ میں بھی آکر پڑھ سکتا ہے۔ خارج حرم میں بھی اس نماز کا پڑھنا جائز ہے۔

چند طوافوں کو جمع کرنا پھر بعد میں نماز طواف پڑھنا کیسا ہے؟

نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کو ملانا مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز ہے۔ (عبدالرزاق:۵/۶۴)

حضرت مسور بن مخرمہ سے منقول ہے کہ جب صبح یا عصر کے بعد طواف کرتے تھے تو چند طواف ملا کر کیا کرتے تھے۔ اور طلوع اور غروب کے بعد ہر طواف کی دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ:۴/۱۶۹، اعلاء السنن:ص ۸۶)

فائدہ: خیال رہے کہ ہر ایک طواف جس کے سات چکر آخری استیلام کے بعد پورے ہو جائیں تو دو رکعت نماز طواف متصلاً پڑھنا مسنون ہے۔ یہ بہتر نہیں اور خلاف سنت ہے کہ طواف پر طواف کرتا جائے اور بعد میں سب طوافوں کی نماز اکٹھے دو دو رکعت پڑھے۔

ہاں البتہ اگر وقت مکروہ ہے مثلاً فجر کے بعد طلوع شمس سے قبل اور عصر کے بعد غروب شمس سے قبل طواف تو کرسکتا ہے مگر نفل نہیں پڑھ سکتا ہے۔ اس لئے اگر ان دو وقتوں میں متعدد طواف کیا اور وقت مکروہ کے بعد متعدد طواف کی متعدد نماز پڑھی تو یہ جائز و درست ہے۔ (اعلاء السنن:ص ۸۶)

ملا علی قاری نے بھی مکروہات کے ذیل میں لکھا ہے کہ دو یا دو سے زائد طواف جمع کر کے بعد میں طواف کی نماز پڑھے۔ (ص ۱۶۴)

مسجد حرام سے نکلتے وقت حجر اسود کا استیلام کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ جب مسجد حرام سے نکلتے خواہ طواف کر کے یا بلا طواف کر کے تو حجر اسود کا استیلام کر لیتے پھر باہر آتے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب تم مسجد حرام میں داخل ہو تو خواہ طواف کرو یا نہ کرو۔ حجر اسود کا استیلام کرو۔ اسی طرح جب مسجد حرام سے نکلو تو حجر اسود کا استیلام کرو۔ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ اکبر کہو۔ اور اللہ سے دعا کرو۔ (ہدایۃ السالک:۲/۹۵۳)

حضرت ابن عمر جو جلیل القدر صحابی اور ابراہیم نخعی جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان دونوں کے عمل اور قول سے معلوم ہوا کہ اگر طواف کا عمل نہ بھی ہو تو حجر اسود کا استیلام بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت کر لینا جائز اور مشروع ہے۔ چونکہ حجر اسود کے استیلام کی مستقل فضیلت ہے۔ امام مالک کا قول مدونہ میں ہے کہ بلا طواف کے

بھی حجر اسود کا بوسہ لیا جا سکتا ہے۔ (۲/۱۵۶، ہدایۃ: ص ۹۵۳)

طواف کے آخری استیلام یا استقبال سے فارغ ہونے کے بعد کیا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد زمزم کے پاس تشریف لے گئے اس سے پیا، سر میں ڈالا، پھر حجر اسود کے پاس تشریف لائے استیلام کیا، پھر صفا کی جانب لوٹے۔ (بلوغ الامانی: ۱۴/۲/۷، القریٰ: ص ۳۵۷)

فائدہ: طواف سے فارغ ہونے کے بعد بعض روایت میں ہے کہ زمزم پیا، دو رکعت نماز پڑھی پھر ملتزم کے پاس آئے اور الحاح زاری کے ساتھ دعا کی۔

ملا علی قاری نے کہا کہ ۷ ر چکر طواف کے پورے ہونے کے بعد حجر اسود کا آخری استیلام یا استقبال کرے یعنی سبز روشنی پر آ کر، اب اس کا طواف سنت کے موافق پورا ہو گیا۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پاس یا اس کے پیچھے جہاں آسان ہو دو رکعت نماز طواف پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے اس کے بعد دعاء مسنون "اللهم انك تعلم سرى" جسے دعاء آدم بھی کہا جاتا ہے اسے پڑھے۔ جو دعاؤں کے ذیل میں ہے۔ پھر ملتزم کے پاس آئے۔ وہاں چمٹ کر دعا کرے۔ مگر اس زمانہ میں بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے ملتزم پر جانا مشکل ہی نہیں، جان جانے کا۔ پس جانے کا گر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے سو نہ جائے بہت سے بہت یہ بہتر اور اولیٰ ہے، امر اولیٰ کی ادائیگی کے لئے خود پریشان ہونا دوسرے کو پریشان کرنا جان کو مصیبت میں ڈالنا درست نہیں۔ ایسی عبادت مقبول نہیں۔ یہ جاہلوں ان پڑھوں اور شریعت سے ناواقف لوگوں کا کام ہے پھر زمزم خوب سیراب ہو کر پئے کہ پیٹ بھر جائے اپنے سینے اور سر پر ڈالے۔

مسجد حرام میں نمازیوں کے آگے سے بلا سترہ کے گذرنا اور طواف کرنا درست ہے

مطلب بن ابی وداعہ سہمی نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی سہم کے پاس (خانہ کعبہ میں) نماز پڑھ رہے ہیں، اور لوگ آپ کے سامنے سے گذر رہے ہیں اور آپ کے اور ان کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔

(اخبار مکہ: ۲/۷/۹۷، شامی: ۱/۶۳۵)

فائدہ: طحاوی نے مشکل الآثار میں بیان کیا ہے کہ مسجد حرام میں مصلی کے آگے سے گذرنا جائز ہے۔

(ہدایۃ السالک: ۳/۹۴۵)

علامہ شامی نے بھی ذکر کیا ہے کہ مطاف میں کسی گذرنے والے کو روکا نہیں جائے گا یعنی نمازی کے سامنے اگر طواف کرنے والا طواف کے چکر لگا رہا ہے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا۔ تاہم اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ وہ نمازی کے ذہن کو منتشر کرتے ہوئے اس کے بالکل قدم کے سامنے یا اس سے مس ہوتے ہوئے گذرے جیسا کہ موجودہ

دور میں مسجد حرام میں لوگ سامنے سے گذرتے ہوئے اس کی پرواہ نہیں کرتے کسی کو ٹھوکر لگے یا رکوع وسجدہ میں اسے اذیت وپریشانی ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔

طواف اور اس کی قسمیں

ملا علی قاری اور دیگر علماء نے فقہی اعتبار سے طواف بیت اللہ کی سات قسمیں ذکر کی ہے۔

① **طواف قدوم**: اسی کو طواف تحیۃ طواف لقا طواف وارد بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی یہ طواف ہوتا ہے۔ جس نے افراد کی نیت یا قران کی نیت کی ہے اس پر یہ طواف ہے۔ یہ طواف ان پر ہے جو باہر (حدود حرم) سے آنے والے ہیں، یہ طواف احرام کی حالت میں ہوگا۔ مزید کچھ مسائل ۲۵۰ پر ذکر کئے گئے ہیں۔

② **طواف عمرہ**: جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اس کو حرم میں داخل ہوتے ہی طواف کرنا ہوگا جو عمرہ کے لئے رکن ہے وہ طواف ہے۔ جس کے بعد سعی کرنی ہوگی یہ طواف احرام ہی کی حالت میں ہوگا۔

③ **طواف زیارت**: یہ حج کا دوسرا رکن ہے جس کے کئے بغیر حج نہیں ہوتا اور شوہر بیوی ایک دوسرے پر حلال نہیں ہوتے۔ اسے طواف رکن، طواف فرض اور طواف افاضہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طواف میں رمل نہیں اور اضطباع نہیں نہ اس کے بعد سعی واجب ہے۔ البتہ حج کی سعی پہلے نہیں کی ہے تو پھر طواف کے بعد سعی اور اضطباع ہوگا۔ یہ طواف حالت احرام میں بھی ہوتا ہے اور احرام اتار کر بھی۔ اگر رمی قربانی اور حلق کرلیا ہے تو احرام اتر جائے گا اگر حلق نہیں کیا ہے تو احرام کے ساتھ ہوگا۔ اس کا وقت دس سے لے کر ۱۲ ر کی شام مغرب تک رہتا ہے۔

④ **طواف صدر**: اسے طواف وداع اور رخصتی کا طواف بھی کہا جاتا ہے، یہ حج سے فارغ ہو کر یعنی رمی جمرات کے بعد ہوتا ہے یہ باہر سے آنے والے پر واجب ہے اور جو حدود حرم میں رہتا ہو اس کے لئے نہیں۔ اس میں نہ رمل نہ اضطباع اور نہ اس کے بعد سعی ہوتی ہے۔ اس کا وقت مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے کے وقت ہے۔ اگر رخصت ہوتے وقت عورت حائضہ ہوجائے تو اس پر لازم نہیں ہوتا۔

⑤ **طواف نذر منت**: جس نے طواف کرنے کی نذر مانی ہے اس پر یہ طواف واجب ہوجاتا ہے۔

⑥ **طواف تحیہ**: یہ تحیۃ المسجد الحرام ہے۔ جس طرح تمام مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت ۲ ر رکعت تحیۃ المسجد ہے۔ اسی طرح مسجد حرام کا یہ طواف تحیہ ہے، جب بھی مسجد حرام میں داخل ہو اس وقت یہ مستحب ہے۔ دوسرا طواف مثلاً قدوم یا عمرہ کا اس کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

⑦ **طواف نفل**: مسجد حرام میں جس وقت چاہے کرسکتا ہے، حتیٰ کہ عصر کے بعد اور فجر کے بعد بھی۔ البتہ جماعت ہونے کے وقت میں نہ کرے۔ بہتر ہے کہ ہر نماز سے اتنا پہلے جائے کہ ایک طواف نفلی ہوجائے یا ہر نماز سے فارغ

ہونے کے بعد کرلیا کرے کہ پھر مسجد حرام کے علاوہ اس عبادت کا کہاں موقعہ ملے گا۔ (شرح لباب وغیرہ: ص ۱۴۳)

طواف کے متعلق چند اہم مسائل وآداب

◎ طواف خانہ کعبہ کے چاروں طرف سات چکر لگانے کا نام ہے۔

◎ طواف خانہ کعبہ کے چاروں طرف مسجد حرام میں خواہ اوپر ہو یا نیچے ہو کرنا ضروری ہے۔ مسجد حرام کے باہر سے طواف کرنا درست نہیں۔

◎ مطاف میں اور خانہ کعبہ کے قریب طواف کرنا بہتر ہے۔

◎ مسجد حرام کے نچلے حصہ سے جو چھت کے نیچے ہے اس میں بھی طواف کرنا درست ہے اگرچہ درمیان میں ستون حائل ہو جائیں۔

◎ طواف کے لئے نیت شرط ہے۔ بس یہ ذہن میں آجائے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہوں۔

◎ زبان سے نیت کے الفاظ کا ادا کرنا ضروری نہیں اور نہ سنت ہے بلکہ بہتر ہے۔

◎ طواف کی تمام قسموں میں چاہے طواف زیارت ہی کیوں نہ ہو صرف طواف خانہ کعبہ کا دل میں ہونا کافی ہے۔

حج کے طواف زیارت کے لئے ۳/شرطیں ہیں:

(۱) وقت کا ہونا (۲) اس سے پہلے احرام کا ہونا (۳) اس سے پہلے وقوف عرفہ کا ہونا۔

طواف میں یہ امور واجب ہیں:

۱. باوضو ہونا اور حیض نفاس اور جنابت سے پاک ہونا۔
۲. ستر عورت کا ہونا ناف سے لے کر گھٹنے تک کا چھپا ہوا ہونا
۳. حجر اسود سے طواف کی ابتدا کا ہونا۔
۴. دائیں جانب سے کرنا کہ خانہ کعبہ بائیں کندھے کے رخ رہے اس طرح کہ حجر اسود سے کعبہ کے دروازے کی طرف چلے۔
۵. عذر نہ ہو تو پیدل کرنا۔
۶. طواف میں حطیم کو شامل کرنا۔
۷. اکثر طواف کرنا، کم از کم ۴/چار چکر کا کرنا۔
۸. طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا۔ (غنیۃ: ص ۱۶۶، معلم الحجاج: ص ۱۲۸)

طواف میں یہ امور مسنون ہیں:

۱. حجر اسود کا استیلام کرنا اگر یہ نہ ہو سکے تو اشارہ کرنا اور ہاتھ کو چوم لینا۔

۲ اضطباع کرنا۔ اگر بعد میں سعی ہو تب اگر نفلی طواف ہے تو پھر اضطباع نہیں کرنا ہے۔
۳ شروع کے تین چکروں میں رمل کرنا اگر نفلی طواف ہے تو رمل نہ ہوگا، سعی نہیں کرنی ہے تو رمل نہ ہوگا۔
۴ آخری استیلام کرنا۔
۵ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کے وقت دونوں ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کی طرح اٹھانا۔
۶ بالکل ابتداء طواف یعنی جب شروع کرے تو حجر اسود کی طرف منھ کرنا، پھر سامنے رخ ہو کر طواف کرنا۔
۷ تمام چکر مسلسل بلا وقفہ کے کرنا۔
۸ بدن اور کپڑے پر کسی نجاست کا نہ ہونا۔

طواف کے مستحبات یہ ہیں:

۱ طواف کے شروع میں پورا بدن حجر اسود کے مقابل ہو جانا۔
۲ حجر اسود کا ۳ر مرتبہ بوسہ دینا (اژدحام کی وجہ سے اب اس دور میں مفقود ہے)
۳ طواف کرتے ہوئے مسنون دعائیں جو حدیث پاک میں وارد ہیں پڑھنا۔
۴ مرد کو بیت اللہ کے قریب کرنا، اگر اژدحام کی وجہ سے اذیت ہو تو دور سے کرے۔
۵ گفتگو نہ کرنا۔
۶ خشوع کے خلاف نہ کرنا۔
۷ دعا اذکار آہستہ پڑھنا۔
۸ رکن یمانی کا استیلام کرنا۔ بھیڑ ہو تو استیلام نہ کرے اور اشارہ بھی نہ کرے۔
۹ طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کا استیلام کرنا یا اشارہ اور تقبیل کرنا۔ (غنیۃ: ص۱۱۹)

وہ امور جو طواف میں مکروہ تحریمی یا حرام ہیں:

۱ ناپاکی کی حالت میں طواف کرنا مثلاً حیض نفاس و جنابت میں کرنا۔
۲ بے وضو کرنا۔
۳ کسی پر چڑھ کر بلا عذر طواف کرنا۔
۴ حطیم کو طواف میں شامل نہ کرنا۔
۵ حجر اسود کے علاوہ سے طواف شروع کرنا۔
۶ کوئی چکر چھوڑ دینا۔
۷ طواف کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف منھ کرنا۔

❽ واجبات میں سے کسی کو ترک کرنا۔

طواف میں یہ امور مکروہ ہیں:

❶ فضول گفتگو کرنا۔

❷ خرید و فروخت کرنا۔

❸ حمد و ثنا سے خالی اشعار پڑھنا۔

❹ ذکر و دعا بلند آواز سے پڑھنا۔

❺ بلا عذر رمل اور اضطباع کو چھوڑنا۔

❻ حجر اسود کا استیلام یا اشارہ و تقبیل چھوڑنا۔

❼ طواف کے چکر میں فصل کرنا یعنی مسلسل نہ کرکے وقفہ کرنا۔

❽ دو طواف اس طرح کرنا کہ بیچ طواف کی دو رکعت کو موخر کر دینا البتہ وقت مکروہ ہو تو پھر مکروہ نہیں کہ عذر ہے۔

❾ ہاتھ اٹھانا مگر تکبیر نہ کہنا۔

❿ درمیان طواف کھانا پینا ہاں اگر پیاس ہو تو پی سکتا ہے۔

⓫ ہاتھ باندھ کر طواف کرنا۔

⓬ عورتوں کا مردوں کے ساتھ جو اجانب ہوں طواف کرنا۔

⓭ نیت کے وقت ہاتھ اٹھانا۔

⓮ حجر اسود کے سامنے ہونے سے قبل دونوں کا ہاتھوں کا اٹھانا بلکہ ہاتھ اس وقت اٹھایا جائے گا جب حجر اسود سامنے ہوگا۔ (غنیۃ: ص۱۲۱، شرح لباب، معلم: ص۱۴۰)

طواف قدوم سے متعلق چند مسائل

◎ اس طواف کو طواف تحیۃ اور طواف لقاء، طواف وارد بھی کہا جاتا ہے۔

◎ باہر سے آنے والے ''آفاقی'' کے لئے یہ طواف سنت ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۴۱)

◎ حج افراد او حج قران کرنے والوں کے لئے یہ طواف سنت ہے۔

◎ تمتع کرنے والے پر یہ طواف قدوم سنت نہیں ہے۔

◎ عمرہ کرنے والے پر بھی یہ طواف نہیں ہے۔ ان کے ذمہ عمرہ کا طواف ہے۔

◎ اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتا ہے۔

◎ اس طواف قدوم کا آخری وقت وقوف عرفہ سے پہلے ہے۔

◎ وقوف عرفہ سے پہلے اگر طواف قدوم نہیں کر سکا تو اب اس کا وقت ختم ہو گیا۔

◎ اگر حج کے فرض طواف، طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرنا چاہتا ہے مثلاً سہولت کی وجہ سے کہ ایام نحر میں سعی میں بھیڑ ہو جاتی ہے تو طواف قدوم کے بعد سعی کرے۔

◎ اگر طواف کے بعد سعی کرنا چاہتا ہے تو اس طواف میں رمل اور اضطباع دونوں کرے۔ رمل شروع کے چار چکر میں اور ضطباع پورے طواف میں رہے گا۔

◎ سعی میں اضطباع نہیں ہے۔ جو لوگ سعی اضطباع سے کرتے ہیں وہ خلاف سنت ہے طواف ختم ہونے کے بعد اضطباع ختم ہو جاتا ہے یہاں تک طواف کی دو رکعت اضطباع کے ساتھ سر کھلے پڑھنا مکروہ ہے۔

◎ مفرد اور قارن طواف قدوم کے ساتھ سعی کر سکتے ہیں پھر ان پر طواف زیارت کے بعد سعی نہیں ہوگی۔

◎ قارن کے لئے طواف قدوم کے ساتھ سعی کرنا سنت اور افضل پھر اس قارن کو طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرنی ہوگی۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں ایسا ہی کیا تھا۔ (شرح مناسک: ص ۱۴۲)

◎ حج افراد کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کرے زیارت کے بعد سعی کرے فقہاء نے مفرد کے حق میں یہی افضل لکھا ہے۔

◎ خیال رہے کہ ایام نحر میں رمی اور طواف سعی میں بڑا ازدحام ہوتا ہے۔ رمی اور طواف سے ہی عموماً لوگ تھک جاتے ہیں۔ طواف کے بعد سعی کرنا ازدحام میں سخت پریشانی کا باعث ہو جاتا ہے۔ اس لئے تعب کم اور سہولت کے پیش نظر افراد کرنے والا بھی طواف قدوم کے بعد سعی کرے تا کہ طواف زیارت کے بعد فارغ ہو جائے۔ طواف قدوم اگر کسی نے ترک کر دیا۔ مثلاً آنے کے بعد مشغول ہوا کہ طواف قدوم بھول گیا یا آنے کے بعد بیمار ہوا کہ نہ کر سکا اور وقوف عرفہ کا وقت آ گیا اور عرفہ چلا گیا۔ تو اس پر کوئی دم واجب نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ قصداً چھوڑ دے گا تب بھی دم واجب نہیں ہوگا۔ ہاں مگر ایک سنت کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔ اور کراہت ہوگی۔ عرفہ کے دن زوال سے پہلے بھی طواف قدوم کرے گا تو طواف قدوم ہو جائے گا۔

(شرح مناسک: ص ۱۴۱)

◎ زوال کے بعد عرفہ سے آ کر طواف قدوم کرے گا تو یہ جائز نہیں اور طواف قدوم نہیں ہوگا مکہ مکرمہ آنے کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے وقت اور صحت کے باوجود طواف قدوم نہیں کیا تو گناہ ہوگا مگر دوم واجب نہ ہوگا چونکہ یہ طواف سنت ہے۔ (شرح مناسک: ص ۳۵۲)

◎ طواف قدوم بے وضو کیا۔ خواہ جان بوجھ کر یا سہواً یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے تو کسی صورت میں بھی اس پر دم واجب نہ ہوگا۔ ہاں دوبارہ باوضو اس کا اعادہ کر لینا چاہئے۔ (شرح مناسک: ص ۳۵۲)

◎ اگر بے وضو کرلیا پھر اس کا اعادہ نہیں کر سکا یا ضعف پیری کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے یا نہیں کرنا چاہتا ہے کسی بھی وجہ سے تو اس پر دم تو واجب نہیں ہوگا مگر ہر طواف کے بدلے اس پر نصف صاع گیہوں (پونے دو کلو گیہوں) کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (شرح مناسک: ص۳۵۲)

◎ طواف قدوم مطلق طواف کی نیت سے ہو جاتا ہے۔

◎ اگر طواف قدوم کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کپڑے میں نجاست لگی تھی تو اس صورت میں نہ دم ہے صدقہ۔

(شرح مناسک: ص۳۵۲)

◎ اس کا مستحب وقت یہ ہے کہ جیسے ہی خانہ کعبہ میں داخل ہو فوراً حجر اسود کے پاس استیلام کر کے طواف شروع کر دے جس کا مفصل اور واضح طریقہ طواف سنت کے مطابق یا ''طواف مسنون'' کے ذیل میں دیکھئے۔ نفل وغیرہ میں نہ لگے۔ خانہ کعبہ کا تحیۃ المسجد یہی ہے۔ ہاں اگر جماعت کا وقت ہو رہا ہو یا جماعت کھڑی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے۔ پھر نماز کے بعد طواف شروع کرے۔

طواف کرنے کا مسنون طریقہ جس سے اکثر لوگ غافل ہیں

جب طواف شروع کرنے کا ارادہ ہو تو حجر اسود کے سامنے آجائیں۔ پہلے فرش پر ایک کالی پٹی تھی اب اسے سعودی حکومت نے ختم کر دیا۔ اس میں بڑی سہولت تھی حجر اسود کا سامنا ہونے کا علم ہو جاتا ہے نیت اور استیلام میں سہولت ہوتی تھی۔ صحیح طور پر ہوتی تھی اب اندازہ سے ہوتی ہے۔

اب حجر اسود کے سامنے ہری بتی سبز لائٹ جلتی ہے، اس سے حجر اسود کے سامنے ہونے کا پتہ چل سکتا ہے، آپ اس لائٹ سے ایک قدم ذرا پہلے کھڑے ہو جائیں اور طواف کی نیت کریں۔ اے اللہ آپ کے گھر کے طواف سات چکر کا ارادہ کرتا ہوں اسے آسان فرما قبول فرما۔ صرف بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں اتنا بھی صحیح ہے، آپ یہاں اس طرح کھڑے ہوں کہ آپ کا جسم مع پیر کے بیت اللہ کی طرف ہو اور دائیں کندھے کی جانب حجر اسود ہو

اب نیت کرتے ہی دائیں طرف ذرا یعنی ایک قدم جو بھی ہو چلے کہ پورا حجر اسود آپ کے منہ سینے اور جسم کے سامنے ہو جائے۔ جیسے ہی بالکل آپ سامنے آجائیں۔ ''بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو جیسے نماز میں اٹھایا جاتا ہے ہے کہ انگلیاں کھلی رہتی ہیں ہتھیلی کا رخ سامنے کی جانب ہوتا ہے کان کی لو تک اٹھا کر نیچے گرالیں پھر جلدی سے حجر اسود کا استیلام کریں۔ دونوں ہاتھوں کو سامنے کی جانب سینے تک اٹھائیں ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی جانب ہو، اور اس کا پشت آپ کی طرف، اور یوں سمجھیں کہ میں حجر اسود پر ہاتھ رکھ رہا ہوں اور استیلام کی دعا پڑھتے ہوئے ایسا کریں۔ ''بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر ایماناًبك و تصدیقاً بکتابك و وفاءً بعهدك و اتباعاً لسنة نبيك صلى اللّٰہ علیه وسلم.'' اگر اتنا نہ کہہ سکیں تو جلدی سے ''بسم اللّٰہ

ءِ اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ والحمد للّٰہ" پڑھیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو چوم لیں۔ یہ اشارہ گویا حجر اسود کا بوسہ ہوگیا۔ (چونکہ حجر اسود کے پاس پہنچنا پھر بوسہ لینا اس دور میں کہاں نصیب) پھر فوراً جلدی سے دائیں طرف کھڑے کھڑے مڑ جائیں۔ قدم کا رخ جو خانہ کعبہ حجر اسود کی طرف تھا اب دائیں طرف مڑ کر بیت اللہ کے دروازے یعنی دائیں جانب چلنا شروع کردیں۔ یہ ہوئی آپ کے طواف کی ابتداء۔

خیال رہے کہ ابتداء طواف میں دو مرتبہ ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ ایک نیت وتکبیر کے وقت گویا یہ طواف کا تحریمہ اور ہاتھ اٹھانا ہے جیسے نماز میں، کہ طواف بھی نماز ہے اس کی ابتدا بھی اسی طرح ہے۔ پھر دوسری مرتبہ ہاتھ اٹھانا سینہ تک یہ حجر اسود کا استیلام اور بوسہ ہے، جو اشارہ کے طور پر کیا جارہا ہے، پھر جب آپ چکر لگاتے ہوئے حجر اسود کی طرف آئیں گے جس کی علامت اس دور میں سبز لائٹ ہے تو بلا پیر موڑے ہوئے پیر کو اسی طرح سامنے کی رخ رکھتے ہوئے سینہ اور منہ حجر اسود کی طرف کر کے دونوں ہاتھوں کو سینہ تک اٹھا کر اس طرح کہ ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف ہو دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھ چوم لیں گے۔ آپ چلتے ہوئے استیلام کرلیں۔ اشارہ اور دعا کے لئے کھڑے نہ رہیں۔ موقعہ نہ ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہا ہاتھ اٹھایا بوسہ لیا چل دیا۔ "لایقف للدعا فی اثناء الطواف." (شرح ملا: ص ۱۳۶)

طواف کے دوران رکنا منع ہے۔ مگر صرف ذرا سا استیلام کے وقت خوب سمجھ لیں اچھی طرح اور دوسروں کو نہ دیکھیں ورنہ دوسروں کے غلط طریقہ پر آپ کرنے لگیں گے۔ طریقہ پڑھ کر اچھی طرح سمجھ لیں اور کریں اس طرح طواف سنت کے مطابق ہوگا۔ خدانخواستہ اس طرح نہ ہوسکا تو طواف کا فرض ادا ہوجائے گا صرف ثواب کم ہوگا کوئی دم وغیرہ ہرگز لازم نہ آئے گا۔

طواف سے متعلق چند ہدایات

❶ خیال رہے کہ طواف کے شروع میں نیت کے بعد استیلام ہے پھر سات چکروں میں حجر اسود کے پاس آتے وقت ہے۔ یہ سات چکروں میں جو استیلام حجر اسود کی طرف ہاتھوں سے اشارہ اور چومنا ہے مستحب ہے۔ سخت اژدحام کی وجہ سے یہاں پر دھکا وغیرہ ہونے لگتا ہے، بسا اوقات لوگ دوسرے کو دھکا دے کر استیلام کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جب سہولت سے استیلام نہ ہوسکے تو چھوڑ دینا چاہئے بس گذرتے ہوئے جلدی سے بسم اللہ اکبر کہے ہاتھ کا اشارہ کرے اور چوم لے۔ البتہ آخری وقت ۸/ویں استیلام رک کر کرے کہ اب طواف ختم ہوچکا ہے اور یہ آخری استیلام سنت مؤکدہ ہے۔ (شرح ملا: ص ۱۳۷)

❷ حجر اسود کے سامنے جو سبز لائٹ کا نشان ہے یہاں پر کبھی کبھی بڑا اژدحام اور دھکوں کی وجہ سے لوگ آگے پیچھے ہوجاتے ہیں اس جگہ چونکہ چہرہ وسینہ بیت اللہ شریف کی طرف ہوتا ہے لہٰذا خیال رہے کہ اس دھکے اور

اژدحام کی وجہ سے اسی رخ کعبہ میں آگے نہ بڑھے بلکہ جلدی سے سامنے طواف کی طرف رخ کرے۔ ورنہ یہ ہوگا کہ طواف کی اتنی مقدار بیت اللہ کی طرف سینہ کرکے ہوا۔ اور ایسا طواف معتبر نہیں۔ لہٰذا ایسا نہ ہونے دے اگر ہو جائے تو جتنا حجر اسود کے بعد ہوا اتنا پیچھے ہٹ کر طواف پھر سے کرلے کہ بایاں کندھا بیت اللہ کی جانب رہے۔

۳ طواف کرتے وقت سینہ یا پیٹھ بیت اللہ شریف کی طرف کرنا مکروہ تحریمی ہے اگر اس حالت میں کچھ طواف بھی ادا کرلیا تو اتنے طواف کو لوٹانا واجب ہوگا یا پورا ایک چکر کرے چونکہ پیچھے لوٹنا ہجوم کی وجہ سے مشکل ہوگا۔

۴ خانہ کعبہ کی دیواروں پر لوگ خاص کر حجر اسود اور رکن یمانی پر خوشبو لگا دیتے ہیں۔ لہٰذا ایسی حالت میں ہاتھ لگانے سے بچے، اگر پورے ہاتھ یا منہ میں خوشبو لگ گئی تو دم دینا واجب ہوگا۔ اگر کم لگا تو پونے دو کلو گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔

طواف کے متعلق چند غلطیاں

عموماً لوگ طواف کا مسنون طریقہ نہیں جانتے، نہ سیکھتے ہیں اور نہ معلوم کرتے ہیں۔ بس خلاف سنت ہاتھ اٹھا کر چوم کر حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کردیتے ہیں طواف تو گو ہو جاتا ہے مگر سنت کا ثواب اور طواف کامل کا ثواب نہیں ملتا۔ وضاحت کے لئے دیکھئے طواف کا مسنون طریقہ اور طواف کے سنن و مستحبات۔

۱ لوگ حجر اسود سے کئی قدم پہلے ہو کر نیت کرلیتے ہیں۔ یہ منع ہے۔ (غنیۃ: ص ۱۲۱)

فیقفون قبل الحجر بکثیر و ینوی الطواف فیقع فیما هو بدعة بالاجماع.

۲ نیت کرتے وقت جب کہ حجر اسود سامنے نہیں ہوتا ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ (غنیۃ)

۳ پھر اس کے بعد حجر اسود کے استیلام (استقبال) کے لئے دونوں ہاتھ حجر اسود کی طرف یعنی ہتھیلی حجر اسود کی طرف کرتے ہوئے اٹھانا پھر دونوں ہاتھوں کو چوم لینا شروع طواف دو مرتبہ ہاتھ اٹھیں گے ایک تکبیر تحریمہ کی طرح، اس طرح ہاتھ اٹھانا صرف شروع طواف میں ہوگا دوسرا ہاتھ اٹھانا جس میں ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف رہے گا پھر بوسہ ہاتھوں کا لیا جائے گا یہ استیلام شروع میں بھی ہوگا۔ اور شروع میں سنت مؤکدہ ہے۔ پھر چکر میں جب گذرتے ہوئے حجر اسود کا سامنا ہوتو ہوگا اور یہ مستحب ہے۔ پھر ختم پر آخری مرتبہ یعنی آٹھویں مرتبہ استیلام ہوگا۔ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ خوب سمجھ لیجئے۔

۴ عموماً حجر اسود سامنے نہیں ہوتا ہے اور ہاتھ اٹھا لیتے ہیں صحیح نہیں ہے۔

۵ شروع میں نیت کرتے وقت اور ہاتھ اٹھاتے وقت پورا جسم منہ رخ حجر اسود کے بالکل سامنے ہونا چاہئے

جو ایسا نہیں کرتے اور طواف شروع کر دیتے ہیں۔ صحیح نہیں۔

❻ شروع طواف میں ایک ہی مرتبہ ہاتھ اٹھاتے ہیں اور طواف شروع کر دیتے ہیں یہ صحیح نہیں دو مرتبہ ہاتھ اٹھانا ہے ایک تحریمہ ایک حجر اسود کے استیلام کا۔

❼ دونوں مرتبہ ہاتھ اٹھانے میں عموماً لوگ فرق نہیں کرتے، پہلی مرتبہ تحریمہ کی طرح جیسے نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اٹھا کر چھوڑ دیا جائے گا پھر دوبارہ حجر اسود کے استیلام کے لئے (جسے اب اشارہ اور تقبیل کہا جا سکتا ہے) اس طرح ہاتھ اٹھائیں گے کہ ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف رہے اور پشت اپنی طرف اور "بسم اللّٰه اللّٰه اکبر و للّٰه الحمد" پڑھتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ سے چوم لیا جائے گا۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

❽ نیت کرتے وقت اور حجر اسود کے مقابل ہوتے وقت جو تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیا جائے گا اس وقت "بسم اللّٰه اللّٰه اکبر و للّٰه الحمد" پڑھا جائے گا۔ نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔ "ایمانا بك و تصدیقاً بکتابك و وفاء بعهدك." یہ استیلام کے وقت کی دعا ہے۔ اسے حجر اسود کے استیلام یا اشارہ کے وقت پڑھا جائے گا۔

❾ نیت اور استیلام حجر اسود کے وقت پورا جسم حجر اسود کی طرف رہے گا اور جیسے ہی استیلام سے فارغ ہوگا اپنے پیر اور جسم کے ساتھ داہنے جانب ہو کر طواف شروع کرے گا۔ بسا اوقات ایک دو قدم خانہ کعبہ کی طرف منہ کئے ہوئے چل دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے جتنا قدم رخ کعبہ کی طرف ہو کر چلا ہے وہ طواف شرعی میں شامل نہ ہوگا لیکن ایسا ایک آدھا قدم ہی ہوتا ہے اس لئے طواف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے طواف ہو جاتا ہے۔

❿ پہلی نیت اور استیلام میں تو کچھ وقفہ اور رکنے کی ضرورت پیش آتی لہٰذا یہ وقفہ ابتدائی صحیح ہے، مگر سات چکروں کے استیلام کے وقت جسے اشارہ اور تقبیل کہتے ہیں زیادہ رکنا صحیح نہیں خلاف سنت ہے۔ بلکہ چلتے ہوئے جب حجر اسود کا سامنا ہو جائے رخ کر کے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر اشارہ و تقبیل کرے بھیڑ کی وجہ سے نہ پتہ چلے یا نہ کر سکے تو چھوڑ دے کہ یہ بہت سے بہت سنت ہے۔

⓫ اکثر و بیشتر لوگ چکر کے درمیان کے استیلام یا اشارہ کے وقت پورا جسم پیر کا رخ حجر اسود کی طرف کر لیتے ہیں یہ صحیح نہیں صرف چہرہ اور سینہ اور ہتھیلی کا رخ ہونا چاہئے

⓬ قریب تمام لوگ طواف کا چکر لگاتے ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھتے ہیں۔ طواف کے دوران چہرہ کرنا یا آنکھ سے دیکھنا مکروہ ہے۔ یہ طواف نماز ہے۔ جس طرح نماز میں نگاہ سامنے سجدہ کے رخ رہتی ہے اسی طرح طواف

میں نگاہ سامنے رہے، خانہ کعبہ بائیں جانب ہے۔ لہٰذا سیدھے نگاہ کے بجائے بائیں جانب نگاہ کرنا اور خانہ کعبہ کو دیکھنا اس وقت مکروہ تحریمی اور باعث گناہ ہے۔

۱۳ اگر طواف کرتے ہوئے سینہ رخ چہرہ سب خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا ہو تو یہ طواف نہیں ہوا جتنا کیا ہے اس کا صحیح طور پر اعادہ کرنا ہوگا۔

۱۴ رکن یمانی کا استیلام یعنی چھونا مسنون ہے۔ اگر اژدحام کی وجہ سے چھونے کا موقعہ نہ ملے تو ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ اکثر لوگوں کو دیکھیں گے کہ گذرتے ہوئے یہاں دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اشارہ کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کو دیکھتے ہیں۔ احناف کے یہاں اگر استیلام نہ ہو تو ترک ہے۔ ہاں حجر اسود میں استیلام نہ ہو تو اشارہ ہے۔

۱۵ طواف کے سات چکروں کی دعا جو بعض کتابوں میں ہیں اور لوگ اسے لے کر پڑھتے دیکھ کر پڑھتے ہیں اور طواف کرتے رہتے ہیں؟ یہ سات چکر کی سات دعائیں نہ سنت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محقق و معتبر کتابوں میں ہیں۔ اس کا نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اسے چھوڑ دینا چاہئے جو دعائیں سنت سے ثابت ہیں وہ پڑھے جس کا ذکر دعاؤں کے ذیل میں ہے۔ اگر سنت سمجھ کر پڑے گا تو گناہ ہوگا۔

۱۶ آپ دیکھیں گے طواف میں ایک شخص دعا پڑھاتا ہے اور تمام اس کے ساتھی اس دعا کو پڑھتے ہیں۔ جیسے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے یہ طریقہ غلط ہے۔ دعا خود سے اپنے سے پڑھنا اصل ہے۔ پھر یہ کہ یہ تعلیم ہے دعا نہیں ہے۔ دعا وہ بھی غیر مسنون اس کا اتنا اہتمام کہ دوسروں کی نقل کرے کہاں درست ہے۔ خود سے جو دعا یاد ہو پڑھ لے کافی اور مشروع ہے۔

۱۷ اکثر کیا تمام عورتیں چہرے کھولے رہتی ہیں۔ اول تو ان عورتوں کے لئے جائز نہیں موجودہ دور کا عظیم مہلک فتنہ ہے، ادھر مرد طواف کے دوران اسے دیکھتے رہتے ہیں بڑی بری حرکت ہے عبادت اور خدا کے گھر میں یہ حرکت۔

۱۸ طواف کے دوران دوڑتے ہیں تاکہ جلدی چکر پورے ہو جائیں یہ منع ہے۔ مناسب اور دھیمی رفتار سے ذرا تیزی سے چلنا ہے۔ نہ تو بالکل آہستہ چلے جسے مریل چال کہتے ہیں نہ دوڑ کی رفتار ہے کہ دھکے دیتے گذرے۔

۱۹ رکن یمانی کے استیلام میں میں کئی غلطیاں ہوتی ہیں ① حسب سہولت اسے دونوں ہاتھ سے یا دائیں سے چھونا ہے بعض بائیں ہاتھ سے چھو لیتے ہیں جو غلط ہے ② دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں غلط ہے ③ اشارہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف پورا جسم کرتے ہیں یہ غلط ہے یہ صرف حجر اسود کے استیلام میں ہے۔

④ بسا اوقات قدم کا رخ بھی رکن یمانی کی طرف کرتے ہیں یہ اور بڑی غلطی ہے۔ ⑤ چھونے کے بعد ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں ہاتھ کو یہاں بوسہ نہیں دیا جائے گا ⑥ تکبیر اور دعا استیلام یہاں نہیں ہے۔

(شرح مناسک: ص ۱۳۷)

۲۰ طواف کرتے ہوئے مقام ابراہیم پر آکر رک جاتے ہیں چھوتے ہیں بوسہ دیتے ہیں یہ سب ناجائز ہے۔ مقام ابراہیم کو صرف دیکھنا درست ہے۔ چھونا اور چومنا حرام ہے۔ طواف کا مقام ابراہیم سے کوئی تعلق نہیں، ویسے بھی اس کا چھونا منع ہے، طواف کے دوران تو اور منع ہے طواف کرتے ہوئے بعض لوگ خانہ کعبہ کا غلاف چھوتے ہیں اور پکڑ لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ از راہ عقیدت ومحبت سے مگر طواف کی حالت میں منع ہے۔

۲۱ بعض احرام کی حالت میں جب بھی مثلاً طواف کرتے ہیں تو اضطباع کرتے ہیں یہ خلاف سنت مکروہ ہے۔ ہر طواف میں اضطباع نہیں ہے۔ صرف اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی کی جاتی ہے۔

۲۲ اکثر لوگ احرام کے وقت سے اضطباع کئے رہتے ہیں یہی غلط ہے۔ اضطباع صرف خاص طواف میں ہے بعض لوگ تمام طواف میں رمل کرتے ہیں یہ جہالت کی بات ہے۔ صرف شروع کے تین چکروں میں کیا جاتا ہے۔

۲۳ بعض لوگ ہجوم اور اژدحام میں بھی رمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے ایسی صورت میں رمل چھوڑ دینا چاہئے۔

موجودہ دور میں طواف میں حجر اسود کا استقبال اور استیلام کا مسئلہ

خیال رہے کہ خانہ کعبہ کے طواف میں حجر اسود کو بالکل سینہ کے سامنے اور اس کے مقابل رکھتے ہوئے اژدحام کے موقعہ پر دونوں ہاتھ سے استیلام اور تقبیل کا اشارہ ہوتا ہے۔ حجر اسود کا سامنا معلوم ہونے کے لئے مطاف میں ایک کالی پٹی تھی جس سے پتہ چل جاتا تھا حجر اسود سامنے آگیا ہے لہٰذا ہاتھ اٹھا کر استیلام اور اشارہ کر لیا جاتا تھا۔

اب ادھر ایک دو سال کا عرصہ ہوا کہ یہ کالی پٹی جس سے حجر اسود کے سامنے ہو جانے کا علم ہو جاتا تھا ختم کر دیا گیا ہے۔ البتہ حجر اسود کے سامنے مسجد میں سبز روشنی جلتی ہے وہ اس کا نشان ہے۔ اس کالی پٹی کو ختم نہیں کرنا چاہئے تھا۔ چونکہ اس کا تعلق طواف کی ابتداء اور اختتام سے تھا طواف کی ابتداء بھی اسی حجر اسود کے بالکل سینہ کے مقابل آجانے پر استیلام اور اشارہ سے ہوتی ہے۔ طواف کے آغاز میں یہ استیلام جو دونوں ہاتھ اٹھا کر حجر اسود کے سامنے ہوتا ہے یہ ہمارے یہاں سنت ہے۔ شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ اور طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرنا یہ واجب ہے۔ حتیٰ کہ حجر اسود کے سامنے کے علاوہ سے کیا اس پر اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ ہونے کی صورت میں دم واجب

ہے۔ (کذا فی حاشیۃ معلم الحجاج)

اسی طرح سعی کی ابتدا استیلام یا سامنے سے اشارہ کرنے سے ہے۔ اب کالی پٹی کے ختم کر دینے سے حجر اسود کے سامنے آنے کا ٹھیک سے پتہ نہیں چلتا اور سبز روشنی جو ہے اس سے سامنا کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا کہ اب حجر اسود سامنے آ گیا لہٰذا اشارہ اور تقبیل کر لیا جائے۔

اس سلسلے میں ایک اصل اور فقہی قاعدہ ذہن میں رکھ لیا جائے جو چیز سنت یا مستحب ہو اسے اپنی وسعت اور سہولت کے مطابق کر لیا جائے کہ سنت رسول اللہ کے ادا کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ یا کوئی پریشانی ہو جائے دقت ہو جائے تو اس میں کوئی حرج اور ملامت نہیں اور نہ حج کی سنتوں کے کسی طرح چھوٹنے پر دم ہے۔ لہٰذا اگر طواف میں حجر اسود کے سامنے ہونے کا پتہ نہ چلا اور تقبیل و اشارہ آگے پیچھے ہو جائے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

اژدحام کے موقعہ پر اگر دوران طواف کا اشارہ اور تقبیل بھی چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ مستحب ہے۔ چنانچہ شرح مناسک میں ہے:

"استلام الحجر مطلقاً من غير قيد الاولية و الآخرية و الاثنائية، بل قيل يستحب فيما عدا طرفيه. (شرح مناسک: ص۱۵۹) و هذا الاستقبال فى ابتداء الطواف سنة عندنا لاواجب فلو تركه و حاذى الحجر الاسود بشقه الا يسرونوى الطواف ثم طاف اجزاه. (غنیۃ: ص۹۹)

طواف بیت اللہ کی فضیلت اور اس کا ثواب

غلام کی آزادی کا ثواب دس درجہ بلند دس گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سات چکر گن کر لگائے اور دو رکعت نماز پڑھے (نماز طواف) تو اسے ایک غلام کی آزادی کا ثواب ملے گا اور جو قدم بھی اٹھے گا اور رکھا جائے گا اس پر اسے دس نیکیاں ملیں گی دس گناہ معاف ہوں گے دس درجے بلند ہوں گے۔ (ترغیب: ۲/۱۹۱)

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور کوئی نامناسب بات نہیں کی اسے ایک غلام کی آزادی کا ثواب ملے گا۔ (ترغیب، ابن ابی شیبہ: ص۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور اس نے سوائے "سبحان اللّٰه والحمدللّٰه و لا اله الا اللّٰه و اللّٰه اكبر و لا حول و لا قوة الا باللّٰه" کے

کوئی بات نہ کی تو اس کے دس گناہ معاف۔ دس نیکیوں کا ثواب اور دس درجے بلند ہوں گے۔ (ترغیب: ص۱۹۲)

ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں ستر ہزار درجہ بلند

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس نے وضو کیا خوب اچھی طرح وضو کیا پھر رکن (حجر اسود) کے پاس آکر استیلام کیا خدا کی رحمت میں ڈوب گیا۔ اور جب استیلام کرے تو یہ کہے "بسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك له و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ" تو رحمت اسے ڈھانک لیتی ہے پھر جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ پاک ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتے ہیں اور ستر ہزار گناہ معاف فرماتے ہیں۔ ستر ہزار درجہ بلند فرماتے ہیں۔ اور اس کے گھر والے کے ستر آدمی کے بارے میں شفاعت قبول فرماتے ہیں پھر جب وہ مقام ابراہیم پر آکر ایمان اور ثواب سے دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اللہ پاک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خاندان کے غلام کی آزادی کا ثواب لکھتے ہیں اور وہ گناہ سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔ (ترغیب: ۲/۱۹۳، القریٰ: ص ۳۲۳)

شدید گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں طواف کا ثواب ستر ہزار

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص خانہ کعبہ کا طواف گرمی میں شدید گرم لو چلنے کی حالت میں طواف کرے کہ سر کھلا ہو (احرام کی وجہ سے) اور قریب قریب قدم رکھے (یعنی جلدی سے لمبے قدم رکھ کر فارغ نہ ہونے کی کوشش کرے) توجہ بھی ادھر ادھر اس کی کم ہو نگاہ بھی نیچی ہو۔ سوائے ذکر اللہ کے گفتگو بھی کم ہو ہر چکر میں حجر اسود کا (بوسہ) یا استیلام کیا ہو بغیر کسی کو تکلیف پہنچائے تو اللہ پاک اس کے ہر قدم پر جو رکھے گا اور اٹھائے گا ستر ہزار نیکیاں لکھے گا۔ ستر ہزار گناہ معاف کرے گا، ستر ہزار درجے بلند کرے گا۔ ستر ایسے غلام کی آزادی کا ثواب دے گا جس کے ہر غلام کی قیمت دس ہزار درہم ہوگی۔ اور اس کے خاندان میں سے ستر مسلمانوں کی شفاعت کا اختیار دے گا۔ (اس طواف کا ثواب) خواہ دنیا میں حاصل کرے خواہ آخرت کے لئے چھوڑ ڈالے۔ (ہدایۃ السالک: ۱/۵۷، شفاء الغرام: ص ۱۷۶)

شدید گرم اور دھوپ کی حالت میں طواف کی فضیلت میں ستر ہزار کی روایت کو حضرت حسن نے اپنے رسالہ میں ابن حاج نے اپنے مناسک میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ہدایہ، القریٰ: ص ۳۳۱)

فائدہ: چنانچہ خدا کے نیک اور محبوب بندے سخت گرمی اور گرم ہوا چلنے کے وقت بھی طواف کرتے ہیں چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ایسے وقت میں بھی کتنے لوگ طواف کرتے رہتے ہیں۔

طواف کرنے والوں کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خانہ کعبہ کو ستر ہزار فرشتے گھیرے رہتے ہیں اور

ان لوگوں کے لئے جو طواف کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں استغفار کرتے ہیں۔ (ہدایۃ السالک: ص ۵۳)

طواف کرنے والوں سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر ملائکہ کسی سے مصافحہ کیا کرتے ہیں تو راہ خدا میں جہاد کرنے والے سے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے سے اور بیت اللہ کے طواف کرنے والے سے مصافہ کرتے ہیں۔

(ہدایۃ السالک: ۱/ ۵۵)

طواف کرنے والوں پر اللہ فخر فرماتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ طواف کرنے والوں پر فخر کرتے ہیں۔

(شفاء الغرام: ص ۱۸۰)

زمین کے باشندوں میں سب سے افضل طواف کرنے والے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح آسمان میں وہ فرشتے افضل ہیں جو خانہ کعبہ کا طواف کرنے والے ہیں۔ ظاہر ہے افضل امور کرنے والے افضل ہوں گے۔ (شفاء الغرام: ص ۱۸۰)

صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی بڑی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مسلمان کے دو طواف ایسے ہیں جس سے وہ گناہ سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ اور اس کی مغفرت ہو جاتی ہے گناہ جس قدر بھی ہو، ایک صبح کی نماز کے بعد طواف کرنے والا کہ سورج نکلنے تک فارغ ہو جائے، ایک عصر کے بعد کہ غروب شمس تک فارغ ہو جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر اس کے پہلے یا اس کے بعد ہو تو آپ نے فرمایا تب بھی اس میں (فضیلت وثواب میں) شامل ہو جائے گا۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۴۵، ہدایہ: ۱/ ۵۵)

فائدہ: عصر اور فجر کے بعد طواف کرنا تو بلا قباحت درست ہے بلکہ فضیلت کا بھی باعث ہے۔ مگر طواف کی دو رکعت نماز اس وقت نہیں پڑھی جائے گی سورج کے نکلنے کے بعد اور مغرب کے بعد پڑھی جائے گی۔ چونکہ احناف کے یہاں فجر اور عصر کے بعد فرض کے علاوہ کوئی نماز بھی ہو ممنوع ہے۔

طواف کرنے والوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سات طواف رات میں اور پانچ طواف دن میں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی اسی طرح کرتے تھے ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام طواف کرتے تھے اور دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے اولاد میں ایسے لوگوں کو بنا جو بیت اللہ کو آباد رکھیں (ہدایہ: ص ۵۵)

بارش ہوتے وقت طواف کی فضیلت ہر قطرہ پر نیکی

ابوعقال سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خانہ کعبہ کا بارش کے دن میں طواف کرے سو اللہ پاک بارش کے ہر قطرہ پر اسے ایک نیکی عطا فرمائیں گے اور دوسرے اس کے گناہ معاف فرمائیں گے۔ (ہدایۃ السالک:۱/۵۶)

فَائِدَہ: اس میں خانہ کعبہ کا اکرام ہے کہ اسے کسی بھی وقت خالی نہ رکھے، کلفت اور مشقت کے ساتھ بھی اسے طواف ذکر سے آباد رکھے کہ عبدیت کی یہی شان ہے۔

آپ نے بارش ہونے کی حالت میں بھی طواف کیا ہے

ابوعقال ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کے ساتھ بارش میں طواف کیا جب میں نے طواف پورا کر لیا تو مقام ابراہیم پر آیا دو رکعت نماز پڑھی تو مجھ سے حضرت انس نے فرمایا یہ پھر اسی طرح (بارش میں طواف نہ چھوڑنا) اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی۔ اسی طرح مجھ سے بھی رسول پاک ﷺ نے کہا تھا کہ جب ہم نے بارش میں آپ کے ساتھ طواف کیا تھا۔ (ابن ماجہ:ص ۲۳۲)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیلاب آیا جس نے خانہ کعبہ کو بھی گھیر لیا لوگوں نے طواف چھوڑ دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر نے تیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں مشکل اور مشقت ترین عبادت کو لوگ چھوڑ دیا کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر اسے ادا کر لیا کرتے تھے۔ (ہدایۃ السالک:ص ۵۷)

طواف کے چکروں میں ہر قدم پر پانچ سو نیکیاں

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب آدمی خانہ کعبہ کے طواف کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ رحمت خداوندی میں غوطہ کھانے لگ جاتا ہے اور جب (طواف میں یا مطاف میں) داخل ہوتا ہے تو رحمت خداوندی میں ڈھک جاتا ہے۔ پھر کوئی ایک قدم نہیں اٹھاتا اور رکھتا مگر یہ کہ ہر قدم پر اسے پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں پانچ سو گناہ معاف ہوتے ہیں پانچ سو درجات بلند ہوتے ہیں پھر جب وہ طواف سے فارغ ہو جاتا ہے اور دو رکعت نماز مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کرتا ہے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو، پھر اس کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان کے دس غلام کے آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ پھر حجر اسود کے پاس ملائکہ اس کے استقبال میں رہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں پھر آئندہ بھی اس طرح عمل (طواف وغیرہ) کرتے رہو گزشتہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور اس کے گھر والوں میں سے ستر لوگوں کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ (ہدایۃ السالک:ص ۵۱)

طواف نماز اور زمزم پینے سے جس قدر بھی گناہ ہو سب معاف

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خانہ کعبہ کا سات چکر طواف کیا مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی ماء زمزل پیا اس کے گناہ جس قدر بھی ہوں گے سب معاف ہو جائیں گے۔ (القریٰ: ص ۳۳۳، ہدایۃ السالک: ۱/۵۱)

غیر مکی کے لئے نماز نفل سے افضل طواف بیت اللہ ہے

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مکہ سے باہر والوں کے لئے طواف زیادہ بہتر ہے نماز سے۔
(ہدایہ: ۲/۹۱۸)

ابوبکر بن موسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا طواف بہتر ہے یا نماز تو انہوں نے کہا مکہ مکرمہ والوں کے لئے تو نماز بہتر ہے۔ اور باہر والوں کے لئے طواف بہتر ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۴۵۲)

فائدہ: طواف اس وجہ سے بہتر ہے کہ خانہ کعبہ کے علاوہ نماز تو ہو سکتی ہے مگر طواف نہیں ہو سکتا۔ (شفاء الغرام: ۸/۱۷۸)

مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب عمل طواف ہوتا تھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو آپ کا سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ عمل خانہ کعبہ کا طواف ہوتا۔ (ہدایۃ السالک: ص ۵۵، شفاء: ص ۱۷۷)

فائدہ: مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ سے عمرہ کا تکرار تو ثابت نہیں ہے مگر نفلی طواف آپ سے رات میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر ثابت ہے۔ پس اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تکرار عمرہ سے آپ کو تکرار طواف پسند تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباس، عطاء، سعید بن جبیر، مجاہد کی رائے ہے کہ باہر والوں کے لئے کثرت طواف بہتر ہے، یہی احناف و مالکیہ کا مسلک ہے۔ (ہدایہ: ۲/۹۱۹، مصنف ابن عبدالرزاق: ۵/۷۱)

زمین پر رہنے والوں کا بہترین عمل خانہ کعبہ کا طواف ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر رہنے والوں (فرشتوں میں سب سے زیادہ مکرم و معزز وہ ہیں جو عرش اعظم کا طواف کرتے ہیں اور زمین پر رہنے والوں میں سب سے زیادہ مکرم اور معزز اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ (ہدایۃ السالک: ۱/۵۵)

پچاس مرتبہ طواف کرنے کا ثواب

سنن سعید بن منصور میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص حج بیت اللہ کرے وطن آنے سے قبل وہ پچاس مرتبہ بیت اللہ کا سات چکر کر لے تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔
(ہدایۃ السالک: ص ۵۴، القریٰ: ص ۲۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خانہ کعبہ کا طواف پچاس مرتبہ کرے، وہ گناہوں سے ایسا نکل جائے گا گویا کہ اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔ (ترغیب: ۱۹۳/۲، القریٰ: ص ۳۲۴)

فائدہ: پچاس طواف کا یہ عظیم الشان ثواب ہے۔ یہ پچاس کی مقدار خواہ ایک سفر میں کرے یا متعدد اسفار میں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر متفرق طور پر پوری زندگی میں یہ مقدار پائی گئی تو یہ ثواب مل جائے گا۔ طبری نے لکھا ہے "انما المراد ان یوجد فی صحیفة حسناته و لو فی عمره کله." (القریٰ) پس صحتمند حضرات تو متعدد وقتوں میں پچاس طواف کر سکتے ہیں خوش نصیب ہیں وہ جو اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

سنت کے مطابق طواف خانہ کعبہ سے ستر نیکیاں اور ستر آدمیوں کی شفاعت کا حق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جو شخص وضو کرے خوب اچھی طرح مکمل وضو کرے (سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ) پھر حجر اسود پر آ کر اس کا استیلام کرے۔ تو خدا کی رحمت میں غوطہ کھانے لگے گا۔ پھر جب استیلام کرے گا اور کہے گا "بسم اللّٰه واللّٰه اکبر اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لاشریك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله" رحمت الٰہی اسے ڈھانک لیتی ہے پھر جب بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ پاک ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتے ہیں ستر گناہ معاف کرتے ہیں اور ستر درجہ بلند کرتے ہیں اور اس کے گھر والے کے ستر آدمیوں کی شفاعت قبول کرتے ہیں۔ اور جب مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعت نماز (طواف) ایمان اور ثواب کی نیت سے پڑھتا ہے تو اللہ پاک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کے ۱۴ رغلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب دیتے ہیں اور وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔ (ہدایۃ السالک: ۵۲/۱، القریٰ: ص ۳۲۴)

ساٹھ رحمتوں کا نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ کے زائرین پر ہر دن اللہ پاک ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے چالیس (حرم میں) نماز پڑھنے والوں کے لئے اور ۲۰ ر رحمتیں (خانہ کعبہ کے) دیکھنے والوں کے لئے۔ (القریٰ: ص ۲۲۵، بیہقی، ترغیب: ۱۹۲/۲)

خانہ کعبہ کا طواف وغیرہ ذکر الٰہی اللہ کی یاد کے لئے ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خانہ کعبہ کا طواف صفا و مروہ کی سعی، جمرات کی رمی یہ سب اللہ کے ذکر کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ (القریٰ: ص ۳۱۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ کا ذکر کریں اللہ کو یاد کریں، یا یہ کہ یہ عبادت ذکر الٰہی کی طرح ہیں گو زبان سے ذکر کے الفاظ ادا نہ کئے جائیں۔

آپ کا محبوب ترین عمل مکہ مکرمہ میں طواف

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اعمال میں محبوب ترین عمل مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد طواف تھا۔ (القریٰ: ص ۳۲۳)

فائدہ: اس وجہ سے بھی کہ سوائے طواف کے دیگر تمام عبادتیں ہر جگہ ہوسکتی ہیں۔ طواف صرف مسجد حرام میں ہوسکتا ہے۔

بار بار زیارت مدینہ سے بہتر طواف ہے

زبرقان نے کہا کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ میں تھے تو ارادہ کیا کہ مدینہ منورہ جائیں تو ہم نے حضرت سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا بیت اللہ کا ایک طواف مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں مدینہ منورہ کی ۸ رمرتبہ زیارت کروں۔

(ابن ابی شیبہ: ۴/۱۱۳)

طواف کا ثواب نامہ اعمال میں سب سے زیادہ قابل رشک

ایک روایت میں ہے کہ بیت اللہ کا خوب طواف کرو قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں اس سے زیادہ بڑا اور قابل رشک عمل یہی ہوگا۔ (اتحاف السادہ: ۴/۴۶۱)

مسجد حرام میں نفل نماز سے افضل طواف ہے

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہاں نفل نماز کے مقابلہ میں طواف زیادہ بہتر ہے۔

موسیٰ جہنی کہتے ہیں میں نے مجاہد سے پوچھا جوانوں کے لئے کثرت طواف بہتر ہے یا نماز کی کثرت۔ فرمایا تم جیسے جوانوں کے لئے طواف بہتر ہے۔ (القریٰ: ص ۳۳۱)

فائدہ: پس صحت منداور جوانوں کو چاہئے کہ حرم میں تلاوت نماز کے بجائے طواف میں مشغول ہوجائیں۔

طواف کے ہر قدم پر نیکی اور درجہ بلند

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بیت اللہ کا طواف کرتا ہے کوئی ایک قدم نہیں اٹھا کر دوسرا رکھتا ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے ایک گناہ معاف ہوتے ہیں ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

(ابن ابی شیبہ: ص ۸۰)

حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ سے طواف افضل ہے

ابن اسحٰق نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ حج سے فارغ ہوجانے کے بعد عمرہ کرنے سے طواف افضل ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۸۱)

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ باہر سے آنے والوں کے لئے طواف افضل ہے۔ (القریٰ: ص ۳۳۱)

بیشتر حضرات اسی کے قائل ہیں۔ بعض حضرات عمرہ کو بہتر مانتے ہیں۔
حسب سہولت دونوں مشغولی بہتر ہے۔
طاؤس رحمۃ اللہ علیہ تو تنعیم سے عمرہ کی کثرت کے مقابلہ میں طواف کی تاکید کرتے ہیں کہ بلاوجہ طواف کی سہولت کو چھوڑ کر تنعیم جانے کی زحمت گوارہ کرتے ہیں۔
طبری کی رائے بھی یہی ہے کہ اقامت مکہ کے دوران کثرت عمرہ کے مقابلہ میں کثرت طواف بہتر ہے۔
(القریٰ: ص ۳۳۵)

جو فرشتے احکام الٰہی لے کر زمین پر اترتے ہیں وہ پہلے طواف کرتے ہیں

علامہ ازرقی نے وہب ابن منبہ اور عثمان بن یسار سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ پاک کے کسی فیصلے اور حکم کو لے کر فرشتے زمین پر اترتے ہیں تو سب سے پہلا کام جو اللہ پاک ان کو کہتے ہیں وہ اپنے گھر کی زیارت کا ہوتا ہے چنانچہ عرش عظیم سے وہ احرام باندھتے ہیں تلبیہ پڑھتے ہوئے آتے ہیں حجر اسود کا استیلام کرتے ہیں پھر خانہ کعبہ کا سات چکر لگاتے ہیں پھر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں پھر اس کے بعد ضرورت پر جاتے ہیں۔ (اخبار مکہ: ۱/ ۳۵، ہدایہ: ۱/ ۴۲)
فائدہ: پس جب زمین پر آنے والے فرشتے اولاً طواف خانہ کعبہ کرتے ہیں تو مکہ مکرمہ میں آنے والے کا بھی اولین حق یہ ہے کہ اول طواف کریں کہ یہ گویا کہ خدا کا سلام اور مصافحہ ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی اولاً طواف فرمایا تھا۔

کشتی نوح نے بھی طوفان کے موقعہ پر خانہ کعبہ کا طواف کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے کشتی نوح کو مکہ مکرمہ کی جانب کر دیا تھا وہ چالیس دن تک اس کے اردگرد گھومتی رہی۔ (ہدایۃ السالک، القریٰ: ص ۳۲۹)
عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ کشتی نوح پر مع اہل وعیال کے اسّی آدمی تھے اور یہ لوگ کشتی پر ایک سو پچاس دن رہے۔ اللہ پاک نے کشتی کا رخ مکہ مکرمہ کی جانب کر دیا تھا۔ ۴۰ دن تک وہ بیت اللہ کے گرد چکر لگاتی رہی۔ پھر اللہ پاک نے اس کشتی کا رخ جودی پہاڑ کی جانب کر دیا۔ (اخبار مکہ: ج ۱/ ۵۲)
البدایہ میں ابن کثیر نے بھی لکھا ہے کہ چالیس دن کشتی نوح نے طواف کیا۔ (البدایہ: ۱/ ۱۶۳)
فائدہ: طوفان نوح علیہ السلام کے موقعہ پر ایک روایت کے اعتبار سے خانہ کعبہ اٹھالیا گیا تھا۔ اور اس کی بنیاد تحت الثریٰ تک ہے۔ چنانچہ کشتی نوح نے اس مقام کعبہ کا طواف کیا۔ یعنی اس طوفان کے زمانہ میں بھی خانہ کعبہ کا طواف جاری رہا۔ ”زاد اللہ شرفاً و تعظیماً۔“

جب سے خانہ کعبہ ہے کبھی طواف سے خالی نہیں رہا

اللہ پاک نے جب سے خانہ کعبہ کو بنایا ہے۔ کبھی طواف سے خالی نہ رہا، کوئی نہ کوئی طواف کرتا رہا۔ خواہ جناتوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے یا فرشتوں میں سے ہو۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب سے اللہ پاک نے یہ گھر بنایا تب سے ہی طواف کی عبادت شروع ہوگئی پھر اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ یہ طواف سے خالی رہا ہو اور مطاف میں کوئی چکر نہ لگا رہا ہو۔ انسان، جنات، فرشتے کوئی نہ کوئی طواف میں ضرور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی انسان نظر نہیں آتا تو یہ نہ سمجھا جائے کہ طواف سے خالی ہے۔ فرشتے اور جنات کرتے رہتے ہیں۔ پرندے اور جانور حتیٰ کہ سانپ تک طواف کرتے ہیں۔

چنانچہ محدث ابن جماعہ نے بیان کیا کہ کسی بزرگ نے خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں دو پہر میں شدید گرمی اور لو کے وقت نکلا کہ اس وقت تو مطاف طواف کرنے والے سے خالی ہوگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا سانپ سر اٹھائے بیت اللہ کا طواف چکر لگا رہا ہے اس واقعہ کو ابوعمر ابن صلاح نے بیان کیا۔ (ہدایۃ السالک)

خانہ کعبہ کا طواف نماز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خانہ کعبہ کا طواف مثل نماز کے ہے۔ ہاں مگر اس میں بول سکتے ہو سو اس دوران کوئی بولے تو بھلی ہی بات بولے (مثلاً کوئی شریعت کا حکم بتادے کسی منکر پر نکیر کرے)۔ (عمدۃ القاری: ۹/۲۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے۔ ہاں مگر اللہ پاک نے اس میں بولنے کی اجازت دی ہے اگر بولے تو بھلائی ہی کی بات بولے۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۰۱، بیہقی: ۵/۸۵، عمدۃ القاری: ص ۲۶۳)

فائدہ: کسی علمی بات کا بتا دینا درست ہے۔ تاہم ذکر اللہ اور دعا میں مشغول رہنا مستحب ہے اور آپ کی سنت ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ طواف کے دوران کھانا پینا مکروہ ہے تاہم اس سے طواف فاسد نہیں ہے۔

طواف کے دوران تلاوت، یا ذکر یا دعا اس میں اسلاف کا عمل مختلف رہا ہے، حضرت مجاہد طواف کے دوران تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں مجھے قرأت قرآن زیادہ پسند ہے۔ حسن بصری عروہ اور امام مالک تلاوت کو بہتر نہیں قرار دیتے ہیں حضرت عطاء نے کہا کہ طواف کے دوران قرآن بدعت ہے۔ امام مالک نے فرمایا آہستہ پڑھے تو ٹھیک ہے (عمدۃ القاری) بہتر ہے کہ ذکر و دعا میں لگا رہے۔

طواف میں بولنے کی اجازت ہے مگر بولنا بہتر نہیں

عطاء کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پیچھے طواف کیا پس ان میں سے کسی کو بھی نہیں سنا کہ طواف کرتے ہوئے کوئی گفتگو کی ہو۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۰۱، سنن کبریٰ: ۵/۸۵)

فائدہ: طواف میں نہ بولنا سنت ہے۔امام ترمذی نے سنن ترمذی میں لکھا ہے اکثر اہل علم (محدثین وفقہاء) کا اس پر عمل ہے کہ طواف کے دوران نہ بولنا مستحب ہے ہاں مگر شدید ضرورت پڑ جائے تو گنجائش ہے باقی طواف میں ذکراللہ کرتا رہے۔ (عمدۃ القاری:۹/۲۶۳)

ہاں کوئی مسئلہ کی ضرورت ہوتو حالت طواف میں بتادے

حضرت سعید بن جبیر طواف کی حالت مین اصحاب سے بات کر لیتے مسئلہ بتا دیا کرتے۔ (ابن ابی شیبہ:۴/۱۰۲)

فائدہ: مسئلہ معلوم کرنا دینی ضرورت ہے اس لئے گنجائش ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ مسئلہ اور وقت معلوم کرے اور اس وقت ذکر ودعا میں لگا رہے۔

خانہ کعبہ کو صرف دیکھتے رہنے پر بھی ثواب

۲۰/رحمتوں کا نزول صرف دیکھنے والوں پر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خانہ کعبہ پر ہر دن ۱۲۰/رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ساٹھ طواف کرنے والوں پر۔ ۴۰ نماز پڑھنے والوں پر۔ ۲۰/خانہ کعبہ دیکھنے والوں پر۔
(بیہقی، اتحاف:ص ۴۶۰، شفاء الغرام:ص ۱۷۷)

نماز کی حالت میں خانہ کعبہ کی طرف نگاہ افضل ہے یا سجدہ گاہ کی طرف

خانہ کعبہ کی عظمت فضیلت اور جلال کے پیش نظر کعبہ مبارک کا دیکھنا اس کی طرف نگاہ کئے رہنا مستقل ثواب ہے۔ جیسے ذکر تلاوت میں، اسی طرح نماز کی حالت میں خانہ کعبہ بالکل سامنے نظر آ رہا ہوتو اور درمیان میں کوئی شیء حائل نہ ہوتو خانہ کعبہ کا دیکھنا افضل ہے۔ بمقابلہ سجدہ گاہ کی طرف نظر کرنے کے۔

عزالدین بن جماعہ لکھتے ہیں "اذلم یکن بینه و بین الکعبة ما یشغله کما اذا کان قریبا منها فالنظر الی الکعبة افضل و الا فالنظر الی سجوده افضل. صرح الماوردی فی الحاوی و الرؤیا فی البحر ...... النظر فی الصلوٰة الی الکعبة الشریفة افضل." (ہدایۃ السالک:ص ۹۲۳)

پس معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں خانہ کعبہ دکھ رہا ہوتو اس کی طرف نظر رکھنا بہتر ہے

طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھنا اور اس کی طرف نگاہ کرنا منع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طواف نماز ہے۔ (طبرانی، جامع صغیر:۱/۳۳۰)

فائدہ: طواف نماز کی طرح ہے اور نماز میں جس طرح دائیں جانب یا بائیں چہرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ سیدھا سامنے کی طرف رکھے۔ پس خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا اور نگاہ کرنا ممنوع ہوگا۔ غنیۃ المناسک میں محرمات کے ذیل میں "و اداء شیء من الطواف مع استقبال البیت." (غنیۃ المناسک:ص ۱۲۶)

ہاں اگر سر نہ مڑا آنکھ کی پتلی سے قصداً دیکھا تو یہ بھی منع یہ بہتر نہیں سامنے دیکھتے ہوئے طواف کرے۔ قریب قریب تمام تر لوگ طواف کرتے ہوئے کعبہ دیکھتے رہتے ہیں یہ بہت بڑی ناوانی اور جہالت ہے، استقبال بیت کے ساتھ طواف کرنا حرام ہے۔ "كذا في غنية."

ایک سوبیس رحمتوں میں ۲۰ رحمت کعبہ کو دیکھنے والوں کے لئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک خانہ کعبہ پر ہر دن ایک سوبیس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ ۶۰ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس مسجد میں نماز پڑھنے والوں پر، ۲۰ رخانہ کعبہ کو صرف دیکھنے والوں پر۔ (ترغیب ترہیب: ۱۹۲/۳، مجمع الزوائد: ۲۹۲/۳)

فائدہ: یعنی بیٹھ کر نگاہ رکھنے اور دیکھنے پر یہ ثواب ہے۔ خیال رہے کہ عورتوں کو حج کے موقع پر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے بجائے قیام گاہ پر ہی نماز پڑھنا افضل ہے۔ جماعت کے لئے عورت کو خانہ کعبہ حرم میں آنا افضل نہیں۔ ہاں اگر خانہ کعبہ کو دیکھنے اور اس کے ثواب کے لئے آئیں تو اس نیت سے آنے کی اجازت ہے کہ خانہ کعبہ کا دیکھنا مرد وعورت دونوں کے لئے باعث ثواب ہے۔

صائم، قائم، مجاہد کے مرتبہ اور درجہ میں

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ میں حضرت عطا سے نقل کیا ہے کہ خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ خانہ کعبہ کو دیکھنے والا صائم "روزہ رکھنے والے" قائم "تہجد پڑھنے والے خشوع خضوع کرنے والے راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح (ثواب میں) ہے۔ (ہدایۃ السالک: ۷۶/۱، القریٰ: ص ۳۴۱)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح نماز ذکر وتلاوت واستغفار درود پاک وغیرہ اعمال واذکار پر ثواب ہوتا ہے۔ اسی طرح محض کعبہ کی طرف دیکھنا اور اس کی طرف ذوق وعشق ومحبت کی نگاہ سے دیکھنا اور خدائے پاک کی عظمت وجاہ وجلال کا خیال کرنا کہ زمین وآسمان کے پیدا کرنے والوں کا یہ گھر کس قدر عظمت وشان کا مالک وحامل ہے۔ عبادت ہے اور اس کا بھی ثواب ہے۔

باہر سے آنے والے حجاج کرام حرم میں زیادہ وقت گذاریں۔ قیام گاہ پر احباب ورفقاء میں یا دعوتوں میں یا ملنے جلنے میں اپنا قیمتی وقت نہ گذاریں بلکہ حرم میں آجایا کریں۔ اگر نماز وتلاوت میں مشغول نہ ہوسکیں تو خانہ کعبہ کو دیکھنے میں اور اس کی طرف نگاہ کرنے میں مشغول رہیں۔ نماز بھی ایسے مقام پر پڑھنے کی کوشش کریں جہاں سے خانہ کعبہ نظر آئے۔

بعض حضرات کے نزدیک قیام کی حالت میں خانہ کعبہ کو دیکھنا سجدہ گاہ کی طرف دیکھنے سے افضل ہے۔

کعبہ کو دیکھنے اور اس کی طرف طواف کے علاوہ نظر کرنے کا ثواب

ایمان وثواب کی نیت سے دیکھتا رہے تو اگلے پچھلے گناہ معاف

حسن بصری کے رسالہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص خانہ کعبہ کی طرف ایمان اور ثواب کی نیت سے دیکھے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے اور قیامت کے دن وہ مامون (عذاب سے) اٹھایا جائے گا۔ (ہدایۃ السالک: ص ۷۵)

گھر میں نماز پڑھنے سے خانہ کعبہ کا دیکھنا افضل ہے

زہیر بن محمد سے منقول ہے کہ مسجد حرام میں وہ بیٹھنے والا جو نہ تو نماز پڑھ رہا ہو اور نہ طواف کر رہا ہو مگر کعبہ کو دیکھ رہا ہو یہ گھر میں نماز پڑھنے والے سے افضل ہے کہ وہ خانہ کعبہ نہیں دیکھ رہا ہے۔ (شفاء الغرام: ۱/۱۸۳)

گناہ سے ایسا صاف جیسے آج ہی ماں نے جنا ہے

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے خانہ کعبہ کو ایمان اور یقین وتصدیق کے ساتھ (اس مقام ومرتبہ کا یقین کرتے ہوئے) دیکھا وہ گناہ سے ایسا نکل جائے گا جیسا کہ اس کی ماں نے اسے جس دن جنا تھا۔ (یعنی بالکل گناہ سے خالی اور صاف)۔ (القریٰ: ص ۳۴۱، شفا: ص ۱۸۳)

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے

حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (القریٰ: ص ۳۴۱، شفاء الغرام: ص ۱۸۳)

حضرت جعفر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (ہدایہ: ۷۵، القریٰ: ۳۴۱)

ایسے گناہ جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو خانہ کعبہ کو ایمان وتصدیق ویقین سے دیکھے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑ جایا کرتے ہیں۔ (القریٰ: ص ۳۴۱، ہدایہ، شفاء الغرام: ص ۱۸۳)

ایمان کی علامت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کعبہ مبارک کی طرف دیکھنا ایمان محض (کی علامت) ہے۔

(رواہ الجندی، ہدایہ: ۱/۷۵، شفاء الغرام: ص ۱۷۳)

سعی کے سلسلہ میں آپ کے پاکیزہ طریق وسنن کا بیان

صفااور مروہ کی سعی واجب ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی ہے، پس کسی کے لئے سعی کا چھوڑنا درست نہیں ہے۔ (بخاری:۱/۲۲۲، بلوغ الامانی:۱۱/۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے خانہ کعبہ کا طواف کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر صفااور مروہ کی سعی کی۔ پھرانہوں نے اس آیت کو پڑھ کر سنایا۔ "لقدكان لكم فی رسول الله اسوة حسنة" تمہارے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہترین عملی نمونہ ہیں۔ (بخاری:ص۲۲۳)

حضرت حبیبہ کہتی ہیں کہ میں قریش کی عورتوں کے ساتھ سعی کے مقام پر گئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو صفااور مروہ کے درمیان سعی فرماتے دیکھا۔ سعی کی وجہ سے آپ کا ازار اوپر کی جانب اٹھ رہا تھا۔ اور اپنے اصحاب سے فرمارہے تھے کہ سعی کرو اللہ نے تم پر سعی کو واجب قرار دیا ہے۔ (بلوغ الامانی:۱۱/۷۸، القریٰ:ص۳۶۱)

حضرت تملک رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں صفاومروہ کے ایک گوشے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھی آپ فرمارہے تھے اللہ نے سعی کو واجب کیا ہے تم سعی کرو۔ (بلوغ الامانی:۱۱/۸۷، القریٰ:ص۳۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی قریب اور دور کے حاجی کا حج اس وقت نہ ہوگا جب تک کہ وہ سعی نہ کرے، اور یہ کہ عورتیں حلال نہ ہوں گی تاوقتیکہ وہ صفااور مروہ کی سعی نہ کرے۔ (بیہقی:ص، بلوغ الامانی:۱۱/۷۸)

فائدہ: صفاومروہ کی سعی حج یا عمرہ کے فرائض واجبات میں سے ہے۔ شرح مناسک میں ہے کہ حج کے لئے واجب ہے۔ (شرح مناسک:ص۶۸)

چنانچہ اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہوجائے گا۔ "لو ترك السعى كله او اكثره فعليه دم." (ص۳۵۵)

سعی صفااور مروہ کے درمیان سعی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ایک یادگار ہے

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو جب اس خانہ کعبہ کے پاس جو ایک وادی غیرزرع تھا چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا پانی جو مشکیزہ میں تھا ختم ہوگیا تو حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو اسی پانی کی تلاش میں کبھی صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی جانب دوڑنے لگیں یہاں تک کہ سات مرتبہ چکر لگایا تو دیکھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑی مبارک کے پاس پانی نکل رہا ہے۔ تو وہ پانی کو مٹی سے باندھنے لگیں۔ جس سے پانی کے نکلنے کا سلسلہ اسی جگہ مرکوز ہوگیا اور نہ پھیلا۔ پس حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اسی سعی کی نقل لوگ (حاجی حضرات) کرتے ہیں یعنی یہی حضرت ہاجرہ کی یادگار کو اس سعی میں باقی رکھا گیا ہے۔ (حاصل روایت ابن عباس، بخاری:ص ۴۷۵)

سعی کی ابتدا کرتے وقت حجر اسود کا استیلام کرنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب (سعی کے لئے) صفا کی طرف جانے لگے تو حجر اسود کی طرف آئے اور اس کا استیلام کیا۔ (سنن کبریٰ: ۹۲/۵)

ابن خزیمہ کی حدیث میں یہ روایت ہے کہ آپ حجر اسود کی طرف لوٹے اور اس کا استیلام کیا پھر صفا کی طرف (سعی کے لئے) نکلے۔ (ابن خزیمہ: ۲۳۰/۶)

مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پاس تشریف لے گئے اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی...... پھر حجر اسود کا استیلام کیا اور صفا کی جانب نکلے۔ (سعی کے لئے)۔ (بلوغ الامانی: ۷۲/۱۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جو مسلم اور مشکوٰۃ میں ہے اس میں یہ ہے کہ آپ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد جس میں قل ھو اللہ اور سورہ کافرون پڑھا لوٹ کر پھر حجر اسود کے پاس آئے اور استیلام کیا پھر صفا کی جانب دروازے سے نکلے۔ (مسلم، مشکوٰۃ:ص ۲۲۴)

فائدہ: طواف سے فارغ ہونے کے بعد یعنی نماز وغیرہ سے فارغ ہو جائے اور سعی کا ارادہ ہو تو حجر اسود کے پاس آ کر استیلام کرے یا اشارہ اور تقبیل کر کے سعی شروع کرے جیسا کہ ہدایہ میں ہے "لان الطواف لما كان يفتتح بلاستيلام هكذا السعى يفتتح به." (فتح القدیر: ۴۵۷/۲)

اسی طرح غنیۃ الناسک میں ہے مسنون ہے کہ سعی کی ابتداء حجر اسود کے استیلام سے کرے۔ 'فالسنة ان يخرج للسعى على فوره ان اراده و يسن ان يبتدى بالحجر الاسود فيستلمه كما مر ثم يخرج من باب الصفا." (غنیۃ الناسک:ص ۱۲۸)

یہ استیلام کرنا جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ (حجۃ الوداع:ص ۷۹)

لہٰذا اگر یہ استیلام چھوڑ دے تو سعی ہو جائے گی۔

خیال رہے کہ اس مقام پر مناسک کی کتابوں میں شرح لباب میں بھی اور غنیۃ الناسک وغیرہ میں یہ ہے کہ سعی کے لئے جب صفا کی جانب جائے مسجد سے نکلتے ہوئے بایاں پیر نکالے اور مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھے اب چونکہ سعی کا راستہ باب الصفا وغیرہ سب مسجد حرام میں داخل ہو گیا ہے جیسا کہ آپ دیکھیں گے تو معلوم ہو جائے گا اس لئے مسجد سے نکلنے کی دعا وغیرہ نہیں پڑھی جائے گی۔

سعی کی مسنون ترتیب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی ...... اس میں "قل هو الله احد" اور "قل يا ايها الكافرون" پڑھا۔ پھر (نماز کے بعد) حجراسود کا استیلام کیا اور صفا کی جانب نکلے۔ اور یہ آیت پڑھی۔ "ان الصفا و المروة من شعائر الله" پھر کہا "نبدأ بما بدأ به" پھر صفا پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آ گیا تکبیر ادا فرمانے لگے۔ "لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شيء قدير لا اله الا الله انجز وعده و صدق عبده و غلب الاحزاب وحده" پھر دعا کی پھر اسی تکبیر کو لوٹایا پھر اترے (پھر چلے) یہاں تک کہ میلین اخضرین کے پاس آئے تو دوڑنے لگے پھر بلندی آئی تو مناسب رفتار سے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ مروہ آ گیا اس کی بلندی پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آ گیا۔ جس طرح صفا پر دعا کی تکبیر وغیرہ پڑھا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی کیا۔ (بلوغ الامانی: ص ۷۸)

فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی کا ذکر ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ سعی کی مسنون ترتیب جس میں واجب سنت مستحب آداب اور مکروہات سے اجتناب ہے اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

طواف کے آخری امور زمزم، نماز طواف سے فارغ ہو کر حجراسود سبز روشنی پر آ کر استیلام یا اژدحام بھیڑ ہو تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر کہنا استقبال کرنا اور ہاتھوں کو چوم لینا۔ پھر اس کے بعد باب الصفا کی طرف آنا جو ٹھیک حجراسود کے سامنے ہے اوپر میں بڑے حرفوں سے لکھا ہے "باب الصفا" اس دروازے سے نکلتے ہوئے صفا کی طرف آئے اور صفا کی بلندی پر چڑھتے ہوئے یہ آیت پڑھے "ان الصفا و المروة من شعائر الله" پھر پڑھے "ابدأ بما بدأ الله به" پھر صفا کی بلندی اور اونچائی پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف رخ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا تھا اب ستونوں اور تعمیر کی وجہ سے خانہ کعبہ نظر نہیں آتا پھر سینہ تک ہاتھ اٹھا کر جو اذکار اس موقع پر لکھی گئی ہیں ان کو اطمینان سے پڑھے۔ پھر دعا کرے ذرا دیر تک اطمینان سے کرے۔ جلدی نہ کرے، بھیڑ اور اژدحام ہو تو ذرا کنارے ہٹ کر ذکر اور دعا کرے۔ پھر سعی شروع کرے۔ عموماً لوگ دوڑتے ہیں دوڑنا نہیں۔ ہاں معمولی رفتار سے چلنا ہے۔ اور دعا ذکر وغیرہ زبان سے کرتا رہے۔ پھر کچھ چلنے کے بعد دو سبز ستون نظر آئیں گے ان پر ہری روشنی خوب تیز نظر آ رہی ہو گی بس اب یہاں سے رفتار تیز کرے ہلکی چال سے کندھے وغیرہ کو ہلا کر چلے۔ اور یہاں اہتمام سے "رب اغفر و ارحم انت الاعز الاكرم." پڑھے۔ پھر دو سبز ستون نظر آئیں گے ان پر خوب تیز ہری روشنی ہو گی اس کے گذرتے ہی تیز رفتاری سے دوڑنا ختم کر دے مناسب رفتار سے چلے

بھیڑ میں نہ گھسے کسی کو دھکے نہ دے، ذکر، تکبیر پڑھتا ہوا چلتا رہے۔ یہاں تک کہ مروہ آجائے، مروہ کی بلندی پر ذرا چڑھے، بالکل دیوار کے قریب نہ جائے۔ پھر قبلہ خانہ کعبہ کے رخ ہوجائے سینہ تک دونوں ہاتھ اٹھا کر ذکر مسنون اور دعا کرے وہی ذکر جو صفا پر کیا تھا۔ جس کا ذکر دعاؤں کے ذیل میں ہے۔ ذرا دیر تک دعا کرے اپنے لئے اہل و عیال کے لئے اقرباء اعزا کے لئے عام مؤمنین کے لئے دعا کرے۔ اگر جلدی ہو ضعف نقاہت ہو تو کم از کم ذکر مسنون نہ چھوڑے کہ ایسا وقت اور موقعہ کہاں جلدی آتا ہے۔ یہ ایک چکر ہوا اسی طرح سات مرتبہ کرے۔ ہر مرتبہ صفا و مروہ پر دعا ذکر ہے دو سبز ستونوں کے درمیان ذرا تیز رفتاری سے رب اغفر وارحم پڑھتا ہوا دوڑے اور جب دوسرا سبز ستون آجائے تو پھر دوڑنا بند کردے مناسب رفتار سے دوڑے۔ اگر بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے دو سبز ستونوں کے درمیان نہ دوڑ سکے تو ذرا کندھا ہلا کر دوڑنے والوں کی طرح اس کی مشابہت اختیار کرتا ہوا چلے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلے۔ اگر مرض یا انتہائی ضعف و پیری کی وجہ سے پیدل چل کر سعی نہ کرسکتا ہو تو سواری پر کرسکتا ہے۔ حرم میں گاڑی ملتی ہے اسے حاصل کرے۔ اس پر سے سعی کرے۔ جب سات چکر مروہ پر آکر پورے ہوجائیں۔ ذکر دعا سے فارغ ہوجائے تو اس کے بعد مسجد حرام آکر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ وضو نہ ہو تو وضو کرلے۔

سعی کے لئے وضو شرط نہیں بلا وضو سعی کیا یا سعی کرتے ہوئے وضو نہ رہا ٹوٹ گیا تو کوئی حرج نہیں البتہ باوضو سعی مستحب ہے بہتر ہے۔

مرض یا ضعف و پیری کی وجہ سے یا معدے کی خرابی کی وجہ سے ریح خارج ہوجائے وضو ٹوٹ جائے تو سعی کرتا رہے کہ عذر میں مستحب چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر تمتع کیا ہے تو سر کا حلق پورا سر منڈ والے یہ بہتر ہے۔ اب احرام اتار کر سلے کپڑے پہن لے۔ اور اگر قران کیا ہے تو پھر احرام کی حالت میں ہی رہے گا۔

اگر سعی کرنی ہو تو طواف کے بعد متصلاً سعی سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (طواف کے بعد) زمزم نوش کیا۔ اپنے سر پر ڈالا۔ پھر آئے حجر اسود کا استیلام کیا پھر صفا کی طرف آئے۔ (شرح مسند احمد: ص ۲/۷، مسلم: ص ۳۹۵، ابوداؤد: ص ۲۶۲، نسائی: ص ۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے طواف کیا پھر صفا کی جانب نکلے۔ (سعی کے لئے)۔ (شرح احیاء: ۴/۶۱۰، ابن حبان، نسائی: ص ۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی طواف سے فارغ ہوئے ''صفا'' کی طرف تشریف لائے، اور اس پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کو دیکھا دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر حمد و دعا میں مشغول ہوگئے۔

(مسلم: ۲/۱۰۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر سعی کرنی ہے جیسا کہ طواف قدوم میں تو طواف کے اعمال سے فارغ

ہوتے ہی بلا کسی دوسرے عمل میں مشغول ہوئے سعی میں لگ جائے۔ جیسا کہ غنیۃ الناسک میں ہے "فالسنة ان يخرج للسعي على فوره." (غنیۃ الناسک: ص ۱۲۸)

اسی طرح شرح لباب میں ملا علی قاری لکھتے ہیں "فاذا فرغ من الطواف فالسنة ان يخرج للسعي على فوره اى ساعته من غير تاخير." (شرح لباب: ص ۱۷۰)

لیکن اگر ضعف یا کمزوری کی وجہ سے ذرا دیر سکون حاصل کرے بیٹھ جائے وقفہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

سعی بین الصفا والمروہ کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طواف کے بعد صفا اور مروہ کی سعی ایسی ہے جیسا کہ ستر غلام کا آزاد کرنا۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۷۵، ہدایہ: ص ۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت میں ہے کہ صفا اور مروہ کا ثواب ۷۰؍ غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (ترغیب: ص ۱۷۰)

فائدہ: ایک غلام کے آزاد کرنے کا بہت ثواب ہے۔ کسی روایت میں ہے کہ ایک غلام کا آزاد کرنا جہنم کا فدیہ ہے۔ کسی روایت میں ہے کہ ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے آزاد ہوگا۔ کسی روایت میں ہے کہ اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا پس ایک سعی کے ثواب میں ۷۰؍ ایسے ثواب شامل ہو جائیں گے۔ مزید یہ کہ اللہ کی برگزیدہ بندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار کا عمل ہے جو اللہ پاک کی محبت اور تقرب کا ذریعہ ہے۔ رضاء الٰہی کا سبب ہے۔

صفا اور مروہ پر سعی کے وقت قبلہ رخ ہو کر دعا مسنون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے (بیت اللہ کی طرف رخ کیا) یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آ گیا، دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، حمد و دعا میں مشغول ہوئے۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/ ۸۶، القریٰ: ص ۳۶۵، مسلم: ۲/ ۱۰۳)

وہب بن اجدع کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب مکہ میں لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے جب تم میں سے کوئی حج کے لئے آئے تو بیت اللہ کا طواف سات چکروں میں کرے، مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر پہلے صفا پر آئے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرے۔ سات مرتبہ تکبیر کہے، ہر تکبیر کے درمیان حمد و ثنا کرے درود پڑھے اپنے لئے دعا مانگے۔ اسی طرح مروہ پر بھی کرے۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/ ۸۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ پر سینہ تک ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہو کر طویل دعا کی ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ سیدھے رخ مسعیٰ کی جانب جدھر سعی کی جاتی ہے اسی رخ کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ اول تو دعا نہیں کرتے، اور اگر دعا کرتے ہیں تو قبلہ رخ نہیں۔ اور دعا کرتے ہیں تو بہت مختصر کرتے ہیں۔ یہ سب امور گو جائز ہیں مگر سنت

کے خلاف ہیں۔ سنت کے موافق کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ شرح بلوغ الامانی میں ہے کہ "انه یسن ان یقف علی الصفا" ہاں ضعف ونقاہت تعب ومرض ہوتو پھر جائز امر پر ہی اکتفا کرے، ویسے صفا اور مروہ پر اژدحام کم ہوتا ہے۔

صفا پر اسی طرح مروہ پر تکبیر وتہلیل کے بعد اپنی جانب سے دعا مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر تشریف لائے اللہ پاک کی حمد وثنا کی اور دعا کرنے لگ گئے۔ (سنن کبریٰ: ص۹۴، مسلم: ۲/۱۰۳)

اسی طرح سلمان بن مغیرہ کی سند سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہونے کے بعد صفا کی طرف آئے اس پر چڑھے، خانہ کعبہ کی جانب نظر فرمائی۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اللہ کی حمد وثنا کی۔ اور جو چاہا دعا کرنے لگ گئے۔ (سنن کبریٰ: ۵/۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر یہ دعا فرماتے:

"اللهم انك قلت ادعونی استجب لکم و انك لا تخلف المیعاد و انی اسئلك کما هدیتنی الی الاسلام الا تنزعه منیٰ حتیٰ تتوفانی و انا مسلم." (سنن کبریٰ: ص ۹۵، القریٰ: ص۳۶۶)

صفا اور مروہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام اور اسلاف عظام طویل دعا کرتے تھے۔

شرح مناسک میں ہے ذکر ودعا میں طویل قیام کرے، یہاں سے جلدی نہ ہٹے۔ قریب سورہ بقرہ کی پچیس آیتوں کی مقدار ذکر ودعا میں مشغول رہے۔ (شرح مناسک: ص۱۷۳)

اگر اژدحام اور بھیڑ ہوتو کنارے ہوکر ذکر دعا میں مشغول رہے، اگر سفر کا تھکا ماندہ ہو یا ضعف وپیری ہوتو پھر جس قدر دل کرے جس قدر انشراح سے ہو اسی مقدار ذکر دعا کرے کہ یہ مستحب ہے۔ اور عذر کی وجہ سے امر مستحب ترک کرسکتا ہے کمزور اور بوڑھے مرد یا بوڑھی عورتیں ساتھ ہوں تو اس کی رعایت میں دعا ذکر وغیرہ مختصر کردے تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں منقول ہیں اسے نہ چھوڑے کہ یہ وقت اور موقعہ ہمیشہ نہیں آتا۔

سعی شروع کرتے وقت کیا پڑھنا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا کے قریب گئے تو یہ پڑھا۔ "ان الصفا و المروة من شعائر اللّٰه ابدأ بما بدأ اللّٰه عزوجل صفا" سے (سعی) شروع فرمائی اور اس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آگیا۔ پھر رخ قبلہ ہوئے توحید وتکبیر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

"لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشریك له له الملك و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر لا الٰه

الا اللہ وحدہ انجز وعدہ، و نصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ.'' پھر دعا کی۔
(مسلم: ص۳۹۵، ابن خزیمہ: ص۲۳۰، سنن کبریٰ: ص۹۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا پر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر ۳/مرتبہ کہتے پھر یہ پڑھتے ''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك له له الملك و له الحمد و هو علی كل شیء قدير'' ۳/ مرتبہ پڑھتے اور دعا فرماتے پھر اسی طرح مروہ پر کرتے تسبیح وتحمید کرتے اور دعا فرماتے۔ (القریٰ: ص۳۶)

آپ صفا اور مروہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف سے فارغ ہوئے تو صفا پر آئے اور اونچائی پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آ گیا۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور حمد اور دعا کرنے لگے۔ (مسلم: ص۱۰۳، القریٰ: ص۳۶۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ بھی اور آپ کے پیچھے حضرات انصار بھی دعا میں لگ گئے۔ (القریٰ: ص۳۶۸)

فائدہ: سعی میں صفا اور مروہ کی ذرا اونچائی پر چڑھ کر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا ذکر تکبیر وتحمید مسنون ہے، اکثر لوگ صرف سعی کر لیتے ہیں اس طرح صفا اور مروہ پر ہر مرتبہ دعا نہیں کرتے یہ خلاف سنت طریقہ ہے۔

سعی کرتے ہوئے صفا و مروہ کے درمیان کیا پڑھے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا مروہ کے درمیان بطن مسیل میں (یعنی جو ذرا نشیب میں ہے) یہ پڑھتے ''اللھم اغفر و ارحم و انت الاعز الاكرم.'' (تلخیص: ص۸۷۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعی میں یہ پڑھتے تھے۔ ''اللھم اغفر و ارحم و اھدنی السبیل الاقوم.'' (تلخیص: ص۱۱، القریٰ: ص۳۶۸)

امام الحرمین نے بیان کیا کہ بسند صحیح مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعی میں یہ پڑھتے تھے۔ ''اللھم اغفر و ارحم و اعف عما تعلم و انت الاعز الاكرم، ربنا آتنا فی الدنیا حسنة.'' آخر تک۔ (تلخیص: ص۱۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے یہ پڑھتے تھے۔ ''رب اغفر و ارحم و انت الاعز الاكرم.'' (ابن ابی شیبہ: ص۳۷۱)

مسروق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ سعی کرتے ہوئے بطن وادی (درمیان سے گذرتے ہوئے) یہ پڑھتے تھے۔ ''رب اغفر و ارحم انك انت الاعز الاكرم.'' (ابن ابی شیبہ: ۱۰/۳۷۲)

بنی نوفل کی ایک عورت نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کی سعی کے درمیان یہ کہتے تھے ''رب اغفر و ارحم انك انت الاعز الاكرم.'' (القریٰ: ص۳۶۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے بعد سعی فرمائی ہے۔ طواف کے بعد متصلاً آپ نے سعی کی۔ سعی میں جو اعمال و

افعال آپ سے صادر ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جو مسلم میں ہے۔ مذکور ہے۔ چنانچہ حافظ نے تلخیص میں بیان کیا۔ آپ صفا پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آ گیا۔ کبھی آپ صفا مروہ کے درمیان رفتار مناسب سے چلتے کبھی آپ دوڑتے۔ سعی کرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے۔ "اللهم اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاكرم."

خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سعی کے موقعہ پر جو دعا منقول ہے جسے حافظ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے ان میں سے کوئی بھی دعا پڑھتا رہے۔

❶ رب اغفر و ارحم انك انت الاعزالاكرم. (امرأة من بنی نوفل)

❷ اللهم اغفر و ارحم و انت الاعزالاكرم. (ابن مسعود)

❸ اللهم اغفر و ارحم و اهد السبيل الاقوم. (ام سلمہ)

❹ اللهم اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم.

❺ اللهم اغفر و ارحم و اعف عما تعلم و انت الاعزالاكرم ربنا آتنا فی الدنيا حسنة. آخر تک۔ (تلخیص: ص۸۷۹)

صفا پر کیا پڑھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر یہ پڑھتے تھے:

"اللهم اعصمنا بدينك و طواعيتك و طواعية رسولك و جنبنا حدودك اللهم اجعلنا نحبك و نحب ملائكتك و انبياء ك و رسلك و نحب عبادك الصالحين اللهم يسرنا لليسرىٰ و جنبنا العسرىٰ و اغفرلنا فی الآخرة والاولىٰ و اجعلنا من ائمة المتقين." (سنن کبریٰ: ص۹۵، بلوغ الامانی: ۱۲/ ۸۷)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر صفا پر یہ پڑھتے:

"اللهم احيينی علی سنة نبيك صلی اللہ علیہ وسلم و توفنی علی ملته و اعذنی من مضلات الفتن." (سنن کبریٰ: ص۵، بلوغ الامانی: ۱۲/ ۸۷)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سعی کرتے تو پہلے صفا پر آتے، اس پر چڑھتے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آجاتا۔ پھر ۳ مرتبہ تکبیر "الله اكبر الله اكبر اللّٰه اكبر" پڑھتے۔ پھر یہ پڑھتے "لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشريك له له الملك و له الحمد و هو علی كل شیء قدير." سات مرتبہ پڑھتے، اس طرح ۲۱ بار پڑھتے۔ پھر دعا فرماتے۔ (سنن کبریٰ: ص۹۴، القریٰ: ص۳۶۷)

فَائِدَہ: ملا علی قاری نے شرح مناسک میں صفا اور مروہ پر ایک دعا نقل کی ہے جو بہت جامع ہے۔ تسبیح تکبیر تہلیل درود دعا وغیرہ پر مشتمل ہے اس کو پڑھ لے تو بہتر ہے۔ جسے صفا اور مروہ پر کیا دعا وذکر کرے" کے عنوان میں بیان کیا گیا ہے۔

صفا اور مروہ دونوں پر ہاتھوں کو سینہ تک اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر تشریف لائے اس پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آ گیا۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ حمد وثنا کی اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ (بلوغ الامانی: ص ۸۶، مسلم: ص ۱۰۳)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ باب الصفا سے آکر سعی کے لئے صفا پہاڑی جو اب مسجد حرام میں داخل ہے۔ اس کی علامت ذرا اونچائی کا ہونا ہے۔ اس پر سنگ مرمر بچھا دیا گیا ہے۔ تاہم اونچائی کے حصہ خالی ہیں پہاڑی کا پتھر نظر آتا ہے۔ صفا کی جانب ذرا بلندی پر چڑھ کر سعی کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہاں صفا پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ بالکل دیوار سے نہ لگے، صفا یا مروہ کی بلندی پر بالکل دیوار کے قریب ہو کر کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ (شرح مناسک: ۱۷۳)

ہدایہ اور اس کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں "و یکبر و یهلل و یصلی علی النبی و یرفع یدیه و کفیه نحو السماء." پھر آگے لکھتے ہیں "و الرفع سنة الدعا." (ہدایہ: ۳/۵۰۵)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: "و یرفع یدیه حذو منکبیه." (شرح مناسک: ص ۱۷۱)

پس اس سے معلوم ہوا کہ صفا پر اور اسی طرح مروہ پر تسبیح تہلیل ذکر دعا مستحب ومسنون ہے۔ معلوم ہو کہ اس زمانہ میں تعمیر اور ستونوں کی وجہ سے خانہ کعبہ نظر نہیں آتا، اس لئے صرف خانہ کعبہ کی جانب رخ کر لینا کافی ہے۔

سعی کرتے ہوئے دو سبز ستونوں کے درمیان کیا پڑھنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ بطن وادی میلین اخضرین کے درمیان یہ پڑھ رہے تھے "رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاکرم." (عنایہ فتح القدیر: ص ۴۵۸)

فَائِدَہ: مسعیٰ جہاں سعی کی جاتی ہے کچھ چلنے کے بعد دو سبز ستون آتے ہیں۔ یہ مقام بطن وادی سے حدیث پاک میں مذکور ہے۔ اسی میلین اخضرین بھی کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر سعی کرتے ہوئے آئے۔ رفتار تیز کر دے اور دعا پڑھے۔

صفا مروہ پر کیا دعا ذکر کرے اور کتنی دیر کرنا مسنون

ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے:

"اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر و للّٰه الحمد الحمد للّٰه الذی علیٰ ما هدانا الحمد للّٰه علی ما اولانا الحمدللّٰه علی ما الهمنا الحمد للّٰه الذی هدانا لهٰذا

و ماكنا لنهتدى لو لا ان هدانا الله. لا الٰه الا الله وحده لا شريك له له الملك و الحمد يحيٰى و يميت و هو حى لا يموت بيده الخير و هو على كل شىء قدير. لا الٰه الاالله وحده صدق وعده و نصر عبده و اعز جنده و هزم الاحزاب وحده. لا الٰه الا الله و لا نعبد الا اياه مخلصين له الدين و لو كره الكافرون اللهم كما هديتنى للاسلام اسئلك ان لا تنزعه منىٰ حتى توفانى و انا مسلم. سبحان الله و الحمد لله و لا الٰه الا الله و الله اكبر و لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم اللهم صل و سلم على سيدنا محمد و علىٰ آله و صحبه و اتباعه الى يوم الدين اللهم اغفرلى و لوالدى ولمشائخى و للمسلمين اجمعين و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين.

ذکراور دعائیں خوب طویل کرے، قریب سورہ بقرہ کی پچیس آیتوں کی مقدار ٹھہرے، یہاں سے جانے میں جلدی نہ کرے۔ حجاج کرام کے لئے یہ جگہ قبولیت دعا کی ہے۔ ملاعلی قاری کہتے ہیں ”و لا يعجل بالنزول عنه فانه مقام اجابة الدعوات و قضاء الحاجات.“ (شرح مناسک:ص۱۷۲)

اگر بھیڑ اور اژدحام ہو تو ذرا کنارے ہوکر دعا اور ذکر مسنون میں کچھ دیر لگادے کہ یہ موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ اسی طرح مروہ پر بھی ذکر تسبیح دعا کرے۔ اسی طرح ساتوں چکروں میں صفا اور مروہ پر طویل ذکر و تسبیح و دعا کرے کہ آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔

صفا اور مروہ کے درمیان کبھی مناسب، کبھی ذرا ہلکی تیز رفتار سے چلنا مسنون ہے

کثیر بن جمہان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ صفا مروہ کے درمیان مناسب رفتار سے چل رہے تھے۔ تیز نہیں چل رہے تھے۔ تو میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا اگر میں چاہوں تو تیز بھی چلوں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تیز چلتے بھی دیکھا ہے۔ اور مناسب رفتار سے چلوں تو آپ کو مناسب رفتار سے چلتا بھی دیکھا ہے۔ اور میں بوڑھا ضعیف ہوں۔ (اس لئے چل کر سعی کر رہا ہوں)۔ (بلوغ الامانی:۳/۸۲)

فائدہ: شرح مسند احمد میں ہے کہ جب مسعیٰ کے وسط میں جسے بطن وادی اور سیل بھی کہا جاتا ہے (میلین اخضرین) سعی میں چلنے کی رفتار آپ تیز کر لیتے۔ اور جب اونچان آتا تو پھر چلنے لگتے یہاں تک مروہ کا چڑھان آتا، اس طرح سعی کرنی مستحب ہے۔ اور اگر تمام مسعی برابر رفتار سے چلے تو یہ بھی جائز ہے۔ (شرح مسند:۱۲/۸۳)

صفا و مروہ کی سعی میں ذرا تیز چلنا مسنون ہے دوڑنا نہیں

حبیبہ بنت تجراہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا اور مروہ کی سعی فرما رہے تھے۔ لوگ آپ کے سامنے تھے

اور آپ ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ سعی کر رہے تھے، (اور کچھ تیز چلنے کی وجہ سے) گھٹنے نظر آجاتے تھے اور آپ کا ازار مبارک گھوم رہا تھا، یعنی دائیں بائیں ہو رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے سعی کرو۔ اللہ پاک نے سعی کو تم پر واجب کیا ہے۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/۷۷)

حبیبہ کی اسی روایت میں ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ چلنے میں تیزی کی وجہ سے پیٹ اوران کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴/۲۳۳، بلوغ الامانی: ص ۱۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعی فرما رہے تھے، صفا اور مروہ کے درمیان، آپ کا ازار گھٹنوں تک پہنچا تھا۔ یعنی ذرا دوڑنے کی وجہ سے اور ہوا کی وجہ سے ازار اوپر ہو جاتا تھا اور گھٹنے نظر آجاتے تھے۔

(بلوغ الامانی: ص ۸۱، مسند بزار)

فائدہ: خیال رہے کہ سعی میں بالکل آہستہ آہستہ بھی نہ چلے، اور نہ دوڑ کر چلنا مسنون ہے، سکون و وقار کے ساتھ چلنا مراد ہے۔ رہی بات کہ تیز چلنے کی وجہ سے آپ کے گھٹنے نظر آجاتے تھے تو اس کا مطلب دوڑنا نہیں ہے۔ چنانچہ محدث ابن خزیمہ نے سعی سے مراد دوڑ کر چلنا نہیں ہے۔ دلائل سے ثابت کیا ہے۔ (ص ۲۳۵) ہوسکتا ہے کہ ہوا کی تیز رفتاری کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ چونکہ اس وقت مسعیٰ بالکل کھلا ہوا تھا کوئی تعمیر وغیرہ۔ وہاں پر نہیں تھی۔ حافظ نے لکھا ہے کہ روایت میں ہے کہ کبھی آپ چلتے تھے اور کبھی ذرا تیز چلتے تھے۔ یعنی کبھی ہلکی رفتار سے اور کبھی تیز رفتار سے، بیچ میں جو ذرا نشیب ہے۔ ذرا تیز چلتے تھے۔ اب نشیب نہیں بالکل برابر ہے۔

سعی میں میلین اخضرین کے درمیان تیز چلنے کی حکمت اور وجہ

ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو (حرم میں) چھوڑ کر گئے تو حضرت ہاجرہ کو پیاس لگی۔ پانی کی تلاش میں نکلی۔ ادھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی خوف کی وجہ سے (کہ بچہ ہے کچھ ہو نہ جائے) دیکھ رہی تھیں۔ جب میلین اخضرین کے پاس (جو نشیب اور نیچان میں ہے) پہنچتی تو یہاں سے حضرت اسماعیل نظر نہ آتے تو رفتار تیز کر دیتیں اور دوڑتی کہ بلندی آجائے تو اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آجائیں۔ چنانچہ اس یادگار کو حج میں باقی رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حج کے مناسک کا حکم دیا گیا تو سعی کے موقعہ پر شیطان آگیا۔ وہ تیزی سے پیچھا کیا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تیزی سے بھاگنے لگے (اسی کی یہ یادگار ہے کہ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تیزی سے چلنے کو اللہ پاک نے پسند کیا ان کو بھا گیا تو حج کے مناسک میں اسے باقی رکھا گیا۔ طبری نے بیان کیا کہ بطن وادی ''میلین اخضرین کے درمیان چونکہ تیزی سے چل رہی تھیں'' اس لئے یہاں تیز چلنے کہا گیا۔ (القریٰ: ص ۳۶۰)

یہ بھی کہا گیا کہ اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو جو دیکھ رہے تھے ان کے سامنے اظہار قوت کے

لئے آپ نے رفتار تیز فرمادی تھی، تاکہ وہ مسلمانوں کو قوت وشوکت کو دیکھیں۔ اسی کو امت میں یادگار کے طور پر باقی رکھا۔

اس وجہ سے اس مقام پر ذرا تیز چلنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور اسے مسنون قرار دیا۔

میلین اخضرین دوسبز ستونوں کے درمیان ذرا تیز چلنا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطن وادی "میلین اخضرین" میں تیز چلے تھے۔
(عنایہ فتح القدیر: ۲/ ۴۵۸)

صفیہ بنت شیداء کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑکی سے دیکھا کہ صفا ومروہ کے درمیان بطن سیل میلین اخضرین کے درمیان ذرا تیزی سے چل رہے تھے۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۹۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا اور مروہ کا طواف کرتے تو بطن مسیل (دوسبز ستون کے درمیان) تیزی سے چلتے۔ (بخاری: ۱/ ۲۲۳)

فائدہ: ملا علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں جب میلین اخضرین جو اب دوسبز ستون کے نشانات سے پہچانے جاتے ہیں تو سعی چلنے میں تیزی کردے۔ "حتیٰ اذا کان دون المسیل ...... سعی سعیاً شدیداً."
ہدایہ میں ہے "اذا بلغ بطن الوادی یسعی بین المیلین الاخضرین سعیاً ثم یمشی." (بنایہ: ۳/ ۵۰۲)

لیکن دوڑنا مستحب نہیں بلکہ تیز چلنا۔ چنانچہ شرح مناسک میں ہے "یستحب ان یکون السعی بین المیلین دون العدو." (شرح مناسک: ص ۱۷۳) دوسبز ستونوں کے درمیان ذرا تیز چلنا سنت ہے۔ نہ کہ دوڑنا۔

پھر اس کا بھی خیال رہے کہ مرد اس مقام پر سعی میں تیز چلیں گے۔ عورتیں نہیں تیز نہیں چلیں گی۔ شرح مناسک میں "المخصوص بالرجال ھو الاسراع بین المیلین." (شرح مناسک: ص ۱۷۲)

عموماً مرد کا دیکھا دیکھی عورتیں بھی میلین اخضرین دوسبز ستون کے درمیان دوڑنے لگتی ہیں۔ سو یہ خلاف شرح ایک ممنوع اور قبیح امر کا ارتکاب ہے۔ حج کے مناسک کسی دوسرے کو دیکھ کر نہ کرے بلکہ کسی محقق عالم سے پوچھ کر کرے۔ حج میں اکثر لوگ ایک دوسرے کا دیکھ کر عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ غلطی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

سعی کے لئے سنت ہے کہ استیلام یا استقبال کے بعد باب الصفا سے نکلے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد حرام سے (سعی کے لئے آئے تو) صفا، باب الصفا کی جانب سے آئے۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۹۳)

فائدہ: سعی کی ابتدا چونکہ صفا سے ہوتی ہے۔ اس لئے استیلام حجر اسود کے بعد صفا کی جانب آئے۔ حرم میں حجر اسود کی جانب ایک بڑا بورڈ سبز حرفوں میں لکھا ہے۔ باب الصفا پہلے یہاں دروازہ تھا اب یہاں دروازہ نہیں

ہے۔ چونکہ صفا اور مروہ جسے مسعیٰ بھی کہتے ہیں حرم میں آ گیا ہے۔ اس لئے مطاف سے صفا کی جانب آنے کے لئے باب الصفا سے نکلے پھر صفا کے پاس آکر سعی شروع کرے۔ اسی طرح طواف کے بعد متصلاً سعی ہو جاتی ہے اور فاصلہ نہیں ہوتا۔ دوسرے کسی جانب سے آئے گا تو فاصلہ ہو جائے گا۔ اس لئے استیلام حجر اسود کے بعد باب الصفا سے نکل کر سیدھے صفا کی جانب آکر سعی شروع کر دے۔

نفلی سعی درست نہیں ہے ہاں نفلی طواف باعث فضیلت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے صفا اور مروہ کی دوڑ صرف ایک مرتبہ کی ہے۔ (مسلم، اعلاء السنن: ١٠/٩٥)

فائدہ: مطلب اس کا یہ بھی ہے کہ حج میں ایک سعی اور عمرہ میں ایک ہی سعی ہے۔ اس سے زائد نہیں بخلاف طواف کے کہ حج اور عمرہ کے بعد نفلی طواف کر سکتے ہیں۔

صحابہ اور تابعین کی جماعت کثرت سے طواف کرتی تھی ہاں سعی نہیں کرتی تھی۔

یہ بھی اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ ہر طواف کے ساتھ سعی کا تکرار نہیں ہے بلکہ حج یا عمرہ کے طواف کے ساتھ سعی ہے۔ (اعلاء السنن: ١٠/٩٥)

غنیۃ الناسک کے حوالہ سے ہے جس قدر ہو سکے بیت اللہ کا طواف (نفلی) بلا رمل اور بلا اضطباع اور اس کے بعد بلا سعی کے کرے کہ نفلی سعی مشروع نہیں ہے۔ (اعلاء: ص ١١)

ابن قدامہ کی مغنی میں بھی ہے طواف نفلی جس قدر چاہے کرے مگر حاجی کے لئے (جو مفرد ہو) ایک سعی سے زائد نہیں یعنی حج کی سعی۔ (اعلاء السنن: ص ١١)

حج کی سعی اگر کوئی سہولت کے لئے پہلے کرنا چاہے تو

خیال رہے کہ حج کے لئے ایک سعی ہوتی ہے جو طواف زیارت کے بعد لوگ کرتے ہیں۔ طواف زیارت کے موقعہ پر بھیڑ اور اژدحام ہوتا ہے سعی میں بھی بہت کافی بھیڑ ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں فقہاء نے طواف زیارت کے بعد سعی نہ کرنے کی صورت میں کہ کہا ہے کہ منیٰ جانے سے پہلے حج کے احرام کی حالت میں ایک نفلی طواف کرے اس میں رمل اور اضطباع بھی کرے اس کے بعد سعی کے طریقہ سے سعی کرے۔ اس وقت نفلی طواف کے بعد سعی کرنے کی صورت میں طواف زیارت کے موقعہ پر صرف طواف ہی کرنی ہوگی سعی نہ کرنی ہوگی۔ لباب میں ہے "ثم ان اراد تقدیم السعی علی طواف الزیار ینتفل بطواف بعد الاحرام بالحج."

(لباب: ص ١٨٧)

خیال رہے کہ قارن کے لئے یہ صورت افضل اور بہتر ہے کہ پہلے سعی کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ سے

پہلے سعی کرلی تھی۔ اور مفرد اور متمتع کے لئے یہ جائز ہے "القارن فالا فضل له تقدیم السعی." (شرح لباب:۱۸۷)

حج کی سعی طواف زیارت سے پہلے کرلینا سنت سے ثابت ہے

حضرت اسامہ بن شریک کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے نکلا لوگ آتے تھے اور آپ سے مسائل پوچھتے تھے۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے طواف (زیارت) سے پہلے سعی کرلی یا کسی کو آگے پیچھے کردیا (مثلاً طواف زیارت پہلے کرلیا حلق بعد میں کیا) تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

(ابوداؤد:ص۲۷۶، سنن کبریٰ:۵/۱۴۶)

محدث بیہقی نے بیان کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پوچھنے والے نے طواف قدوم کے بعد سعی کرلی تھی طواف زیارت سے قبل، اس پر آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر منیٰ روانہ ہونے سے پہلے کسی نے طواف نفلی کے ساتھ پہلے سعی کرلی ہے تو اب طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرنی ہوگی۔ اور اس طرح سعی کی اجازت آپ سے ثابت ہے۔

(شرح لباب:ص۱۸۷)

اس طریقہ میں زیادہ سہولت ہے کہ طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرنی ہوگی۔ طواف زیارت کے موقعہ پر بہت بھیڑ ہوجاتی ہے اژدحام کی وجہ سے سعی میں کافی پریشانی ہوتی ہے اس طرح ایک سہولت ہوجاتی ہے کہ طواف سے ہی بھیڑ کی وجہ سے شدید تعب اور تھکن ہوجاتی ہے۔ سعی سے اور مزید، پس قارن کے لئے یہی شکل بہتر ہے۔

سعی سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت سنت ہے

مطلب ابن ابی وداعہ سے منقول ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سعی سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کے مقابل آئے، اور مطاف کے کنارے (بیچ میں نہیں) دو رکعت نماز پڑھی۔

(مسند احمد، ابن ماجہ، فتح القدیر:ص۴۶۰، شرح مناسک:ص۱۸۱)

فائدہ: سعی سے فارغ ہونے کے بعد مسجد حرام میں آجائے اور یہاں دو رکعت نماز پڑھ لے یہ مستحب ہے۔ مروہ پر ہی سعی ختم ہوجانے کے بعد نماز نہ پڑھے بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مروہ ہی پر پڑھ لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ شرح مناسک میں ہے "و لا یصلی علی المروة." (شرح مناسک:ص۱۸۱)

اگر سعی کے درمیان پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہوجائے تو کوئی حرج نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ درمیان سعی (بیچ میں وضو کی ضرورت پڑ گئی) تو وضو کیا اور گزشتہ کئے ہوئے پر بنا کیا۔ (القریٰ:ص۴۷۳)

فائدہ: سعی کے درمیان اگر پیشاب پاخانہ لگ جائے یا ضعف ونقاہت کی وجہ سے کچھ دیر بیٹھنے کی ضرورت

پڑ جائے تو عذر کی وجہ سے کوئی حرج نہیں اپنی ضرورت پوری کر لے پھر جتنا باقی رہ گیا ہے اسے پورا کرے۔
اگر کوئی عذر نہ ہو تو سعی کے چکروں کو تسلسل کے ساتھ پورا کرے یہی سنت ہے۔
ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے "و ترك الموالات للعذر لا بأس به." (شرح مناسک: ص۱۸۰)
اسی طرح اگر جماعت کھڑی ہو جائے یا جنازہ کی نماز میں شریک ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ باقی کو پورا کرے پھر شروع سے نہ کرے۔ ہاں طواف میں بقیہ کو بھی پورا کر سکتا ہے۔ اور شروع سے دوبارہ کر سکتا ہے یہاں نہیں جو باقی رہ گیا ہے اسی کو پورا کرے۔

كذا فى المناسك اذا لسعىٰ ليس عبادة مستقلة و لذا لا يعد تكراره طاعة بخلاف الصلاة و الطواف. (شرح مناسک: ص۱۷۹)

سعی اور اس کے متعلق چند مسائل

◎ ......صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان ہلکی رفتار سے آنے جانے کا نام ہے۔ یہ سعی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار ہے۔ حضرت پیغمبر اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا دوڑ رہی تھیں۔

◎ ......طواف تو واجب اور نفل بھی ہے مگر سعی نفل نہیں ہے صرف واجب ہی ہے۔

◎ ......پس سعی کو ادا کرنے کے لئے طواف اس سے پہلے کرنا ضروری ہوگا۔

◎ ......سعی کو طواف کے بعد متصلاً کرنا سنت ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۷۰)

◎ ......اگر طواف کرنے کے بعد تھک گیا ذرا آرام کیا تو کوئی حرج نہیں۔ (شرح مناسک: ص۱۷۰)

◎ ......طواف کے بعد پاخانہ پیشاب کیا پھر وضو کیا پھر سعی شروع کیا تو کوئی حرج نہیں۔ (شرح مناسک: ص۱۷۰)

◎ ......بلا وجہ غفلت و سستی کی وجہ سے دیر کیا وقفہ کیا تو برا کیا۔ (شرح مناسک: ص۱۷۰)

◎ ......عمرہ میں بھی سعی ہے اور حج میں بھی سعی ہے۔ سعی کے مشروع اور صحیح ہونے کے لئے خواہ عمرہ کی سعی ہو یا حج کی یہ شرطیں ہیں۔

❶ سعی کا خود کرنا، صحت میں پیدل چل کر کرنا، مریض یا حد درجہ کمزور ہو تو سواری پر کرنا۔ اس میں نیابت درست نہیں خود ہی کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص احرام سے قبل بے ہوش ہو گیا اور اس کی بے ہوشی چل رہی ہو تو اس میں کوئی نائب ہو کر سعی کر سکتا ہے۔ "الا للمغمىٰ عليه قبل الاحرام." (شرح مناسک: ص۱۷۴)

❷ سعی سے قبل طواف کر چکا ہو خواہ پورا کیا ہو یا اکثر کر لیا ہو، خواہ نفل کیا ہو یا فرض۔ تو سعی ہوگی۔ پس اگر سعی طواف سے پہلے کر لیا تو درست نہیں اور یہ سعی نہ ہوگی۔ (شرح مناسک: ص۱۷۴)

۳ حج یا عمرہ کا اس سے قبل احرام باندھ چکا ہو۔ پس سعی کے لئے احرام شرط ہے۔ ہاں مگر وقوف عرفہ کے بعد حج کی باقی سعی قارن یا تمتع کر رہا ہو اور طواف زیارت قربانی وحلق کے بعد کرتا ہو تو اس وقت احرام شرط نہیں کہ حلق کے بعد احرام سے حلال ہو گیا۔ (شرح مناسک: ص۱۷۵)

۴ سعی کے لئے شرط ہے کہ صفا سے ابتداء ہو مروہ پر ختم ہو۔ پس اگر سعی کی ابتداء مروہ سے کی گئی تو یہ مروہ کی سعی معتبر نہ ہوگی اس کے بعد صفا سے جو کرے گا وہ سعی پہلا چکر ہوگا۔

۵ سعی سے قبل جو طواف کیا ہے وہ جنابت وحیض سے پاکی کی حالت میں کیا ہو۔ اگر طواف بے وضو کیا ہو پھر اس کے بعد سعی کر لی تو یہ سعی ہو گئی۔

۶ سعی اگر حج کی ہو تو اشہر حج میں کیا ہو، اگر اشہر حج سے قبل احرام باندھا اور حج کے ماہ سے قبل سعی بھی کر لی تو یہ سعی نہ ہوگی۔ البتہ عمرہ کی سعی ہر زمانہ میں ہو سکتی ہے۔

۷ اکثر سعی کے چکروں کا ہونا۔ (شرح مناسک: ص۱۷۸)

یہ تو سعی کے فرائض وشرائط تھے سعی کے کچھ واجبات بھی ہیں۔ جن کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اس کے خلاف کرنے پر دم واجب ہو جائے گا۔ وہ واجبات یہ ہیں۔

۱ صفا اور مروہ کے درمیان سات چکروں کا لگانا، ۴ر مرتبہ سعی کر لی مگر ۳ یا دو یا ایک آخر کی سعی نہیں کر سکا تو ہر سعی کے ذمہ اس پر نصف صاع گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

۲ صحت اور عذر کے نہ ہونے پر پیدل سعی کرنا، اگر سخت بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے سوار ہو کر کیا تو کوئی حرج نہیں۔

۳ عمرہ کی سعی اگر کرنا ہے تو حالت احرام میں ہونا۔

۴ صفا اور مروہ تک پہنچنا خواہ اوپر تھوڑا ہی چڑھے، یعنی سطح زمین سے جو اونچائی ہے۔ اس پر چڑھ جانا، اگر اس سے پہلے سطح زمین سے واپس آ گیا تو سعی نہیں ہوئی۔ (شرح مناسک: ص۱۷۹)

سعی کے چند سنن اور مستحبات

۱ طواف کے بعد اگر سعی کرنی ہو تو طواف سے فارغ ہوتے ہی سعی شروع کر دے طواف اور سعی کے درمیان وقفہ نہ کرے۔ (شرح مناسک: ص۱۷۹)

۲ صفا اور مروہ کی اونچائی پر ذرا چڑھنا، بالکل آخری حد جو دیوار ہے وہاں تک جانا مراد نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں بلکہ کچھ اوپر تک جانا مراد ہے۔

۳ سعی کے چکروں کو متصلاً بلا وقفہ کے کرنا، جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔ پس اگر پیشاب پاخانہ یا تھکن کی وجہ سے

کچھ وقفہ ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔

۴ میلین اخضرین دو سبز نشانات کے درمیان ذرا ہلکی دوڑ سے چلنا۔ یعنی عام رفتار سے ذرا تیز ہو جانا۔ بہت تیزی سے دوڑنا نہیں جیسا کہ بعض لوگ دوڑتے ہیں۔

۵ باوضو سعی کرنا لہٰذا اگر سعی بے وضو کیا یا دوران سعی میں وضو ٹوٹ گیا تو کوئی حرج نہیں

۶ نیت کرنا۔ یعنی یہ نیت کرے کہ میں سعی کرتا ہوں۔

۷ ذکر اور دعا جو سعی کے موقعہ پر آپ ﷺ سے منقول ہیں ان کو ادا کرنا۔

۸ سعی کے بعد دو رکعت ادا کرنا۔ مسجد حرام میں اس کا ادا کرنا سنت ہے۔ بعض لوگ مروہ ہی پر سعی کی دو رکعت پڑھنے لگ جاتے ہیں سو یہ بھی مکروہ اور ممنوع ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۸۱)

۹ سعی کے درمیان اگر بات کر لی یا کچھ کھا پی لیا تو گو بہتر نہیں مگر اس سے کوئی حرج نہیں۔ (شرح مناسک: ص۱۸۰)

۱۰ اگر سعی کے دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو جماعت میں شریک ہو جائے۔ اور جو باقی رہ جائے اسے پورا نماز کے بعد کرے پھر سے دوبارہ سعی کرنے کی ضرورت نہیں۔ (شرح مناسک)

۱۱ سعی سے فارغ ہونے کے بعد صرف عمرہ کرنے والوں کا احرام، حلق یا قصر کے بعد کھل جائے گا۔ باقی قارن اور مفرد کا احرام باقی رہے گا۔ یہ مکہ میں حج تک احرام کی حالت میں رہیں گے۔ اور تمتع کرنے والوں کا احرام حلق کرنے کے بعد کھل جائے گا۔ (شرح مناسک: ص۱۸۵)

سعی سے متعلق نامناسب امور اور مکروہات وممنوعات

۱ بیشتر لوگ سعی میں دوڑتے ہیں، خوب تیز چلتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔ ہلکی رفتار سے چلنا سنت ہے نہ آہستہ چلنا ہے اور نہ دوڑ کر۔ صرف میلین اخضرین کے درمیان ذرا دوڑ کر چلنا مسنون ہے۔

۲ عورتوں کو بالکل اپنی رفتار سے چل کر سعی کرنی مسنون ہے۔ اکثر عورتیں مردوں کے ہمراہ دوڑتی ہیں یہ درست نہیں۔

۳ عورتیں میلین اخضرین پر بھی تیز رفتاری سے نہیں چلیں گی۔ عورتیں بھی دو سبز ستونوں کے درمیان مردو کی طرح اور اس کا دیکھا دیکھی دوڑنے لگ جاتی ہیں یہ ممنوع ہے۔

۴ صفا اور مروہ کی بلندی پر بلا چڑھے دوسرا چکر اور دوسری سعی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہے بلکہ ذرا بلندی پر چڑھنا سنت ہے۔

۵ بعض لوگ صفا اور مروہ کے بالکل آخری اونچان دیوار تک چڑھ جاتے ہیں یہ مکروہ ہے۔ "ولا یلصق بالجدار الذی وراء ھا." (شرح مناسک: ص۱۷۳)

❻ بیشتر لوگ صفا اور مروہ پر بلا دعا و ذکر کر کے دوسری سعی شروع کر دیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔

❼ بعض لوگ صفا اور مروہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور ان کا رخ سیدھا مسعیٰ کی جانب ہوتا ہے رخ کعبہ نہیں ہوتا یہ خلاف سنت ہے۔ گو جائز ہے۔

❽ بعض لوگ سعی کرتے ہوئے دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے گذرتے ہیں عموماً تیز اور دوڑ کر چلنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دوسرے کو دھکا دینا، تکلیف دینا ناجائز ہے۔ خصوصاً حج جیسی عبادت کرتے ہوئے یہ حرکت بہت بری ہے۔

❾ مروہ پر نائی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں بعض لوگ وہیں مروہ کی اونچائی پر بغل میں بال کا حلق یا قصر کروانے لگ جاتے ہیں یہ بڑی قبیح اور بری حرکت ہے بال گرتے ہیں پانی گرتا ہے، احترام کے خلاف ہے۔ ذرا دور جا کر جہاں دکان وغیرہ ہے بال بنوائے۔

❿ بیشتر لوگ سعی کے بعد دو رکعت نماز جو مستحب ہے نہیں پڑھتے ہیں خلاف سنت ہے آپ نے نماز پڑھی ہے۔

"اذا فرغ من السعی یستحب له ان یصلی رکعتین." (لباب: ص۱۸۱)

طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد آپ ۸/ ذی الحجہ تک مکہ میں رکے رہے

آپ ﷺ چونکہ قارن تھے اور ہدی قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے تھے اس لئے احرام ہی کی حالت میں ۸/ تاریخ تک مکہ مکرمہ میں رہے۔

آپ کا قیام سعی سے فارغ ہونے کے بعد چار دن رہا۔ آپ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ حجاج کرام آٹھ تاریخ تک مکہ میں رکے رہیں گے۔ خواہ کتنے ہی دن قبل طواف اور سعی سے فارغ ہو جائیں۔ ۸/ تاریخ سے پہلے منیٰ نہیں جائیں گے بلکہ ۸/ تاریخ کا انتظار کریں گے۔ تمتع کرنے والے تو بلا احرام اور مفرد اور قارن احرام کی حالت میں ۸/ تاریخ تک رکے رہیں گے۔

خیال رہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام آبائی مکان جو حضرت ابوطالب کا تھا اس میں نہیں تھا۔ آپ کا قیام ابطح میں تھا اسی مقام پر خیمہ تھا۔ سرخ چمڑے کے خیمہ میں آپ تشریف فرما تھے۔ اسی جگہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ آپ ان کی عیادت فرماتے تھے غالباً آپ کا قیام یہاں پر حضرت سعد بن ابی وقاص کی عیادت کے پیش نظر تھا۔ (حجۃ الوداع: ص۹۱)

اسی جائے قیام بطحاء سے آپ کے ساتھیوں نے احرام باندھا۔

حجاج کرام اور زائرین کے لئے بہتر یہی ہے کہ طواف اور سعی سے جب فارغ ہو جائیں تو اطمینان سے مکہ مکرمہ میں مقیم رہیں اور عبادت میں مصروف رہیں۔ دوسرے علاقے کا سفر نہ کریں۔ مناسک کے جو پانچ دن اہم

ہیں اس کے لئے اپنے کو تیار رکھیں کہ وہ ایام بہت اہم ہیں۔

تمتع کرنے والا جب عمرہ سے فارغ ہوکر حلال ہوگیا تو اب سے مکہ مکرمہ سے باہر یا حدود حرم سے باہر جانا منع ہے۔ جیسا کہ لباب میں ذکر کیا ہے "و لا یخرج المتمتع الی الآفاق لئلا یبطل تمتعه علی قول بعض." (شرح لباب: ص۱۸۵)

اسی طرح عمرہ کا بھی احرام نہ باندھے کہ آپ ﷺ کے اصحاب نے حلال ہوکر حج سے پہلے عمرہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ نفلی طواف کرتا رہے، اور اس میں رمل اور اضطباع نہیں کرے گا۔ ہاں تمتع عمرہ سے فارغ ہونے پر نفلی عمرہ کرسکتا ہے۔

حج کے ۵/ایام ۵/اہم مناسک

① منیٰ	۵/نمازیں
② عرفات	وقوف دعائیں
③ مزدلفہ	عبادت وقوف صبح صادق
④ یوم النحر کے اعمال	رمی، قربانی، حلق، طواف زیارت
⑤ ایام تشریق	رات میں جمرات کی رمی

کے متعلق آپ کے سنن وطریق وتعلیمات

کی مفصل مستند باحوالہ بیان

منیٰ جانے کے متعلق آپ کے سنن وطریق مبارک کا بیان

۸ویں تاریخ کو مکہ سے منیٰ کس وقت جانا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ویں تاریخ کو فجر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ پھر جب سورج طلوع ہوگیا تو منیٰ کی جانب چل پڑے۔ (بنایہ: ص۵۱۶، ابن ابی شیبہ: ۴/۳۷۱)

شرح بخاری میں علامہ عینی نے ابوسعد نیشاپوری کی کتاب شرف المصطفیٰ سے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ویں تاریخ کو مکہ سے سورج بلند ہونے پر نکلے تھے۔ (شرح بخاری: ۱۱/۲۹۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ویں تاریخ کو فجر کی نماز مکہ میں پڑھی پھر جب سورج نکل گیا تو منیٰ کی جانب چلے۔ (فتح القدیر: ۲/۴۶۶)

فائدہ: ۸ تاریخ کو صبح کی نماز مکہ میں پڑھنے کے بعد جب ذرا سورج کی روشنی بلند ہو جائے یعنی اشراق کے بعد تو منیٰ کی جانب نکلنا سنت ہے۔ اس سے پہلے خواہ صبح صادق کے وقت یا عشاء کے بعد رات میں منیٰ جانا خلاف سنت ہے اسی طرح زوال کے بعد بھی جانا مکروہ ہے۔

عینی کی شرح ہدایہ میں ہے جب فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھے پھر سورج نکلنے کے بعد مکہ سے منیٰ جائے۔

(شرح ہدایہ: ۳/۵۱۶)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکلنا منیٰ کی طرف سورج نکلنے کے بعد ہوا تھا۔ تاکہ ظہر کی نماز وقت میں پڑھ لیں۔ (عمدۃ القاری: ص۲۹۷)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے طلوع شمس کے بعد نکل جائے۔ (فتح القدیر: ص۴۶۶)

خیال رہے کہ منیٰ سے تلبیہ اور دعا پڑھتا ہوا نکلے۔ شرح مناسک میں ہے اگر نکلنے میں دیر ہوگی تاہم منیٰ میں ظہر کے وقت پہنچ کر ظہر پڑھ لیا تب بھی مستحب ادا ہوگیا۔ (شرح مناسک: ص۱۸۸)

خیال رہے کہ اب اس دور میں معلم کی بسیں عشاء کے بعد مکانوں کے سامنے آ کر لگ جاتی ہیں، قریب ۱۰-۱۱ بجے رات میں چل کر صبح آخر شب سے قبل منیٰ کے خیموں میں پہنچا دیتی ہیں۔ اسی وقت منیٰ جانا خلاف سنت ہے۔ مگر جائز ہے۔ ان لوگوں کو جو پیدل نہیں چل سکتے چونکہ صبح کو بس نہیں جاتی ہے اپنی سواری سے یا پیدل جانا پڑے گا

ور پیدل جانا سنت ہے۔ اور رات کو جانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح صبح کی نماز کے بعد بھی متصلاً۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہائی رات تک نکل جاتی تھیں بس ضعیف و کمزوروں کو اور عورتوں کو گنجائش ہوگی کہ رات کو منیٰ نکل جائیں۔ گو خلاف سنت ہے۔ (عمدۃ القاری: ص ۲۹۷)

مکہ مکرمہ سے منیٰ کی جانب نکلتے ہوئے اور منیٰ میں کیا دعا کرے

فتح القدیر میں ابن ہمام نے لکھا ہے کہ نکلتے وقت یہ دعا پڑھے:

"اللهم اياك ارجو و اياك ادعو و اليك ارغب اللهم بلغنى صالح عملى و اصلح لى فى ذريتى."

اور منیٰ پہنچ کر یہ دعا پڑھے:

"اللهم هذا منىٰ و هذا ما دللتنا عليه من المناسك فمن عليه بجوامع الخيرات و بما مننت به على ابراهيم خليلك و محمد حبيبك و بما مننت به على اهل طاعتك فانى عبدك و ناصيتى بيدك جئت طالباً مرضاتك." (فتح القدیر: ص ۴۶۷)

امام نووی نے بیان کیا کہ جب مکہ مکرمہ سے منیٰ جائے تو یہ دعا پڑھے:

"اللهم اياك ارجو و لك ادعو فبلغنى صالح املى و اغفرلى ذنوبى و امنن على بما مننت به على طاعتك انك على كل شىء قدير." (اذکار نووی: ص ۲۳۰)

تمتع کرنے والے ۸/ ویں تاریخ کو احرام مکہ مکرمہ سے باندھیں گے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے نکلے۔ اور حج کا تلبیہ خوب زور سے کہہ رہے تھے جب مکہ آئے تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ عمرہ کرلو۔ ہاں مگر جو ہدی کا جانور لے کر آیا ہو وہ نہ کرے۔ پھر یوم الترویہ ۸/ تاریخ ہوئی تو ہم نے (مکہ سے) احرام حج کا باندھ لیا۔ (سنن کبریٰ: ۵/۳۱، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طواف (عمرہ کے) کرنے کے بعد حکم دیا کہ احرام کھول دیں۔ اور فرمایا کہ جب تم منیٰ جانے لگو (۸/ ویں تاریخ کو) تو احرام باندھ لو۔ سو ہم لوگوں نے بطحاء (حرم کے قریب ایک مقام) سے احرام باندھ لیا۔ (سنن کبریٰ: ۵/۳۱، بنایہ: ۱۵/۴۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل مکہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھیں گے۔ (بلوغ الامانی: ص ۱۰۷، بخاری مختصراً)

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ گو مکہ مکرمہ میں مقیم ہو جو مکہ مکرمہ کا باشندہ نہ ہو وہ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ (موطا امام مالک)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مکہ مکرمہ میں ہیں۔ خواہ وہ لوگ جو عمرہ کے ارکان سے فارغ ہو چکے ہیں اور مکہ مکرمہ میں حج کے لئے ہیں وہ مکہ سے ہی احرام باندھیں گے حج کے احرام کے لئے مکہ کے حدود سے باہر میقات نہیں جائیں گے۔ شرح مناسک میں ہے "و کذالك ای مثل حکم اهل الحرم کل من دخل الحرم من غیر اهله." (شرح مناسک: ص۸۳)

شرح مسند میں ہے "اهل مکة و غیرهم ممن هو بها یهلون من مکة." (شرح مسند: ۱۹/ ۱۰۷)

"المیقات لمن مکة یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم." اور شامی میں ہے "فیمثل الآفاقی المفرد بالعمرة و المتمتع." (شامی: ۲/ ۴۸۷)

اوجز المسالک میں ہے مکی اور تمتع کرنے والا عین مکہ سے احرام باندھے گا۔ اور افضل کہاں سے باندھنا ہے۔ اول اپنے گھر سے دوم مسجد حرام میزاب کے نیچے سے۔ (اوجز المسالک: ۶/ ۲۸۱)

شرح مناسک میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ مکہ میں رہنے والا حج کا احرام مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے بعد باندھے۔ بہتر یہ ہے کہ اولاً طواف نفل ادا کرے، نماز طواف کے بعد نماز احرام پڑھ کر احرام حج کا باندھے۔

(شرح مناسک: ص۱۸۷)

زوال سے قبل منیٰ پہنچنا اور پانچ نمازیں پڑھنی سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ جب یوم الترویہ ہوا تو آپ نے حج کا تلبیہ پڑھا۔ سوار ہوئے اور منیٰ کی جانب چلے، وہاں ظہر عصر مغرب وعشاء اور فجر کی نماز پڑھی۔ (مشکوٰۃ، مسلم: ص۳۹۶، ابوداؤد: ص۲۶۳)

عبدالعزیز بن رفیع نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے بتائیے جو آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کیا ہے، آپ نے یوم الترویہ میں ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی، کہا منیٰ میں۔ (بخاری: ۲۲۴، سنن کبریٰ: ص۱۱۲، ابن خزیمہ: ص۲۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں پانچ نمازیں ظہر عصر مغرب عشاء اور فجر کی پڑھی۔ (مسند احمد: ص۱۱۱، ابن خزیمہ: ص۲۴۷)

حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منیٰ لے کر گئے، اور وہاں ان کو پانچ نمازیں ظہر عصر مغرب عشاء اور فجر پڑھائی پھر منیٰ سے عرفات لے گئے۔ (۱۰/ ۱۱۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حجاج کرام کے لئے سنت یہ ہے کہ منیٰ میں امام ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پڑھائے۔ پھر عرفہ جائے۔ (مستدرک حاکم: ۱/ ۴۶۱، ابن خزیمہ: ص۹۴۶)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ۸؍ تاریخ کو منیٰ کی جانب نکل جائے اور زوال سے قبل وہاں اپنے خیمے میں پہنچ جائے۔ وہاں پانچ نمازیں پڑھے رات منیٰ میں ہی گذارے۔

شرح احیاء میں ہے "یبیت بمنیٰ الی فجر یوم عرفة." (شرح احیاء:۴/۶۳۰)
شرح مناسک میں ہے ظہر عصر مغرب عشاء فجر منیٰ میں پڑھے عرفہ کی صبح تک منیٰ میں رہے (شرح مناسک:۱۸۸)
اگر ۸ر تاریخ جمعہ کو پڑ رہی ہو تو صبح صادق سے قبل منیٰ کی جانب نکل جائے۔ شرح احیاء میں ہے "اذا کان یوم الجمعة فالمستحب الخروج قبل طلوع الفجر."

پس مسنون طریقہ یہ ہے کہ ۸ر تاریخ کو فجر سے قبل احرام وغیرہ سے فارغ ہو جائے اور فجر کی نماز خانہ کعبہ میں پڑھے۔ اس کے جب سورج نکل جائے تو حرم سے منیٰ کی جانب روانہ ہو جائے۔ خواہ پیدل جائے یا سواری پر۔ پیدل جانے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ سترج کا ثواب ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے حج کے مناسک کی ادائیگی کے لئے (منیٰ عرفات مزدلفہ پیدل جانا مستحب ہے۔ "یستحب له المشی من مکة فی لمناسك"۔

اور رات میں جانا جیسا کہ آج کل بس والے لے جاتے ہیں خلاف سنت، مکروہ ہے۔ اگر چلا جائے گا تو کوئی دم یا فدیہ واجب نہ ہوگا۔ ضعیف مجبور کے لئے کراہت نہیں۔

منیٰ کی مسجد خیف اور اس کی فضیلت

آپ مسجد خیف میں نماز پڑھتے

یزید بن الاسود کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں تھا۔ میں نے صبح کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد خیف میں پڑھی تھی۔ (ترمذی: ص ۵۲، نسائی)

فائدہ: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام منیٰ میں تھا۔ آپ اسی مقام پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسجد خیف میں نماز پڑھنے کی تاکید

حضرت مجاہد کہتے ہیں ۷۰ نبیوں نے حج کیا خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مسجد منیٰ "خیف" میں نماز پڑھی اگر تم سے ہو سکے تو کسی بھی نماز کو نہ چھوڑو پڑھنے کی کوشش کرو۔ (تاریخ ازرقی، ہدایۃ السالک: ص ۱۰۱)

فائدہ: مسجد خیف بڑی بابرکت دعاؤں کے قبول ہونے کی جگہ ہے۔ یہاں بہت بھیڑ رہتی ہے، اہل عرب اور مکہ کے اردگرد کے لوگ یہاں مقیم رہتے ہیں۔ ان سے مسجد بالکل بھری رہتی ہے۔ اگر موقعہ و ہمت و طاقت ہو تو فرض جماعت میں شریک ہو۔ ورنہ وقت نکال کر یہاں کسی وقت نفل نماز پڑھ لے دعا کرے اور تھوڑی دیر رک کر ذکر تلاوت کی برکت حاصل کرے کہ ایسی بابرکت جگہ کہاں ملے گی۔

۷۰ حضرات انبیاء کرام کے نماز پڑھنے کی جگہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد خیف میں ستر انبیاء کرام نے نماز پڑھی ہے۔ (طبرانی، مجمع: ۲۹۷)

۷۰ حضرات انبیاء کرام کا مدفن

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد خیف میں ستر حضرات انبیاء مدفون ہیں۔

(مجمع الزوائد: ص ۲۹۷)

حضرت آدم علیہ السلام کی قبر

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مسجد خیف کے مینارہ کے قریب ہے۔

(ہدایۃ السالک: ۱/۱۰۱)

فائدہ: مسجد خیف میں اس وقت بہت مینارے ہیں معلوم نہیں کس منارہ کے قریب ہے۔ تاہم اس سے مسجد خیف اور اس کے قریب کی جگہ بابرکت ہونا معلوم ہوتا ہے لہٰذا مسجد خیف میں نماز خواہ نفل ہی سہی وقت نکال کر پڑھ لینی چاہئے۔

منیٰ میں مسجد خیف کے قریب دائیں جانب قیام سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الترویہ سے ایک دن پہلے فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہمارا قیام مسجد خیف کے دائیں جانب ہوگا۔ (طبرانی، شرح مسند احمد: ص ۱۱۲)

عبدالملک ابن ابی بکر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم انشاء اللہ (منیٰ) جائیں گے تو خیف (کے قریب) رکیں گے۔ (مطالب عالیہ: ۱/ ۳۴۸)

فائدہ: اگر اپنے اختیار میں ہو تو منیٰ میں ایک وسیع و لمبی مسجد ہے جسے مسجد خیف کہتے ہیں یہاں ۷۰ حضرات انبیاء کرام مدفون ہیں۔ اس کے قریب دائیں جانب قیام کرے۔

شرح احیاء میں ہے: "فلینزل بالقرب من مسجد الخیف." (شرح احیاء: ص ۶۱۹)

خیال رہے کہ آج اس دور میں منیٰ میں حجاج کرام کے لئے خیمے حکومت کی جانب سے یا معلم کی جانب سے مقرر اور متعین ہوتے ہیں انہیں میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں حجاج مسجد خیف کے قریب قیام نہیں کر سکتے ہیں۔ سو اس میں کوئی حرج نہیں منیٰ میں جس مقام پر خیموں میں قیام کا انتظام ہوا ہے۔ اسی پر عمل کرے۔ یہی بہتر ہے۔ ہاں حسب سہولت مسجد خیف میں نماز پڑھ لے اگر فرض نہ پڑھ سکے تو زیارت کر کے نفل نماز پڑھ لے۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ کبھی کبھی خیمے مزدلفہ کے حدود میں بھی معلمین کر دیتے ہیں۔ یہ خلاف سنت

ہے۔ ۸/ویں کو حدود منیٰ میں رہنا سنت ہے۔ ایسی بات اگر پیش آجائے تو مزدلفہ کے حدود کو چھوڑ کر منیٰ کے حدود میں قیام کرے۔ احباب اور واقفین کے خیمے جو حدود منیٰ میں ہوں اس میں قیام کرے۔ تاکہ یہ سنت ترک نہ ہو۔ سامان وہیں رہنے دے اور اگر کسی وجہ سے مجبوری ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کہ یہ قیام منیٰ میں سنت ہے۔

۸/ویں کو مکہ سے احرام باندھنے کا مستحب طریقہ

بہتر یہ ہے کہ ۸/ سے قبل ۷/۶ تاریخ کو یا ۷/ کے بعد کی شب کو اولاً اچھی طرح میل صاف کر کے صابن لگا کر غسل کرے، خوشبو لگائے، احرام کے دو کپڑے پہن لے، مسجد حرام میں داخل ہو جائے اور سنت طریقہ سے طواف تحیہ کرے اس کے بعد طواف کی دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت احرام کی نماز پڑھے سلام کے بعد سر کھول لے۔ بیٹھے ہوئے اٹھنے سے پہلے حج کی نیت کرے اور تلبیہ زور سے پڑھے۔ جیسا کہ پہلے احرام باندھا تھا اور تلبیہ پڑھا تھا۔ پس حج کا احرام ہو گیا۔ اب ۸/ کی صبح کو منیٰ روانہ ہو جائے اگر یہ شخص حج کی سعی پہلے کرنا چاہتا ہے تو ایک نفل طواف کرے اور اس کے بعد استیلام کر کے سعی کرے۔ اس سعی میں رمل بھی کرے اور اضطباع بھی کرے۔ مفرد اور متمتع کے لئے جائز ہے اور قارن کے لئے افضل و سنت ہے پھر اس صورت میں طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرے گا۔

موجودہ زمانہ میں ایام نحر میں طواف کے بعد سعی کی بہت بھیڑ ہو جاتی ہے۔ اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے بہتر ہے پہلے کر لے۔

یوم الترویہ ۸/ویں کو مکہ سے منیٰ جانے کے متعلق چند مسائل

◎ یوم الترویہ ۸/ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے متمتع احرام باندھے گا۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۷)

◎ ۸/ سے قبل بھی احرام باندھنا صحیح ہے۔ بلکہ افضل ہے۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۷)

◎ اسی طرح اہل مکہ بھی ۸/ سے احرام باندھیں گے۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۷)

◎ ان حضرات کو مسجد حرام میں احرام باندھنا مستحب ہے۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۷)

◎ مسجد حرام کے علاوہ دوسر جگہ حدود حرم میں کہیں سے بھی جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۷)

◎ ۸/ تاریخ کو سورج نکلنے کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہونا سنت ہے۔ اس سے پہلے جائز ہے۔

◎ اگر طلوع شمس کے بعد دیر ہو گئی مگر ظہر کے وقت پہنچ کر ظہر پڑھ لی تب بھی مستحب ادا ہو گیا۔ (شرح مناسک: ۱۸۸)

◎ اگر زوال کے بعد نکلا اور ظہر منیٰ میں پڑھ لی (مثلاً اپنی سواری سے گیا) تو بھی صحیح ہے، کوئی حرج نہیں۔

◎ اگر ۸/ویں کو جمعہ ہو تو زوال سے پہلے ہی نکل جائے ورنہ پھر جمعہ پڑھ کر جانا ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۸)

◎ مستحب یہ ہے کہ ۸/ کو جمعہ ہو جائے تو صبح صادق سے پہلے نکل جائے۔ (شرح احیاء)

◎ منیٰ میں پانچ نمازیں ظہر عصر، مغرب عشاء اور فجر پڑھنی سنت ہے۔
◎ منیٰ میں عرفہ کی صبح کی نماز ہر دن کی طرح اسفار میں پڑھنا افضل ہے۔ (مناسک)
◎ اگر کسی نے ۸؍تاریخ کے دن کے بعد والی رات بجائے منیٰ میں گذارنے کے مکہ میں گذاری اور مکہ سے عرفہ چلا گیا اور منیٰ سے ہوکر گذرا تو کوئی دم وغیرہ واجب نہیں۔ (شرح مناسک: ص۱۸۹)
◎ مکہ سے منیٰ تلبیہ پڑھتا ہوا جانا مستحب ہے۔ اسی طرح دعا اور ذکر کرتا ہوا جائے۔ (شرح مناسک: ص۱۸۹)
◎ ۹؍ویں کی صبح فجر کی نماز تک منیٰ میں رہنا سنت ہے۔
◎ قارن کو احرام باندھنے کی ضرورت نہیں اس کا احرام حج باقی ہے۔

۸؍ویں تاریخ کو یوم الترویہ کیوں کہا جاتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ) آئے پس ہم لوگ یوم الترویہ تک حلال (احرام سے آزاد) رہے یہاں تک کہ یوم الترویہ آگیا، یعنی ہم لوگوں نے یوم الترویہ میں احرام حج کا باندھا۔ (مسلم: ص۳۹۶)

فائدہ: خیال رہے کہ تمتع کرنے والے جیسا کہ آج کل عموماً لوگ تمتع کرتے ہیں مکہ مکرمہ میں عمرہ کے احکام سے فارغ ہوکر رہیں گے۔ نفلی طواف دیگر عبادت میں وقت گذاریں گے۔ پھر ۸؍تاریخ کو حج کا احرام باندھیں گے جیسا کہ معمول ہے۔ اس ۸؍تاریخ کو یوم الترویہ بھی کہا جاتا ہے۔

یوم الترویہ کیوں کہا جاتا ہے اس کی متعدد وجہیں ہیں۔

❶ اس دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک دکھایا تھا۔
❷ اس دن حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا علیہا السلام کو دیکھا تھا۔
❸ اس رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کررہے ہیں تو دن میں سوچنے لگے کہ یہ محض خواب ہے یا وحی الٰہی۔
❹ اسی دن عرب اپنے اونٹوں کو پانی سے سیراب کرتے تھے کہ وہ منیٰ اور عرفات جانے کے لئے تیار رہیں۔

(عمدۃ القاری: ۹/۲۹۹، القریٰ)

فجر کی نماز کے بعد اشراق کے وقت مکہ مکرمہ سے منیٰ کے لئے نکل جانا سنت ہے۔ تاکہ اطمینان سے ظہر کی نماز کا وقت پالیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں "ذکر ابو سعید النیشابوری فی کتاب شرف المصطفیٰ ان خروجه صلی الله علیه وسلم یوم الترویه کان ضحیً و فی سیرة الملا انه صلی الله علیه وسلم خرج الی منیٰ بعد ما زاغت الشمس." (عمدۃ القاری: ۹/۲۹۷)

خیال رہے کہ یہ منیٰ کا پہلا قیام ہے جو ۸ر کے ظہر سے ۹ر کی فجر تک رہتا ہے۔ یہ قیام سنت ہے اگر کوئی شخص منیٰ کا یہ قیام نہ کرے اور ۹ر کی فجر کے بعد عرفات چلا جائے تو حج ادا ہو جائے گا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعامل امت کے خلاف ہوگا۔ (شرح لباب: ص ۱۸۹)

منیٰ کا دوسرا قیام یوم النحر کی صبح سے ایام تشریق تک ہے یہ جمرات کی رمی کے لئے ہے۔

منیٰ

حج کے اہم ترین مناسک اور مقامات میں سے ہے۔ جہاں قریب ۴ر دن قیام رہتا ہے۔ یہاں یوم الترویہ کو پانچ نمازیں، ظہر، عصر، مغرب وعشاء اور فجر پڑھنی ہوتی ہے۔ پھر دسویں تاریخ کے چاشت کے وقت ایام تشریق تک رمیٰ، قربانی حلق کے لئے قیام ہوتا ہے۔ اولاً حضرت آدم علیہ السلام کو یہاں کا قیام اور مناسک حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھایا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے منیٰ وغیرہ لے جا کر حج کے احکام اور مناسک سکھایا۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل نے ایک روایت کے اعتبار سے لے جا کر بتایا اور سکھایا تھا اور فرمایا آپ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستے کی پیروی کیجئے۔

یہ منیٰ مکہ مکرمہ سے ۳ر میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہلے مکہ اور منیٰ کے درمیان آبادی نہیں تھی اب آبادی مکہ سے منیٰ تک متصل ہوگئی ہے۔ کلومیٹر کے اعتبار سے پانچ کلومیٹر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اسے منیٰ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب حضرت آدم علیہ السلام سے جدا ہوئے تو کہا تمنا اور خواہش بیان کیجئے تو انہوں نے جنت کی تمنا کی اس پر اس کا نام منیٰ پڑ گیا۔ (اخبار مکہ، شرح احیاء: ص ۶۲۰)

عمر بن مطرف نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ منیٰ کو اس وجہ سے منیٰ کہا جاتا ہے کہ چونکہ یہاں خون بہایا جاتا ہے یعنی قربانی کی جاتی ہے۔ (اخبار مکہ: ۱۸۰/۲)

شرح احیاء میں ہے کہ منیٰ کو اس وجہ سے منیٰ کہا جاتا ہے کہ چونکہ لوگ یہاں عذاب سے امان ڈھونڈھتے ہیں۔ (شرح احیاء: ص ۶۲۰)

منیٰ میں ۹ر کی صبح کو آپ نے تکبیر تشریق شروع فرمادی تھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی صبح فجر کی نماز کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے یہ تکبیر پڑھو

"اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد."

اسے عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخر دن عصر تک پڑھتے تھے۔ (القریٰ: ص ۳۷۹)

فَائِدَہ: ۹؍تاریخ کی صبح کی نماز کے بعد سے لے کر ۱۳؍تاریخ کی عصر تک یہ تکبیر ہر نماز کے بعد کہنا سنت ہے۔

اگر منیٰ میں حاجیوں کا خیمہ مزدلفہ میں ہو جائے تو کیا کرے

حجاج کرام کا رمی کے ایام ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ میں منیٰ کا رکنا اور قیام کرنا اور شب گذارنی سنت ہے۔ واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی بلا عذر اور بلا کسی مجبوری کے منیٰ بجائے اور کسی بھی مقام پر قیام کرے گا اور رات گذارے گا تو ترک سنت کا گناہ اور مناسک کی ایک سنت یعنی حج کا ایک مسنون عمل کے ترک کرنے کا صرف گناہ ہوگا کوئی دم یا صدقہ واجب نہ ہوگا۔

اگر کسی عذر سے یا کسی مجبوری سے منیٰ میں قیام نہ کر سکا نہ سستی اور غفلت سے چھوڑا نہ اپنے اختیار سے بلکہ مجبوراً ایسا ہوا تو کوئی حرج نہیں نہ سنت کے چھوڑنے کا گناہ ہوا اور نہ دم واجب ہوا۔ فقہ فتاویٰ کی تمام کتابوں میں یہی ہے۔ فتح القدیر میں ہے "انه سنة" ہدایہ میں ہے "و لو بات فی غیرها متعمداً لا یلزمه شیء عندنا."

(فتح القدیر: ص ۵۰۱، شامی: ص ۵۶۰، شرح مناسک: ص ۲۳۹)

غنیۃ میں ہے "فلو بات لغیرها متعمداً کره لا شی علیه عندنا." (غنیۃ: ص ۱۷۹)

پس حدود مزدلفہ میں ہی قیام اور جو اسی کے حق میں خدائی فیصلہ بغیر اس کے دخل و اختیار کے ہوا ہے اسے خلوص دل سے قبول کرے۔ حکومت کو اور انتظام کرنے والے پر رد نہ کرے اور لعن وطعن برا بھلا نہ کہے، یہ حجاج کرام کی جو خدا کے گھر مہمان ہو کر آئے ہیں ان کی شان نہیں کہ میزبان کے گھر کے لوگوں پر لعن طعن کریں۔ یہ ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔ نہ کوئی فرض واجب چھوٹ رہا ہے اور نہ دم واجب ہو رہا ہے۔ ہاں کوئی ایسی صورت اختیار کریں کہ آپ منیٰ میں اکثر وقت گذار لیں تو بہتر ہے۔

بہتر اور مستحب ہے کہ اکثر وقت حدود منیٰ میں گذارنے کی کوشش کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرات کے ایام منیٰ میں گذارا تھا۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق منیٰ میں نہ گذارنے والوں کو زجر توبیخ ڈانٹ ڈپٹ کیا کرتے تھے۔ اور منیٰ میں ہی مقیم رہنے کا حکم دیتے تھے۔ (فتح القدیر: ۲/۵۰۱)

اسی وجہ سے طحطاوی علی المراقی میں منیٰ میں قیام نہ کرنا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا تعامل کم از کم سنت موکدہ ہوگا۔ (اعلاء السنن: ۱۰/۱۹۱)

خیال رہے کہ منیٰ کے قیام کی حضرات صحابہ کے نزدیک بڑی اہمیت تھی۔ تب ہی تو زمزم پلانے کے کام کے لئے حضرت عباس نے خصوصی اجازت چاہی ورنہ اس کی اجازت کی کیا ضرورت۔ اسی وجہ سے ائمہ نے منیٰ کے قیام کو واجب قرار دیا ہے۔ احناف کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کسی نہ کسی درجہ میں واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے ترک پر

دم واجب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رات کا بھی گذارنا ترک کرے گا تو ایک قربانی واجب ہوجائے گی۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۲۲۱)

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ۳ر دن منیٰ کا قیام چھوڑنے پر ایک قربانی واجب ہوجائے گی۔

(الفتح الربانی: ۲۲۱/۱۰)

شرح مسند احمد میں امام ابوحنیفہ کے علاوہ جمہور علماء کا قول واجب لکھا ہے۔ "و الی وجوبه ذهب جمهور العلماء قالوا لانه من جملة المناسك للحج." (شرح مسند احمد: ۲۲۱/۱۰)

"و بالوجوب قال الجمهور." (مرعاۃ: ۱۲۶/۷)

شرح مناسک میں ہے "سنة عندنا و واجب عندالشافعی" (شرح مناسک: ص ۲۳۵)

مزید یہ کہ قیام مناسک حج میں سے ہے۔ گو ہمارے یہاں سنت ہے۔ اور آپ نے مناسک حج۔ حج کے جو امور ہیں ان کو اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ "لتاخذوا عنی مناسککم." ادھر احناف کے یہاں ایک قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو ایسا رخ عمل کا اختیار کرے کہ سب کے نزدیک ہوجائے۔ کسی کے نزدیک نقص نہ ہو۔ پس اس وجہ سے کہ آپ کی سنت ہے۔ حضرت عمر اس کے خلاف کرنے پر لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ زجر و توبیخ فرماتے تھے۔ کسی کو منیٰ سے باہر نہ جانے دیتے تھے۔ اور یہ کہ حج کے مناسک میں ہے۔ حج کے اہم ارکان رمی، حلق، قربانی یہاں ادا ہوتے ہیں اور اکثر حضرات کے یہاں واجب ہے ان امور کے پیش نظر باوجودیکہ خیمہ مزدلفہ میں ہو منیٰ میں اکثر وقت گذارنے کی کوئی صورت نکال لے۔

1. مثلاً بعض احباب و رفقاء کے خیمے حدود منیٰ میں ہوں گے ان سے ربط، جوڑ کرلے اور بیشتر حصہ وہاں گذارے۔ صرف رات کو سونے کے لئے اگر تنگی ہو تو چلا جائے۔ اکثر وقت بھی گذارنے سے سنت ادا ہوجائے گی۔
2. دن بھر اپنے خیمہ میں نماز اور کھانا پکانا وغیرہ کرے، باقی صرف رات سونے کے لئے حدود منیٰ میں چلا جائے۔
3. مزدلفہ کے خیمہ کو چھوڑ کر کہیں بھی حدود منیٰ میں اپنے طور پر قیام کرے۔ آپ عرب کے جم غفیر کو دیکھیں گے جو خیمہ کے بجائے حدود منیٰ میں پھیلے پڑے ہوں گے۔ کوئی تکلیف و پریشانی نہ ہو تو حدود منیٰ جو بہت وسیع ہے بہت سی جگہوں میں آپ گنجائش پائیں گے۔ تو یقیناً کوئی صورت پیدا ہوجائے گی۔ حدود منیٰ سے متصل ہی خیمے ہوتے ہیں۔ دور نہیں ہوتے ہیں۔ آپ سامان وغیرہ خیمہ میں رکھے ہوئے بھی حدود منیٰ میں قیام کی صورت نکال سکتے ہیں۔

بالفرض اگر نہ نکلا تو آپ مزدلفہ ہی میں افسوس کرتے ہوئے اور خدائی فیصلے پر راضی رہیں، تو ثواب سنت کا یقیناً پالیں گے۔ اس بات کا خیال رہے کہ عورتیں تو جہاں خیمہ ان کا مقرر ہوا ہے وہیں رہیں گی اور وہاں قیام عذر کی وجہ سے جائز ہوگا مکروہ نہ ہوگا۔ ہاں مگر مزدلفہ میں خیمہ آجائے تو آپ مکہ مکرمہ اپنی رہائش گاہ پر نہ جائیں یہ بہتر نہیں۔

چونکہ اس صورت میں دو باتیں نامناسب ہوجائیں گی۔ منیٰ کے قیام سنت کا ترک اور مکہ مکرمہ کے قیام کی کراہت، آپ نے مکہ مکرمہ میں ان دنوں قیام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ منیٰ کے قیام کے دنوں میں مکہ مکرمہ میں سونا مکروہ ہے۔ (فتح القدیر: ۲/۵۰۲)

پس مکہ مکرمہ میں رمی کے ایام میں قیام کرنا ایک مکروہ کا ارتکاب ہے۔

آپ بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنیں گے جب مزدلفہ میں خیمہ ہے تو منیٰ کی سنت چھوٹ گئی اس سے بہتر ہم مکہ مکرمہ میں کیوں نہ مقیم رہیں کہ وہاں رہائش کی سہولت ہے۔ خیال رہے کہ یہ غلط نظریہ ہے۔ منیٰ کا قیام اگر چھوٹ رہا ہے تو اپنے اختیار سے نہیں بلا اپنے قصد و اختیار کے چھوٹ رہا ہے۔ اور ہم مکہ مکرمہ میں قیام اپنے اختیار و ارادے سے کر رہے ہیں جو مکروہ ہے۔ پھر یہ کہاں شریعت کا اصول ہے کہ اگر ایک سنت چھوٹ رہی ہو تو دوسرے مکروہ کا ارتکاب کرلیا جائے۔

مزید یہ کہ یہاں رہتے ہوئے منیٰ کے قیام کی صورت نکل سکتی ہے، مکہ مکرمہ جانے سے یہ صورت بھی ختم ہوجائے گی۔ آپ دیکھیں گے بہت سے لوگ ایسی حالت میں مکہ مکرمہ جانے کو بہتر خیال کرلیتے ہیں سو یہ خیال صحیح نہیں۔ مکہ مکرمہ کے بجائے مزدلفہ ہی کا قیام اس کے حق میں مشروع رہے گا۔ اور دل کی تڑپ کی وجہ سے کہ کاش ہمارا خیمہ بھی حدود منیٰ میں رہتا۔ ثواب کی امید کی جاسکتی ہے۔ جو مکہ جا کر حاصل نہیں ہوگی۔

منیٰ سے عرفات جانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسک کا بیان

منیٰ سے عرفات کی طرف آپ سورج نکلنے کے بعد روانہ ہوئے تھے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ۸/ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوکر (منیٰ) چلے اور وہاں (پانچ نمازیں) ظہر عصر، مغرب، عشاء اور فجر پڑھی۔ فجر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر چلے یہاں تک کہ عرفہ پہنچے۔ (ابن خزیمہ: ص ۲۴۸، ابن ابی شیبہ: ۴/۳۷۰)

حضرت عبداللہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے ان کو (مکہ سے) منیٰ لے کر آئے یہاں پانچ نمازیں پڑھوائیں۔ پھر جب فجر کی نماز پڑھی دن نکل آیا تو عرفہ لے کر تشریف لائے۔ (مطالب عالیہ:۱/۳۴۳)

حضرت ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کو اس وقت منیٰ سے عرفات لے کر آئے جب سورج کا کنارہ نکل آیا۔ (شرح مسند احمد:۱۲/۱۱۲، مطالب عالیہ:ص۲۴۳)

فائدہ: ۹ر تاریخ عرفہ کی صبح کی نماز منیٰ میں پڑھی جائے گی۔ اس کے بعد سورج طلوع ہو جائے تو منیٰ سے عرفات کی جانب نکل جانا سنت ہے۔ ابن حمید کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا۔ فجر کی نماز پڑھی سواری تیار تھی۔ جب سورج کو دیکھا کہ اس کی روشنی پہاڑ کی چوٹی پر آگئی تو سوار ہوئے اور عرفات کی جانب نکلے۔

(ابن ابی شیبہ:۴/۳۷۱)

فتح الباری میں ہے کہ حضرت جابر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ منیٰ سے عرفات سورج نکلنے کے بعد نکلے۔ (فتح الباری:۳/۴۰۳)

ابن ہمام کی فتح القدیر میں ہے۔ منیٰ سے عرفات سورج نکلنے کے بعد جانا سنت ہے۔ (فتح القدیر:۲/۴۶۷)

ملا علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں فجر اسفار میں پڑھے جب سورج نکل جائے اور دھوپ تیز پہاڑی پر آجائے تو تلبیہ کہتا ہوا درود پڑھتا ہوا عرفات نکل جائے۔ (شرح مناسک:ص۱۸۹)

معلوم ہوا کہ اولاً منیٰ میں روزانہ کی طرح فجر کی نماز پڑھے۔ اس کے بعد ذکر وغیرہ کرتا رہے۔ اور جب سورج نکلے اور دھوپ چوٹی پر آئے۔ اور سورج نکلتے ہی دھوپ چوٹی پر آتی ہے ویسے ہی منیٰ سے نکل جائے۔ پس جو لوگ رات میں ہی فجر سے پہلے نکل جاتے ہیں خلاف سنت ہے۔ اسی طرح جو اندھیرے میں فجر پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ راستہ میں سورج تو نکل ہی جائے گا یہ طریقہ بھی خلاف سنت ہے مگر جائز ہے کوئی گناہ نہیں ہے۔ خیال رہے کہ جو لوگ اپنی گاڑی کی سواری کر کے عرفات جاتے ہیں ان کے لئے تو یہی سنت اور بہتر ہے کہ سورج نکلنے کے بعد فوراً روانہ ہو جائیں۔ چونکہ اپنی سواری ہے اور نکلنے کا اختیار ہے۔ اور جو لوگ حکومت کے بس سے جاتے ہیں ان کی بس عشاء کے بعد صبح سے پہلے بھی لے جاتی ہے تو وہ بھی حسب سہولت فجر سے پہلے جا سکتے ہیں۔ چونکہ اژدحام کی وجہ سے صبح کے بعد بس کا ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا معذوری کی وجہ سے جانا جائز ہے۔ بہت سے بہت خلاف سنت ہونے کی وجہ سے سنت کا ثواب نہیں ملے گا۔ مگر حج میں کراہیت نہیں آئے گی۔ جو لوگ پیدل جانا چاہتے ہیں ان کے لئے تو بہتر یہی ہے کہ سنت کے مطابق سورج نکلتے ہی منیٰ سے چل دیں چونکہ چلنا اپنے اختیار میں ہے۔ اور بسہولت عرفات ظہر تک بھی پہنچ جائیں گے۔

حج کے مقامات منیٰ مزدلفہ عرفات کس راستہ سے جانا اور آنا سنت ہے

ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے عرفہ ضب کے راستہ سے گئے۔ اور عرفہ سے واپس آئے تو، مازمین کے راستہ سے آئے۔ (رسالہ حجۃ الوداع: ص ۹۵، ۱۰۸)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرفات سے چلتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب آپ شعب ایسر جو مزدلفہ کے قریب ہے پہنچے (مازمین کے راستہ سے) تو اونٹ کو روکا پیشاب کیا آئے تو میں نے وضو کا پانی دیا آپ نے ہلکا سا وضو کیا۔ (مبالغہ اور اسباغ نہیں کیا)۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۲۹)

فائدہ: فقہاء کرام نے اور محدثین عظام نے لکھا ہے کہ عرفہ ضب کے راستہ سے جائے اور واپس آئے تو مازمین کے راستہ سے واپس آئے۔ "یستحب ان یسیر الی عرفة علی طریق صنب و یعود علی طریق المازمین." مگر اس زمانہ میں اس پر عمل مشکل ہے۔ اپنے اختیار سے آنا جانا نہیں ہوتا سواری اور موٹر سے جانے والوں کا راستہ اور پیدل جانے والوں کا راستہ الگ الگ ہوتا ہے۔ دونوں راستے حکومت کی جانب سے متعین ہوتے ہیں۔

عرفات جانے کا جو پیدل راستہ ہے جسے طریق المشاۃ کہتے ہیں اسی راستہ سے پیدل آنا بھی ہے اور جانا بھی ہے۔ اسی طرح موٹر سواری کے راستوں کو اپنے انتظام سے طے کرتی ہے۔ سعودی پولیس جس راستہ سے جانے کہتی ہے اسی راستہ سے جانا ہوتا ہے۔ لہٰذا جانا صنب کے راستہ سے اور آنا، مازمین کے راستہ سے اس پر عمل مشکل ہے۔

اس زمانہ میں طریق المشاۃ پیدل والوں کا راستہ ہے، وہ صنب کا راستہ ہے چونکہ یہ راستہ مسجد خیف کی پہاڑ کے بغل سے گذرا ہے۔ رسالہ حجۃ الوداع میں صنب کی تشریح کرتے ہوئے "ضب اسم الجبل الذی فی اصله مسجد الخیف." (رسالہ حجۃ الوداع: ص ۹۵)

مازمان وہ راستہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے عرفہ اور مزدلفہ کے بیچ یہ علاقہ ہے۔ "مازم موضع معررف بین عرفة و المشعر." (حجۃ الوداع: ص ۱۰۸)

موجودہ دور میں جو راستے عرفات سے مزدلفہ اور منیٰ آنے کے بنے ہوئے ہیں وہ پہاڑیوں کے درمیان میں ہیں۔ پس اس اعتبار سے فی الجملہ اس طریق سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔ اب موجودہ دور میں سواری کے متعدد راستے ہو گئے ہیں اور پیدل کا راستہ ایک ہے جو وسیع اور کشادہ ہے۔

منیٰ سے عرفات تلبیہ اور تکبیر کہتے ہوئے جانا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (منیٰ سے عرفہ جاتے ہوئے) ہم میں سے بعضے تلبیہ پڑھ رہے تھے اور بعضے تکبیر پڑھتے جا رہے تھے اور ایک دوسرے پر کوئی نکیر نہیں کر رہا تھا۔ (بخاری: ۱/۲۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ (آپ کے ساتھ) صبح منیٰ سے عرفہ جارہے تھے کوئی تلبیہ پڑھ رہا تھا کوئی تکبیر۔ (فتح الباری: ۲/۴۰۱، مسند احمد: ص ۱۱۸، مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ سے جب چلتے تو تلبیہ پڑھتے ہوئے چلتے۔ (ہدایۃ السالک: ۳/۹۸۱)

فائدہ: منیٰ سے عرفات جاتے تلبیہ "لا الٰہ الا الٰہ اللّٰہ اکبر" پڑھتے ہوئے جانا سنت ہے۔ فتح القدیر میں ہے "و یلبی و یھلل و یکبر." (فتح القدیر: ص ۴۶۷)

حسب انشراح کبھی "لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" پڑھ لے کبھی ذرا زور سے تلبیہ "لبیك اللھم لبیك" پڑھ لے۔

علامہ سندھی نے بیان کیا کہ مطلب یہ ہے کہ تلبیہ اور تکبیر دونوں پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔ کبھی تلبیہ کبھی تکبیر۔ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے ثابت ہے کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہے۔

پس حجاج کے لئے بہتر یہ ہے کہ کثرت سے تو تلبیہ پڑھیں اور درمیان میں "لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر" بھی پڑھتے رہیں۔ (شرح مسند: ۱۲/۱۱۸)

منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے کیا دعا پڑھے

منیٰ سے عرفات کی جانب جاتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

"اللھم اجعلھا خیر غدوة و اقربھا من رضوانك و ابعدھا من سخطك، الھم الیك توجھت و علیك توکلت و وجھك اردت فاجعل ذنبی مغفوراً و حجی مبروراً و ارحمنیٰ و لا تخیبنی و بارك فی سفری. و اقض بعرفات حاجتی انك علی کل شیء قدیر." (ہدایۃ: ص ۹۸۰، حج عمرہ کی مسنون دعاء: ص ۵۸)

"اللھم انیك غدوت و علیك اعتمدت و وجھك اردت فاجعلنی ممن تباھی به الیوم من ھو خیر منیٰ و افضل." (شرح مناسک: ص ۵۸۸)

منیٰ سے عرفات جانے کے متعلق چند مسائل

- ذی الحجہ کی ۸ر تاریخ جسے یوم الترویہ کہتے ہیں اس دن فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھے۔
- جب سورج نکل جائے تو مکہ سے منیٰ کی جانب جائے۔
- اس دن ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے۔
- اگر زوال سے پہلے نکلا اور منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تب بھی سنت کا ثواب پالیگا۔ اگر مکہ مکرمہ سے زوال کے

بعد نکلا اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھ لی تب بھی کوئی حرج نہیں۔

۵ اگر یوم الترویہ جمعہ کو پڑ جائے تو بہر صورت زوال سے پہلے نکل جائے

۶ اگر ۸ر تاریخ کو جمعہ ہوا اور زوال سے پہلے نہیں نکل سکا تو اب جمعہ پڑھ کر منیٰ جائے گا۔ (اس صورت میں منیٰ میں ایک نماز کم ہونے کی وجہ سے خلاف سنت کا مرتکب ہوگا)۔

۷ منیٰ میں پانچ نمازوں کا ظہر عصر، مغرب عشاء اور عرفہ کے دن فجر کی نماز کا پڑھنا سنت ہے۔

۸ رات سے ہی منیٰ کی جانب جانا یا صبح صادق سے پہلے جانا اور فجر کی نماز منیٰ میں پڑھنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۹)

۹ فجر کے بعد طلوع شمس کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ پیدل جانا افضل ہے۔ اور سواری پر بھی جائز ہے۔

۱۰ سنت ہے کہ مکہ مکرمہ سے منیٰ جائے تو ذکر کرتا ہوا دعا کرتا ہوا تلبیہ پڑھتا ہوا جائے۔ (شرح مناسک: ص ۱۸۹)

۱۱ منیٰ میں نماز باجماعت مسجد خیف میں پڑھے یہ سنت ہے۔

۱۲ اگر بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے مسجد خیف نہ جا سکے تو اپنے خیمہ میں ہی جماعت بنا کر نماز پڑھے۔ جماعت کا اہتمام کرے۔ تنہا پڑھنے کی صورت اختیار نہ کرے۔ اپنے تمام اوقات کو ذکر تلاوت دعا و تلبیہ میں مصروف رکھے، ہوٹلوں میں سیر و تفریح میں احباب کی مجلسوں میں وقت بلا ضرورت صرف نہ کرے۔

۱۳ نویں تاریخ عرفہ کے دن صبح کی نماز منیٰ میں پڑھنا سنت ہے۔

۱۴ صبح سے پہلے رات میں منیٰ سے عرفات جانا خلاف سنت مکروہ ہے۔ گو جائز ہے۔

۱۵ بس اور موٹر والے رات میں بس لگا دیتے ہیں اور لوگوں کو صبح سے پہلے لے جاتے ہیں صبح سے پہلے ان کا جانا اور حجاج کرام کا جانا خلاف سنت ہے۔ جو مکروہ ہے۔ حتی الامکان حج کے امور کو خلاف سنت اور مکروہ امر سے بچائے۔

یوم عرفہ میں زوال کے بعد غسل کرنا وقوف کے لئے مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں غسل کرلوں پھر عرفہ کی طرف نکلوں۔ (بخاری: ص ۲۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام سے پہلے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت اور عرفہ میں زوال کے بعد غسل فرماتے۔ (موطا امام مالک: ص ۱۲۵، القریٰ: ص ۳۹۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں عرفہ میں غسل فرماتے۔ (القریٰ: ص ۳۹۵)

نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ وقوف عرفہ میں زوال کے وقت غسل کرتے تھے۔ (فتح الباری: ۲/۳۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غسل عرفہ کے دن، جمعہ کے دن، عید و بقرعید کے دن (سنت) ہے۔ (طحاوی:۱/۷)
عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عرفہ کے دن حضرت ابن مسعود کے ساتھ پیلو کے درخت کے نیچے غسل کیا۔ (القریٰ:ص۳۹۵،مجمع الزوائد:ص۲۵۳)

فَائِدَہ: عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے، چونکہ وقوف زوال کے بعد ہی ہے۔
شرح مناسک میں ہے کہ جب زوال، آفتاب ڈھل جائے تو غسل کرے، "فاذا زالت اغتسل لوقوف عرفه علی الصحیح." (شرح مناسک:ص۱۹۱)، اسی طرح ہدایہ میں ہے وقوف عرفہ سے قبل غسل کرنا سنت ہے۔
(ہدایہ:۳/۵۳۰)

عرفہ کے دن حاجیوں کو روزہ رکھنا خلاف سنت مکروہ ہے

ام الفضل بنت الحارث سے مروی ہے کہ لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں روزہ رکھا ہے یا نہیں۔ کسی نے کہا روزہ رکھا ہے کسی نے کہا روزہ نہیں رکھا ہے۔ تو ام الفضل نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ عرفہ میں اونٹ پر سوار تھے۔ آپ نے پی لیا۔ (سنن کبریٰ:۵/۱۱۷، مسلم:ص۳۵۷)
میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارے میں شک ہوا تو دودھ آپ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ عرفہ میں وقوف فرما رہے تھے آپ نے پی لیا لوگ دیکھ رہے تھے۔ (بخاری:۲۶۷،زاد:۲۴۴)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن اہل عرفہ کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ:۵/۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا عرفہ کے روزہ کے بارے میں تو انہوں نے کہا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ حضرت ابوبکر کے ساتھ حج کیا انہوں نے روزہ نہیں رکھا میں نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا انہوں نے روزہ نہیں رکھا تو میں بھی روزہ نہیں رکھتا ہوں۔ نہ میں کسی کو اس کا حکم دیتا ہوں نہ کسی کو اس سے منع کرتا ہوں۔ (ابن حبان، ہدایہ:ص۱۹۶)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حجاج کرام کو عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا سنت ہے۔ تاکہ روزہ کی وجہ سے حج کے امور کی ادائیگی میں ضعف اور تعب نہ ہو۔ چونکہ حج کے مناسک کا ادا کرنا اہم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا ہے اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام جو ضعف و تعب محسوس نہیں کرتے تھے روزہ رکھتے تھے۔
موجودہ دور میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے چونکہ حج کے یہ ایام کثرت اژدحام کی وجہ سے مشقت کا باعث ہوتے ہیں۔ روزہ کی وجہ سے حج کے مناسک میں خلل اور نقص کا اندیشہ ہے لہٰذا رکھنا مکروہ ہوگا۔ ابن ہمام کی فتح میں ہے۔ "ان کان یضعه عن الوقوف و الدعوات فالمستحب ترکه." ملا علی قاری کہتے ہیں کہ باوجود

کمال قوت کے آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ (شرح مناسک: ص ۲۰۷)

وقوف عرفہ میں ظہر وعصر کو ایک ساتھ جمع کر کے کب پڑھا جائے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ظہر وعصر کو ایک اذان اور اقامت کے ساتھ جمع کیا تھا۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۵۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرفات میں) خطبہ دیا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ ان دونوں کے درمیان آپ نے کوئی (سنت ونفل) نماز نہیں پڑھی۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۵۲)

آپ نے میدان عرفہ میں ظہر وعصر کو ایک ساتھ زوال کے بعد پڑھا تھا اور بیچ میں کوئی سنت ونفل نہیں پڑھی۔ یہی طریقہ حاجیوں کے لئے ہے۔

فائدہ: ہر شخص عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کر کے ایک ہی وقت میں نہیں پڑھے گا یعنی یہ حکم عام نہیں اس کے لئے کچھ ضوابط اور شرائط ہیں جسے ملا علی قاری اور دیگر ارباب فقہ وحدیث نے بیان کیا ہے۔

1. حالت احرام میں ہونا جو لوگ حالت احرام میں نہیں مثلاً ڈرائیور اور ہوٹلوں میں کام کرنے والے احرام سے نہیں ہوتے ہیں۔ ان کو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنی پڑے گی۔
2. امام المسلمین یا اس کے نائب امیر الحج کے پیچھے نماز کا پڑھنا، مسجد نمرہ جو عرفات میں ہے اس کا امام المسلمین شاہ سعود کی جانب سے نائب ہو کر امامت کرتے ہیں۔ پس جو لوگ اس امام کے پیچھے نماز جماعت سے پڑھ رہے ہیں خواہ مسجد سے باہر سہی، ان کو جمع کرنا جائز ہے۔ جو اس جماعت میں شریک نہیں خواہ جماعت ہی کے ساتھ اپنی جگہوں میں یا خیموں میں پڑھ رہے ہوں وہ جمع نہیں کریں گے بلکہ دونوں نماز اس کے وقت پڑھیں گے۔
3. عصر سے پہلے پڑھنا، پس ظہر کو عصر تک موخر کرنا کہ عصر کے وقت دونوں کو جمع کریں گے۔ یہ جائز نہیں ہے۔

(شرح مناسک: ص ۱۹۷)

مزید تفصیل کے لئے اور تمام شرطوں کے لئے جو فقہاء نے بیان کیا ہے شرح مناسک میں دیکھئے۔

انتباہ: عورتیں اس صورت میں اپنے خیموں یا جگہوں میں نماز تنہا پڑھیں گی یہی ان کے لئے افضل ہے۔ مردوں کی جماعت میں شریک ہو جائیں تو یہ جائز ہے۔

اپنے خیمہ میں نماز پڑھے تو ظہر اور عصر دونوں اپنے وقت پر پڑھے

مغیرہ نے حضرت ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا عرفہ میں جب تم اپنے کجادہ میں (اپنی جگہ) نماز

پڑھوتو ہرنماز کواپنے وقت پر پڑھو۔اور ہرایک کے لئے اذان اور تکبیر کہو۔(ابن ابی شیبہ:ص ۴۹۱،اعلاء السنن:ص ۱۱۴)

فائدہ: خیال رہے کہ اگرامام حج کے ساتھ مسجد نمرہ میں کوئی عرفہ کے دن نماز پڑھتا ہے تو وہ امام کے ساتھ ظہر اور عصر کو جمع کرے گا اور اگر اپنے خیمہ میں گو اپنے رفقاء کے ہمراہ جماعت بنا کر نماز پڑھتا ہے تو ظہر اور عصر کو ایک ساتھ جمع نہیں کرے گا بلکہ الگ الگ اپنے اپنے وقت پر پڑھے گا۔احناف کے یہاں یہی ہے۔(اعلاء السنن:ص ۱۰۵)

"ثم من الشرائط المختلف فيها ان يكون اداء الصلاتين جميعا بالامام او نائبه عند ابى حنيفة." (شرح لباب:ص ۱۹۸،غنیۃ المناسک:ص ۱۵۳)

وقوف عرفہ میں بھی تلبیہ پڑھتے رہنا سنت ہے

عکرمہ بن خالد مخزومی سے یوم عرفہ میں تلبیہ پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کیا آپ ﷺ تلبیہ پڑھ رہے تھے جب کہ آپ وقوف عرفہ میں تھے۔(شرح احیاء:۴/ ۶۲۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اس بات پر شاہد ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وقوف عرفہ میں تلبیہ پڑھ رہے تھے۔(شرح احیاء:ص ۱۱)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ عرفات میں تھا انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے میں لوگوں کو تلبیہ پڑھتے نہیں سن رہا ہوں؟ تو میں نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خوف سے (کہ یہ وقوف عرفہ میں تلبیہ کے قائل نہیں تھے) تو حضرت ابن عباس اپنے خیمہ سے نکلے اور پڑھنے لگے، "لبيك اللهم لبيك" (یعنی لوگوں کو زور سے پڑھ کر بتانے لگے کہ وقوف عرفہ میں تلبیہ پڑھنا سنت ہے، ممنوع نہیں ہے)۔

(شرح احیاء:ص ۱۱،سنن کبریٰ:ص ۱۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا عرفہ کا دن تھا۔میں ان کے ہودج کے پیچھے تھا دیکھا کہ وہ (میدان عرفات میں) برابر تلبیہ پڑھتی رہیں یہاں تک کہ جمرہ کی رمی کی۔(سنن کبریٰ:۵/ ۱۱۳)

فائدہ: خیال رہے کہ وقوف عرفہ میں دیگر اذکار دعاؤں کے ساتھ تلبیہ بھی پڑھتا ہے۔رمی جمرہ عقبہ تک حاجیوں کو تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔آپ ﷺ نے پڑھا دیگر جلیل القدر صحابہ کرام نے پڑھا۔دیکھئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہ پڑھنے والوں پر انکار کرتے ہوئے تلبیہ پڑھ کر سنایا اور دکھایا کہ عرفات میں تلبیہ مشروع اور مسنون ہے۔

ہدایہ میں ہے "و يلبى فى موقفه ساعة بعد ساعة" اور میدان عرفات میں تلبیہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ پڑھتا رہے۔اور اس کی شرح عنایہ میں ہے اور تلبیہ مسلسل پڑھتا رہے۔(یعنی عرفہ اور مزدلفہ میں) یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی پہلی رمی کرے۔(یعنی پہلی رمی کرتے ہوئے چھوڑ دے۔(فتح القدیر:۲/ ۴۸۵)

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ عرفات میں تلبیہ درود، تکبیر تہلیل سب پڑھتا رہے گا۔ ان اذکار و دعا کے درمیان تلبیہ پڑھتا رہے گا۔ (شرح ہدایہ:۳/۵۳۲)

عرفات میں آپ کے قیام اور وقوف کی ترتیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں (آتے ہوئے) نمرہ میں قیام کیا۔

(ابوداؤد:ص ۲۶۵، اتحاف السادۃ:ص ۶۳۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے آپ زوال کے بعد جلد آئے ظہر عصر ایک ساتھ پڑھی پھر خطبہ دیا۔ پھر وقوف کی جگہ (صخرات کے پاس) تشریف لائے۔ (القریٰ:ص ۳۸۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ سوار ہوئے (نماز کے بعد) اور وقوف کی جگہ آئے اور اپنی اونٹنی کو صخرات (چٹانوں کے پاس) رکھ دیا اور جبل رحمت کو سامنے رکھا اور رخ قبلہ ہو کر غروب شمس تک کھڑے رہے۔

(سنن کبریٰ:۵/۱۱۵، مسلم:ص ۳۹۸)

فائدہ: منیٰ سے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام نمرہ میں جہاں اب ایک شاندار مسجد ہے جسے مسجد نمرہ کہا جاتا ہے قیام کیا۔ اور زوال تک قیام کیا۔ زوال کے بعد مسجد نمرہ جو حد عرفات سے خارج ہے۔ ظہر عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی پھر حدود عرفہ میں داخل ہوئے اور وقوف کیا۔ نمرہ حدود عرفہ سے خارج ہے "كذا فی شرح احياء، انها موضع قريب من عرفات." ہدایہ میں ہے "راح الى الموقف عقب الصلوٰة" آپ وقوف کے لئے موقف میں نماز کے بعد گئے۔ (بنایہ:۳/۵۲۶)

یعنی صخرات کے پاس۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ نے ظہر کی نماز کے بعد وقوف کی جگہ پر آئے اور سورج ڈوبنے تک وقوف کیا۔ (القریٰ:ص ۳۸۸)

آپ کے وقوف کی ترتیب:

نمرہ جو حد عرفہ سے خارج ہے یہاں آپ زوال تک رہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ابراہیم تشریف لائے جو حد عرفہ میں ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی جماعت کی اور دنوں کو ایک ساتھ پڑھا اور خطبہ دیا۔ پھر نماز کے بعد عرفات کے اس مقام پر آئے جہاں بڑی بڑی چٹانیں ہی جن کو صخرات کہتے ہیں۔

"رواية الجمهور انهم ينزلون بها (نمرة) حتى تزول الشمس فاذا زالت ذهب الامام بهم الى مسجد ابراهيم عليه السلام و خطب و صلى فيه، ثم بعد الفراغ من الصلوٰة يتوجهون الى الموقف، و موقف النبى صلى الله عليه وسلم بالصخرات." (شرح احیاء:۴/۶۲۴، ۶۲۵)

"و قال محب الطبری و علیٰ هذا یکون موقف صلی الله علیه وسلم علی الصخرات الکبار المفترشة فی طرف الجبیلات الصغار. (شرح احیاء:ص ۶۲۷) و الذی نختار فی الموقف ان یقصد نحوالجبل الذی عندالصخرات السود و هو الجبل الذی یقال له جبل الدعا و هو موقف الانبیاء علیهم السلام ...... و هذا احب المواقف الینا للامام و الناس انما وقف علیه لکونه موقف الانبیاء علیهم السلام." (شرح احیاء:ص ۶۲۷)

عرفات میں مسجد نمرہ کے قریب اولاً رکنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نمرہ کے مقام میں بالوں والا ایک خیمہ قبہ نما بنایا گیا تھا۔ آپ سورج طلوع ہونے کے بعد نکلے اوراس قبہ میں جونمرہ میں بنایا گیا تھا قیام کیا۔

(سنن کبریٰ:۱۱۲/۵، مسلم:ص ۳۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں صبح کی نماز کے بعد عرفہ کے دن (۹ویں تاریخ کو) منیٰ سے عرفہ چلے، اورعرفات میں نمرہ (مسجد نمرہ کے قریب) قیام کیا یہ وہی مقام ہے جہاں امراء حکماء قیام کرتے ہیں۔ پھر جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ عین دو پہر کے وقت چلے، ظہر وعصر کوجمع کر کے پڑھا، خطبہ دیا۔ اورعرفات کے مقام صخرہ کے پاس وقوف کیا۔ (بلوغ الامانی:۱۱۴/۱۲، فتح القدیر:ص ۴۶۸)

فائدہ: خیال رہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے یوم عرفہ کی صبح سورج نکلنے کے بعد چل کر وادی نمرہ میں آئے اب جہاں مسجد نمرہ ہے۔ مسجد نمرہ کا ابتدائی حصہ عرفہ سے خارج ہے، مسجد نمرہ کے بغل میں جہاں آپ نے اولاً نزول اور قیام کیا تھا وہ حدودعرفات سے خارج تھا۔ یہاں آپ نے زوال تک قیام کیا پھر زوال کے بعد آپ نے نماز پڑھی ظہر اور عصر کوجمع کر کے پڑھا۔ اس کے بعد حدودعرفات میں داخل ہوئے۔ اور صخرات کے پاس وقوف کیا۔ اب اس مقام پر ایک سفید پتھر لگایا گیا ہے تا کہ لوگوں کومعلوم ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ یہ ہے۔ فتح القدیر میں بھی ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اولاً نمرہ پر قیام کرے۔ اس کے بعد دو پہر کوعرفات میں جبل رحمت کے قریب قیام کرے۔ یہ سنت ہے۔ (فتح القدیر:ص ۴۶۸)

لیکن خیال رہے کہ اژدحام اور سخت بھیڑ کی وجہ سے بہت مشکل ہوتا ہے کہ اولاً مسجد نمرہ کے قریب رہے پھر جبل رحمت کے پاس جائے اس لئے حدودعرفہ میں جہاں سہولت سے قیام ہوجائے کرے۔ اوراطمینان سے ذکر و دعا اور رونے وآہ وبکا کرنے میں مغرب تک لگ جائے۔

آپ عرفات جاتے ہوئے اولاً مسجد نمرہ میں ٹھہرے پھر حدود عرفہ میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی صبح کو صبح کی نماز پڑھ کر (سورج نکلنے کے بعد) عرفات کی جانب آئے۔ نمرہ کے مقام پر اترے پھر جب نماز ظہر کا وقت آیا (زوال ختم ہوا) تو آپ (میدان عرفات کی جانب چلے) ظہر اور عصر کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھا پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر چلے (صخرات کے پاس) اور وقوف کیا۔ (فتح الباری: ص ۴۰۱)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ منیٰ سے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً مقام نمرہ میں قیام کیا۔ عموماً یہ وقت ۹ ر بجے سے زوال تک تھا۔ چونکہ آپ سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے نکلے تھے اور اونٹ پر سوار تھے۔ منیٰ سے عرفات ۱۴ ر کلومیٹر کے قریب ہے۔ اونٹنی پر سفر ۳ ر گھنٹے میں طے ہو جائے گا۔ یہاں نمرہ میں پہنچ کر آپ نے زوال تک قیام کیا اور آرام کیا۔ نمرہ عرفات سے خارج ہے اور مسجد نمرہ کا ابتدائی حصہ وہ بھی حدود عرفات سے خارج ہے۔ چنانچہ شرح احیاء میں ہے اگر مسجد کی غربی دیوار گرے گی تو عرفہ سے باہر اور خارج گرے گی۔ ”ان الجدار الغربی من مسجد عرفة لو سقط سقط فی بطن عرنة.“ (شرح احیاء: ص ۶۲۱) اور عرفہ حد عرفات سے خارج ہے ”لیس من عرفات وادی عرنة ولا نمره و لا المسجد الذی یصلی فیه الامام بل هذه المواضع خارج عرفات علی طرقها الغربی. و اما مسجد نمرة فلا یتادی بالوقوف فیه.“ (اعلاء السنن: ص ۱۰۸)

اعلاء السنن میں ہے ”و لا یخفی انه صلی اللّٰه علیه وسلم و ان کان قد نزل بنمرة و لکن اصحابه و هم اکثر من مأة الف لم ینزلوا کلهم نمرة. نل نزلوا بعرفات ثم خرجوا منها بعد زوال الشمس الی المسجد للجمع بین الصلاتین.“ (اعلاء السنن: ص ۱۰۹) اسی طرح ایک اور مقام پر ہے ”ینبغی ان لا یدخلها حتی ینزل بنمرة قریباً من المسجد الی زوال الشمس“ (اعلاء السنن: ۱۱/۱۰۹) ”و لا شك فی کون النزول بنمرة قبل زوال سنته فهو اولیٰ کما صرح به شارح اللباب.“

(اعلاء السنن: ۹/۱۱۰)

عرفات میں کہاں وقوف اور ٹھہرنا بہتر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف کیا۔ قبلہ رخ ہوئے (کالے) چٹان پر قیام کیا اور جبل رحمت آپ کے سامنے تھا۔ (مسلم، ہدایۃ السالک: ص ۱۰۰۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو چلنے کا حکم دیا۔ پھر آپ بطن وادی (ذرا نشیبی حصہ) میں آئے۔ (مسلم، ہدایۃ السالک: ص ۱۰۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے علامہ ازرقی نے نقل کیا ہے کہ عرفات میں آپ کا قیام ۳ ر پہاڑیوں کے درمیان

ہوا تھا۔ جن کو (اس زمانہ میں) نبعہ، نبیعہ، نابت کہا جاتا تھا۔ (تاریخ مکہ: ۱۹۴/۲، ہدایۃ السالک: ص ۱۰۰۹)

خیال رہے کہ حدود عرفات میں جہاں بھی وقوف اور قیام کرے گا وقوف عرفہ کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ البتہ بہتر اور افضل یہ ہے کہ جبل رحمت کے نیچے جہاں بڑے بڑے چٹان ہیں۔ وقوف کرے "موقف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ھو عندالصخرات الکبار المفترشۃ فی اسفل جبل الرحمۃ۔" (ص ۱۲۵)

اب اس مقام پر ایک سفید پتھر کو نصب کر دیا گیا ہے۔ جو علامت ہے اس بات کی کہ آپ کا عرفہ میں قیام زوال کے بعد یہیں ہوا تھا۔ مگر یہ امر ذہن میں خوب اچھی طرح رہے یہاں پر بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ اژدحام بہت ہوتا ہے عموماً عرب اس جگہ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ اس اژدحام اور بھیڑ میں ایک دوسرے کو لوگ دھکیلتے بھی ہیں۔ جو ایذا دینے کی وجہ سے حرام ہے۔ شور وشغب کی وجہ سے دعا ذکر انشراح اور خضوع وخشوع کے ساتھ نہیں کر سکتا ہے۔ وقوف عرفہ کی دعا اور ذکر بہت اہم ہے ایک افضل کو ادا کرنے کے لئے مقصد عظیم فوت ہو جائے تو بڑے خسارہ کی بات ہے۔ اس لئے جہاں سہولت سے جگہ ملے وہاں رک جائے اور دعا الحاح زاری اور ذکر میں لگ جائے۔ شرح مسند میں ہے "فان عجز عن الوقوف بموقف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیتقرب منہ بحسب الامکان ان لم یترتب علیٰ ذلک ایذاء نفسہ او غیرہ ذالک حرم علیہ۔" (شرح مسند: ۱۲۵/۱۳)

قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر مغرب تک دعا مانگنی سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ کھڑے (دعا ذکر کرتے رہے) یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا۔ (مسلم: ص ۲۹۸، سنن کبریٰ: ۱۱۵/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دونوں ہاتھوں کو اس طرح پھیلائے ہوئے جیسے کوئی کھانے کی بھیک مانگ رہا ہو (دعا مانگتے) دیکھا۔ (فتح القدیر: ص ۴۷۵، بزار، بنایہ: ۵۲۹/۳)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عرنہ میں جو حد عرفات سے خارج ہے خطبہ دیا۔ جس میں بہت سے اہم شرعی امور شرعی ضابطہ اور اصول کو بیان کیا اور اہم ترین نصائح کئے، اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اذان اور اقامت کہی آپ نے ظہر اور پھر عصر دونوں کو ایک ساتھ ادا کیا۔ اور یہ نماز بھی آپ نے حد عرفات سے خارج پڑھی۔ نماز سے جب فارغ ہوئے اونٹنی پر سوار ہوئے اور حد عرفات میں داخل ہوئے۔ صخرات کے پاس وقوف کیا قبلہ رخ ہوئے نہایت ہی تضرع اور الحاح زاری کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور مغرب تک کرتے رہے۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ بطن عرنہ سے جو حد عرفات میں داخل نہیں چلے آئیں۔ اور عرفات میں قیام کریں اور فرمایا کہ عرفات میں کہیں بھی قیام کریں سب جگہ وقوف کی جگہ ہے۔

چنانچہ ابن قیم زادالمعاد میں لکھتے ہیں "خطب بعرنة و ليست من الموقف ...... فلما اتمها أمر بلالاً فاذن ثم اقام الصلوٰة فصلى الظهر ...... ثم قام فصلى العصر ...... فلما فرغ من صلاته ركب حتى اتى الموقف فوقف فى ذيل الجبل عند الصخرات و استقبل القبلة ...... فاخذ فى الدعاء و التضرع و الابتهال الى غروب الشمس." (زادالمعاد: ۲/۲۴۵)

ہدایہ میں ہے "و ينبغى ان يقف مستقبل القبلة لان النبى صلى الله عليه وسلم وقف كذلك." (بنایہ: ص ۵۲۸)

اور مناسب بہتر یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر وقوف کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وقوف کیا ہے۔

عرفات میں آپ سنت اور افضل طریقہ سے دعا کیسے کریں گے

حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ عرفات کے میدان میں آپ کے بغل میں تھا، آپ دونوں ہاتھ کو اٹھا کر دعا کر رہے تھے۔ (نسائی: ۲/۴۴، ابن خزیمہ: ص ۲۸۵)

فائدہ: زوال کے بعد غسل کر کے جلد ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر دعا و اذکار میں لگ جائے۔ لوگوں سے یکسو ہو کر سکون و اطمینان کے ساتھ متوجہ ہو جائے۔

مسنون دعا اوراد و وظائف کی کتابیں اپنے سامنے رکھ لے۔ چونکہ ساری دعائیں اور عرفات کی خاص دعائیں اور اوراد زبانی یاد نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا معتبر کتابیں سامنے رکھ لے، دعاؤں میں سب سے جامع کتاب ملا علی قاری کی الحزب الاعظم ہے اور اس عاجز کی کتاب الدعاء المسنون ہے۔ حج کے موقعہ کی اور عرفات کی مسنون اور ماثور دعاؤں کو عاجز کی کتاب "حج وعمرہ کی مسنون دعائیں" میں دیکھیں۔

قبلہ رخ کھڑا ہو جائے، اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھالے اس کی ہتھیلی کا رخ آسمان کی طرف کر لے۔ دونوں ہاتھ کی اونچائی ذرا سینے سے اوپر، کہنی سینے یا پہلو سے لگی نہ ہو۔ "الله اكبر، لا اله الا الله، سبحان الله الحمد لله" تلبیہ درود شریف پڑھنا شروع کر دے۔

عرفہ کی جو دعائیں کتابوں میں درج ہیں اسے پڑھے۔ یہ دعائیں اچھی خاصی طویل ہیں ان کو حسب سہولت پڑھتا رہے۔

دعا میں نہایت ہی رو رو کر گریہ وزاری کے ساتھ آہ وبکا کرتے رہیں، اگر رونا نہ ہو تو رونے والے کی طرح چہرہ بنا کر اپنے کو نہایت ہی ذلیل فقیر محتاج پریشان بنا کر اصرار کے ساتھ مانگے، یہ سمجھتا ہوا مانگے کہ آج سے زیادہ مانگنے کا بہتر وقت مستجاب اوقات نہیں ملے گا۔ خدائے پاک کا فضل رحم کرم بخشش نوازش عطا، مغفرت معافی دین دنیا کی سعادت کی دولت جو آج مل سکیں گی دوسرے اوقات میں نہیں ملیں گی۔ شاید ایسا قیمتی وقت، عرفہ کی قیمتی

مبارک زمین ملے کہ نہیں۔ آج آقا کی بخشش عام ہے۔ جتنا چاہے جو چاہے مانگ لے نہ اس کے یہاں کمی ہے نہ بخل ہے۔

خوب امیدوں کے ساتھ کہ جو آج مانگا جائے گا ملے گا، بار بار ملے گا۔ درود شریف اور تلبیہ پڑھتا جائے، کبھی تلاوت قرآن کرے اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اولاد اعزہ اقارب احباب کے لئے اور پوری امت کے لئے مغفرت معافی رحمت دین دنیا کی بھلائی مانگے، عرفہ کی مسنون و ماثور دعاؤں کے ذیل میں جو دعائیں ہیں پڑھے۔ خود اپنی زبان سے جو بہتر سمجھے مانگے۔ جو دین و دنیا کی تمنا ہو سوال کرے، بقیہ دعاؤں کی کتابوں سے مانگے، آپ ﷺ کی منقول دعائیں کریں دعاؤں میں آپ کی جامع ترین دعائیں ہیں۔ جس میں دین و دنیا کی تمام خوبیاں آگئی ہیں اور تمام برائیوں سے پناہ آئی ہیں۔

کھڑا ہو کر تھک جائے تو بیٹھ جائے اور بیٹھ کر مانگے۔ اور تھک جائے تعب و کمزوری محسوس ہو تو لیٹ جائے اور لیٹ کر بھی تکبیر تہلیل تلبیہ پڑھتا رہے دعائیں مانگتا رہے، پھر اٹھ کر بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر دعائیں کرنے لگے، جوں جوں وقت گذرتا جائے سورج ڈوبنے کے قریب ہو جائے، دعاؤں میں خوب الحاح و گریہ وزاری آہ و بکا و رو رو کر ہاتھ پھیلا کر مانگتا رہے۔ جب سورج ڈوب جائے تو تکبیر تہلیل تسبیح درود و استغفار پر دعاؤں کو ختم کرے اور آمین کہے۔ (شرح مناسک، ہدایۃ السالک: ۳/ ۱۰۱۸)

بعض لوگ خود تو دعا نہیں کرتے اجتماعی دعا میں شریک ہوتے ہیں اگر خود دعا نہ کرسکتا ہو اور نہ کتابوں سے پڑھ کر دعا کرسکتا ہو تو یہ بھی ٹھیک ہے کہ اجتماعی دعا میں شریک ہو جائے۔ بہتر ہے کہ انفرادی طور پر دعائیں مانگے۔

ایک شخص دعاء کے کلمات پڑھائے اور سب لوگ دعا کا اعادہ کرے۔ دعا کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ یہ تو تعلیم کا طریقہ ہے نہ کہ دعا کا۔ اس میں خلوص نہیں رہتا اپنی زبان میں دعا مانگے۔ زبان عربی ہی میں مانگنا ضروری نہیں۔ اپنی زبان سے مانگنے میں زیادہ خلوص اور خشوع پیدا ہوتا ہے۔ اور دعا کی قبولیت میں خلوص کو بہت دخل ہے۔

میدان عرفات میں کھڑے ہو کر دعا مانگنی سنت ہے بیٹھ کر نہیں گو جائز ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سوار ہو کر عرفات آئے قصویٰ اونٹنی کو صخرات (جبل رحمت کے پاس جہاں بڑے بڑے چٹان تھے) کی طرف کیا۔ جبل رحمت کو سامنے رکھا، قبلہ رخ ہوئے اور غروب شمس تک کھڑے ہو کر دعا میں مشغول رہے۔ (مسلم: ص ۳۹۸، سنن کبریٰ: ص ۱۱۵، ابن خزیمہ: ص ۲۵۹)

فائدہ: خیال رہے کہ تمام روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر جیسے فقیر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے اسی طرح آپ نے کھڑے ہو کر خوب الحاح زاری اور مسکنت و تواضع کے ساتھ دعا مانگی ہے۔

آپ نے بیٹھ کر نہیں دعا مانگی ہے پس بیٹھ کر دعاؤں کا مانگنا خلاف سنت ہے۔ مگر جائز ہے۔ شرح لباب میں ہے

”فیقف راکباً الا قائما ان قدر علیه.“ (شرح لباب: ص۱۹۹)

”فیقف هٰکذا مستقبلاً داعیاً الی غروب الشمس.“ (شرح لباب: ص۲۰۱)

غنیۃ میں ہے ”و وقف الناس بقرب الامام“ (غنیۃ: ص۱۵۴)

پس بہتر صورت یہ ہے کہ کچھ اذکار و وظائف جو عرفہ سے متعلق ہیں بیٹھ کر کرلیں۔ اور کچھ کھڑے ہوکر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر مانگیں، اور مغرب تک مانگیں۔

غروب شمس کے ق [illegible] اور دعا میں تضرع و زاری تیز کردیں کہ پھر ایسا قیمتی وقت مستجاب کہاں نصیب ہوگا۔

انتباہ: بعض لوگ اس عرفات کے قیمتی وقت کو جو مفت میں کھانے کی چیزیں ملتی ہیں اس کے حاصل کرنے میں لگادیتے ہیں اور مفت حاصل کرنے کے پیچھے یہ قیمتی وقت برباد کردیتے ہیں جس کے لئے قریب لاکھ روپیہ خرچ کرکے آتے ہیں۔ اگر سہولت سے اور کم وقت میں مل جائے تو ٹھیک ورنہ ان معمولی چیزوں پر وقت برباد کرنا اور مقصود اور قیمتی چیز کو ضائع کرنا سراپا حماقت ہے۔

انتباہ: خیال رہے کہ جس طرح مردوں کو قبلہ رخ کھڑے ہوکر دعا مسنون ہے اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی ہے۔ گو تھوڑی دیر ہی کھڑی ہوکر دعا اور اوراد وغیرہ پڑھ لیں۔ سنت ادا ہوجائے گی۔

عورتیں ذرا مردوں سے علیحدہ پردہ کے ساتھ رہیں۔ عموماً عورتیں حتیٰ کہ عرفات میں بھی بے پردہ بے نقاب ہوجاتی ہیں۔ یہ گناہ کی بات ہے۔ عرفات میں گناہ کے امور سے بچیں تب نہ خدا کی رحمت اور مغفرت متوجہ ہوگی۔ جہاں مردوں کا اژدحام ہو تو عورتوں کو پردہ کا خیال کرنا چاہئے۔

عرفہ کی چند ماثور دعائیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرفہ کے دن زوال کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے، پھر سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

”اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت و بارکت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید.“

اس کے بعد سو مرتبہ یہ پڑھے:

”اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك و له الحمد بیده الخیر، یحییٰ و یمیت و هو علی کل شیء قدیر.“

تو اللہ پاک فرماتے ہیں گواہ رہو فرشتوں میں نے مغفرت کردا اور اس کی سفارش قبول کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ میں یہ دعا کی:

''اللهم انك تسمع كلامی وتریٰ مكانی و تعلم سری و علانيتی لا يخفی عليك شیء من امری انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل المشفق المقر المعترف بذنبه اسئلك مسئلة المسكين و ابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل و ادعوك دعاء الخائف الضرير من خشعت لك رقبته و فاضت لك عيناه و ذل لك جسده و رغم انفه لك اللهم لا تجعلنی بدعائك شقيا و كن لی رؤفا رحيماً يا خير المسئولين و ياخير المعطين.'' (الدعاء:۳/۱۲۰۸)

ترجمہ: اے اللہ! آپ میری بات سن رہے ہیں، میری جگہ دیکھ رہے ہیں میرے ظاہری اور باطنی امور سے واقف ہیں میرا کوئی معاملہ آپ سے چھپا نہیں ہے۔ میں پریشانی میں مبتلا فریاد کرنے والا پناہ کا طالب، خوف زدہ لرزنے والا ہوں، میں اپنے گناہوں کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں بھکاری مسکین کی طرح آپ سے سوال کرتا ہوں ذلیل مجرم کی طرح آپ کے سامنے گڑگڑاتا ہوں۔ اور تجھ ہی کو پکارتا ہوں مصیبت زدہ پریشان حال کے پکارنے کی طرح کہ جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو آنکھوں سے آنسو بہہ رہی ہو۔ اس کا جسم تیرے سامنے ذلت سے پڑا ہوا ہو، اس کی خاک ناک آلود ہو۔ اے اللہ مجھے میری مرادوں میں محروم نہ فرما، مجھ پر شفیق و مہربان ہوجا۔ اے وہ ذات جس سے سوال کیا جائے ان سے بہتر اور جو تجھ سے ان میں سب سے افضل۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے کے حضرات انبیاء کی اور میری دعائے عرفہ یہ ہے:

''لا الٰه الا انت وحده لاشريك له له الملك و له الحمد بيده الخير و هو علی كل شیء قدير. اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی صدری نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً اللهم اشرح لی صدری و يسرلی امری و اعوذبك من وسواس الصدر و شتات الامر و فتنة القبر. اللهم انی اعوذبك من شر ما يلج فی الليل و شرما يلج فی النهار و شر ما تهب به الرياح و من شربوائق الدهر.'' (سنن کبریٰ: ۵/۱۱۷)

ترجمہ دعا: اے اللہ میرے قلب کو، میرے سینے کو، میرے کان کو میری نگاہ کو نور سے منور فرما۔ اے اللہ میرے سینے کو کشادہ فرما، میرے کام کو آسان فرمایا، اے اللہ سینے کے وسوسوں سے، کام کی پراگندگی سے قبر کے عذاب سے میں پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ ان تمام برائیوں سے جو رات میں آتی ہیں اور ان تمام برائیوں سے جو دن میں آتی ہیں۔

اوران برائیوں سے جسے ہوا لے کر آتی ہے اور زمانہ کے تمام حوادثات سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرات اسرافیل اور حضرت خضر علیہ السلام عرفات میں یہ پڑھتے ہیں:

''ما شاء اللّٰه لا قوة الا باللّٰه. ما شاء اللّٰه كل نعم من اللّٰه، ماشاء اللّٰه الخير كله بيداللّٰه ماشاء اللّٰه لا يدفع السوء الا اللّٰه.'' (اتحاف:۴/۶۴۱)

حضرت خضر علیہ السلام کی یہ دعا ہے:

''يا من لا يشغله شأن عن شأن ولا سمع عن سمع ولا تشتبه عليه الاصوات يا من لا يغلطه المسائل و لا تختلف عليه اللغات يامن لا يبرمه الحاح الملحين ولا تضجره مسألة السائلين اذقتنا برد عفوك و حلاوة مناجاتك.''

(شرح احیاء:۴/۶۵۱)

عرفہ کی ایک نہایت ہی جامع دعا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث پاک سے ثابت اور اسلاف سے منقول یہ دعا احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔ جو وقوف عرفہ کی دعاؤں میں ایک بہتر الحاح زاری پر مشتمل دعا ہے:

لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك و له الحمد يحيٰى و يميت و هو حى لا يموت بيده الخير و هو على كل شىء قدير. اللهم اجعل فى قلبى نوراً و فى سمعى نوراً و فى بصرى نوراً و فى لسانى نوراً اللهم اشرح لى صدرى و يسرلى امرى، اللهم رب الحمد لك الحمد كما نقول و خيراً ما نقول لك صلاتى ونسكى و محياى و مماتى و اليك ما بى و اليك ثوابى اللهم انى اعوذبك من وساوس الصدر و شتات الامر و عذاب القبر. اللهم انى اعوذبك من شر ما يلج فى الليل و من شر ما يلج فى النهار و من شر ما تهب فى الرياح و من شر بوائق الدهر. اللهم انى اعوذبك من تحول عافيتك و فجأة نقمتك و جميع سخطك اللهم اهدنى بالهدى و اغفرلى فى الآخرة و الاولى يا خير مقصود و اسنٰى منزول به و اكرم مسئول مالديه اعطنى العشية افضل ما اعطيت احداً من خلقك و حجاج بيتك يا ارحم الراحمين اللهم يا رفيع الدرجات و منزل البركات و يا فاطر الارضين و السماوات ضجت اليك

الاصوات بصنوف اللغات يسئلونك الحاجات و حاجتی اليك ان لا تنسانی فی دارالبلاء اذا نسينی اهل الدنيا اللهم انك تسمع كلامی و ترىٰ مكانی و تعلم سری و علانيتی و لا يخفیٰ عليك شیء من امری انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل المشفق المعترف بذنبه اسألك مسألة المسكين و ابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل و ادعوك دعاء الخائف الضرير دعاء من خضعت لك رقبته و فاضت لك عبرته و ذل لك جسده و رغم لك انفه اللهم لا تجعلنی بدعائك رب شقياً و كن لی رؤوفاً رحيماً يا خير المسئولين و اكرم المعطين.

الٰهی من مدح لك نفسه فانی لائم نفسی الٰهی اخرست المعاصی لسانی فمالی وسيلة من عمل ولا شفيع سوی الامل الٰهی انی اعلم ان ذنوبی لم تبق لی عندك جاهاً و لا للاعتذار وجهاً و لكنك اكرم الاكرمين الٰهی ان لم يكن اهلاً ان ابلغ رحمتك فان رحمتك اهل ان تبلغنی و رحمتك وسعت كل شیء و انا شیء. الٰهی ان ذنوبی و ان كانت عظاماً و لكنها صغار فی جنب عفوك فاغفرهالی يا كريم. الٰهی انت انت و انا. انا العواد الی الذنوب و انت العواد الی المغفرة الٰهی ان كنت لا ترحم الا اهل طاعتك فالی من يفزع المذنبون الٰهی تجنبت عن طاعتك عمداً و توجهت الی معصيتك قصداً فسبحانك ما اعظم حجتك علی و اكرم عفوك عنی فبوجوب حجتك علی و انقطاع حجتی عنك و فقری اليك و غناك عنی الا غفرت لی يا خير من دعاه داع و افضل من رجاه راج بحرمة الاسلام و بذمة محمد عليه السلام اتوسل اليك فاغفرلی جميع ذنوبی و اصرفنی من موقفی هذا مقضی الحوائج و هب لی ما سألت و حقق رجائی فيما تمنيت الٰهی دعوتك بالدعا الذی علمتنيه فلا تحرمنیٰ الرجاء الذی عرفتنيه. الٰهی ما انت صانع العشية بعد مقر لك بذنبه خاشع لك بذلته مستكين بجرمه متضرع اليك من عمله. تائب اليك من اقترافه مستغفرلك من ظلمه مبتهل اليك فی العفو عنه. طالب اليك نجاح حوائجه راج اليك فی موقفه مع كثرة ذنوبه فيا ملجأ كل حی و ولی كل

مؤمن من احسن فبرحمتك يفوز و من اخطأ فبخطيئته يهلك اللهم اليك خرجنا و بفنائك انخنا و اياك املنا و ما عندك طلبنا و لاحسانك تعرضنا و رحمتك رجونا و من عذابك اشفقنا و اليك باثقال الذنوب هربنا و لبيتك الحرام حججنا يا من يملك حوائج السائلين و يعلم ضمائر الصامتين يامن ليس معه رب يدعى و يا من ليس فوقه خالق يخشى و يا من ليس له وزير يؤتى و لا حاجب ير شى و يا من لا يزداد على كثرة السوال الا جوداً و كرماً و على كثرة الحوائج الا تفضلاً و احساناً اللهم انك جعلت لكل ضيف قرىً و نحن اضيافك فاجعل قرانا منك الجنة اللهم ان لكل وفد جائزة و لكل زائر كرامة و لكل سائل عطية و لكل راج ثواباً و لكل ملتمس لما عندك جزاء و لكل مسترحم عندك رحمة و لكل راغب اليك زلفیٰ و لكل متوسل اليك عفواً و قد وفدنا اليك بيتك الحرام و وقفنا بهذه المشاعر العظام و شهدنا هذه المشاهد الكرام رجاءً لما عندك فلا تخيب رجاء نا الٰهنا تابعت النعم حتیٰ اطمأنت الانفس بتتابع نعمك و اظهرت العبر حتیٰ نطقت الصوامت بحجتك و ظاهرت المنن حتیٰ اعترف اوليائك بالتقصير عن حقك و اظهرت الآيات حتى افصحت السموات و الارضون بادلتك و قهرت بقدرتك حتیٰ خضع كل شیء لعزتك و عنت الوجوه لعظمتك اذا اساء عبادك حلمت و امهلت و ان احسنوا تفضلت و قبلت و ان عصوا سترت و ان اذنبوا عفوت و غفرت و اذا دعونا اجبت واذا نادينا سمعت و اذا اقبلنا اليك قربت و اذا ولينا عنك دعوت الهنا انك قلت فی كتابك المبين لمحمد خاتم النبيين قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفرلهم ما قد سلف فارضاك عنهم الاقرار بكلمة التوحيد بعد الجحود و انا نشهد لك بالتوحيد مخبتين و لمحمد بالرسالة مخلصين فاغفرلنا بهذه الشهادة سوالف الاجرام ولا تجعل حظنا فيه انقص من حظ من دخل فی الاسلام الٰهنا انك احببت التقرب اليك بعتق ما ملكت ايماننا و نحن عبيدك و انت اولیٰ ما بالتفضل فاعتقنا و انك امرتنا ان نتصدق على فقرائنا و نحن فقراء ك و انت احق بالتطول فتصدق علينا و وصيتنا بالعفو عمن ظلمنا و

قد ظلمنا انفسنا و انت احق بالكرم فاعف عنا ربنا اغفرلنا و ارحمنا انت مولانا ربنا آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا برحمتك عذاب النار. يا من لا يشغله شان عن شأن و لا سمع عن سمع و لا تشتبه عليه الاصوات يا من لا تغلطه المسائل و لا تختلف عليه اللغات يا من لا يبرمه الحاح الملحين و لا تضجره مسألة السائلين اذقنا برد عفوك و حلاوة مناجاتك. (اتحاف السادۃ: ص ۶۴۱)

اس کے بعد حسب سہولت وانشرح اپنے لئے اہل وعیال کے لئے والدین اقرباء اعزہ کے لئے احباب ورفقاء کے لئے اور مشائخ اور اساتذہ کے لئے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے دنیا اور آخرت کی دعا آہ وزاری کے ساتھ مانگے کہ یہ ملنے کا دن اور بخشش کا وقت ہے۔

عرفات کے میدان میں حضرت جبرئیل ومیکائیل وغیرہ کا تشریف لانا

علامہ ابن جوزی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ راویت نقل کی ہے ہر سال عرفہ کے میدان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل حضرت اسرافیل وخضر علیہم السلام جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ پڑھتے ہیں "ما شاء الله لا قوة الا بالله" اس پر حضرت میکائیل یہ پڑھتے ہیں "ماشاء الله كل نعمة من الله." حضرت اسرافیل ان دونوں کے جواب میں یہ کہتے ہیں "ما شاء الله الخير كله بيدالله" تو ان سب کے جواب میں حضرت خضر علیہ السلام کہتے ہیں "ماشاء الله لا يدفع السوء الا الله." پھر جدا ہوجاتے ہیں۔ پھر سال آئندہ پھر اس طرح جمع ہوتے ہیں۔ (شرح احیاء: ۴/ ۶۴۱، القریٰ: ص ۴۱۱)

فائدہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام اور معزز فرشتوں کا آنا اہل عرفات، حجاج کرام کے لئے بڑی مبارک وخوش نصیبی کی بات ہے کہ ان کی مصاحبت عرفات میں ہوجاتی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ختم ہوگئی ہے۔ مگر ایک عرفات میں اور ایک شب قدر کے موقعہ پر آنا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام بھی عرفات کے میدان میں ہر سال آتے ہیں۔ (القریٰ: ص ۴۱۱)

کتنا مبارک ہے یہ دن کس قدر خوش نصیب ہیں حجاج کرام کہ حضرات ملائکہ اور حضرات پیغمبر علیہم السلام کی اس دن مصاحبت ہوتی ہے۔ ان کے فیوض و برکات سے عرفات کا لق ودق میدان کس قدر منور ہوجاتا ہوگا۔

عرفہ کو عرفہ کیوں کہا جاتا ہے

وادی عرفات جو منیٰ سے قریب ۱۳ رکلومیٹر پر ہے۔ جہاں حج کا سب سے بڑا اہم رکن ادا ہوتا ہے جس کا ہونا گویا کہ حج کا ہونا ہے۔ ایسی بابرکت مبارک وادی ہے جہاں اپنے اپنے زمانے میں حضرات انبیاء کرام اقطاب و

اغواث ابدال اولیاء کرام صالحین عظام ائمہ کرام مجتہدین عظام امت کے خواص کا ایک جم غیر نے یہاں وقوف او
قیام کیا ہے۔ جن کے معنوی برکتوں سے آج بھی یہ خطہ منور اور روشن ہے جہاں ۹/ ذی الحجہ کو پوری دنیا کے
مسلمانوں کا اجتماع اور محو عبادت رہتا ہے۔ منتہائے نظر اس سے بھی آگے انسانوں کا اژدحام رہتا ہے۔ جو اللہ
پاک کے بلائے ہوئے مہمان ہوتے ہیں۔

اس کے عرفہ نام ہونے کی مختلف وجہیں اہل علم نے بیان کی ہیں

❶ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کی تعلیم کے بعد عرفہ میں پوچھا تھا کہ آپ نے پہچان لیا تو انہوں نے کہا ہاں۔

❷ عرفات کے میدان میں حضرت آدم علیہ السلام جمع ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو پہچانا تھا۔

❸ میدان عرفات میں لوگوں کا تعارف ہوتا ہے ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔

❹ میدان عرفات میں لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

❺ بعضوں نے کہا کہ جو پہاڑی سلسلہ ہے وہی اعراف ہے، اسی وجہ سے عرفہ کہتے ہیں۔

(شرح احیاء: ۴/ ۶۲۶، بنایہ: ص ۵۱۴)

سب سے زیادہ بہتر وہ قول ہے جسے عزالدین ابن جماعہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہند میں اتارے گئے اور حضرت حوا علیہا السلام جدہ میں اتاری گئیں۔ عرفہ میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی اور ایک دوسرے کو پہچانا۔ اسی لئے اس کا نام عرفہ ہوا۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۰۰۶)

علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اللہ پاک بیٹے کے ذبح کرنے کو فرما رہے ہیں تو ۸/ ویں تاریخ کو سوچنے لگے یہ خواب اللہ پاک کی جانب سے ہے یا شیطان کی جانب سے۔ اسی وجہ سے اسے ترویہ کہتے ہیں پھر رات ہوئی تو اسی طرح خواب دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے پس اس معرفت کی وجہ سے اس کا نام عرفہ پڑا۔ پس تیسرے دن بھی اسی طرح دیکھا (تب سمجھ گئے کہ بیٹے کی قربانی کا امر ہے چنانچہ قربانی کے لئے تیار ہو گئے) تو اس کا نام یوم النحر پڑا۔ (بنایہ: ص ۵۱۴)

حج کا قبول ہونا یا نہ ہونا عرفات میں ہی ہو جاتا ہے

علی بن موفق نے کہا میں نے ایک سال حج کیا جب عرفہ کی رات ہوگئی میں منیٰ میں تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو پکارا اے عبداللہ! جواب دیا لبیک اے عبداللہ۔ کیا تمہیں معلوم ہے امسال ہمارے رب کی بیت کا کتنے لوگوں نے حج کیا۔ کیا ہمیں نہیں معلوم کہا سات لاکھ لوگوں نے حج کیا۔ پھر کیا تمہیں معلوم ہے کتنے لوگوں کا قبول ہوا۔ کہا نہیں معلوم۔ کہا صرف چھ لوگوں کا۔ پھر

ونوں آسمان کی طرف چلے گئے۔ میں گھبرا کر جاگ گیا اور میں رنج میں پڑ گیا۔ اور اپنے دل میں کہا جب ۶ ر لاکھ
ں سے ۶ ر کا ہی مقبول ہوا تو میں کہاں ہوں گا؟ چنانچہ جب میں عرفات سے مزدلفہ کوچ کیا تو مخلوق کی ایک بھیڑ
یکھ کر اور قبولیت کی کمی دیکھ کر فکر مند ہوا۔ چنانچہ نیند کا غلبہ ہوا تو دیکھا وہی دونوں شخص اترے وہی ایک دوسرے سے
وال جواب کیا۔ پھر کہا کیا تم جانتے ہو اللہ پاک نے اس رات میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ کہا نہیں تو دوسرے نے کہا
یک کی برکت سے ایک لاکھ کا قبول کیا۔ پس ۶ ر کی وجہ سے ۶ ر لاکھ کا قبول کرلیا۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۰۲۰)

پس یہ اہل صلاح اور خدا کے بندوں کی برکت ہے کہ ان کے وسیلے سے تمام لوگوں کا حج قبول اور باعث
اب ہو گیا یہی برکت جماعت میں بھی ہے کہ کسی صالح کی برکت سے تمام لوگوں کی نماز قبول ہو جاتی ہے۔

اصل حج وقوف عرفہ ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر کہتے ہیں کہ میں عرفہ کے دن آپ کے پاس آیا علاقہ نجد کے لوگ آپ کی خدمت
ں آئے جو عرفہ میں تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے اعلان کرنے والے کو حکم دیا اس نے
علان کیا حج عرفہ ہے۔ جو طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ کی رات یہاں آجائے اس نے حج پالیا۔

(ابن خزیمہ: ص ۲۵۷، سنن کبریٰ: ص ۱۱۶)

عروہ بن مضرس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے ساتھ عرفہ میں وقوف کرے اس نے حج
را کرلیا۔ (یعنی اہم رکن ادا کرلیا)۔ (سنن کبریٰ: ۱۱۶/۵، ہدایۃ السالک: ص ۱۰۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حج وقوف عرفہ ہے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے طلوع فجر سے پہلے عرفہ پالیا (وقوف
رفہ ہو گیا) اس نے حج کو پالیا۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۵۵، کنز العمال: ص ۶۳)

ائدہ: عرفہ کا وقوف یہ حج کا عظیم الشان رکن ہے۔ یہ ایسا رکن ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے عرفہ پالیا اس کا حج
ویا ہو گیا۔ یہ حج کا ایسا فریضہ ہے جس کا کوئی بدل اور فدیہ نہیں جو کسی بھی مرض اور عذر وغیرہ میں جاگ کر ہو سو کر
۔ ہوش میں ہو یا بیہوشی کی حالت میں ہو قصد ارادے سے ہو یا جبر واکراہ سے ہو۔ خواہ زمین پر ہو یا چارپائی پر
۔ خواہ بالکل تھوڑی دیر ہو یا پورے وقت ہو، خواہ نیت کے ساتھ ہو یا بلانیت کے ساتھ ہو۔ خواہ رک کر ہو یا گذر کر
۔ بہر حال عرفات میں آنا ہے ہر طرح یہ فرض ادا ہو کر ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ چھوٹنے پر کوئی دم فدیہ یا
تنغفار سے اس کی تلافی نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا حج تو اصل عرفہ ہے۔ رسالہ حجۃ الوداع میں ہے
جمعت الامة على ان الوقوف بعرفة ركن لا يتم الحج الا به." (رسالہ حجۃ الوداع: ۱۰۳)

اگر شب مزدلفہ میں صبح سے پہلے بھی عرفہ پہنچ جائے تو حج ہو جائے گا

حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں عرفہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا علاقہ نجد کے لوگ جو عرفہ میں تھے وہ بھی آپ کے پاس آئے اور آپ سے (حج کے بارے میں) سوال کیا تو آپ نے منادی سے اعلان کروایا کہ حج عرفہ ہے۔ جو شخص شب مزدلفہ میں صبح صادق سے قبل عرفہ آجائے تو اس نے حج پالیا۔

(شرح مسند احمد: ص ۱۱۹، ابن خزیمہ: ۴/ ۲۵۷، ترمذی: ص ۱۷۸)

فائدہ: حج کے دو اہم ارکان میں سے وقوف عرفہ ایسا فریضہ اور رکن ہے کہ نہ اس کا بدل نہ اس کی تلافی اگر یہ چھوٹ گیا تو بالکل حج سرے سے نہ ہوا۔ قربانی وغیرہ سے اس کی تلافی نہیں ہوتی۔ احادیث و روایت کے پیش نظر جمہور علماء قائل ہیں کہ دن رات کے کسی حصہ میں تھوڑی دیر کے لئے ایک سکنڈ کے لئے بھی عرفہ میں رک گیا حتیٰ کہ چلتے ہوئے گذر گیا رکا بھی نہیں تو حج ہو گیا۔ "یکفی الوقوف فی جزء من ارض عرفة و لو فی لحظة لطیفة فی هذا الوقت و به قال الجمهور" (شرح مسند: ص ۱۱۹)

معارف السنن میں ہے "ان وقوف عرفة هو الحج و لا یتدارك بدم وغیره بل علیه الحج من قابل." (معارف السنن: ۶/ ۲۲۶)

وقوف عرفہ کا وقت زوال شمس سے لے کر صبح صادق سے پہلے رات تک ہے۔ (معارف السنن: ص ۲۲۷)

وقوف عرفہ کا وقت زوال کے بعد سے صبح صادق تک فرمایا ہے

عروہ ابن مضرس سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مزدلفہ میں اس وقت آیا جب آپ نماز کے لئے جا رہے تھے۔ تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں جبل طیء کو پار کر کے آرہا ہوں (پہاڑی سفر کی مشقت برداشت کر کے) میری سواری تھک گئی میری جان چور چور ہوگئی۔ کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا جس پر میں نہ ٹھہرا ہوں۔ کیا میرا حج ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے ساتھ اس نماز میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ وقوف کیا پھر کوچ کیا (منیٰ) اور اس سے پہلے وہ عرفہ میں خواہ دن میں یا رات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا۔ اور میل دور کر لیا۔

(ترمذی: ص ۱۷۹، مسند احمد، ابن خزیمہ: ۴/ ۲۵۷)

فائدہ: وقوف عرفہ کا وقت زوال کے بعد سے لے کر رات تک یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے ہے (شرح لباب: ۲۰۵) اور غروب کے بعد تک وقوف واجب ہے۔ یعنی رات کا ایک جزء شامل ہونا واجب ہے۔ اسی وجہ سے غروب سے پہلے جانا درست نہیں ہے۔

غنیۃ میں ہے "فحد الوقوف من الزوال بل من حین وقف الی أن تغرب الشمس." (غنیۃ: ۱۵۹)

خیال رہے کہ دن کے حصہ میں وقوف کے ساتھ رات کا کچھ حصہ واجب ہوگا۔ اسی وجہ سے مغرب کے بعد

نکلنا جائز ہے۔ اگر رات کے کسی حصہ میں وقوف کیا تو وقوف صحیح ہو گیا کچھ واجب نہیں یعنی دم وغیرہ۔ البتہ دن کے وقوف کا تارک ہوا۔ (غنیۃ: ص ۱۵۹)

وقوف کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ گو پہلے آجانا بہتر ہے۔ تاکہ غسل اور نماز سے فارغ ہو کر دعا و ذکر میں لگ جائے۔ اسی پر اجماع ہے۔ "و لذالك اجمع العلماء علی ان وقت الوقوف من بعد الزوال." (اعلاء السنن: ص ۱۰۷)

وقوف عرفہ کے سنن و آداب

- زوال سے قبل حدود عرفات کے قریب پہنچ جانا
- زوال سے قبل مسجد نمرہ کے قریب رکنا۔
- زوال کے بعد عرفات میں داخل ہونا
- نماز زوال کے بعد متصلاً پڑھنا
- جبل رحمت کے قریب وقوف کرنا
- جبل رحمت کے قریب جو چٹانوں کا ایک چبوترہ سا ہے اس کے قریب رکنا۔
- زوال سے قبل وقوف کے لئے غسل کرنا۔
- نماز سے فارغ ہونے کے بعد اذکار و دعاؤں میں لگنا۔
- قبلہ رخ ہونا اور کھڑے ہو کر دعا کرنا
- دونوں ہاتھوں کو سینہ تک اٹھا کر آسمان کی طرف ہتھیلیوں کا رخ کرنا۔
- باوضو دعا و اذکار کرنا
- احادیث پاک سے منقول اوراد و دعاؤں کا پڑھنا جو اسلاف سے منقول ہیں۔
- بار بار تلبیہ پڑھتے رہنا
- خوب الحاح وزاری کے ساتھ رو رو کر گڑ گڑا کر بھکاری اور سائل کی طرح دعا کرنا
- رو نہ سکے آنسو نہ گرا سکے تو روتا چہرہ بنا کر دعا کرے۔
- نیک عمل کرنا کسی کو کھلانا صدقہ خیرات کرنا۔
- بار بار دعاؤں کا تکرار کرنا، ۳/۳ مرتبہ مانگنا۔
- غروب شمس تک کھڑے ہو کر دعا مانگتے رہنا۔
- تمام دین و دنیا کی اچھائی اور بھلائی اپنے حق میں اعزہ و اقارب کے حق میں پوری امت کے حق میں مانگنا

خصوصاً اپنی مغفرت اور معافی اور جہنم سے نجات کی دعا کا اہتمام کرنا۔

◎ مغرب کے بعد حدود عرفات سے نکلنا۔

◎ مردوں کا اور عورتوں کا ایک جگہ مخلوط ہو کر وقوف نہ کرنا، مرد اور عورت ذرا فاصلہ سے رہیں۔

(ماخوذ از شرح لباب وغیرہ)

یوم عرفہ کی فضیلت اس کے متعلق احادیث

اس دن سب سے زیادہ جہنم سے آزادی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں جس دن اللہ پاک سب سے زائد جہنم سے خلاصی دیتے ہیں، اللہ پاک بندوں کے قریب ہوتے ہیں۔ ملائکہ سے فخر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا کیا خواہش ہیں۔ (مسلم: ص ۴۳۶، ابن خزیمہ: ص ۲۵۹، سنن کبریٰ: ص ۱۱۸)

اللہ پاک عرفہ والوں پر فخر فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک اہل عرفات کو لے کر آسمان والوں پر فخر فرماتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں دیکھو میرے بندوں کو کیسے پراگندہ غبار آلود میرے پاس آئے ہیں۔

(ابن خزیمہ: ۴/۲۶۳)

آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عرفہ میں وقوف ہوتا ہے تو اللہ پاک آسمان دنیا میں نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو پراگندہ دھول و گرد میں پڑے میرے بندوں کو، تم گواہ رہو میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا چاہے وہ آسمان کی بارش کے قطروں کے مانند ہوں، یا ریت کی تعداد کے مقدار ہوں۔

(ابن حبان، ترغیب: ص ۱۸۷)

چاہے جتنا بھی گناہ ہو سب یوم عرفہ میں معاف ہو:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ زوال کے بعد عرفہ کا وقوف سو اللہ پاک آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں تمہارے اوپر ملائکہ سے فخر فرماتے ہیں کہتے ہیں ہر پریشان کن راستوں سے پراگندہ ہو کر میرے بندے میرے پاس آئے ہیں۔ میری جنت کی امید کرتے ہوئے۔ چاہے ان کا گناہ ریت کے برابر ہو یا بارش کے قطرے کے برابر۔ یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہو میں بخش دوں گا۔ جاؤ تمہاری مغفرت ہو گئی اور اس کی بھی جس کی تم نے سفارش کی۔ (ترغیب: ص ۱۸۷)

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے کہ تمہارا عرفات کا وقوف سو اللہ پاک ملائکہ سے کہتے ہیں اے

فرشتو! کس وجہ سے یہ بندے یہاں آئے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں یہ آپ کی خوشنودی حاصل کرنے آپ کی جنت حاصل کرنے آئے ہیں۔ تو اللہ پاک فرماتے ہیں میں اپنے آپ کو اور اپنی مخلوق کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے ان سب کو معاف کر دیا۔ چاہے ان کے گناہ زمانہ کی ایام کے برابر ہوں یا ریت کے تعداد کے برابر ہوں۔

(ترغیب:۲/۱۷۷)

فاسق گنہ گار سب کی بخشائش:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر ملائکہ سے فخر فرماتے ہیں دیکھو میرے بندے ہر دور دراز مشقت ریز راستوں سے دھوپ میں میرے پاس آئے ہیں۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی۔ اس پر فرشتے کہیں گے اے اللہ اس میں بڑا فاسق فاجر بھی ہے فلاں اور فلاں شخص، تو اللہ پاک نے کہا میں نے ان کو بھی معاف فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ عرفہ کے دن سے جہنم سے لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہو۔ (ترغیب:۲/۲۰۱)

حقوق مالیہ کے علاوہ تمام گناہ معاف ائدہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ پاک عرفات والوں پر پورے طور پر متوجہ رہتے ہیں اور ان پر ملائکہ سے فخر فرماتے ہیں کہتے ہیں اے فرشتو! دیکھو میرے بندے کو کیسے پراگندہ غبار آلود ہیں کیسے دور دراز پریشان کن راستوں سے ہماری جانب آئے ہیں میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا ان کی مرغوبات کو عطا کیا۔ نیکیوں کی وجہ سے ان کی برائیوں کو معاف کیا ان کی نیکیوں کے بدلہ تمام سوالوں کو پورا کیا سوائے ان کے وہ حقوق مالیہ جن کا ان پر مطالبہ ہے۔ (ترغیب: ص ۲۰۲)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث کو۔ حج تمام گناہوں کی معافی اور مغفرت کا اہم سبب ہے۔ عرفہ کے دن تمام گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر مالی حقوق معاف نہیں ہوتے کسی کا مال باقی ہو ادائیگی واجب ہو کسی کا قرضہ ہو تو یہ معاف نہیں ہوتا ہے۔ عموماً اس دور میں لوگ مالی حق ادا نہیں کرتے، اس میں کوتاہی برتتے ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو وراثت کا حق دبائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ لوگوں کا روپیہ لئے بیٹھے ہوئے معاملات کی صفائی نہیں کئے ہوتے ہیں اور حج پر حج کئے جاتے ہیں۔ ایسوں کے حج میں کامل معافی نہیں ہوتی اور ان کا یہ معاملہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پس اے لوگو! حقوق مالیہ کو پہلی فرصت میں ادا کر دو۔ اور اے حج کرنے والو! لوگوں کے حقوق مالی کو صاف کر کے حج میں جاؤ۔ تا کہ کامل مغفرت ہو جائے اور مکمل معافی کا پروانہ بلا روک جنت کی اجازت مل جائے۔

عرفات کے دن شیطان سب سے زیادہ ذلیل اور رنجیدہ ہوتا ہے:

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسکرایا اور ہنسے تو حضرت ابو بکر و حضرت عمر

رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ ان موقعوں پر تو ہنستے نہیں تھے۔ (یعنی دعاء کے موقعہ پر کہ تو الحاج زاری کا موقعہ ہوتا ہے) کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔ اللہ پاک آپ کو ہنستا رکھے۔ تو آپ نے جواب دیا اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمالی۔ میری امت کو بخش دیا (تو وہ مارے رنج کے) اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور ہائے ہلاکت وافسوس ظاہر کرنے لگا تو اس کی پریشان حالت کے دیکھنے سے میں ہنس پڑا۔ (ترغیب: ص ۳۰۳)

ظالم کو بھی معافی، اس درجہ اللہ کا کرم:

حضرت ابن عباس ابن مرداس کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام میں اپنی امت کی مغفرت اور رحمت کے لئے خوب دعا کی۔ تو اللہ پاک نے وحی بھیجی کہ ہم نے قبول کیا سوائے آپسی ظلم کے جو ایک نے دوسرے پر کیا ہے۔ بہرحال وہ گناہ جو ان کے ہمارے درمیان ہے سو وہ میں نے معاف کردیا۔ تو آپ نے اللہ پاک سے کہا، اے میرے رب آپ اس بات پر قادر ہیں کہ آپ مظلوم کو اپنی جانب سے اس کے ظلم کا بہتر بدلہ مرحمت فرمادیں۔ اور اس ظالم کی بھی مغفرت فرمادیں سو شام تک اس کا جواب نہیں ملا۔ جب مزدلفہ کی صبح ہوئی تو پھر میں نے اس دعا کا اعادہ کیا تو اللہ پاک نے قبول فرمالیا اور فرمایا میں نے ان کی بھی مغفرت کردی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔ اس پر بعض اصحاب نے پوچھا اے اللہ کے رسول! آپ نے اس وقت کیوں مسکرایا کہ آپ مسکراتے نہیں تھے (اس وقت کہ یہ دعا الحاج وزاری کا وقت ہے) آپ نے فرمایا میں اس وجہ سے مسکرایا کہ اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے میری دعاء قبول فرمالی تو وہ ہائے ہلاکت پکارنے لگا۔ اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ (ترغیب: ۲/۲۰۳، ابن ماجہ، ہدایہ: ۱/۹۲)

فائدہ: اللہ پاک کا یہ خصوصی کرم و برتاؤ اپنے ان بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ خوش ہوتے ہیں جن کے اعمال سے وہ راضی ہوتے ہیں جن کے دل میں اللہ کی محبت و معرفت ہوتی ہے کہ ان کے حقوق کو وہ مثلاً قرض وغیرہ جسے وہ مجبوراً ادا نہ کرسکے اپنی جانب سے ادا کردیں گے۔ اس طرح وہ حقوق العباد سے بری ہوکر جنت میں چلے جاتے ہیں۔ خالق و مالک کو اختیار ہے کہ جسے جس طرح نوازے اللہ پاک کا عام ضابطہ حقوق العباد بندے کے حوالے کرنے کا ہے۔

شیطان سب سے زیادہ عرفہ کے دن ذلیل ورسوا اور رنجیدہ:

طلحہ بن عبید اللہ کریز سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان کو عرفہ کے دن سے زیادہ کبھی ذلیل حقیر پست چھوٹا غصہ سے بھرا نہیں دیکھا گیا کہ اللہ پاک کی رحمت اترتی ہے اور بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (کنز العمال: ۵/۷۳)

فائدہ: یعنی اللہ پاک کے بے پایاں رحم وکرم کے نازل ہونے کی وجہ سے بندے کی جو مغفرت ہوتی ہے اس سے شیطان جل بھن جاتا ہے اور رنج وافسوس سے بے قابو ہو جاتا ہے ایک عرصہ تک گناہ کرواتا رہا جہنم کے اعمال کروا کر جہنم میں ڈھکیلتا رہا اور آج سب کیا کرایا خاک میں مل گیا کہ رحمت خداوندی سے مغفرت ہوگئی۔

جس نے آج کے دن حفاظت کرلی وہ بخشا گیا:

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عرفہ کے دن اپنی زبان کان اور نگاہ کی حفاظت کرلی۔ اس کی ایک عرفہ سے دوسرے عرفہ تک مغفرت ہوگئی۔ (ترغیب: ۲/۲۰۴)

فائدہ: چونکہ عموماً ان ۳/اعضاء سے کثرت سے گناہ صادر ہوتے ہیں عرفات کے میدان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں جن کا چہرہ کھلا ہوتا ہے شیطان ان کے دیکھنے کی جانب مائل کر دیتا ہے بسا اوقات احباب اور لوگوں سے مزاج کے خلاف بات پیش آجاتی ہے تو بدکلامی اور برا بھلا کہنے کی جانب نفس اور شیطان مائل کر دیتا ہے سوایسے موقعہ پر باوجود نفس کے میلان کے ان گناہوں سے بچالے جانا اور برداشت کرلینا مغفرت کا باعث ہے۔

مغفرت پر شیطان کا افسوس وحسرت کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے ہی مرحلہ میں اہل عرفہ کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور جم غفیر یہاں سے چلتا ہے (مزدلفہ کی جانب) تو ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہے ہائے ہلاکت افسوس پکارتا ہے۔ تو اس کی طرف تمام شیاطین جمع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کیا ہوگیا؟ (جو افسوس کر رہے ہیں) تو وہ کہتا ہے میں نے اسے ساٹھ سال، ستر سال پھنسا کر رکھا اور ادھر پل جھپکے ان کی مغفرت ومعافی ہوگئی۔

(ہدایۃ السالک: ص ۹۱)

فائدہ: افسوس کہ ساٹھ ستر سال تک گناہوں میں مبتلا رکھا اور جہنم کے اعمال کرایا اور آج سکنڈوں میں ان کی مغفرت ہوگئی سب محنت خاک میں مل گئی سب پر پانی پھر گیا۔ اسی لئے عرفات میں خوب الحاح زاری اور رودھو کر اپنے اللہ کو منانے اور مغفرت اور معافی کرالے کہ ایسا قیمتی وقت کہاں سے ہاتھ آئے گا۔

قیامت تک اہل عرفہ کی مغفرت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں وقوف میں تھے اور قریب تھا کہ سورج ڈوب جائے تو آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں کو خاموش کرو۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا لوگو! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ لوگ خاموش ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا اے لوگو! میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی آئے اور میرے رب کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل عرفات اور اہل مزدلفہ کی مغفرت فرمادی اور ان کے حقوق کے ضامن ہوگئے۔ تو حضرت عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور فرمایا اے اللہ کے رسول کیا ہمارے لئے

خاص ہے؟ آپ نے فرمایا اور جو قیامت تک تمہارے بعد آئے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا ہمارے رب کی بھلائی بہت ہوگئی اور اچھی ہوگئی (کہ قیامت تک کہ اہل عرفہ کی مغفرت ہوگئی)۔ (فتح القدیر: ص ۴۷۶)

اہل عرفہ کی برکت سے تمام لوگوں کی بھی مغفرت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوتا ہے عرفہ کے دن معاف کر دیا جاتا ہے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صرف عرفہ والوں کے لئے ہے یا عام لوگوں کے لئے۔ آپ نے فرمایا بلکہ عام لوگوں کے لئے بھی۔ (القریٰ: ص ۴۰۹)

میدان عرفات میں آپ کا نہایت ہی عظیم الشان خطبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عرفات میں نہایت ہی بلیغ اللسان عظیم الشان خطبہ قصویٰ اونٹنی پر ظہر سے پہلے دیا تھا۔

اس خطبہ کے چند اہم اقتباسات ذکر کئے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً حمد ثناء جیسا کہ خطبہ سے پہلے آپ کی عادت طیبہ تھی بیان کیا۔

آپ نے فرمایا اے لوگو! تمہارا خون تمہارا مال ناحق ایک دوسرے پر حرام ہے یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کر لو اسی طرح (تمہارا خون اور مال محترم ہے) جیسا کہ آج کا دن، آج کا مہینہ اور یہ شہر، تم اپنے خدا سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے سوال کرے گا۔ میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا۔ جس کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو وہ جس کی امانت ہو اسے ادا کر دے۔ خبردار سن لو تمام جاہلیت کے امور ہمارے قدموں کے نیچے روند دیئے گئے۔

اے لوگو! سنو! شیطان تمہاری زمین سے ناامید ہوگیا ہے کہ تم شرک کرو لیکن وہ اس کے علاوہ (شدید اختلاف) کی امید میں ہے۔ اس بات سے وہ خوش ہوجائے گا کہ تم اعمال صالحہ کی حیثیت کو گھٹا دو گے (برائیوں میں لگ جاؤ گے) اپنے دین کے سلسلے میں احتیاط کرتے رہو۔

امابعد! اے لوگو! سنو! اللہ سے ڈرو۔ عورتوں کے ساتھ بھلائی خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ انہوں نے تم کو اپنی جان کا مالک نہیں بنایا۔ (کہ جس طرح چاہو ظلم کرو حق تلفی کرو) تم نے اسے اللہ کی امانت کے طور حاصل کیا ہے۔ اللہ کے کلمہ سے تم نے اس سے فائدہ کو حلال کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تم نے اللہ کے کتاب (حکم اذن) سے اسے حلال کیا ہے۔

تمہارے پر ان کا حق ہے اور ان کا حق تمہارے پر ہے، تمہارا حق ان عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی دوسرے کو آنے نہ دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے ہو، اور ان پر یہ ہے کہ وہ کوئی غلط بری حرکت نہ کریں اگر وہ غیروں سے بری بات کریں تو تم ان کو بستر پر سے ہٹا دو اور تم ان کو نہ چوٹ آنے والی مار مارو۔ اگر وہ ان امور سے باز رہیں

تو تمہارے اوپر ان کا کھانا پینا اور کپڑا ہے جو مناسب ہو۔

اے لوگو! میری بات کو سمجھو۔ میں نے تم کو پہنچا دیا میں تم میں ایسی چیز (قرآن وسنت) کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی وجہ سے میرے بعد ہرگز تم گمراہ نہ ہوگے۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑا وہ دو چیزیں خدا کی کتاب اور میری سنت ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: ۸/ ۴۶۸، اتحاف: ۴/ ۱۲۴، مجمع: ص ۲۶۰)

آپ نے فرمایا اے لوگو! میری بات سنو اور میری بات سمجھو، جان لو کہ ہر مسلمان ایک دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمام مسلمان بھائی ہیں۔ کسی بھی بھائی کا مال دوسرے بھائی کے لئے حلال نہیں ہے مگر اس کی دلی رضامندی سے۔ پس ہرگز ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ تمہارا دل ۳/ چیزوں میں کمی نہ کردے۔ عمل کو خالص اللہ کے لئے کرنے میں، حکام اور ولاۃ کے ساتھ خیر خواہی کرنے، اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنے میں ان کی دعوت (دین و اسلام کی) بعد میں آنے والوں کے لئے بھی ہوگی جن کی نیت ہمیشہ دنیا کی ہی ہوگی۔ اللہ پاک فقر تنگدستی ان کی آنکھوں کے درمیان کردے گا (جس کا اس کو بھی خود احساس ہوگا) اور اس کا کاربار پراگندہ ہوگا اور ملے گا اتنا ہی جتنا کہ اس کے مقدر میں ہوگا (باقی دنیا میں لگنے کی پریشانی) اور جس کا مقصد آخرت ہوگا اللہ پاک غنا کو اس کے قلب میں ڈال دے گا۔ اس کا کاروبار اسباب معیشت اس کے لئے کافی ہوگا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، اللہ پاک اس شخص پر رحم فرمائے جو میری بات سنے اور دوسرے تک پہنچادے، بہت سے علم رکھنے والے فقیہ سمجھدار نہیں ہوتے اور وہ جن کو علم پہنچایا جاتا ہے وہ سمجھدار فقیہ ہوتا ہے۔ دیکھو اپنے غلاموں کو، جو تم کھاتے ہو ان کو کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو اس کو پہناؤ اگر وہ کوئی جرم کرے اور اس کی معافی سے تم تلافی حاصل نہ کرسکو تو تم اسے فروخت کردو مگر ظلم نہ کرو۔ میں تم کو پڑوسی کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہوں آپ نے خوب اس کی تاکید کی یہاں تک کہ ہم نے اندیشہ کیا کہ آپ اسے وارث نہ بنادیں۔

اے لوگو! سنو! اللہ پاک نے تمام حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے وارث کے لئے کوئی وصیت نہ کرو، پیدا ہونے والا بچہ شوہر کا ہی ہوگا۔ اور زانی کو پتھر سے رجم کیا جائے گا، جو شخص اپنی نسبت اپنے آباء کے علاوہ کی طرف کرے گا یا اپنی برادری اور قبیلہ کے علاوہ کی طرف نسبت کرے گا اس پر خدا کی، فرشتوں کی، اور تمام انسانوں کی لعنت ایسے کا کوئی فرض ونفل قبول نہ ہوگا، کسی سے مانگی ہوئی چیز واپس کی جائے گی دیا ہوا سامان بھیج دیا جائے گا قرض ادا کردیا جائے گا اور کفیل ذمہ دار ہوگا۔

آپ ﷺ نے میدان عرفات میں خطبہ دیا تو (یہ تلبیہ) پڑھا "لبیك اللهم لبیك انما الخیر خیر الآخرۃ." "اے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں، بھلائی تو دراصل آخرت ہی کی بھلائی ہے۔ (سبل الہدیٰ: ۸/ ۴۷۰)

عرفات میں لوگوں کے درمیان اس بات کا چرچا ہوا کہ آپ روزے سے ہیں یا نہیں۔ اس پر حضرت ام

الفضل حضرت عباس کی بیوی نے دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کے سامنے اسے پی لیا۔ (پس لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ (اسی سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ حجاج کرام کے لئے روزہ نہ رکھنا سنت اور بہتر ہے تاکہ حج کے مناسک میں فتور نہ پیدا ہو)۔

حضرت ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں اونٹنی پر سوار تشریف لائے اور میدان عرفات میں لوگوں کے بیچ کھڑے ہوگئے اور فرمایا آج کون دن ہے لوگوں نے کہا عرفہ کا دن ہے جو محترم دن ہے پھر پوچھا کون سا مہینہ ہے کہا الشہر الحرام (ذی الحجہ محترم مہینوں میں ہے) پھر پوچھا شہر کون سا ہے کہا بلد حرام (یعنی حرم مکہ) تو فرمایا تمہارا مال، تمہاری عزت تمہارا خون ایک دوسرے پر حرام ہے ایسا ہی حرام اور محترم ہے جیسا کہ آج کا دن آج کے مہینہ میں اس شہر میں۔ خبردار سن لو ہر نبی کی دعا پوری ہوگئی صرف میری دعا باقی ہے میں نے اسے اپنے رب کے پاس ذخیرہ بنا کر قیامت کے دن کے لئے رکھ دیا ہے۔ (یعنی وہ دعا غالباً امت کی شفاعت اور بخشائش کے لئے ہے) حضرات انبیاء کرام امتوں کی کثرت پر فخر کریں گے تم غمگین مت ہونا۔ میں تمہارے انتظار میں حوض کوثر کے دروازے پر بیٹھا رہوں گا۔ (مجمع الزوائد: ۳/۲۷۱)

حدود عرفات میں سورج ڈوبنے کے بعد تک رہنا واجب ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ جو وادی عرفات سے سورج ڈوبنے سے قبل (مزدلفہ نکل جائے) اس کا حج نہ ہوگا۔ (یعنی واجب چھوٹ جائے گا اور کامل حج نہ ہوگا)۔ (اعلاء السنن: ۱۰/ ۱۱۷، عمدۃ القاری: ۶/۱۰)

حضرت مسعود بن مخرمہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ہم لوگوں کو خطبہ دیا۔ فرمایا مشرکین عرفات سے اس وقت نکل جاتے تھے جب سورج کی روشنی پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوتی تھی (یعنی سورج ڈوبنے سے قبل) اور ہم لوگ یہاں سے چلیں گے جب سورج ڈوب جائے گا۔ (حاکم، تلخیص، اعلاء السنن: ۱۰/ ۱۱۷، بلوغ الامانی: ۱۴۴)

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن ظہر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل میں تھا۔ جب سورج ڈوب گیا تب آپ نے چلنا شروع کیا۔ (مزدلفہ کی طرف)۔ (شرح مسند: ص ۱۳۵، ص ۲۶۷)

فائدہ: تمام روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غروب سورج تک دعاؤں میں مصروف ہے۔ اور سورج بالکل ڈوب گیا تب آپ عرفات سے چلے، اسی نقش قدم پر صحابہ تابعین چلے، غروب شمس تک رکنا واجب قرار دیا ہے اور کوئی شخص سورج ڈوبنے سے پہلے حدود عرفات سے نکل جائے تو اس پر دم قربانی واجب ہو جائے گی۔

لباب میں ہے "فيقف الى غروب الشمس" (شرح لباب: ص ۲۰۱)

"فاذا دفع قبل الغروب فان جاوز حد عرفة بعده اى بعد الغروب فلا شىء عليه و ان جاوز اى حد عرفة قبله فعليه دم." (شرح لباب: ص ۲۱۰)

اگر لوٹ آیا پھر غروب کے بعد نکلا تو دم ساقط ہو جائے گا۔ (شرح لباب: ص ۲۱۰)

اسی طرح غنیۃ الناسک میں ہے "و ان جاوز قبل الغروب فعلیه دم." (غنیۃ الناسک: ص ۱۶۰)

ابن ہمام کی فتح القدیر میں ہے "لو جاوزها قبل الامام و قبل الغروب وجب علیه دم."

(فتح القدیر: ۲/ ۴۷۷)

اسی وجہ سے حکومت سعودیہ عربیہ کی جانب سے مغرب کے وقت مزدلفہ کا راستہ بند رہتا ہے۔ تاکہ لوگ عجلت اور جہالت کی وجہ سے مغرب سے پہلے نکل کر دم واجب نہ کریں۔

میدان عرفات سے بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے تاخیر کی گنجائش

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرفات کے میدان سے اس وقت نکلتی تھیں جب زمین صاف ہو جاتی تھی یعنی بھیڑ ختم ہو جاتی تھی۔

حسن بصری سے پوچھا گیا امام کے عرفات کے میدان سے نکلنے کے بعد بھیڑ کی وجہ سے نکلنے میں دیر کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۹۲)

فائدہ: عرفات سے مزدلفہ کی جانب روانہ سورج غروب ہو جانے کے بعد ہے، اولاً امام حج عرفات کے میدن سے بلا مغرب پڑھے نکلتا ہے اس کے پیچھے تمام حجاج کرام ہوتے ہیں۔

افضل ہے کہ مغرب کے بعد عرفات سے نکل جائے۔ جیسا کہ شرح مناسک میں ہے "فهو افضل."

(شرح مناسک: ص ۲۱۳)

مگر اس وقت چونکہ تمام لوگ نکلتے ہیں اس لئے بھیڑ ہو جاتی ہے دھکا مکا وغیرہ بہت پریشان کن معاملہ ہوتا ہے اس لئے اگر غروب کے بعد تھوڑی دیر رک جائے تاکہ بھیڑ کی پریشانی کم ہو جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے اور حسن بصری کے قول سے معلوم ہوا۔ چنانچہ تھوڑی تاخیر کی اجازت شرح مناسک میں بھی ہے۔ "و لو مکث قلیلاً بعد الغروب ...... ای لو تاخر فی زماننا قلیلاً لا یعد من العرف تاخرا اجاز." (شرح مناسک: ص ۲۱۳)

لیکن اس بات کا بھی خیال رہے کہ موجودہ زمانہ میں لوگ جلدی سے عرفات سے نکل کر مزدلفہ کے راستہ میں رک جاتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں آنے والوں کو حدود مزدلفہ سے پہلے ہی مجبوراً رک کر رات گذارنی پڑتی ہے چونکہ بھیڑ کی وجہ سے ایسا جام لگ جاتا ہے کہ آگے نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ تاہم بھیڑ کے اندر سے مزدلفہ جانے کی کوشش کرے تو حدود مزدلفہ جا سکتا ہے۔ چونکہ سواری پر نہ ہونے کی وجہ سے ذرا جگہ پاتا ہے تو نکل جاتا ہے۔ موجودہ دور میں عرفات سے مزدلفہ بس یا کار پر جانا بہتر نہیں ہوتا۔ چونکہ بس کے راستہ میں جب جام لگ جاتا ہے تو

بعض مرتبہ پوری رات جام کی وجہ سے خارج مزدلفہ گذر جاتی ہے اور مزدلفہ کا وقوف جو مزدلفہ میں صبح صادق کے بعد خواہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو یا گذرتے ہوئے ہو، چھوٹ جاتا ہے، بس میں چلنا اپنے اختیار میں نہیں رہتا اس لئے پیدل جائے تا کہ آہستہ آہستہ بھیڑ کو چیر کر مزدلفہ کے حدود میں جاسکے۔

خیال رہے کہ مزدلفہ بس یا کار وغیرہ سے آرہے تھے جام اور بھیڑ کی وجہ سے صبح صادق تک مزدلفہ نہیں پہنچ سکے، تو اس واجب کے چھوٹنے کی وجہ سے جو بے اختیاری ہوا ہے دم واجب نہ ہوگا۔ حج ادا ہو جائے گا بس صرف ثواب نہیں ملے گا۔ (کذا فی الغنیۃ :ص ۱۲۶، والشافی :ص ۵۱۲)

منیٰ سے عرفات جانے اور وقوف عرفہ کے چند اہم مسائل

◎ نویں تاریخ عرفہ کے دن صبح کی نماز ہر دن کی نماز کی طرح اسفار ذرا روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس کا انتظار کرے اور سورج کی روشنی جب نکل جائے اور منیٰ کی ثبیر پہاڑی پر آجائے تو منیٰ سے عرفات کی جانب روانہ ہو جائے۔

◎ نہایت سکون واطمینان سے عرفات کی جانب روانہ ہو جائے دھکا وغیرہ نہ دے۔

◎ منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اور دعائیں کرتا تلبیہ بار بار پڑھتا جائے۔

◎ منیٰ سے عرفات ''ضب'' کے راستہ سے جانا سنت ہے، ضب ایک پہاڑی ہے جو مسجد خیف سے ملی ہوئی ہے۔

◎ عرفات میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جسے جبل رحمت کہتے ہیں جب جاتے ہوئے پہاڑ پر نظر پڑے تو تکبیر تہلیل اور دعا مانگے۔

◎ جب عرفات کے حدود میں داخل ہو تو تلبیہ پڑھتا ہوا داخل ہو۔ (شرح مناسک :ص ۱۹۰)

◎ عرفات کے میدان میں لوگوں کے ساتھ وقوف کرنا افضل ہے۔

◎ اکیلے تنہا کسی جگہ میں وقوف کرنا بہتر نہیں ہے۔

◎ راستہ پر وقوف کرنا نہایت ہی ممنوع اور مکروہ وقبیح امر ہے گذرنے والوں کو اس سے شدید تکلیف ہوتی ہے راستہ تنگ ہو جانے کی وجہ سے ادھر اژدحام کی وجہ سے بسا اوقات حوادث اور ناگہانی نامناسب امور پیش آجاتے ہیں جس کا ظاہری سبب راستوں میں وقوف کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

◎ عرفات کے میدان میں جبل رحمت کے قریب وقوف افضل ہے۔

◎ اگر بھیڑ اژدحام کی وجہ سے پریشانی ہو تو جہاں آسان ہو یا جہاں اس کا خیمہ ہو وہاں وقوف کرے۔ افضل کے پیچھے اپنے کو کلفت میں نہ ڈلے۔

◎ عرفات میں داخل ہونے کے بعد پھر عرفات سے خروج نہ کرے۔ اگرچہ زوال سے پہلے داخل ہوگیا ہو۔

(شرح مناسک: ص ۱۹۸)

◎ اگر عرفات میں زوال سے پہلے داخل ہوجائے تو دعا ذکر تلبیہ درود وظائف اذکار میں لگا رہے۔

◎ اگر سہولت ہو مشقت اور اژدحام کی وجہ سے تعب اور پریشانی نہ ہو تو اول عرفات کی جانب آئے تو مسجد نمرہ کے قریب ٹھہرے اور نماز پڑھ کر جبل رحمت کے قریب ٹھہرے۔

◎ پورا عرفہ وقوف اور ٹھہرنے کی جگہ ہے صرف بطن عرنہ ایک مقام ہے جو عرفہ سے خارج ہے۔ یہ عرفات کی مسجد نمرہ سے پچھم کی جانب کا علاقہ ہے۔

◎ یہاں اگر کوئی شخص مسجد نمرہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو وہ امام کی طرح ظہر وعصر کو ایک ساتھ پڑھے گا اول ظہر پھر بغیر سنت اور نفل پڑھے عصر کی نماز، اور عصر کے بعد کوئی سنت و نفل حتیٰ کہ ظہر کی سنت بھی نہ پڑھی جائے گی، اذان ایک ہوگی اور تکبیر اقامت دو مرتبہ۔ (شرح مناسک: ص ۱۹۳)

◎ ظہر اور عصر کے بعد تکبیر تشریق پڑھی جائے گی۔

◎ اگر عرفہ میں نماز پڑھانے والا امام مقیم ہے تو اس کی اقتداء میں تمام نماز پوری ۴/رکعت پڑھیں گے۔

◎ اور اگر امام مسافر ہے تو مقیم نماز اپنی نماز ۲/رکعت بعد میں پڑھیں گے۔

◎ منیٰ اور عرفہ میں وہ تمام حجاج مقیم ہوں گے اور اپنی نماز پوری پڑھیں گے جو منیٰ روانہ ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں ۱۵/دن پورے کر چکے ہوں یعنی وہ ۱۵ دن تک مکہ مکرمہ میں مستقل رہ رہے ہوں تو ایسے لوگ مقیم ہوجائیں گے یہ منیٰ عرفات مزدلفہ میں پوری نماز پڑھیں گے قصر نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ کی صورت میں قصر کریں گے۔

◎ جو لوگ اپنے خیمے میں نماز پڑھیں گے خواہ جماعت کے ساتھ سہی وہ ظہر عصر کو ایک وقت میں نہیں جمع کرکے پڑھیں گے بلکہ اپنے اپنے وقت میں پڑھیں گے۔

◎ نماز کے بعد بلا تاخیر کے آسمان کے نیچے میدان میں ذکر وعبادت میں لگ جائے۔

◎ میدان عرفات میں کھڑے ہوکر دعا وظائف واذکار کا پڑھنا سنت اور افضل ہے۔

◎ عورتوں کو بھی کھڑے ہوکر دعا مانگنی بہتر ہے۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۰۱۵)

◎ عورتوں کا مردوں کے ساتھ وقوف کرنا مکروہ ہے۔ عورتیں مردوں سے الگ رہیں گی۔ (معلم الحجاج: ص ۱۵۹)

◎ بیٹھنا لیٹنا منع نہیں ہے جس طرح ہو دعا وگریہ وزاری میں لگا رہے۔ اگر کھڑے ہوکر وقوف تعب اور کمزوری کی وجہ سے نہ کر سکے تو کچھ دیر کھڑے ہوکر دعا وغیرہ کرے پھر بیٹھ جائے پھر کھڑے ہوکر دعا کرے۔ تاہم کچھ

نہ کچھ دیر کھڑے ہوکر دعا وغیرہ کر لے تا کہ اس سنت پر عمل کرنے والا ہو جائے۔ (ہدایۃ السالک:ص۱۰۱۷)

◎ بلا سائے کے دھوپ میں کھڑے ہوکر دعا میں مشغول ہونا افضل ہے۔ (ہدایۃ السالک:ص۱۰۱۷)

◎ تعب اور پریشان ہو جائے تو سایہ میں کھڑا ہوکر دعا و وظائف میں لگا رہے۔

◎ ظہر کی نماز پڑھ کر ادھر ادھر کھانے پینے کی باتوں میں لگا رہا پھر دعا وغیرہ میں لگا تو یہ خلاف سنت مکروہ ہے۔

(شرح مناسک:ص۱۹۸

◎ زوال کے قریب غسل کرے کہ عرفہ میں وقوف کے لئے غسل مستحب ہے۔ (شرح مناسک:ص۱۹۸)

◎ اگر غسل نہ کر سکے خواہ مرض اور ٹھنڈک کی وجہ سے ہو تو وضو کرے۔

◎ کھانے پینے اور دیگر ضروریات سے جلد فارغ ہو جائے تا کہ نہایت اہتمام اور خشوع کے ساتھ خدا کے دربار میں ہمہ تن متوجہ ہو کر لگ جائے۔

◎ غسل اور سورج کے ڈھلنے کے بعد نماز کے لئے مسجد نمرہ میں جائے۔

◎ اگر سہولت کے ساتھ بلا کسی مشقت اور پریشانی کے مسجد نمرہ میں جا سکے تو جائے ورنہ اپنے ہی خیمہ میں نماز پڑھے۔ بھیڑ میں اپنے آپ کو کلفت میں نہ ڈالے۔

◎ دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر ہتھیلی کا رخ آسمان کی جانب کر کے دعا رو رو کر مانگے۔

◎ دونوں ہاتھوں کو سینہ سے اوپر اٹھا کر دعا مانگے اور قبلہ رخ رہے۔

◎ عرفات میں کھڑے ہوکر دعا مانگنی سنت ہے اس کے علاوہ کسی بھی وقت کھڑے ہوکر دعا مانگنی مکروہ ہے۔

◎ اسی طرح مغرب تک دعا اور ذکر میں مشغول رہے۔ (شرح مناسک:ص۲۰۱، ہدایۃ السالک:ص۱۰۱۴)

◎ دعا اور وظائف اوراد کے درمیان تھوڑے تھوڑے دیر پر تلبیہ کرتا رہے۔ (شرح مناسک:ص۲۰۶)

◎ وقوف عرفہ میں کثرت سے تلبیہ پڑھنا مستحب ہے۔

◎ عرفہ میں وقوف کی نیت کرنا مستحب ہے، بلا نیت کے وقوف صحیح ہو جاتا ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۰۶)

◎ وقوف کے دوران ذکر عبادت کے علاوہ صدقہ خیرات کرنا کسی کو کھانا دینا پانی پلانا مستحب ہے۔

وقوف عرفہ کے چند مکروہات

◎ بلا عذر کے غسل نہ کرنا اور وقوف عرفہ کرنا۔

◎ ظہر کے بعد وقوف عرفہ میں تاخیر کرنا۔

◎ راستہ پر وقوف کرنا (اگر لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہو گذرنے والوں کو تنگی ہوتی ہو تو حرام ہے)

◎ ذکر دعا اوراد وظائف کے بجائے کھانے پکانے اور باتوں میں لگنا احباب کے ساتھ مجلس لگانا، بلاعذر سونا آرام کرتے رہنا، سیر وتفریح میں وقت لگانا وغیرہ غروب سے پہلے ہی روانہ ہونے لگنا اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے تیار رہنا اور حدود عرفہ میں چلنا یہ مکروہ نہیں۔

◎ نکلنے میں مغرب کے بعد تاخیر کرنا۔

◎ تیز رفتاری سے چلنا، لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے گذر جانا، چلنے والوں کو دھکا دینا اور گذرنا حرام ہے۔

(شرح مناسک: ص۲۰۸)

سورج کے ڈوب جانے کے بعد حدود عرفہ سے نکل کر مزدلفہ کی جانب جانا واجب ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر تھا جب سورج ڈوب گیا تب آپ نے (عرفہ سے) کوچ کیا۔ (ابوداؤد: ص۲۶۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حج کے مناسک کی تعلیم کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے چنانچہ ظہر عصر مغرب عشاء اور فجر کی نماز ان کے ساتھ منیٰ میں پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ عرفات گئے۔ ظہر عصر یہاں پر ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر وقوف کیا یہاں تک کہ جب سورج ڈوب گیا تو عرفہ سے کوچ کیا۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں وقوف کیا اور فرمایا یہ عرفہ ہے یہی وقوف کی جگہ ہے، پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے۔ پھر جب سورج ڈوب گیا تو مزدلفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ (ترمذی: ص۱۷۷)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورج غروب ہو گیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ سے کوچ کیا۔

(بلوغ الامانی: ۱۲/۱۴۴، مجمع الزوائد: ص۲۵۵)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو وادی عرفات سے سوج ڈوبنے سے پہلے نکل جائے (مزدلفہ جانے کے لئے) تو اس کا حج نہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۶، اعلاء السنن: ص۱۱۷)

فَائِدَہ: تمام روایتوں میں ہے کہ سورج ڈوبنے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ دعاؤں میں رہے، پھر سورج جب ڈوب گیا تو مزدلفہ کی جانب روانہ ہوئے پھر تاخیر نہیں کی۔ اگر غروب سورج سے پہلے حدود عرفہ سے نکلا تو دم واجب ہو جائے گا۔

پس معلوم ہوا کہ سورج ڈوب جانے کے بعد تاخیر سے نکلنا خلاف سنت ہے۔ شرح لباب میں ہے "اذا غربت الشمس ......من غير تاخير." (شرح لباب: ص۲۱۳)

عرفہ سے مزدلفہ جانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن وطرق کا بیان

عرفہ سے مزدلفہ جاتے ہوئے سکون واطمینان سے چلنا واجب ہے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے)، لوگو سے فرمایا اطمینان اورسکون سے چلو، تیزی سے چلنا کوئی نیک کام نہیں۔ (مسند احمد: ۱۲/۱۳۵)

حضرت اسامہ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں عرفات سے کس رفتار سے نکلے تھے تو کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ مناسب رفتار سے چلے تھے البتہ اگر خالی جگہ پائے تو تیز ہوجاتے۔ (بخاری: ص ۲٦٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے چلے اور آپ پر سکون وطمانیت تھی (جلدی بازی نہیں تھی) حضرت اسامہ آپ کی سواری پر تھے۔ اور آپ لوگوں سے فرمارہے تھے لوگوں ''سکون کے ساتھ'' اونٹ اور گھوڑوں کے دوڑانے میں کوئی ثواب نہیں۔ (ابوداؤد: ص ۲٦۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمارہے تھے لوگو! اطمینان وسکون سے چلو۔

(ابوداؤد: ص ۲٦٦)

فائدہ: عرفات سے مزدلفہ کی جانب سورج ڈوبنے کے بعد کوچ کیا جاتا ہے، عرفات سے مزدلفہ قریب ۳ میل ہے۔ رات مزدلفہ میں گزارنی ہوتی ہے۔ پھر صبح روشنی ہوجانے پر مزدلفہ سے منیٰ کی جانب جانا ہوتا ہے۔ عرفہ میں مغرب تک لوگ رکے ہوتے ہیں۔ اور مغرب کے بعد نکلتے ہیں تو اس وقت راستہ میں بڑا اژدحام ہوجاتا ہے، بھیڑ کی وجہ سے دھکے وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے۔ لوگ تیزی سے دوسروں کو ڈھکیلتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کسی کا سامان گرتا ہے کسی کا چپل جوتا نکل کر رہ جاتا ہے۔ اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ تیزی سے دوسروں کو اذیت دیتے ہوئے مت چلو، سکون واطمینان سے چلو، تیزی اور جلد بازی کوئی ثواب کا کام نہیں۔

اس لئے لوگوں کو حکم ہے کہ آہستہ آہستہ سکون واطمینان سے چلیں، چنانچہ اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ ''امر النبی بالسکینة عند الافاضة'' جس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے اطمینان سے چلنے کا حکم دیا ہے نہ کہ تیزی سے اور دوڑ کر۔

تاہم اس کے باوجود جہاں اژدحام اور بھیڑ نہ ہوتو ذرا تیزی سے چلنا سنت ہے آپ بھیڑ نہ دیکھتے تو ذرا تیز چلتے کیوں کہ آگے مزدلفہ میں دو نمازیں پڑھنی ہوتی ہیں چنانچہ شرح بخاری میں ہے "فتعجلو فی السیر لاستعجال الصلاۃ." (شرح بخاری: ۱۰/۷)

مزدلفہ جاتے ہوئے بھیڑ میں گھسنا مجمع چیرتے ہوئے آگے بڑھنا منع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات سے چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شور اور "اونٹ کو ڈانٹ مار کی آواز" پیچھے سے سنا تو آپ نے کوڑے سے ان کی طرف اشارہ کیا اور آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! اطمینان سے چلو، تیزی اور جلد بازی سے چلنا کوئی نیکی اور نیک کام نہیں ہے۔ (بخاری: ص ۲۲۷، بیہقی: ص ۱۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرفہ (سے مزدلفہ چلتے ہوئے) پیچھے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو مار رہے (تاکہ جلدی اور تیز چلے) تو آپ نے فرمایا لوگو! اطمینان سے چلو جلدی چلنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۱۹)

فائدہ: عرفات سے مزدلفہ کی جانب جب لوگ غروب شمس کے بعد چلتے ہیں تو پیدل چلنے والے تیزی سے چلتے ہیں اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے مجمع کے بیچ میں گھستے ہوئے بھیڑ کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح چلنا ناجائز ہے۔ کسی کو تکلیف دینا دھکے دے کر آگے گذرنا سخت منع ہے۔ مگر لوگ ہیں کہ چلے جاتے ہیں کسی کی تکلیف کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

ایک جانب مناسک حج کے ذریعہ مغفرت اور رحمت کے طالب ہوتے ہیں دوسری جانب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پامال کر کے خدا کے بندوں کو تکلیف پہنچا کر غضب خدا اور رسول کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

اے اللہ کے بندو! خدا کی مغفرت کے طلبگارو مزدلفہ کی رات بڑی نورانی اور مستجاب رات ہے، اس رات میں ظلم اور لوگوں کو تکلیف دے کر گناہ مت کماؤ کہ مزدلفہ کی برکت شب سے محروم ہو جاؤ بس آہستہ اور مناسب رفتار سے چلو، ہاں راستہ خالی دیکھو تو حسب سہولت رفقاء کی رعایت کرتے ہوئے سبک رفتاری سے چلو، دوسروں کو دیکھ کر برا کام مت کرو۔ بیشتر لوگ جہالت اور نادانی سے ایسا کرتے ہیں تم سنت اور شریعت کے خلاف نہ کرو عشاء کا وقت آخر رات تک رہتا ہے۔

غنیۃ میں ہے اس زمانہ میں تیز چلنا (کہ دوسروں سے آگے بڑھتا جائے) سنت نہیں ہے چونکہ اژدحام بہت ہوتا ہے۔ (غنیۃ الناسک: ص ۱۶۱)

عاجز نے خود دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کو دھکا دے کر گذرتے ہیں یہ تو بری بات ہے اور ناجائز ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت کیسے آئے گی؟

مزدلفہ جاتے ہوئے کیا پڑھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں غروب شمس تک رہے پھر کوچ کیا یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے اور تکبیر تہلیل تعظیم وتحمید میں مشغول رہے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۶۶)

محدث ابن خزیمہ نے مزدلفہ کے راستے میں ذکر و دعا تہلیل وغیرہ کرتے ہوئے جانے پر باب قائم کیا ہے۔

امام نووی نے مزدلفہ جاتے ہوئے یہ دعا پڑھنا مستحب کہا ہے۔

”لا اله الا الله والله اكبر لا اله الا الله والله اكبر لا اله الا الله و الله اكبر اليك اللهم ارغب و اياك ارجو فتقبل نسكى وو فقنى و ارزقنى فيه من الخير اكثر ما اطلب و لا تخيبنى انك انت الله الجواد الكريم.“ (اذکار: ص ۲۰۰)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے تکبیر تہلیل اور تلبیہ کہتا ہوا جائے اور یہ دعا پڑھے

”اللهم اليك افضت و اليك رغبت و منك رهبت فاقبل نسكى و اعظم اجرى و تقبل توبتى و ارحم تضرعى و استجب دعائى و اعطنى سئولى.“ (ہدایہ: ص ۱۰۳۹، حج وعمرہ کی مسنون دعاء: ص ۷۸)

عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے ذکر میں مشغول رہنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عرفات سے جاتے ہوئے) ذکر الٰہی، تعظیم و تہلیل (لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وغیرہ) میں مشغول رہے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۶۶)

حضرت اسامہ اور حضرت فضل سے روایت ہے کہ آپ ہمیشہ تلبیہ پڑھتے رہے (مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے) یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ (بخاری: ص ۲۲۸)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”لبيك اللهم لبيك“ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ (بڑے شیطان کی) رمی کی۔ (ابن خزیمہ: ص ۱۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ جاتے ہوئے ذکر اور تلبیہ میں مشغول تھے۔ پس سنت ہے کہ مزدلفہ کے راستہ میں کبھی لا الٰہ الا اللہ کبھی اللہ اکبر کبھی ”لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد و هو على كل شىء قدير“ اور کبھی تلبیہ پڑھتے رہنا مسنون ہے۔ خاموش بلا ذکر کے راستہ طے کرنا یا باتوں میں لگے رہنا یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے چلنا خلاف سنت ہے۔ گو گناہ نہیں۔ عموماً لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف رہتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے، حج جیسے ارکان میں حتی الوسعۃ سنت کی رعایت کا اہتمام کرے۔

مزدلفہ میں اور مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے رمی تک تلبیہ پڑھنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر حضرت اسامہ ردیف تھے۔ پھر منیٰ تک حضرت فضل آپ کے ساتھ ردیف ہوئے۔ ان دونوں حضرات نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر برابر تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرہ کی رمی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ جمرہ پہنچ گئے۔ (بخاری: ص ۲۲۶ مسلم: ص ۴۱۵، تلخیص الجبیر، طحاوی: ص ۴۱۷)

عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ کے ساتھ حج کیا جب وہ مزدلفہ کی جانب چلنے لگے تو تلبیہ پڑھنے لگے۔ (طحاوی: ص ۴۱۷)

ابن سنجرہ نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزدلفہ گیا تو وہ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ (طحاوی: ص ۴۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مزدلفہ میں صبح تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا۔ (طحاوی: ۱/ ۴۱۸)

فائدہ: جس طرح عرفات کے میدان میں دیگر اذکار و دعاؤں کے ساتھ تلبیہ پڑھنا مسنون ہے اسی طرح عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے اور مزدلفہ کی رات میں دیگر دعاؤں کے ساتھ تلبیہ پڑھنا مسنون ہے، اسی طرح مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے صبح کے وقت تلبیہ اور تکبیر وغیرہ پڑھتے رہنا سنت ہے۔ جب جمرہ عقبہ کی پہلی رمی کی جائے گی تب تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیا جائے گا۔

طحاوی میں ہے "ان التلبیة فی الحج لا تنقطع حتیٰ رمی جمرة العقبة." (طحاوی: ص ۴۱۸)

مزدلفہ کی شب بڑی مبارک اور مستجاب شب ہوتی ہے، اس رات میں دعا اذکار خوب کثرت سے کرے خصوصاً سحر کے وقت۔ کہاں ایسی مبارک رات نصیب ہوتی ہے۔

رفقاء کے ساتھ باتوں میں اور سونے میں یہ رات نہ گذارے تعب و تکان دور کرنے کے لئے تھوڑی دیر سو جائے کہ تا کہ انشراح کے ساتھ عبادت و ذکر و دعا کر سکے۔

عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے پاخانہ پیشاب کے لئے رک سکتا ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرفہ سے کوچ کیا تو ایک گھاٹی کی جانب مائل ہوئے۔ اور اپنی ضرورت (پیشاب) پوری کی، پھر وضو کیا۔ (بخاری: ص ۲۲۶، ابن خزیمہ: ۴/ ۲۶۷)

فائدہ: عرفہ سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ چلے تو مزدلفہ کے قریب پہنچنے پر آپ کو پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ آپ نے سواری سے اتر کر پیشاب کیا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب پاخانہ کے لئے چلتے ہوئے رکنے کی ضرورت پیش آجائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، رک کر اطمینان سے پیشاب وغیرہ سے فارغ ہو کر چلے، چنانچہ محدث ابن خزیمہ نے یہ باب قائم کیا ہے، "اباحة النزول بين عرفات وجمع للحاجة." جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی ضرورت مثلاً پاخانہ پیشاب کے لئے رکنا درست ہے۔ (ابن خزیمہ: ۲۶۶/۴) نہ فضیلت کے خلاف ہے نہ کوئی کراہت ہے۔

مگر رکنے کی وجہ سے سوچے کے لاؤ مغرب کی نماز پڑھ لیں تو اس کی اجازت نہیں۔ کہ آپ نے نماز مزدلفہ میں پڑھی۔

خیال رہے کہ عرفہ سے مزدلفہ سواری کے بجائے پیدل جانا مستحب اور ثواب عظیم کا باعث ہے۔ "انه يستحب ان يدخل المزدلفة ماشياً احتراماً لها."

وقوف کے لئے مزدلفہ میں غسل کرنا مستحب ہے۔ "انه يستحب الاغتسال للوقوف." سہولت موقع ہو تو کر لے۔ (ہدایہ: ص ۱۰۵۷)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونوں ساتھ پڑھنا ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ تشریف لائے تو وضو کیا اور مکمل وضو کیا، پھر تکبیر کہی گئی، مغرب کی نماز پڑھی .... پھر اقامت کی گئی تو آپ نے (عشاء کی) نماز پڑھی، درمیان میں کوئی نماز (سنت اور نفل) نہیں پڑھی۔ (بخاری: ص ۲۲۷)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا تھا۔ (بخاری: ص ۲۲۷)

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابوایوب، حضرت ابن عباس، حضرت اسامہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔ (تلخیص: ۵۸۴/۳)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مزدلفہ پہنچے تو مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔ (سنن کبریٰ: ۱۲۶/۵)

فائدہ: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا سنت ہے، خواہ اپنے خیمہ میں تنہا پڑھے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھنے کے متعلق چند مسائل

◎ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۱۶)

◎ حدود مزدلفہ میں ہی جمع کرنا واجب ہے۔ مزدلفہ پہنچنے سے قبل جو عشاء کا وقت ہو جائے پڑھنا درست نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۲۱۶)

◎ مزدلفہ کے حدود میں پہنچنے سے قبل قیام کر لیا تو ابھی جمع کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کی حد میں داخل نہ ہو جائے، اگر پڑھ لے گا تو مزدلفہ میں دونوں کا لوٹانا واجب ہوگا۔

◎ مزدلفہ پہنچنے سے قبل راستہ میں مغرب پڑھ لیا تو یہ صحیح نہیں۔ مزدلفہ آ کر پھر دوبارہ مغرب پڑھے۔ (فتح القدیر: ص ۴۷۹)

◎ بوقت عشاء پڑھنا واجب ہے، اس سے پہلے درست نہیں، اگر کوئی شخص عرفہ سے مغرب ہی کے وقت یعنی عشاء کے وقت سے پہلے پہنچ جائے تب بھی اسے مغرب پڑھنا درست نہیں بلکہ عشاء کے وقت کا انتظار کرے۔ جب عشاء کا وقت ہو جائے تب دونوں نمازیں پڑھے۔ دونوں نمازوں کو ایک ساتھ متصلاً پڑھنا سنت ہے۔ (شرح مناسک)

◎ یہاں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں جماعت کا ہونا شرط نہیں۔ (فتح القدیر: ۲/۴۷۹)

◎ اگر کوئی تنہا پڑھے گا تب بھی دونوں کو ایک ساتھ پڑھے گا، ہاں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ پس حجاج کرام کو چاہئے کہ اپنے اپنے قیام کے مقام پر جماعت کر لیں تاکہ جماعت کا ثواب ملے۔

◎ مغرب اور عشاء کو یکے بعد دیگرے پڑھے مغرب کی سنت عشاء پڑھنے سے پہلے نہ پڑھے۔ (مناسک)

◎ مغرب کی سنت عشاء کے بعد پڑھے اسی طرح عشاء کی سنت کے بعد وتر پڑھے۔

◎ دونوں نمازوں مغرب وعشاء کے درمیان کوئی نفل ذکر و تسبیح اور دیگر مشاغل کھانا پینا سامان وغیرہ درست کرنا نہ کرے۔

◎ مغرب کے لئے پہلے اذان دے اور اقامت و تکبیر کہے، عشاء کے لئے نہ اذان دے نہ تکبیر و اقامت کہے، اگرچہ مغرب کا وقت نکل گیا ہے، مگر نیت ادا ہی کی ہوگی قضا کی نہیں ہوگی۔

◎ اگر مغرب میں قضا کی نیت کر لی تو اب ادا کی نیت سے دوبارہ نہ پڑھے، قضا کی نیت سے بھی نماز ہوگئی۔ اگر مزدلفہ پہنچنے میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ اب امید نہیں کہ صبح صادق سے پہلے مزدلفہ پہنچ کر مغرب وعشاء پڑھ لیں گے تو راستہ میں مغرب وعشاء کا پڑھ لینا جائز ہے۔ جیسا کہ بھیڑ کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ (معلم: ص ۱۱۰)

◎ اگر مزدلفہ میں پہنچ کر کسی نے اولاً عشاء پڑھی پھر مغرب پڑھا، تو اب صرف عشاء کی نماز دوبارہ پڑھے۔ مغرب نہ پڑھے۔ (معلم: ص ۱۱۵)

◎ اگر کسی نے مغرب کے بعد عشاء سے پہلے سنت پڑھ لی تو اب عشاء کے لئے دوبارہ پھر تکبیر کہے۔

(شامی:۲/۵۰۸)

مزدلفہ میں مغرب وعشاء ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ پڑھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں ایک تکبیر کے ساتھ مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھا تھا۔ (فتح القدیر:۲/۳۷۹،شرح احیاء:۴/۶۵۶)

عبداللہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو ایک تکبیر کے ساتھ جمع کر کے پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا۔

(ترمذی:۱/۱۷۸)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں ایک اقامت کے ساتھ پڑھا تھا۔ (ابن ابی شیبہ، ابن راہویہ، شرح احیاء:۲/۶۵۶)

طبرانی میں ان کی روایت ہے کہ ایک اذان دی ایک ہی مرتبہ تکبیر کہی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے ساتھ عرفات سے کوچ کیا جب مزدلفہ پہنچے تو انہوں نے ہمیں مغرب کی ۳ رکعت اور عشاء کی دو رکعت ایک تکبیر کے ساتھ پڑھائی۔ (شرح احیاء:۴/۶۵۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں ایک اذان اور ایک تکبیر کہہ کر پڑھائی۔ اور دونوں کے درمیان کوئی سنت ونفل نہیں پڑھی۔ (ابن ابی شیبہ، بنایہ:۳/۵۳۸)

فائدہ: مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے گی، اولاً اذان دی جائے گی پھر تکبیر کہہ کر مغرب پڑھی جائے گی، پھر نہ اذان دی جائے گی نہ تکبیر بلکہ اسی تکبیر سے دونوں نمازیں پڑھی جائے گی۔

ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے "و لا یعید الاذان و لا الاقامة للعشاء بل یکتفی باذان واحد و اقامة واحدة." (شرح مناسک:ص۲۱۴)

ہدایہ اور اس کی شرح بنایہ میں ہے کہ لوگوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ امام نماز پڑھائے۔ (بنایہ:۳/۵۳۷) اسی طرح شامی میں ہے۔ (شامی:۲/۵۰۸)

اگر نادانی سے عشاء میں بھی تکبیر کہہ دی تو کوئی گناہ اور حرج نہیں، "باذان و اقامتیں هو اختیار الطحاوی وهو القیاس علی الجمع الاول و ظاهر الحدیث و لذا اختاره ابن همام"

(شرح مناسک:ص۲۱۴)

"و فی فتح القدیر کان الرجوع الی الاصل بوجوب تعدد الاقامة بتعدد الصلاة کما فی

قضاء الفوائت بل اولیٰ لان الصلوٰة الثانية هنا وقتية.'' (فتح القدیر:۲/۴۷۹)

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کے درمیان مغرب کی سنت یا نفل نہ پڑھے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک تکبیر کے ساتھ پڑھا اور درمیان میں کوئی سنت ونفل نہیں پڑھی۔ (ابن ابی شیبہ، فتح القدیر:۲/۴۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا اور دونوں کو ایک تکبیر کے ساتھ پڑھا اور دونوں کے درمیان آپ نے کوئی نفل وسنت نہیں پڑھی۔ (بخاری:ص ۲۲۷)

فائدہ: خیال رہے کہ مزدلفہ میں عشاء کے وقت جو مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھا جائے گا تو مغرب کے فرض کے بعد عشاء کی فرض پڑھی جائے گی عشاء سے پہلے مغرب کی سنت یا نفل نہیں پڑھی جائے گی۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے ''ولا يتطوع بينهما'' دونوں کے درمیان سنت ونفل نہ پڑھے۔ (فتح القدیر:ص ۱۱)

اسی طرح شرح مناسک میں ہے ''بل يصلی سنة المغرب و العشاء و الوتر بعدهما.''

(شرح مناسک:ص ۱۱۴)

مغرب کی سنت اور عشا کی سنت اور وتر وغیرہ سب عشاء کے فرض کے بعد پڑھے گا۔

مزدلفہ کی رات نہایت ہی مبارک ذکر عبادت کی رات ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ مزدلفہ کی جانب جاتے ہیں اور وقوف کرتے ہیں اور اللہ کی جانب رغبت کرتے ہیں متوجہ ہوتے ہیں (ذکر عبادت وغیرہ کے ذریعہ سے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ملائکہ میرے بندے نے وقوف کیا پھر میری جانب راغب ہوئے اور مجھے طلب کیا (عرفہ کے بعد) تو تم گواہ رہو میں نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا۔ میں نے ان کی رغبت کو قبول کیا۔ ان کی نیکیوں کی وجہ سے گناہوں کو بخش دیا۔ وہ تمام بھلائیاں جن کا انہوں نے سوال کیا میں نے عطا کیا۔ اور ان کی تمام ضروریات کا جوان کے درمیان ہیں کفیل ہوا۔ (مجمع الزوائد:۳/۲۵۷)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے شب مزدلفہ میں قیام کیا تو کھڑی ہو کر نماز میں مشغول ہوگئیں۔ کچھ دیر پڑھنے کے بعد پوچھا اے بیٹے چاند ڈوب گیا (یعنی رات کا اکثر حصہ گذر گیا) کہا نہیں۔ تو پھر کچھ دیر نماز پڑھنے لگیں۔ (بخاری:ص ۲۲۷)

فائدہ: مزدلفہ کی رات جو شب بقرعید ہے نہایت ہی مبارک اور مستجاب نورانی رات ہے۔ یہ ذکر عبادت، تلاوت، دعاؤں کی رات ہے۔ اس رات میں حجاج کرام کے لئے دو فضیلت ہے ایک شب مزدلفہ مشعر حرام کی برکت، دوسرے شب بقرعید۔ اس لئے اس رات کو عبادت، تلاوت، ذکر استغفار اور دعاؤں میں مشغول رکھے، کہ

پھر کہاں ایسی رات جلدی نصیب ہوتی ہے۔

ہدایۃ السالک میں علامہ نووی کے حوالہ سے ہے "یستحب بالاتفاق الاکثار فی ھذہ اللیلۃ الشریفۃ من التلاوۃ و الذکر و الاستغفار و الدعاء و الصلوٰۃ." (ہدایۃ السالک: ص ۱۰۵۷)

دیکھئے بخاری میں حضرت اسماء کی روایت، مزدلفہ میں آخر رات میں نماز میں مشغول رہیں۔ پس اس سے رات کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔

شب مزدلفہ کی دعا

ابن صلاح نے اور امام نووی نے بیان کیا کہ مزدلفہ کی شب میں یہ دعا پڑھے:

"اللھم انی اسئلك ان ترزقنی فی ھذا المکان جوامع الخیر کلہ و ان تصلح لی شانی کلہ و ان تصرف عنی السوء کلہ فانہ لا یفعل ذلك غیرك ولا یجود بہ الا انت." (ہدایۃ السالک: ص ۱۰۵۸)

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ ہمیں یہاں تمام جامع بھلائیوں کو نوازیں اور میری تمام حالت کو درست فرمائیں اور تمام برائیاں مجھ سے دور کردیں آپ کے سوا کوئی کرنے والا نہیں ہے اور نہ آپ کے سوا کوئی ان کا بخشنے والا ہے۔"

امام غزالی نے مزدلفہ پہنچنے پر اس دعا کو پڑھنے کہا ہے:

"اللھم ان ھذہ مزدلفۃ جمعت فیھا السنۃ مختلفۃ لتسلك حوائج مؤتنفۃ فاجعلنی ممن دعاك فاستجبت لہ و توکل علیك فکفیتہ." (شرح احیاء: ۴/۶۵۴)

مزدلفہ کی رات کا ایک ماثور عمل

ابن جوزی کی مثیر العزم میں ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ جو شخص شب بقرعید (مزدلفہ کی رات) دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ۱۵/مرتبہ، سورہ اخلاص ۱۵/سورہ فلق، ۱۵/ سورہ ناس ۱۵/مرتبہ پڑھے، سلام کے بعد آیت الکرسی ۳/مرتبہ پڑھے اور استغفر اللہ ۱۵/مرتبہ پڑھے۔ اللہ پاک اس کا نام اہل جنت میں کردے گا۔ کھلے اور چھپے اس کے گناہ معاف کردے گا اور ہر آیت جو اس نے پڑھی ہے اس کے بدلہ حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔ اور خاندان اسماعیل علیہ السلام کے ساٹھ غلاموں کے آزاد کرنے کے مثل ثواب ملے گا اور اگر اس دن اور جمعہ کے درمیان انتقال کرگیا تو شہید کی موت ہوگی۔ (القریٰ: ص ۴۲۴، اتحاف السادۃ: ۴/۶۶۰)

فائدہ: مزدلفہ کی رات جب مغرب وعشاء کی نماز سے فارغ ہوجائے تو اس وقت یا بوقت تہجد یہ عبادت کرے ویسے بھی یہ رات ذکر وعبادت تلاوت ودعا واستغفار کی رات ہے، کچھ آرام کرنے کے بعد جو وقت اور موقعہ ملے

اس میں کچھ عبادت وذکر کرے۔ صبح صادق کے بعد تو صرف ذکر ودعا ہی مسنون ہے۔ نماز وغیرہ کی اجازت نہیں۔

شب مزدلفہ کی عبادت سے جنت واجب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ترویہ کی رات، ۸/ تاریخ کی رات، عرفہ کی رات (منیٰ کی رات) یوم النحر کی رات، مزدلفہ کی رات، اور عید کی رات ان چار راتوں میں جو عبادت کرے گا اس کے لئے جنت واجب۔ (القریٰ: ص ۳۷۸)

مزدلفہ اور عید کی رات کی عبادت سے قیامت کے دن دل زندہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عید اور بقرعید کی رات (مزدلفہ کی رات) عبادت کرے گا اس کا دل قیامت کے دن زندہ اور بیدار رہے گا جس دن لوگوں کا دل (مارے خوف ودہشت وعذاب کے) مردہ ہوجائے گا۔ (مجمع الزوائد: ص ۱۹۸، ابن ماجہ: ص ۱۲۷، تلخیص: ص ۸۶)

فائدہ: حجاج کرام کے لئے تو ویسے بھی مزدلفہ کی رات مناسک حج کی وجہ سے عبادت اور ذکر کی رات بن جاتی ہے، مزید حسب سہولت، ذکر عبادت میں رات گذار لے، کچھ آرام بھی کرلے پوری رات عبادت کا ثواب ملے گا۔

مزدلفہ کے حدود میں جہاں رک جائے اور قیام کرے درست ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مزدلفہ میں وقوف کیا اور مزدلفہ تمام کا تمام وقوف کی جگہ ہے۔ (ابوداؤد: ص ۲۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔

(ابوداؤد: ص ۲۶۷، ترمذی: ۱/ ۱۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی محسر میں آئے تو اپنی سواری کو تیز کردیا (تاکہ جلدی سے گذر جائیں)۔ (مجمع: ۳/ ۲۵۷)

فائدہ: مزدلفہ کے جو حدود ہیں جو منیٰ اور عرفہ کے درمیان ہیں۔ اس حد مزدلفہ میں جہاں بھی وقوف کرلے گا وقوف مزدلفہ ہوجائے گا۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ مزدلفہ کے قریب ایک مقام وادی محسر ہے یہ مزدلفہ میں داخل نہیں۔ چنانچہ طبرانی میں ہے "و المزدلفة كلها موقف و ارفعوا عن بطن محسر." (اعلاء السنن: ۱۰۸)

موطا میں ہے "ان ابن عمر كان يحرك راحلته فى محسر قدر رمية حجر." (موطا: ص ۲۲۲)

شرح مناسک میں ہے کہ پورا حدود مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے، سوائے وادی محسر کے۔ (شرح مناسک: ص ۹۲۸)

بہر حال وادی محسر سے گذرے تو تیزی سے گذرے یہاں رکے نہیں۔

شرح مناسک میں ہے کہ محسر نام یا تو اس وجہ سے ہے کہ ہاتھی کی فوج یہاں رک گئی تھی۔ یا اس وجہ سے کہ

یہاں ابلیس حسرت افسوس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کا نام وادی نار بھی ہے۔ محبّ طبری کے حوالہ سے ہے کہ ایک شخص نے یہاں شکار کیا تو آسمانی آگ نے اسے خاک کر دیا اس جگہ سے گذرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

''اللهم لا تقتلنا بغضبك و لا تهلكنا بعذابك و عافنا قبل ذلك.''

تَرْجَمَہ: اے اللہ اپنے غصہ سے ہمیں نہ مار، اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کرنا۔ اس سے قبل ہمیں عافیت عطا فرما۔ (شرح مناسک: ص۲۲۲، فتح القدیر: ص۴۸۴)

وادی محسر: یہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ہے وادی محسر ختم ہونے کے بعد منیٰ کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر: ص۴۸۴)

مسجد مشعر حرام کے پاس وقوف سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات مزدلفہ میں گذاری یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر آپ نے صبح کی نماز (بہت جلد غلس میں) پڑھی اس کے بعد مشعر حرام کے پاس ٹھہرے اور آپ کے پاس لوگ بھی ٹھہرے، دعا، ذکر، تہلیل، تمجید، تعظیم میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ منیٰ کی طرف کوچ کیا۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۷۰)

حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز پڑھی پھر مشعر حرام کے پاس مزدلفہ میں وقوف کیا۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۲۶)

فَائِدَہ: آپ نے مسجد مشعر حرام کے قریب نماز کے بعد وقوف کیا تھا۔ غلس صبح صادق کی ابتدائی تاریکی سے لے کر طلوع شمس سے پہلے تک ہے۔ اور طلوع شمس سے پہلے آپ نے کوچ کیا۔ اس روایت سے دو چیزوں کا علم ہوا ① مسجد مشعر حرام کے قریب وقوف ② صبح کی نماز صبح صادق ہوتے ہی اندھیرے میں پڑھ کر اجالا ہونے تک ذکر و دعا و تسبیح وغیرہ میں مشغول رہنا۔

خیال رہے کہ مسجد مشعر حرام کے قریب جگہ نہ ملے یا اژدحام و بھیڑ کی وجہ سے نہ جا سکے تو اس کے لئے ہرگز پریشان نہ ہو اور نہ اپنے آپ کو، احباب کو دقت اور کلفت میں ڈالے کہ یہ بہت سے بہت اولیٰ ہے اس کے خلاف مکروہ نہیں بلکہ حدود مزدلفہ میں جہاں جگہ بسہولت ملے قیام کرے آپ نے فرمایا ہے حدود مزدلفہ سب وقوف اور قیام کی جگہ ہے آپ کا فرمان مبارک ہے۔ ''و المزدلفة كلها موقف.'' اکثر و بیشتر لوگ صبح کی نماز پڑھتے ہی مزدلفہ سے نکلنے لگ جاتے ہیں اور منیٰ جانے میں جلدی کرتے ہیں نماز کے بعد ذکر تسبیح میں نہیں مشغول ہوتے یہ خلاف سنت ہے۔

عموماً لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسا کرتے ہیں۔ دوسروں کو دیکھا کہ نماز کے بعد سامان اٹھا کر منیٰ جا رہے ہیں تو یہ بھی چل دیتے ہیں۔ حج کے مناسک دوسروں کو دیکھ کر نہ کرنا چاہئے بلکہ واقف عالم سے یا اپنے مذہب کے

معتبر کتابوں سے دیکھ کر عمل کرنا چاہئے۔ اور اس مسئلہ میں اپنے ساتھیوں کی بھی موافقت نہ کرے کہ عموماً لوگ ساتھیوں کی وجہ سے خلاف شرع اور خلاف سنت امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔

صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا یا ہونا ضروری ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ تشریف لائے مغرب وعشاء کی نماز پڑھی پھر لیٹ گئے۔ پھر طلوع فجر ہوا تو صبح کی نماز پڑھی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے۔ مشعر حرام (پہاڑی) کے پاس آئے پھر کھڑے رہے۔ (ذکر دعا میں) پھر صبح کی روشنی خوب نمایاں ہوگئی تو سورج نکلنے سے پہلے (منیٰ کی جانب) کوچ کیا۔ (مسلم: ص۳۹۹، اتحاف السادۃ: ص۲۶۲، سنن کبریٰ: ص۱۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزدلفہ میں صبح صادق ہوگئی تو مقام قزح (مشعر حرام پہاڑی کے پاس آئے اور وقوف کیا اور فرمایا یہ مقام قزح وقوف کی جگہ ہے، اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔

(ابوداؤد: ص۲۶۷، ترمذی: ص۱۷۷، شرح احیاء: ۴/۶۶۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد وقوف کیا۔ (بخاری: ص۲۲۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں وقوف کیا اور سورج نکلنے سے پہلے تک ذکر دعا میں لگے رہے۔

مزدلفہ کے حدود میں صبح صادق کے بعد وقوف واجب ہے اگر کسی نے صبح صادق کے بعد وقوف نہیں کیا اور صبح صادق سے پہلے منیٰ کوچ کرلیا تو اس واجب کے ترک کرنے پر دم واجب ہوجائے گا۔

ہدایہ میں ہے "ثم هذا الوقوف واجب عندنا." (فتح القدیر: ص۴۸۲)

چنانچہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے "و لو جاوز حدالمزدلفة قبل طلوع الفجر فعليه دم الا لعلة او ضعف." (بنایہ: ۳/۵۴۸)

ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے "الوقوف بها اى بعد الفجر واجب، و لو ترك الوقوف بها ندفع ليلاً فعليه دم." (شرح مناسک: ص۲۱۹)

صبح صادق کے بعد وقوف مزدلفہ میں واجب ہے، اس کے ترک پر دم واجب ہوجائے گا۔

خیال رہے کہ مزدلفہ میں رات گذارنا سنت موکدہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے "و المبيت بمزدلفة سنة."

(فتح القدیر: ص۴۸۴)

اور صبح صادق کے بعد وقوف واجب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مزدلفہ بالکل آخر رات میں پہنچا تو کوئی گناہ نہیں صبح کے بعد وقت مل گیا تو واجب ادا ہوگیا۔

مزدلفہ میں صبح صادق کے بعد ذکر و تسبیح و دعا میں لگنا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی پھر مشعر حرام کے پاس وقوف کیا۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ وقوف کیا۔ تمام لوگ خدا تعالیٰ سے دعا، میں ذکر میں لا الٰہ الا اللہ میں اور اس کی بڑائی اور تعظیم بیان کرنے میں لگے رہے یہاں تک کہ آپ نے منیٰ کی جانب کوچ کیا۔ (ابن خزیمہ:۴/۲۷۱)

فائدہ: خیال رہے کہ صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں وقوف واجب ہے۔

اور سورج نکلنے سے کچھ پہلے تک ذکر تکبیر تلبیہ اور دعا میں لگے رہنا مسنون ہے۔ دین اور دنیا کی جو جامع ترین دعائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے وہ دعا کرے مزید اپنے لئے جو دعا بہتر سمجھے کرے اسی طرح اعزہ اقرباء کے لئے اور پوری امت کے لئے کرے۔

امام غزالی نے یہ دعا لکھی ہے موقعہ ہوتو اسے بھی پڑھ لے:

''اللهم بحق المشعر الحرام و البيت الحرام و الركن و المقام ابلغ روحِ محمد منا التحية و السلام. و ادخلنا دارالسلام يا ذالجلال و الاكرام.''

(اتحاف السادۃ:۴/۲۶۳)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں نوازل سے یہ دعا پڑھنا ذکر کیا ہے:

''اللهم حرم لحمی و شعری و دمی و عظمی و جميع جوارحی من النار يا ارحم الراحمين.'' (بنایہ:۴/۵۴۴)

ویسے بہتر ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جامع دعائیں منقول ہیں اس میں مشغول رہے۔ یہ دعائیں بسط و تفصیل سے الدعاء المسنون میں مذکور ہیں۔

مزدلفہ میں صبح کی نماز کس وقت پڑھنا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں جیسے صبح صادق ہوئی فجر کی نماز پڑھی۔

(مسلم:۱/۳۹۸، ابن خزیمہ:ص۲۷۰)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے صبح کی نماز پڑھی پھر مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس وقوف کیا۔ (سنن کبریٰ:۵/۱۲۶)

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ مکہ مکرمہ (حج کرنے نکلے) جب مزدلفہ آئے تو دونمازوں کو ایک اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھا۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھی جب صبح صادق ہوئی۔

(اعلاء السنن)

عبدالرحمن بن یزید کی روایت میں ہے کہ جیسے ہی صبح صادق ہوئی تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا آپ ﷺ اس وقت (صبح صادق ہوتے ہی اندھیرے میں) یہ نماز اس دن ہی اسی جگہ پڑھتے تھے۔ (یعنی صرف مزدلفہ میں بالکل اندھیرے میں پڑھتے تھے)۔ (بخاری:ص ۲۲۷)

فائدہ: ملاعلی قاری کی مناسک میں ہے "یستحب ان یصلی الفجر بغلس." (شرح مناسک:ص ۲۲۰)

علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ اس دن فجر کی نماز بالکل اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری: ۲۰/۱۰)

یہ اس دن کی فجر کی نماز آپ ﷺ نے اتنی جلدی پڑھی تھی کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ (فتح القدیر:ص ۴۸۲)

ابن ہمام نے بیان کیا کہ جس طرح وقوف عرفہ کی وجہ سے عرفہ کے دن عصر کی نماز جلدی ظہر کے وقت میں پڑھی گئی اسی طرح وقف مزدلفہ کی وجہ سے اس دن فجر کی نماز جلدی بالکل صبح صادق ہوتے ہی پڑھی جائے گی۔ (فتح القدیر:ص ۴۸۲)

مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس صبح کی نماز کے بعد رخ قبلہ کھڑے ہوکر دعا ذکر سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب صبح صادق ہوگئی تو آپ نے نماز پڑھی اذان اور اقامت کے ساتھ۔ پھر قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور مشعر حرام (پہاڑ) کے پاس آئے۔ قبلہ رخ ہوئے۔ دعا فرمانے لگے۔ تکبیر تہلیل توحید میں کھڑے ہوکر مشغول رہے یہاں تک کہ صبح کی خوب روشنی ہوگئی۔ پھر سورج طلوع ہونے سے قبل آپ نے (منیٰ کی جانب) رخ کیا۔ (مسلم:ص ۳۹۹، ابوداؤد:ص ۲۶۳، بلوغ الامانی: ۱۵۲/۱۲، مشکوٰۃ:ص ۲۲۵، ابن ماجہ)

فائدہ: علامہ عینی کی شرح ہدایہ میں ہے کہ مزدلفہ میں صبح صادق کے بعد وقوف کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر قبلہ رخ ہوکر دعا کرے۔ (بنایہ: ۵۴۴/۳)

یہ مقام اور وقت مستجاب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی راویت میں ہے کہ یہاں امت کے حق میں آپ کی دعا قبول کی گئی۔ (بنایہ: ۵۴۴/۳)

ملاعلی قاری کی شرح مناسک میں ہے مشعر حرام کے پاس صبح صادق کے بعد وقوف افضل ہے چونکہ آپ ﷺ نے یہاں وقوف کیا تھا۔ تکبیر تہلیل تلبیہ میں لگے رہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہوکر صبح کی روشنی خوب ظاہر ہونے تک دعاؤں میں مشغول رہے۔ (شرح مناسک:ص ۲۲۱)

وقوف مزدلفہ کے سنن و آداب کا بیان

◎ مزدلفہ میں رات گذارنی صبح صادق تک سنت موکدہ ہے۔

◎ مغرب اور عشاء ایک ساتھ یکے بعد دیگرے پڑھے۔ بیچ میں مغرب کی سنت نہ پڑھے۔

◎ مزدلفہ کی رات بڑی پرعظمت بابرکت نورانی رات ہے۔
◎ مزدلفہ کی رات دوفضیلت کی حامل ہے۔ایک شب مزدلفہ دوم شب عید۔
◎ یہ رات دعا ذکر تلاوت قرآن اور تلبیہ میں گذارے۔
◎ اس رات میں خصوصیت کے ساتھ مغفرت اور ارضاء خصم کی دعا کرے۔
◎ اس رات دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
◎ ابتداء رات میں سو جائے آپ ﷺ نماز عشاء کے بعد آرام فرمانے لگے تھے۔
◎ آخر شب میں اٹھ کر ذکر عبادت اہتمام سے کرے۔
◎ صبح صادق سے قبل وقوف کے لئے غسل مستحب ہے
◎ فجر کی نماز اول وقت صبح صادق ہوتے ہی پڑھنا مسنون ہے
◎ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع صبح صادق سے کچھ پہلے مزدلفہ کا وقوف ہے
◎ صبح صادق کے بعد کا وقوف واجب ہے خواہ تھوڑی دیر سہی۔
◎ پورا حدود مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے، صرف وادی محسر نہیں ہے
◎ جبل قزح، مشعر حرام پہاڑی کے پاس وقوف سنت ہے
◎ صبح کی نماز کے بعد جبل قزح کے قریب رخ قبلہ کھڑے ہوکر دعا ذکر کرنا سنت ہے
◎ اگر جبل قزح کے پاس نہ جاسکے تو حدود مزدلفہ میں کسی بھی مقام پر دعا کرے
◎ طلوع شمس سے کچھ پہلے تک ذکر دعا میں مشغول رہے۔
◎ دونوں ہاتھ اٹھا کر طلوع شمس سے پہلے تک دعا کرے۔
◎ طلوع شمس سے کچھ پہلے جب روشنی خوب ہو جائے تو مزدلفہ سے نکلے
◎ خواہ مزدلفہ سے یا مزدلفہ سے چلتے ہوئے رمی کے لئے کنکریاں چن لے۔
◎ عموماً ہر جگہ اژدحام کی وجہ سے پیشاب ہوتا ہے، پانی کی جگہ سے کنکریاں نہ لے۔
◎ قریب ۷۰ کنکریاں مزدلفہ سے یا راستہ سے اٹھالے۔
◎ کسی بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بنائے
◎ ان کنکریوں کو دھولینا بہتر ہے۔
◎ مزدلفہ سے منیٰ چلتے ہوئے سکون واطمینان سے چلے۔
◎ راستہ میں چلتے ہوئے تکبیر تہلیل اور تلبیہ پڑھتا رہے

◎ مزدلفہ سے چلتے ہوئے سیدھے حدودِ منیٰ میں پہنچنا سنت ہے۔ منیٰ کے علاوہ کہیں جانا خلاف سنت ہے۔

(ماخوذ از شرح لباب: ص۲۲۲ وغیرہ)

عرفات، مزدلفہ، اور منیٰ کے قیام کے لئے پاکی ضروری نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ (حج کے احرام سے) آئی تو حائضہ ہوگئی میں نے نہ طواف کیا اور نہ سعی کی۔ میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا حاجیوں کی طرح تمام افعال ادا کرو صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرو تاوقتیکہ پاک نہ ہو جاؤ۔ (بخاری: ۱/۲۲۳، ترمذی: ۱۸۸، مسلم: ص۳۸۹، ابن ماجہ: ۲۱۹، ابوداؤد: ۲۴۸، نسائی: ص۱۲)

فائدہ: پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ حیض ونفاس کی حالت میں بھی طواف سعی کے علاوہ تمام افعال حج ادا ہوں گے، لہٰذا عرفہ کا وقوف، مزدلفہ کا قیام اگر ناپاکی کی حالت میں کرلے تو فریضہ اور وجوب ادا ہو جائے گا۔

چنانچہ اس پر اجماع ہے کہ عرفہ کا وقوف ناپاکی کی حالت میں بھی ہو جائے تو فرض ادا ہو جائے گا۔

(اعلاء السنن: ۱۰/۱۱۰)

البتہ باوضو رہنا مستحب ہے۔ چونکہ مزدلفہ کی رات ذکر عبادت اور دعا کی رات ہے۔ اور ان امور کا باوضو کرنا مستحب ہے۔

مزدلفہ سے رمی کے لئے کنکریاں لے لے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی صبح (مزدلفہ سے) فرمایا کہ میرے لئے کنکریاں چن لو جو چنے کے مثل ہو۔ (ابن خزیمہ: ۳/۲۷۴)

حضرت فضل کی روایت میں ہے کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کی صبح میں فرمایا میرے لئے کنکریاں چن لو، تو میں نے آپ کو کنکریاں چن کر دیں۔ جو مثل چنے کی تھی۔ میں نے ان کنکریوں کو آپ کے ہاتھ میں دیا۔ آپ نے فرمایا خبردار غلو (اپنی طرف سے دین میں زیادتی کرنے سے) بچو، تم سے پہلے وہ لوگ ہلاک ہوگئے جنہوں نے دین میں زیادتی کی (یعنی کنکریاں چھوٹی لو یعنی پتھر مت چنو کہ اس سے زیادہ شیطان کو چوٹ لگے گی)۔ (ہدایہ: ۲/۱۰۶۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ سے کنکریاں چن لیا کرتے تھے۔

فائدہ: خیال رہے کہ مزدلفہ سے رمی کرنے کے لئے کنکریاں چن لینی مسنون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی صبح کنکریوں کو چننے کا حکم دیا۔ اور یہ صبح آپ مزدلفہ میں تھے۔ پس کنکریوں کا مزدلفہ سے ہی چن لینا سنت ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور بیشتر حنابلہ کا ہے۔ شرح مناسک میں ہے "يستحب ان يرفع من المزدلفة سبع حصيات." (شرح مناسک: ص۲۲۲)

عینی شرح ہدایہ میں ہے "و فی البدائع و التحفة ياخذ الجمر من المزدلفة او من الطريق."

کنکریاں مزدلفہ سے یا جاتے ہوئے راستہ سے چن لے۔ (بنایہ:۳/۵۵۰)

محدث ابن خزیمہ نے "التقاط الحصی من المزدلفة" باب قائم کرکے اس کی تصریح کی ہے کہ مزدلفہ سے کنکریاں رمی جمار کے لئے لے لینی سنت ہے۔ (ابن خزیمہ:۴/۲۷۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مزدلفہ سے کنکریاں چن لیتے تھے۔ (شرح مناسک:۲۲۲، بلوغ المرام:۱۲/۱۷۱)

شرح مسند احمد میں ہے کہ سعید بن جبیر مزدلفہ سے کنکریاں چن لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرات صحابہ مزدلفہ سے کنکریاں چنتے تھے۔ (شرح مسند احمد:۱۲/۱۷۲)

اسی طرح مزدلفہ کے راستہ سے بھی چنا جاسکتا ہے۔ البتہ جمرات جہاں رمی کی جاتی ہے وہاں سے نہ لے کہ وہاں سے اٹھانا مکروہ ہے۔ اسی طرح مسجد خیف جو منیٰ میں ایک لمبی مسجد ہے وہاں سے بھی اٹھانا مکروہ ہے۔ کنکریوں کو دھولے تو بہتر ہے، شرح مناسک میں ہے "و ندب غسلها ای یستحب ان یغسل الحصاة مطلقاً." (شرح مناسک:ص۲۲۲)

کنکریاں چننے کے متعلق چند مسائل

- مزدلفہ سے سات کنکریاں (جمرہ عقبہ کی رمی کے لئے) چن لینا سنت ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲)
- مزدلفہ کی شب میں مزدلفہ سے کنکریاں چن لے۔ (غنیۃ المناسک:ص۱۷۶)
- مزدلفہ کی صبح کو چلتے وقت بھی چن سکتا ہے یہ بھی سنت ہے۔ (غنیۃ:ص۱۷۶)
- یہ کنکریاں چنے کے برابر، مٹر کے برابر، کھجور کی گٹھلی کے برابر ہوں۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲، غنیۃ المناسک:ص۱۶۸)
- اس سے بڑی کنکری کا چننا اور رمی کا کرنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ:ص۱۶۸)
- بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا مکروہ ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲)
- مزدلفہ میں پہاڑی کی طرف اکثر بیشتر پیشاب کرتے ہیں یہاں سے چننا درست نہیں مکروہ ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲)
- کسی بھی ناپاک اور گندے مقام سے کنکریوں کو چننا مکروہ ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲، غنیۃ:ص۱۶۸)
- بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے اکثر و بیشتر مقامات پر لوگ پیشاب کردیا کرتے ہیں چونکہ دور اور کنارے جانا مشکل ہوتا ہے اسی لئے عموماً کنکریوں کے ناپاک ہونے کا گمان ہوتا ہے اس لئے ان کو دھولینا پاک کرلینا مندوب مستحب ہے۔ تاکہ پاکی کا یقین ہوجائے۔ (غنیۃ الناسک:ص۱۶۹)
- ناپاکی کا گمان نہ ہو تب بھی دھولینا مستحب ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲)
- مزدلفہ یا راستہ سے ۷۰ کنکریاں کا چن لینا (تینوں دن کی رمی کے لئے) یہ بھی جائز ہے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۲)

◎ جمرات کے پاس سے کنکریوں کا اٹھانا مکروہ ہے۔ (شرح مناسک: ص۲۲۳)

◎ مزدلفہ سے آتے ہوئے منیٰ کے حدود سے بھی چننا جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص۲۲۲)

◎ خود بھی کنکریاں اپنی رمی کے لئے چن سکتا ہے کسی دوسرے سے بھی چنوا سکتا ہے۔ اور دوسرے کے چنے ہوئے کو جب کہ وہ اسے ہبہ کرے رمی بلا کراہت کر سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل سے مزدلفہ کی صبح کنکریاں چنوائی تھیں۔ (غنیۃ: ص۱۶۸)

مزدلفہ سے منیٰ جانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن کا بیان

مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے سکون واطمینان سے چلنے کا حکم

حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھی، جب فجر طلوع ہوگئی۔ (صبح صادق ہوگئی) تو صبح کی نماز پڑھی پھر مشعر حرام کے پاس وقوف کیا۔ پھر آپ نے اور لوگوں نے کوچ کیا۔ آپ اونٹنی کے (لگام سے) سر کو پکڑے ہوئے تھے (تا کہ تیز نہ چلے) اور لوگوں سے فرما رہے تھے اے لوگو! اطمینان اور سکون سے چلو۔ (سنن کبریٰ: ۱۲۶/۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب مزدلفہ سے چلے تو آپ اونٹنی کو آہستگی سے چلا رہے تھے آپ نے دائیں بائیں جانب دیکھا لوگ اونٹوں کو مار کر ہانک رہے تھے تو آپ نے فرمایا اطمینان سے چلو، اطمینان سے چلو، اے لوگو!۔ (بلوغ الامانی: ۱۵۹/۱۱)

فائدہ: مزدلفہ سے چلتے ہوئے کافی اژدحام ہوجاتا ہے ہر شخص منیٰ جلدی سے پہنچ کر رمی کرنا چاہتا ہے بسا اوقات بھیڑ میں تیز چلنے سے دھکے لگ جاتے ہیں عورتوں کو تکلیف واذیت ہوتی ہے۔ اس لئے، آپ نے اطمینان سے چلنے فرمایا۔ اور تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ تیز رفتاری سے چلنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

خیال رہے کہ عموماً مزدلفہ سے پیدل ہی چلنا ہوتا ہے۔ بھیڑ کی وجہ سے منیٰ کے خیمے میں پہنچنے میں دیر لگ جاتی ہے اس لئے ذرا قدم بڑھا کر بلا کسی کو دھکے دیئے ہوئے چلے تو بہتر ہے۔ ہاں لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے چلے جانا ممنوع اور بری بات ہے۔

بیماروں اور کمزوروں کے لئے جائز ہے مزدلفہ سے صبح سے پہلے کوچ کریں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا مزدلفہ کی شب میں کہ ہماری عورتوں کو اور کمزوروں کو رات میں ہی لے جاؤ اور منیٰ میں صبح کی نماز پڑھو۔ اور لوگوں کی بھیڑ کے پہنچنے سے پہلے رمی

جمرہ کرلو۔ (طحاوی:ص۴۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو اور عورتوں کو کمزوروں کو مزدلفہ سے پہلے (صبح سے) بھیج دیا کرتے تھے۔ (ابوعوانہ، مرقاۃ:۶/ ۵۲۷)

حضرت ابن عباسِ رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اور کمزوروں کو حکم دیتے تھے کہ وہ ابتداء صبح صادق اندھیرے میں مزدلفہ سے چلے جائیں اور جب تک کہ صبح نہ ہو جائے رمی نہ کریں۔ (طحاوی:۱/۴۱۲)

مقسم کی روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم سے فرمایا تھا اے میرے بھائی کی اولاد لوگوں کی بھیڑ سے پہلے تم لوگ جلدی نکل جاؤ اور سورج نکلنے پر رمی جمرہ کرنا۔ (طحاوی:۱/۴۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور لوگوں کو اجازت دی ہے کہ مزدلفہ سے رات ہی کو چل دیں۔ (مسند احمد، القریٰ:ص۴۲۹)

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ عورتیں، بچے بوڑھے بیمار اور کمزور لوگ مزدلفہ سے آخری رات صبح صادق سے پہلے اندھیرے میں مزدلفہ سے منیٰ جاسکتے ہیں۔ تاکہ اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے ان کو مشقت نہ ہو۔

دیکھئے۔ مزدلفہ کا وقوف صبح صادق کے بعد یہ واجب ہے۔ مگر عورتوں بچوں اور بوڑھوں اور بیماروں کو چونکہ بھیڑ میں چلنا اندیشہ جسمانی کا سبب ہے۔ ممکن ہے کہ بھیڑ کے دھکے میں گر جائیں چوٹ لگے جان جائے اس لئے آپ نے اژدحام اور بھیڑ سے پہلے ان کو نکل جانے کہا۔ عذر کی وجہ سے آپ نے واجب ساقط فرما دیا۔

اسی طرح آپ نے ان کو طلوع صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے رمی کی بھی اجازت دے دی۔ بس عام لوگوں کو جوانوں کو صحت مندوں کو صبح صادق سے پہلے مزدلفہ سے جانا جائز نہ ہوگا اگر جائیں گے تو ان پر دم واجب ہو جائے گا۔

ملا علی قاری کی مناسک میں ہے "اذا كان بعلة اى مرض او ضعف من كبر او صغر او يكون الناسك، امرأة تخاف الزحام فلا شیء علیه." (مناسک:ص۲۱۹)

اسی طرح غنیۃ میں ہے "بان يكون به ضعف او علة او كانت امرأة تخاف الزحام فلا شیء علیه." (غنیۃ المناسک:۲۶۶)

مزدلفہ سے منیٰ کی جانب کس وقت نکلنا سنت اور مشروع ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک کہ سورج کی روشنی ثبیر پہاڑ پر نہ چمکنے لگتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کوچ کیا۔ (ابوداؤد:ص۲۶۸، ابن خزیمہ:۴/۲۷۱، سنن کبریٰ:۵/۱۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے سے قبل خروج کیا تھا۔
(سنن کبریٰ: ۵/ ۱۲۵)

حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، انہوں نے مزدلفہ میں نماز صبح ادا کی اور وقوف کیا (یعنی نماز صبح کو اول وقت میں ادا کرکے ٹھہرے رہے) پھر فرمایا کہ مشرکین اس وقت تک مزدلفہ سے نہیں جاتے تھے جب تک کہ سورج نہ نکل جاتا اور کہتے تھے ثبیر پہاڑ دھوپ سے چمک جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کیا اور سورج کے نکلنے سے پہلے کوچ کیا۔ (بخاری: ص ۲۲۸، بنایہ: ۳/ ۵۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے اس وقت کوچ کیا جب خوب روشنی ہوگئی (ہر چیز روشنی سے نظر آنے لگی) سورج کے نکلنے سے پہلے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۲۳، الفتح الربانی: ص ۱۵۵)

حضرت جابر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشعر حرام میں وقوف کیا جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوا تو آپ نے منیٰ سے کوچ کیا۔ (عنایہ شرح ہدایہ: ۲/ ۴۸۵)

فائدہ: مزدلفہ میں اول وقت صبح صادق کے بعد غلس اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت ہے، اس کے بعد کچھ دیر ٹھہرنا واجب ہے۔ یعنی حدود مزدلفہ میں رکنا وقوف کرنا واجب ہے۔ اگر مزدلفہ کے حدود میں چلتے بھی وقت گذر گیا تو واجب ادا ہوگیا۔ اس کے بعد جب خوب صبح کی روشنی نمایاں ہوجائے اور صبح کی روشنی میں ہر چیز نظر آنے لگے تو منیٰ کی جانب کوچ کرنا سنت ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے پہلے۔ بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے صبح کی نماز پڑھتے ہی نکل جاتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ اگر صبح صادق کے بعد فوراً متصلاً مزدلفہ کے حدود سے نکل گئے تو دم واجب ہوجائے گا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل جب خوب روشنی ہوجائے تو نکلنا سنت ہے۔
(عمدۃ القاری: ۱۰/ ۲۳)

ہدایہ میں ہے خوب روشنی ہوجائے تو لوگ مزدلفہ سے منیٰ چلیں۔ (بنایہ: ۳/ ۵۴۸)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سورج طلوع ہونے میں جب دو رکعت کی مقدار باقی رہے تو مزدلفہ سے نکلے۔ یعنی سورج نکلنے میں جب ۳/۴ منٹ رہ جائے تو نکلے۔ (بنایہ: ۳/ ۵۴۹)

مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے تلبیہ پڑھتے رہنا مسنون ہے

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مزدلفہ کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (منیٰ جاتے ہوئے) اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے مجھے بٹھایا۔ اور آپ تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ بڑے شیطان کی رمی کی جب رمی کی تو تلبیہ چھوڑ دیا۔ (کنز العمال: ۵/ ۲۱۷)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزدلفہ سے کوچ کیا تو آپ سے تلبیہ سنتا رہا یہاں تک کہ بڑے شیطان کی رمی کی۔ (شرح احیاء:۴/۶۶۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے مزدلفہ سے کوچ کیا تو تلبیہ پڑھا۔ محدث رزین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد انہوں نے کوچ کیا تو بڑے شیطان کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہے۔ (شرح احیاء: ص ۶۶۷)

فائدہ: مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے مختلف اذکار حسب انشراح پڑھتا رہے، خصوصاً لا الٰہ الا اللہ اور تیسرا کلمہ اور چوتھا کلمہ اور تلبیہ پڑھتا رہے، جب بڑے شیطان کی پہلی رمی کرے گا تب تلبیہ بند کرے گا۔

یوم النحر میں مزدلفہ سے منیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج نکلنے کے بعد اشراق کے وقت پہنچ گئے

حضرت جابر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشعر حرام میں (صبح صادق کے بعد) وقوف کیا۔ پھر جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوا تو آپ منیٰ روانہ ہو گئے۔ (عنایہ شرح ہدایہ:۲/۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے سے (ذرا) قبل روانہ ہو گئے۔ (سنن کبریٰ:۵/۱۲۵)

فائدہ: تمام روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے خلاف وہ جب سورج کی روشنی شبیر پہاڑ پر آجاتی تھی منیٰ کوچ کرتے تھے آپ نے سورج کے طلوع سے قبل جب کہ روشنی خوب نمایاں ہوگئی تھی منیٰ کی جانب نکلے۔ پس راستے میں چلتے ہوئے سورج نکلا۔ اور قریب ایک گھنٹہ کے اندر اشراق کے وقت منیٰ پہنچ گئے۔ اسی وجہ سے تو حدیث پاک میں ہے کہ سورج کی روشنی بلند ہوئی تو آپ نے رمی کی پس آپ مزدلفہ سے چل کر منیٰ اشراق کے وقت پہنچ گئے۔

پس حجاج کرام کے لئے سنت ہے کہ وہ مزدلفہ سے چل کر منیٰ اشراق کے وقت پہنچ جائیں اور اسی پر عمل اور امت کا تعامل بھی ہے۔

پس مزدلفہ میں سورج نکلنے تک رہنا اور منیٰ میں تاخیر سے زوال کے وقت پہنچنا خلاف سنت مکروہ ہوگا۔ لیکن بھیڑ ازدحام یا راستہ بھول جانے کی وجہ سے ایسا ہوا تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ آج کل موجودہ دور میں بھیڑ اور راستہ کی پریشانی سے ہوتا ہے۔

منیٰ جاتے ہوئے وادی محسر سے گذرے تو ذرا تیز رفتاری سے گذرنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی محسر آئے تو تھوڑا تیز کر لیا۔

(مسلم: ص۳۹۹، ابن ماجہ: ص ۲۰۷، شرح احیاء:۴/۶۶۴، نسائی: ص ۴۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے کوچ کیا یہاں تک کہ جب وادی محسر میں آئے تو اپنی اونٹنی کو تیز کرلیا۔ (ابن خزیمہ: ص۲۷۲، کنز العمال: ۵/۲۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری کو وادی محسر میں ایک پتھر مارنے کی مسافت کے برابر تیز کرلیا کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ: ۵/ ۱۲۷، شرح مناسک: ص۲۲۲، موطا)

زادالمعاد میں ہے جب آپ بطن محسر آئے تو اونٹنی کو تیز کرلیا اور رفتار بڑھا دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت مبارکہ تھی جہاں خدا کا عذاب نازل ہوا ہوتا۔ (وہاں اپنی سواری کو تیز کرلیتے اور جلدی سے گذر جاتے)۔

(زادالمعاد: ۳/۲۶۱)

فائدہ: وادی محسر مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک وادی ہے، جو نہ منیٰ کے حدود میں اور نہ مزدلفہ کے حدود میں۔ اس راستہ کو وادی محسر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہاں اصحاب فیل جو کعبہ کو ڈھانے آئے تھے روک دیئے گئے تھے اور مکہ مکرمہ نہ جاسکے تھے (وہیں ہلاک کردیئے گئے تھے)۔ بعضوں نے بیان کیا کہ یہاں شیاطین کا اجتماع رہتا ہے۔ بعضوں نے بیان کیا کہ یہ نصاریٰ کے وقوف کی جگہ تھی اس لئے آپ نے مخالفت میں یہاں وقوف کے بجائے گذرنے میں جلدی کی۔ بعضوں نے بیان کیا کہ یہاں عذاب الٰہی کا نزول ہوا تھا ایک شخص نے یہاں شکار کیا (حالانکہ یہاں حدود حرام کی وجہ سے ممنوع تھا) آسمان سے آگ آئی اور اسے جلا کر خاک کردیا۔

(اتحاف السادہ: ۴/۲۶۴، فتح القدیر: ۲/۴۸۴)

وادی محسر سے گذرتے ہوئے یہ دعا پڑھے "اللهم لا تقتلنا بغضبك و لا تهلكنا بعذابك و عافنا قبل ذلك." (شرح مناسک: ص۲۲۲)

منیٰ میں رمی کے متعلق آپ کے سنن کا بیان

مزدلفہ سے سیدھے منیٰ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام رمی جمرہ عقبہ کیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے) بیچ کے راستہ سے چلے جو جمرہ عقبہ کو جاتا ہے، چنانچہ مسجد (خیف) کے پاس جو جمرہ ہے۔ اس کی رمی اور سات کنکریاں ماریں ہر رمی کے ساتھ اللہ اکبر فرماتے۔ (ابن ماجہ: ص۲۲۲، سنن کبریٰ: ص۱۲۹، مسلم: ص۳۹۹)

ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے، آپ بیچ کے راستہ سے چلے جو جمرہ عقبہ کو آتا ہے، چنانچہ آپ منیٰ آئے جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور وادی کے نشیب میں کھڑے ہوگئے بیت اللہ کو بائیں رکھا اور منیٰ کو دائیں رخ رکھا اور سامنے

جمرہ رکھا اور آپ سواری پر سوار تھے، سورج نکلنے کے بعد سواری ہی کی حالت میں یکے بعد دیگرے رمی کی اور ہر رمی کے ساتھ اللہ اکبر پڑھتے اور اب تلبیہ چھوڑ دیا۔ (زادالمعاد:۱/۲۶۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے سورج نکلنے کو چند لمحے باقی تھے کہ آپ منیٰ کے لئے مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے سیدھے اس بیچ راستہ کو پکڑ لیا جو جمرہ عقبہ کو جاتا ہے، ادھر ادھر مڑے نہیں اور سیدھے جمرہ عقبہ پہنچ کر رمی کی۔ یعنی آپ نہ خیمہ میں آئے اور نہ وقفہ کیا سیدھے جمرہ آکر رمی کی۔ چنانچہ منیٰ آتے ہی بلا وقفہ کے رمی کرنے کا ذکر ابن جماعہ نے بھی کیا ہے یہی ائمہ ثلاثہ کا مسلک بھی ہے۔ (ہدایۃ السالک:ص۱۰۹۴)

خیال رہے سنت تو یہی ہے۔ مزدلفہ سے آتے ہوئے جمرہ عقبہ کو سیدھے جائے اور رمی کر کے پھر قربانی کے لئے اپنے خیمہ میں یا قربان گاہ میں آجائے یا آرام کرے۔

مگر خیال رہے کہ آج کل جسمانی حالت کمزور رہتی ہے۔ پیدل آنے سے تھکا ماندہ رہتا ہے۔ اور اس وقت بھیڑ بھی رہتی ہے بہت اژدحام رہتا ہے۔ جو بسا اوقات مہلک جان لیوا ہوتا ہے۔ اسی عجلت اور بھیڑ کی وجہ سے ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں۔ اس لئے حالات کا جائزہ لے لے۔ امر مستحب کی ادائیگی میں ہلاک ہونا مشقت اٹھانا ممنوع ہے۔ لہٰذا بھیڑ اژدحام کو دیکھتے ہوئے اولاً اپنے خیمہ میں آجائے آرام کرے سفر کے تعب کو دور کرے پھر حسب سہولت رمی کرے۔ بھیڑ اور اژدحام کی وجہ سے رات کو رمی مکروہ نہیں ہے۔ (فتح القدیر:۲/۵۰۱)

پہلے دن صرف آپ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور یہی سنت ہے

سلیمان بن عمرو بن الاحوص کی روایت میں ہے کہ میں نے یوم النحر میں جمرہ عقبہ کے پاس آپ کو رمی کرتے دیکھا .... پھر آپ چلے آئے۔ (یعنی اور جمرات کی رمی نہیں کی)۔ (ابن ماجہ مختصراً:ص۲۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ جو شجرہ کے پاس ہے آئے۔ (جمرہ عقبہ) چنے کے مثل سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے جاتے تھے۔ اور نشیبی حصہ سے ماریں۔ پھر قربان گاہ کی طرف چلے آئے۔ (مسلم، ابن ماجہ:ص۲۲۹)

یوم النحر کے دن آپ سوار ہو کر رمی کے لئے گئے تھے۔ آپ نے اس دن صرف جمرہ عقبہ کی ہی رمی کی تھی۔

(ترمذی:ص۱۸۰)

فائدہ: یوم النحر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی کی ہے۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث سے لکھا ہے کہ "انه عليه الصلاة و السلام رمی جمرة العقبة يوم النحر لا غير." (عینی:۳/۵۶۹)

اس دن صرف آپ نے ایک جمرہ، جمرہ عقبہ ہی کی رمی کی تھی۔ اسی وجہ سے آج دسویں دن صرف اس جمرہ

جسے ''بڑا شیطان'' بھی کہا جاتا ہے رمی کی جائے گی۔ اور رمی کے بعد دعا نہیں کی جائے گی۔

جمرہ عقبہ کی رمی آپ نے سات کنکریوں سے کی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی سات کنکریوں سے کی۔ اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے جاتے تھے۔ (مسلم: ص ۳۹۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ کی رمی سات کنکریوں سے کی۔ (بخاری: ص ۲۳۵)

فائدہ: جمرات کی تمام رمی سات سات کنکریوں سے ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمرات کی رمی طاق عدد میں ہے۔

پہلے دن کی رمی جمرہ آپ نے کب کی تھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر پہلے دن کی رمی اشراق کے وقت فرمائی تھی۔ اس کے بعد کے دن رمی زوال کے بعد۔ (بخاری: ص ۲۳۵، سنن کبریٰ: ۵/ ۱۳۱، نسائی: ۲/ ۴۹)

فائدہ: خیال رہے کہ پہلے دن یوم النحر کی رمی کا وقت طلوع شمس کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج نکلنے سے پہلے رمی نہ کرنا۔ (ابوداؤد: ص ۲۶۸)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ محیط میں ہے کہ جمرہ عقبہ (پہلے دن کی رمی) کے ۳/ اوقات ہیں۔ مسنون وقت، طلوع شمس سے لے کر زوال تک، مباح وقت زوال سے لے کر غروب شمس تک اور مکروہ (خلاف اولیٰ) رات (صبح صادق تک) وقت ہے۔ اور اگر صبح صادق تک رمی نہیں کیا تو دم لازم آجائے گا۔ اور بقیہ ایام تشریق ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اگر ۱۱/ ۱۲ کو زوال سے قبل رمی کر لیا تو دوبارہ اعادہ کرنا ضروری ہوگا، ہاں البتہ تیسرے دن کی رمی زوال سے قبل کرلے تو جائز ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۸۶)

مگر خیال رہے کہ اژدحام کی وجہ سے اور بھیڑ کی سخت پریشانی کی وجہ سے رات میں رمی مکروہ نہیں ہے کہ امر مستحب کے لئے جانی پریشانی دھکم دھکا میں گرنا پڑنا مرنا ہرگز جائز نہیں۔ صبح صادق تک جس وقت سہولت کا علم و اندازہ ہو اسی وقت رمی کرے۔ مکروہ جو لکھا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ موقعہ اور سہولت ہے پھر بھی سستی اور تغافل کی وجہ سے ٹال رہا ہے۔ کوئی عذر پریشانی نہیں پھر بھی تاخیر کر رہا ہے۔ تب کراہیت ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔ (فتح القدیر: ۲/ ۵۰۱)

یوم النحر کی رمی کے وقت کے سلسلے میں ائمہ کرام کے اقوال و مذاہب

یوم النحر کی رمی کے سلسلے میں تو اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ سورج نکلنے کے بعد رمی جائز ہے البتہ اس سے پہلے رمی کا وقت ہوتا ہے یا نہیں اور طلوع شمس سے قبل کوئی رمی کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

❶ رمی کا وقت آدھی رات کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔ یہ مسلک حضرت امام شافعی اور امام احمد کا ہے۔ اسی مسلک کے قائل طاؤس، شعبی، عکرمہ، عطا اور اسماء بنت ابی ابکر ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو یوم النحر کی رات (یعنی مزدلفہ سے منیٰ رات ہی میں) بھیج دیا۔ انہوں نے فجر سے پہلے ہی رمی کرلی۔ (ابوداؤد: ص ۲۶۸، مشکوٰۃ: ۲۳۰)

اسی طرح خلال نے سلیمان بن داؤد کے طریق سے راویت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اہل خاندان کے لوگوں کو پہلے بھیجا ان کے ساتھ مجھے بھی پہلے (صبح سے قبل مزدلفہ سے) بھیج دیا۔ تو میں نے رات میں رمی کرلی۔ پھر مکہ مکرمہ آئی وہاں صبح کی نماز پڑھی پھر منیٰ آگئی۔ (مرعاۃ: ص ۵۳۳)

مگر احناف اور جمہور علماء اس کے قائل نہیں کہ صبح صادق سے پہلے رمی کا وقت ہوتا ہے، حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا جب تک سورج نہ نکل جائے رمی نہ کرنا۔ "لا ترموا الجمرة حتیٰ تطلع الشمس." (ابوداؤد، ابن ماجہ نسائی)

ام سلمہ کی راویت کا جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا انہوں نے اپنی رائے سے کیا تھا "فاجابوا عنه بانه ليس فيه دلالة علىٰ انه عليه الصلاة و السلام علم ذلك و قرها عليه و لا انه امرها ان ترمى ليلاً." (مرعاۃ: ۶/۵۳۳)

اس کی تائید حضرت اسماء کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوروں کو اور عورتوں کو نماز صبح سے پہلے رمی کی اجازت دی چنانچہ انہوں نے غلس میں صبح صادق کے بعد رمی کی تھی۔ (مرعاۃ: ص ۵۳۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رخصت دی تھی۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد طلوع سے قبل آپ نے ان کو ضعف کی وجہ سے دی تھی۔ عام لوگوں کو اور جوان وصحت مندوں کو اجازت نہیں دی پس عام جوانوں اور صحت مندوں کو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے "اما الذكور و الاقويا فلم يرد فى الكتاب والسنة دليل يدل على جواز رميهم جمرة العقبة قبل طلوع الشمس لان جميع الاحاديث الواردة فى الترخيص فى ذلك كلها فى الضعفة و ليس شىء منها فى الاقوياء الذكور."

❷ یوم النحر کی رمی کا وقت صبح صادق کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک اسی کے قائل ہیں:

استدلال میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اور کمزوروں کو حکم دیا تھا کہ وہ مزدلفہ سے صبح تاریکی ہی میں چل دیں، اور جمرہ کی رمی اس وقت تک نہ کریں جب تک کہ صبح نہ ہوجائے۔

(طحاوی، فتح القدیر: ۲/۵۰۰)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے کمزوروں کو حکم دیا تھا کہ وہ مزدلفہ سے رات میں چلے جائیں اور اس وقت تک رمی نہ کریں جب تک کہ سورج نہ طلوع ہو جائے۔ (فتح القدیر: ۲/۵۰۰)

ہدایہ میں ہے یوم النحر کی رمی کا اول وقت صبح صادق ہے صبح صادق کے بعد اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (فتح القدیر: ۲/۴۹۹)

اور ابن قیم کی ہدایۃ السالک میں ہے "و عندالمالکیة انه یدخل وقتها لطلوع الفجر یوم النحر." (ہدایۃ السالک: ۳/۱۰۹۷)

۳ یوم النحر کی رمی کا وقت طلوع سورج سے ہوتا ہے اس سے قبل نہیں ہوتا ہے۔

مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ "ذهب النخعی و مجاهد و الثوری و ابوثور الی ان اول وقته یبتدی من بعد طلوع الشمس."

ان کا استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سورج نہ طلوع ہو جائے رمی نہ کرنا۔ (ابوداؤد، طحاوی: ص ۴۱۲)

فَائِدَہ: یہی احناف کے نزدیک وقت مستحب ہے۔ (فتح القدیر: ص ۵۰۱)

جمرہ عقبہ کی پہلی رمی کے بعد تلبیہ کا پڑھنا آپ ختم فرما دیتے

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت فضل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے وہ کہہ رہے تھے آپ ہمیشہ تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جیسے ہی آپ جمرہ عقبہ کی رمی کی تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ (نسائی: ص ۵۰، ابن ماجہ)

حضرت فضل کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ پہنچے۔ (بخاری: ص ۲۲۶)

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ (طحاوی: ۱/۴۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر شہادت دیتا ہوں کہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تلبیہ پڑھتے رہے جمرہ عقبہ کی پہلی رمی تک۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴/۲۸۲، سنن کبریٰ: ۵/۱۳۷)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ میں نے حج کیا ہمیشہ تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ پس جیسے ہی کنکری ماری تلبیہ بند کر دیا۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۳۸)

فَائِدَہ: احرام کے بعد سے ہر وقت ہر موقعہ پر جس کا ذکر تلبیہ کے ذیل میں گذر چکا تلبیہ پڑھتے رہنا مسنون اور حج کے اہم مناسک اور امور میں سے ہے عرفات۔ مزدلفہ اور منیٰ میں جمرہ عقبہ کی رمی سے پہلے تک تلبیہ پڑھنا مسنون ہے۔ جیسے ہی یوم النحر دسویں دن جمرہ عقبہ کی پہلی رمی کرے گا اس وقت سے تلبیہ چھوڑ دے گا۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے "ویقطع التلبیة مع اول حصاة." پہلی کنکری سے ہی تلبیہ چھوڑ دے گا۔ (بنایہ: ۵۵۳)
اسی طرح مناسک ملاعلی قاری میں ہے "یقطع التلبیة مع اول حصاة یرمیها من جمرة العقبة سواء کان مفرداً و متمتعاً او قارناً." (مناسک: ص ۲۲۵)

زوال کے بعد غروب شمس تک رمی کا ارادہ ہے تب بھی تلبیہ پڑھتا رہے گا۔ البتہ سورج کے ڈوب جانے کے بعد تلبیہ نہ پڑھے۔ اگر غروب شمس کے بعد رمی کر رہا ہے۔ "و ان لم یرم حتی زالت الشمس لم یقطعها حتی یرم الا ان تغیب الشمس یوم النحر." (مناسک: ص ۲۲۵)

کس طرح کنکریاں مارنی مسنون ہے

عمرو بن احوص کی روایت ان کی والدہ سے ہے کہ میں نے جمرہ عقبہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار دیکھا۔ اپنی انگلیوں سے کنکری پکڑے ہوئے مار رہے تھے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی مار رہے تھے۔ (ابوداؤد، شرح احیاء: ص ۶۶۸)

فائدہ: رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان کنکریاں رکھے۔ اور ستون جو جمرہ کا ہے، اس سے پانچ چھ ہاتھ فاصلے پر رہے۔ اور جمرہ پر تکبیر اور جو دعا اس کی ہے پڑھتے ہوئے مارے کہ گول حلقہ جو بنا ہوا ہے اس میں گر جائے۔ خواہ ستون کو لگے یا نہیں۔ اور رمی دائیں آنکھ کے مقابل سے کرے۔ اب تو ستون کے چاروں طرف گول دائرہ بنا ہوا ہے۔ اسی کے پاس سنت کے مطابق کہ دائیں رخ پر مکہ مکرمہ رہے اور بائیں رخ پر منیٰ رہے اور اپنے ہاتھ کو اتنا اٹھا کر مارے کہ بغل کھل جائے یعنی بانہہ اچھی طرح پہلو سے الگ ہو جائے۔ اتنی طاقت اور زور سے نہ مارے کہ دوسری جانب لوگوں کو لگے۔ مزید آداب و مسائل ذیل میں دیکھئے۔

کس رخ میں کس طرح کھڑے ہو کر کنکریاں مارنی مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے تو خانہ کعبہ کو بائیں رخ اور منیٰ کو دائیں رخ رکھا اور سات کنکریاں ماریں۔ اور کہا اسی طرح اس ذات نے رمی کی تھی جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری: ص ۲۳۵، مسلم، نسائی، ابوداؤد: ص ۲۷۱، شرح احیاء: ۴/ ۶۶۸، ابن خزیمہ: ۴/ ۲۷۸، سنن کبریٰ: ص ۱۲۹)

عمرو بن احوص عن امہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کنکری انگلیوں (شہادت اور انگوٹھے) کے درمیان رکھے ہوئے رمی کر رہے ہیں اور آپ کے ساتھ لوگ بھی رمی کر رہے ہیں۔ (شرح احیاء: ۸۶۸)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ منیٰ جمرہ عقبہ کے پاس آئے خانہ کعبہ (جس جانب مکہ ہے) کو بائیں رخ اور منیٰ کو دائیں رخ کیا اور جمرہ عقبہ کو سامنے رکھا اور ذرا نشیب میں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی کی۔
(زاد المعاد: ص ۲۶۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ کنکریوں کو دائیں بھوؤں کی جانب کیا اور سات کنکریاں

ماریں۔ (ابن ماجہ: ص۳۰۳۰)

فائدہ: رمی کا یہی طریقہ سنت کے مطابق ہے جس کو عموماً لوگ غفلت سے چھوڑ دیتے ہیں ہاں اژدحام کی وجہ سے نہ کر سکے تو حرج نہیں۔

رمی کے وقت۔ تکبیر اور مسنون و ماثور دعائیں

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ سات کنکریوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی کی اور ہر رمی کے وقت اللہ اکبر فرماتے۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۲۷۹، نسائی: ص ۴۸)

سلیمان بن عمرو کی روایت عن امہ ہے کہ میں نے یوم النحر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ عقبہ کے پاس دیکھا نشیبی حصہ میں کھڑے ہوئے سات کنکریاں ماریں ہر مرتبہ تکبیر کہتے پھر واپس چلے آتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ وہ جمرہ پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارنے کے وقت یہ پڑھتے۔ "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللھم اجعلہ حجا مبروراً و ذنباً مغفوراً و عملاً مشکورا." اور پھر کہا کہ میرے والد حضرت عمر فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ رمی جمرہ کیا۔ اور ہر مرتبہ میں یہ فرماتے جو میں نے پڑھا۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۱۲۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ جب جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ "اللھم اجعلہ حجاً مبروراًو ذنباً مغفوراً." (ہدایۃ السالک: ص ۱۱۱، القریٰ: ص ۴۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب کنکری مارتے تو یہ پڑھتے: "اللھم اھدنی بالھدیٰ، و قونی بالتقویٰ، و اجعل الآخرۃ خیراً لی من الاولیٰ." (ہدایۃ السالک: ص ۱۱۱۲)

فائدہ: ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں ہر کنکری مارنے پر اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔ اور باقی مستحب۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ "اللھم اجعل حجی مبرورا و سعی مشکورا و ذنبی مغفوراً." بھی اس وقت کہے۔ (فتح القدیر: ۲/ ۴۷۶)

جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد رکنا سنت نہیں بلکہ رمی کے بعد سیدھا چلا جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طویل روایت میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور سات کنکریاں ماری اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے۔ اور رکے نہیں واپس چلے آئے۔

(ابن خزیمہ: ص ۲۷۳، بخاری: ص ۲۳۶، فتح القدیر: ص ۴۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمرہ عقبیٰ کی رمی فرماتے تو چلے آتے گذر جاتے رکتے نہیں۔ (یعنی رک کر دعا نہ فرماتے)۔ (ابن ماجہ: ص ۲۲۴)

حضرت سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور وہاں رکے نہیں اور کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ (ابن ماجہ:ص۲۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرہ کے پاس آئے جو شجرہ کے پاس ہے، یعنی جمرہ عقبہ کے پاس سات کنکریاں ماریں ہر کنکری پر اللہ اکبر فرماتے، یہ کنکریاں چنے کے برابر تھیں۔ نیچے کے حصہ سے آپ نے کنکریاں ماریں پھر قربان گاہ چلے آئے۔ (ابوداؤد:ص۲۶۴، مسلم:ص۳۹۹، ابن ماجہ:ص۲۲۹)

فائدہ: پہلے دن یوم النحر میں صرف ایک جمرہ عقبہ کی رمی ہوگی اس دن رمی کے بعد رکنا اور رک کر دعا وغیرہ کرنا مسنون نہیں۔ رمی کرنے کے بعد سیدھا چلا جائے اور قربانی کرے۔ "فاذا فرغ من الرمی لا یقف للدعا عندھا." (شرح مناسک:ص۲۲۴)

بہت سے لوگ اس رمی کے بعد رک کر دعا و ذکر میں لگ جاتے ہیں یہ خلاف سنت ہے، ہدایہ میں ہے کہ "و لا یقف عندھا لان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لم یقف عندھا." (فتح القدیر:۲/۴۸۶)

ہاں دوسرے اور تیسرے دن کی رمی میں پہلے جمرہ اور دوسرے جمرہ کے بعد رک کر دعا کرنی مسنون ہے مگر تیسرے جمرہ کے بعد رکے نہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے، شرح احیاء میں ہے کہ اس رمی کے بعد دعا نہ کرے بلکہ اپنے مقام میں آکر دعا کرے۔ (شرح احیاء:۴/۶۷۱)

شرح مناسک میں ہے کہ رک کر دعا نہ کرے بلکہ چلتے ہوئے دعا کرے۔ (شرح مناسک:ص۲۲۴)

ابن جماعہ نے لکھا ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد دعا نہ کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ (ہدایۃ السالک:۳/۱۱۱۶)

اس کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اس دن حج کے مناسک قربانی حلق طواف کی مصروفیت ہے۔ اس لئے جلدی کی وجہ سے کرنا نہیں چاہئے۔ (فتح القدیر:ص۴۸۶)

خیال رہے کہ کسی دن بھی جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد رک کر دعا نہ ہوگی۔ چونکہ جس رمی کے بعد رمی ہے اس میں دعا ہے جیسے جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے بعد۔ اور جس کے بعد رمی نہیں اس کے بعد دعا نہیں جیسے جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد۔ معلم الحجاج میں ہے۔ جمرہ اخریٰ کی رمی کے بعد جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے بلکہ اپنے مقام پر آجائے۔
(معلم الحجاج:ص۲۰۲)

رمی کی آپ نے رات میں بھی اجازت دی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یوم النحر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا تھا۔ جب آپ منیٰ میں تشریف فرما تھے...... کسی نے پوچھا میں نے شام کے بعد رمی کی۔ آپ نے جواب دیا کوئی حرج نہیں۔

(بخاری:ص۲۳۴)

فَائِدَہ: دیکھئے اس روایت میں شام کے بعد یعنی رات میں رمی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ پس رات میں اگر سہولت یا بھیڑ کے کم ہونے کی وجہ سے یا عورتوں کی وجہ سے کرے تو کوئی کراہیت نہیں۔ بلکہ صحیح اور درست ہے۔

اور اژدحام کی مصیبت سے بچنے کے لئے رات ہی بہتر ہے۔ عموماً اس وقت عورتیں اور بوڑھے لوگ ہوتے ہیں۔ اور فقہاء نے جو بیان کیا ہے کہ رات کو رمی کا مکروہ وقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سستی اور غفلت کی وجہ سے موخر کرتا رہے اور ٹالتا رہے یہاں تک کہ رات آجائے، یا اس وقت ہے جب کہ جمرات خالی ہو یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے اول وقت میں جمرہ عقبہ کی رمی کر لی تھی اور مسئلہ ہے کہ سنت پر عمل کرنا بہتر ہے۔ مگر پریشانی اور بھیڑ کی وجہ سے اندیشہ مصیبت کا ہو تو افضل کو چھوڑنا اور پریشانی سے بچنا لازم ہو جاتا ہے۔

آج کل جو رمی کے دوران نامناسب و ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں وہ اس وجہ سے پیش آتے ہیں وہ سہولت اور رخصت کے موقعہ کے بجائے جلدی سے جلدی رمی سے فارغ ہو کر آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ اور شریعت کی دی ہوئی رخصت اور سہولت سے فائدہ نہ اٹھا کر پریشانی اور ناخوشگوار واقعہ کا شکار ہوتے ہیں۔

علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ عذر کی وجہ سے رات میں رمی میں کوئی حرج نہیں ہے "الا انہ لا شیء فیہ سوی ثبوت الاساءۃ ان لم یکن لعذر." (فتح القدیر: ص ۵۰۱)

رمی کے لئے کنکریاں کیسی ہونی چاہئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چنے کے برابر کنکریوں سے رمی کی۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۲۷۷)

حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنے کے برابر کنکریاں اٹھاؤ۔

(نسائی: ص ۴۸، سنن کبریٰ: ۵/ ۱۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ چنے کے برابر کنکریوں سے رمی فرما رہے تھے۔ (ترمذی: ص ۱۸۰، سنن کبریٰ: ص ۱۲۷)

حضرت عمر بن حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنے کے برابر کنکری سے رمی کرو۔

(مجمع الزوائد: ۳/ ۲۵۸)

عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی نے کہا کہ ہم لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جمرات کی رمی چنے کے برابر کنکری سے کریں۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۵۹)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رمی کے لئے جو کنکریاں مزدلفہ سے اٹھائے اس کی مقدار چنے کے برابر ہو

زیادہ بڑے کھجور یا بیر کی طرح نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے بڑے سے رمی کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔

جمرات کی رمی کے لئے کنکریوں کو دھو لینا مستحب ہے

شرح لباب میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ کنکریوں کو دھو لینا مستحب ہے۔ "و ندب غسلها."

(شرح لباب: ۲۲۲)

کنکریاں مثل چنے اور مٹر کے ہوں گی بڑی ممنوع ہے

حضرت فضل کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو کنکریاں چن کر دیں جو مثل چنے و مٹر کے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں اسی طرح اسی جیسا۔ (بیہقی، ہدایہ: ۲/۱۰۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر کی صبح کو اونٹنی پر سوار تھے فرمایا کہ میرے لئے چنے کے مثل کنکریاں چن لو، میں نے سات کنکریاں چن لی، جو چنے کے مثل تھے۔ آپ اسے ہتھیلی میں جھاڑنے لگے، (گرد و غبار) اور فرمانے لگے ہاں اسی طرح ہو پس تم (اسی کے مثل سے) رمی کرو۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! خبردار دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے سے بچو۔ (اس سے بڑے سے رمی کرنے سے بچو) اس سے پہلے لوگ دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ (ابن ماجہ: ص ۲۲۴، نسائی: ص ۴۸)

فائدہ: حدیث پاک میں کنکریوں کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے۔ کنکریاں جس سے رمی کی جائے گی وہ نہ بالکل چھوٹی مسور کے دانہ کے برابر ہوں نہ بڑی بیر کی طرح ہوں بلکہ چنے، باقلا کے مثل ہوں یا کھجور کی گٹھلی کے مثل ہوں، بڑی سے رمی کرنی مکروہ ہے۔ اگر کرے گا تو خلاف سنت ہوگی۔ اور رمی صحیح ہو جائے گی۔ دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔ شرح ملا علی قاری میں ہے "و لو رمی کباراً جاز مع الکراهة." (شرح ملا علی قاری: ص ۲۲۲)

شرح ہدایہ میں ہے "و المحیط لا یستحب الکبار." (بنایہ: ۳/۵۵۱)

رمی سے پہلے غسل کر لینا مستحب ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب رمی جمرہ کرتے تو پہلے غسل کر لیتے۔ (القریٰ: ص ۵۲۷)

فائدہ: شرح احیاء میں ہے کہ ایام تشریق میں تینوں دنوں کی رمی کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (شرح احیاء: ج ۵/۵۷۵) اسی طرح غنیۃ میں ہے۔ (غنیۃ: ص ۷۰)

پس حسب سہولت رمی سے پہلے غسل کرے تاکہ امر مستحب کی ادائیگی ہو جائے۔

رمی کے ایام میں رات منیٰ میں گذارنی سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایام تشریق میں منیٰ میں مقیم رہتے اور زوال شمس کے بعد جمرات کی رمی فرماتے۔ (ابوداؤد: ص ۱۷۱، سنن کبریٰ: ص ۱۴۸، حاکم: ۴۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم پلانے کی وجہ سے سوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو (ایام تشریق رمی کے ایام میں) مکہ مکرمہ میں رات گذارنے کی اجازت نہیں۔

(ابن ماجہ: ص ۲۲۷، مطالب عالیہ: ص ۳۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حجاج کرام منیٰ کے علاوہ کہیں رات نہ گذاریں۔ (اعلاء السنن: ص ۱۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کے پیچھے (حدود منیٰ سے خارج مکہ کی جانب) رات گذارنے سے منع فرماتے تھے۔ ورلوگوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ منیٰ میں رہیں۔ (بنایہ: ۳/۵۷۹)

فائدہ: حجاج کرام کو رمی کے ایام جو ایام تشریق کہلاتے ہیں منیٰ میں رات گذارنی سنت موکدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام صحابہ منیٰ ہی میں رات گذارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی منیٰ سے باہر رات گذارنے کی اجازت نہیں دی۔ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت لی کہ میرے ذمہ پانی پلانے کا کام ہے۔ اس لئے شب میں رہنا ہاں ضروری ہوگا۔ سو آپ نے اجازت دی۔ لہٰذا دن کو اگر مکہ مکرمہ طواف وغیرہ کے لئے جائے تو رات کو آنا لازم ہوگا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف زیارت سے فارغ ہوکر منیٰ تشریف لے آئے تھے۔ ہدایہ میں ہے کہ رمی کے ایام میں منیٰ کے علاوہ کہیں رات گذارنی مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۳/۵۷۹)

ہدایہ میں ہے کہ حضرت عمر منیٰ میں رات نہ گذارنے پر لوگوں کو ڈانٹتے تھے۔ (بنایہ: ص ۵۷۰)

منیٰ میں رات نہ گذارنے کی صورت میں کراہت آئے گی دم یا صدقہ وغیرہ کچھ واجب نہ ہوگا۔ (بنایہ: ۳/۵۷۹)

ملا علی قاری کی مناسک میں ہے مکہ مکرمہ میں رات نہ گذارے، اور اگر گذارے تو کچھ تاوان واجب نہ ہوگا۔

(مناسک: ۲۳۵)

خیال رہے کہ ان کے دنوں میں مکہ مکرمہ میں رات کو رکنا مکروہ ہے طواف کرنا مکروہ نہیں ہاں رات میں طواف کیا تو فارغ ہونے پر مکہ سے منیٰ اپنی جگہ آجائے۔

اژدحام یا اور کسی عذر کی وجہ سے رات میں رمی مکروہ نہیں

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے چرانے والوں کو اجازت دی ہے کہ وہ رات کی رمی رات میں کرلیا کریں۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چرانے والے رات میں رمی کرلیا کریں اور دن ں چرانے کا کام کرلیا کریں۔ (طحاوی: ۱/۴۱۵، سنن کبریٰ: ۵/۱۵۱)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ صفیہ کے بھائی کی لڑکی کو مزدلفہ میں بچہ پیدا ہوگیا تو وہ اور صفیہ دونوں یوم النحر میں سویں تاریخ کو شام کے وقت منیٰ پہنچیں تو حضرت ابن عمر نے ان کو رات میں رمی کرنے کا حکم دیا۔ (القریٰ: ص ۴۴۴)

ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا رات ہوگئی میں نے اب تک رمی نہیں کی۔ آپ نے فرمایا رمی کرلو کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ (القریٰ: ص۴۳۴)

فائدہ: جمرہ عقبہ دسویں کی رمی اگر مغرب کے بعد کرے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے ویسے بھی دن کے شروع حصہ میں اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے شدید پریشانی ہوتی ہے اس لئے شام اور رات ہوجائے تو کوئی بات نہیں۔ ابن ہمام نے عذر کی وجہ سے رات میں مکروہ نہیں کہا ہے (ابن ہمام: ۲/۵۰۱)

جن کی رمی قبول ہوجاتی ہے ان کی کنکریاں اٹھالی جاتی ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ متعین فرمادیا ہے جن کی رمی قبول ہوجاتی ہے ان کی کنکریاں اٹھالی جاتی ہیں۔ جن کی نہیں قبول ہوتی وہیں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ (بیہقی: ص۱۲۸، ہدایہ: ص۱۰۶۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول کیا بات ہے ہر سال اتنی کنکریاں ماری جاتی ہیں یہ کم ہوجاتی ہیں (کہاں جاتی ہیں) آپ نے فرمایا جو قبول ہوتی ہیں وہ اٹھالی جاتی ہیں. ورنہ تو تم ان کو مثل پہاڑ کے دیکھتے۔ (القریٰ: ص۴۳۵، دارقطنی، سنن کبریٰ: ص۱۲۸، حاکم: ص۱۷۶، ہدایہ: ص۱۰۶۱، مطالب عالیہ: ۱/۳۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے خدا کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ جس کا حج قبول کرلیا جاتا ہے اس کی کنکریاں اوپر اٹھالی جاتی ہیں۔ (تاریخ مکہ، ہدایۃ السالک: ص۱۰۶۲)

حضرت ابوسعید کی ایک موقوف روایت میں ہے کہ اگر یہ کنکریاں اوپر نہ اٹھائی جاتیں تو ثبیر پہاڑ کے مثل جمع ہوجاتیں۔ (القریٰ: ص۴۳۵، ہدایۃ السالک: ص۱۶۱)

فائدہ: متعدد احادیث اور روایتوں میں ہے کہ اللہ پاک جس بندے کی رمی قبول فرمالیتے ہیں ان کی کنکریوں اوپر اٹھالیتے ہیں جن کے لئے فرشتے متعین ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ غیر مقبول کی کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں واقعی یہ امر تجربہ اور مشاہدہ سے بالکل واضح ہے کہ چالیس لاکھ سے زائد لوگ کنکریاں مارتے ہیں اور گاڑی کچھ مقدار کو وہاں سے اٹھا کر باہر لے جاتی ہے تا کہ جمرہ کے پاس کنکریوں کا ڈھیر نہ لگ جائے۔ اسی وجہ سے وہاں پڑی کنکریوں سے رمی کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ چونکہ یہ غیر مقبول ہیں۔ "الا من عندالجمرة فانه مکروه لا جمراتها الموجودة علامة انها المردودة." (شرح مناسک: ص۲۲۲)

اوپر سے رمی کرنا خلاف سنت نہیں

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اوپر سے رمی کررہے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ص۹۴)

حضرت ابراہیم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اوپر رمی کرتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اوپر سے رمی کیا کرتے تھے۔

حضرت قاسم نے کہا جہاں سے آسان ہو رمی کرلو۔ (ابن ابی شیبہ:۴/۱۹۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو دیکھا کہ بہت بھیڑ ہے تو اوپر چڑھ گئے اور اوپر سے رمی کی۔

(شرح مسند احمد:۱۲/۱۸۱، عمدۃ القاری:۱۰/۸۷)

فائدہ: نیچے میں بھیڑ یا اژدحام ہو تو اوپر سے بھی رمی کی جا سکتی ہے نہ اس میں کوئی حرج اور نہ کوئی قباحت، صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اونچائی سے رمی کی ہے۔

ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں "ثبت رمی خلق کثیر فی زمن الصحابة من اعلاها کما ذکرنا آنفاً من حدیث ابن مسعود رضی الله عنه و لم یامرهم بالاعادة و لا اعلنوا بالنداء بذالك فی الناس." (فتح القدیر:ص ۴۸۵)

اور اب تو ایسے بھی نشیبی زمین جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی کی تھی باقی نہیں ہے اب سب زمین سمتل برابر ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب اس طرح رمی ہو ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا جہاں سے اس وقت سہولت ہو خواہ نیچے سے یا اوپر سے رمی کرلے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں "رمی جمرة العقبة من حیث تیسر من العقبة من اسفلها او اعلاها او وسطها کل ذالك واسعة." (عینی شرح بخاری:۱۰/۸۷)

عورت کے لئے رمی رات میں افضل ہے اور مردوں کے لئے جائز

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ ہم لوگوں نے رات میں رمی جمرہ کیا۔ کہا کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسی طرح (رات میں رمی) کرتے تھے۔ (ابوداؤد:۲۶۸)

فائدہ: چونکہ رات میں عورتوں کے لئے زیادہ ستر پردگی کی بات ہوتی ہے بمقابلہ دن کے اور عموماً مرد دن تک رمی کرلیتے ہیں اس لئے رات میں اژدحام کم ہوتا ہے۔ مزید عورت کے لئے رات دن سے بہتر ہے۔ ہاں مگر ۹ رکی رات کو صبح سے قبل ناجائز ہے۔

مگر خیال رہے کہ موجودہ دور میں کثرت حجاج کی وجہ سے رات میں بھی بہت بھیڑ ہوتی ہے اس لئے جس وقت آسانی اور سہولت تجربہ کے اعتبار سے نظر آئے رمی کرلے۔ عورت اگر اپنے مرد محرم کے ساتھ دن ہی میں حسب سہولت رمی کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مرد تو دن میں حسب سہولت و موقعہ رمی کرے، اور رات میں محرم مرد عورتوں کو لے جا کر رمی کرادے۔ اس طرح دونوں کو امر مسنون کا موقعہ مل جائے گا۔

خیال رہے کہ آج کل رمی میں بڑے حوادث اور ناخوشگوار واقعات ہو جاتے ہیں اس لئے جو وقت بھی صبح صادق سے پہلے سہولت اور آسانی کا سمجھ میں آجائے، رمی کرے، عموماً لوگ رمی میں جلدی کرتے ہیں اژدحام کے

موقعہ پر بے قاعدگی کرتے ہیں۔ لہٰذا عورں تو کی سہولت کو پیش نظر رکھ کر جلدی نہ کرے صبح صادق تک وقت رہتا ہے سہولت سے کرے۔ قریب جا کر اندازہ لگالے جب اژدحام کم دیکھے تو کرلے ورنہ وقفہ کرے ہر وقت اژدحام نہیں رہتا۔

رمی جمرہ کس واقعہ کی یادگار ہے اس کی مشروعیت کیوں ہوئی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام حج کے مناسک و مقامات دکھائے تو جمرہ عقبہ کے پاس شیطان ظاہر ہوا۔ پس سات کنکریاں ماری تو وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر دوسرے جمرے کے پاس نظر آیا تو پھر سات کنکریاں ماریں وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر تیسرے جمرہ کے پاس نظر آیا پھر سات کنکریاں ماری کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا تم کنکریاں مارتے رہو، اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور سنت کی اتباع کرو۔

(سنن کبریٰ: ۱۵۳/۵، ابن خزیمہ، مجمع الزوائد: ۲۵۹/۳، مسند احمد مرتب: ۱۲۸/۱۲)

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کرتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور حج کے مناسک (اور مقامات) دکھانے آپ کو لے گئے۔ ثبیر پہاڑ نظر آیا منیٰ میں داخل ہوئے جمرات کو دکھایا پھر مزدلفہ دکھایا، پھر عرفات دکھایا پھر جمرہ کے پاس شیطان نظر آیا آپ نے سات کنکریاں ماریں وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر وہ دوسرے جمرہ کے پاس نظر آیا آپ نے سات کنکریاں ماریں کہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر جمرہ عقبہ کے پاس نظر آیا آپ نے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ آپ چلے آئے۔

(سنن کبریٰ: ۱۵۳/۵)

فائدہ: رمی کس واقعہ کی یادگار ہے اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کتب حدیث میں میں دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حج کے مناسک کی تعلیم فرمائی اور حج کے مقامات کو دکھایا تو جمرات ثلاثہ کے مقام پر شیطان ابلیس نظر آیا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کنکریاں ماریں۔ دوسری روایت میں ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے مقامات عرفہ مزدلفہ منیٰ دکھایا تو ان تینوں جمرات کے پاس ابلیس نظر آیا تو آپ نے سات سات کنکریاں ماریں۔ دونوں واقعات صحیح ہوسکتے ہیں۔ بظاہر اس میں کوئی تعارض نہیں۔

منیٰ میں کس مقام پر قیام کرنا بہتر اور سنت ہے

حضرت عبدالملک ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم منیٰ آئیں گے تو مسجد خیف میں قیام کریں گے۔ (مطالب عالیہ: ۳۴۸/۱)

فائدہ: مسجد خیف منیٰ کی بڑی لمبی مسجد ہے، اس میں ۷۰ حضرات انبیاء کرام مدفون ہیں۔ بڑی بابرکت مسجد ہے۔اس مسجد میں یا مسجد کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کا ارادہ فرمایا تھا۔

اگر وسعت وسہولت ہو اور اپنے اختیار میں ہو تو مسجد خیف میں یا اس کے قریب منیٰ میں قیام کرے۔آج کل چونکہ حجاج کرام کا خیمہ حکومت کی جانب سے مقرر ہوتا ہے۔اپنے اختیار میں نہیں ہوتا تو پھر وہیں قیام کرے جہاں حکومت نے خیمہ مقرر کیا ہے۔امر مستحب اور بہتر کے لئے پریشان نہ ہو۔تاہم سہولت اور موقعہ ہو تو مسجد خیف میں نماز پڑھنے آجائے۔اگر اژدحام کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکے تو حسب سہولت وموقعہ کسی وقت مسجد میں نفل نماز پڑھ لے۔اور دعا کرے کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں قیام فرمایا تھا

ماوردی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں مسجد خیف کے دائیں جانب قیام فرمایا تھا۔ (ہدایۃ السالک: ۳/۱۱۲۰)

فائدہ: یوم النحر کے دن سے لے کر رمی کے ایام میں منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔اس لئے ان ایام میں منیٰ میں دن ورات کا گذارنا سنت ہے۔منیٰ ایک وسیع مقام ہے۔ یہاں آپ نے مسجد خیف کی دائیں جانب یعنی اتر جانب قیام فرمایا تھا۔یعنی مسجد خیف کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ تھا۔مسجد خیف بہت مبارک مسجد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں ستر حضرات انبیاء کرام مدفون ہیں۔پس اگر اپنا اختیار ہو تو منیٰ میں مسجد خیف کے قریب قیام کرے۔

منیٰ میں کسی بھی جگہ ہو قیام کرنا سنت ہے۔البتہ اس بات کا خیال کرلیا جائے کہ خیمہ منیٰ کے حدود سے باہر مزدلفہ میں تو نہیں آگیا۔کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ خیمے منیٰ کے حدود سے باہر لگادیئے گئے ہیں یا تو منیٰ میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔تو ایسی صورت میں اگر ہو سکے تو اپنے احباب کے اس خیمے میں جو منیٰ کے حدود کے اندر ہوں رات گذاری جائے۔ یا بیشتر وقت منیٰ کے حدود میں گذارے۔حتیٰ الوسعۃ منیٰ کے حدود میں گذارے تاکہ یہ سنت نہ چھوٹے۔مزید تفصیل آگے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں ایک جامع ترین نصائح پر مشتمل خطبہ دیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیا اس خطبہ نبوی کے چند اہم اقتباسات یہ ہیں۔

حضرت عمر بن خارجہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بالکل پاس ہی کھڑے تھے۔ کہہ رہے ہیں کہ اونٹنی جگالی کررہی تھی اور اس کے منہ کا لعاب اس کے دونوں طرف بہہ رہا تھا۔آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تم جانتے

ہو آج کون سا دن ہے۔ اللہ و رسولہ اعلم کہہ کر خاموش رہے کہ شاید اس دن کا نام آپ کچھ اور رکھیں آپ نے فرمایا کہ یہ یوم النحر نہیں ہے ہم نے کہا ہاں پھر آپ نے ہو چھا اس کا نام کچھ اور رکھیں آپ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے، ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے پھر کہا اللہ رسول زیادہ جانتا ہے اور خاموش رہ گئے کہ شاید آپ کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ شہر بلد (مکہ) نہیں ہے۔ ہم نے کہا۔ ہاں تو آپ نے فرمایا تمہارا خون تمہارا مال، تمہاری عزت، ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہے جس طرح تمہارے درمیان آج کا دن اس ماہ میں اور اس شہر میں۔ تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ خبر دار تم میرے بعد کفر کو مت اختیار کرنا کہ تم ایک دوسرے کی گردن زنی کرو۔ خبر دار میرا یہ بیان حاضران لوگوں کو پہنچا دیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ (بعد میں آنے والوں کو) چونکہ بعض سننے والے سے وہ لوگ زیادہ سمجھدار اور محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں جن کو سنایا اور پہنچایا جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا میں نے تم کو اللہ پاک کا پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ ہو جائیے۔

(سبل الہدیٰ: ۸/ ۴۷۶، بیہقی فی الشعب: ۳/ ۴۶۹)

ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے لوگوں کو رخصت کر دیا۔ اس وجہ سے اس کا نام حجۃ الوداع پڑا۔ (یا تو اس وجہ سے کہ آپ نے رخصت ہونے والا جیسا بیان کیا تھا یا آپ نے اشارہ کر دیا تھا کہ میں سال آئندہ نہ آسکوں گا)۔ (بیہقی: ۵/ ۱۳۸)

ابونضرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو کسی غیر عربی پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ نہ کسی غیر عربی کو کسی عجمی پر نہ کسی کالے کو گورے پر نہ کسی گورے کو کالے پر۔ ہاں مگر تقویٰ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۶۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر قربانی کے دن یوم النحر میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! بتاؤ کیا آج محترم دن نہیں ہے۔ تمہارے درمیان قیامت تک ایک دوسرے کا احترام اسی طرح ہے جس طرح آج کے دن کا احترام ہے۔ اور میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی اذیت اور تکلیف پہنچانے سے) اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ مؤمن وہ ہے جس سے لوگوں کی جان اور مال محفوظ رہے۔ اور میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ مہاجر وہ ہے جو گناہ کو چھوڑ دے اور ایک مؤمن کا دوسرے مؤمن پر اسی طرح احترام ہے جس طرح آج کے دن کا احترام ہے۔ اسی طرح اس کا گوشت حرام ہے کہ غیبت کرنے والا اس کی غیبت کرے اور اس کے بے حرمتی حرام ہے۔ کہ اس پر ظلم کرے اور اس کو تکلیف و اذیت دے کہ یہ حرام ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۶۸)

حضرت رافع بن عمر اور مزنی یہ کہتے ہیں کہ میں نے چاشت کے وقت شہباء (خچر) پر آپ کو منیٰ میں خطبہ فرماتے ہوئے سنا حضرت علی اسے لوگوں تک پہنچا رہے تھے لوگ کھڑے اور بیٹھے تھے۔ (سنن کبریٰ: ۱۴۰/۵)

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ اے لوگو! حج کے ارکان اور مناسک مجھ سے سیکھ لو ہمیں نہیں معلوم کہ امسال کے بعد میں حج کر سکوں گا۔

(مجمع الزوائد: ۲۶۹/۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! خاموش رہو شاید کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ (مجمع: ص ۲۷۱)

چنانچہ ربیع الاول میں آپ کی وفات ہوگئی اور آپ کا اشارہ متحقق ہوگیا۔

حضرت ابوقیلہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر کھڑے ہو کر فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی امت آئے گی۔ پس اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نماز کا اہتمام کرو۔ ایک ماہ کا روزہ رکھو اپنے معاملہ کے حاکم کی اتباع کرو۔ پھر اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مجمع الزوائد: ۲۷۴/۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کیا تھا اس موقعہ پر یوم النحر میں فرمایا کہ آج حج اکبر ہے۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۹۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آج کے دن حج کے اہم اور بڑے مناسک کے ادا کرنے کا دن ہے کہ دسویں تاریخ کو رمی، قربانی، اور حسب سہولت طواف زیارت ادا کئے جاتے ہیں۔

مرہ نے بیان کیا کہ کیا مجھ سے صحابی رسول نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ اونٹنی پر کھڑے ہوئے (اور خطبہ دیتے ہوئے) پوچھا آج کون سا دن ہے۔ ہم لوگوں نے کہا یوم النحر ہے۔ آپ نے فرمایا سچ کہا۔ آج کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ پھر فرمایا تمہارا کون سا مہینہ ہے لوگوں نے کہا ذی الحجہ۔ آپ نے فرمایا پھر تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے پر آج کے دن کے مہینہ اور اس شہر کی طرح حرام ہے اور سن لو میں تم سے (قیامت میں) سب سے پہلے حوض کوثر پر ملاقات کروں گا۔ اور میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا بس میرے چہرے کو رسوا نہ کرنا (خدا رسول کی نافرمانی کر کے) تم نے مجھے دیکھ لیا۔ اور تم نے مجھ سے احادیثیں سن لیں جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا ڈالے۔ نبردار سن لو۔ کچھ لوگ مجھ سے دور کئے جائیں گے ہٹائے جائیں گے میں کہوں گا یہ میرے لوگ میں (میری امتی ہیں) تو جواب دیا جائے گا آپ کو خبر نہیں یہ لوگ آپ کے بعد بدعت میں گرفتار ہو گئے تھے۔

(اتحاف الخیرۃ: ۱۲۳/۴)

یعنی یہ لوگ جو طریقہ سنت کو چھوڑ کر بدعت اور نئی باتوں میں پڑ جائیں گے جس کو نہ آپ نے کیا نہ حضرات صحابہ نے کیا۔ مثلاً مزاروں پر عرس کرنا میلہ لگانا، عورتوں کا جانا، تیجا، چالیسواں کرنا۔ وغیرہ۔ ایسے لوگ آپ ﷺ سے دور کردیئے جائیں گے آپ کی شفاعت اور حوض کوثر کی سیرابی سے محروم رہیں گے۔

حج میں قربانی کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ سنن وطریق کا بیان

آپ ﷺ نے قربانی کب فرمائی اور یہ کب کی جائے گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب جمرہ عقبہ کی رمی کی تو قربانی کی۔ پھر سر منڈوایا۔ (فتح الربانی:۱۲/۱۸۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جمرہ (عقبہ) آئے اس کی رمی کی پھر قربان گاہ کی طرف آئے۔ اور فرمایا یہ قربانی کی جگہ ہے پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے۔ (ابن خزیمہ:ص ۳۸۳)

فائدہ: ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے منیٰ آتے ہی جمرہ عقبہ پہنچے اور رمی کی۔ اس کے بعد منیٰ آئے اور خطبہ دیا۔ خطبہ سے فارغ ہوکر منیٰ میں قربان گاہ تشریف لائے اور ۶۳ اونٹوں کی قربانی اپنے دست مبارک سے فرمائی گویا کہ یہ آپ کے عمر کے موافق جانوروں کی مقدار تھی۔ (زادالمعاد:ص ۲۶۶)

پس معلوم ہوا کہ قربانی کا وقت رمی جمرہ کے بعد ہے۔

خیال رہے کہ آج کل عموماً لوگ قربانی خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے دوسرے کو وکیل بنا کر قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کرنے والے کو بتادیتے ہیں کہ یوم النحر دس کی ظہر یا عصر تک قربانی کردینا۔ چنانچہ وہ اس کے موافق قربانی کردیتے ہیں۔ ادھر یہ رمی میں اژدحام اور بھیڑ دیکھ کر یا سہولت اور وقت دیکھ کر رات میں کرتے ہیں اور وہاں قربانی ظہر یا عصر کے وقت ہوگئی۔ اور ان کی رمی بعد میں ہوئی۔ احناف کے یہاں یہ درست نہیں اس سے دم واجب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا قربانی کے لئے ایسا وقت بتائے جس سے پہلے یہ سہولت کے ساتھ رمی کرے۔ حنفی مسلک والے ان امور کا خیال رکھیں۔ رمی کے بعد ہی ان کی قربانی صحیح ہوگی۔

پہلے دن جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے منیٰ میں قربانی کی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمرہ (عقبہ) کے پاس آئے اور رمی کی پھر قربانی کی جگہ

(منیٰ) تشریف لائے اور فرمایا یہی قربانی کی جگہ ہے اور پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے۔ (ابن خزیمہ: ص ۲۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں قربانی فرمائی اور فرمایا تمام منیٰ قربانی کی جگہ ہے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ (جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد) قربان گاہ (منیٰ) تشریف لے آئے اور اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹوں کی قربانی کی۔ (مسلم: ص ۳۹۹، ابن ماجہ: ص ۲۲۹)

فائدہ: دسویں تاریخ کو حج کے ۴/ اہم امور ادا کئے جاتے ہیں جن میں ۳/ امور رمی، قربانی اور حلق کے درمیان تو ترتیب واجب ہے۔ پہلے رمی ہوگی اس کے بعد قربانی پھر قربانی کے بعد سر کے بالوں کا حلق، منڈانا یا کترانا ہوگا۔ اگر ترتیب کے خلاف کر لیا مثلاً قربانی سے پہلے حلق کرا لیا تو خواہ بھولے سے ہی سہی دم واجب ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کی تھی البتہ پہلے دن کی رمی کے بعد اسی دن قربانی سنت اور بہتر ہے۔ اور قربانی دوسرے دن بھی کر سکتا ہے۔ جب قربانی ہوگی تب ہی حلق ہوگا۔ خواہ قربانی پہلے دن کرے یا دوسرے دن۔

آج کل منیٰ میں قربانی کی جگہ متعین ہے وہیں پر قربانی کی جاتی ہے ہر جگہ قربانی خواہ اپنے خیمہ میں ہو منع ہے۔ اس کا خیال رکھے۔ وہیں جانور بھی ملتے ہیں اور وہیں آگے بڑھ کر قربانی بھی کی جاتی ہے۔ قربان گاہ تک سب کا پہنچنا مشکل ہے لوگ اجرت لے کر جانور ذبح کرتے ہیں خواہ خود کرے یا اجرت دے کر کرا لے سب درست ہے۔

آپ نے حجۃ الوداع میں ۷۰/ اونٹ کی خود سے قربانی فرمائی تھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ کی قربانی کی تھی۔

(ابن خزیمہ: ۴/ ۲۸۵، حجۃ الوداع: ۱/ ۱۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جو ابوداؤد میں ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ اونٹ کی قربانی اپنے ہاتھ سے کی۔ (ابوداؤد: ص ۲۶۴)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ سو اونٹ ہدی کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳/ اونٹ کی قربانی اپنے ہاتھوں سے کی۔ ۶۳ کے قربانی کی وجہ لکھتے ہوئے علامہ عینی کہتے ہیں کہ آپ کی عمر ۶۳، ہر سال پر ایک قربانی آپ نے دربار خداوندی میں پیش کیا۔ ”کل واحد عن سنة من عمره.“ (معارف: ۶/ ۲۱، عینی، شرح بخاری: ۹/ ۱۷۸)

زرقانی میں ہے ”حكمة نحره صلى الله عليه وسلم ثلاثاً و ستين بدنة بيده انه قصد بها سنى عمره و هى ثلاث و ستون كل سنه سنة بدن.“

یہ ۶۳/اونٹ وہ تھے جو مدینہ منورہ سے آئے تھے باقی یمن کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے۔ جس کی قربانی انہوں نے کی۔ اس طرح سو ہو گئے۔ بعض روایت کے اندر ہے جسے اصحاب سیر نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ اونٹ کی قربانی اور ۶۳ ہی غلام آزاد کئے اپنی عمر کے اعتبار سے "کذا فی تاریخ الخمیس."

(حجۃ الوداع: ص ۱۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے سات اونٹوں کی قربانی کی۔

(بخاری: ص ۲۳۱، ابن خزیمہ: ص ۲۸۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کتنی قربانی کی تھی۔ اس میں اختلاف ہے۔ جو حضرات حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو صرف سامنے رکھتے وہ کہتے ہیں آپ نے ۶۳/اور حضرت علی نے ۳۷ کی قربانی کی تھی۔ ابن اسحٰق کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ البتہ اس میں تفصیل اس طرح ہے کہ اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۰/اونٹوں کی قربانی کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا انہوں نے ۳۷ اونٹوں کی قربانی کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۳/اونٹوں کی قربانی کی۔

(فتح الباری: ص ۴۳۸)

علامہ ابن قیم نے یہ احتمال بھی لکھا ہے کہ ۷/اونٹ کی قربانی تو آپ نے تنہا بلا شرکت غیر اور اعانت کے کیا اور ۶۳/اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعاون سے کیا باقی حضرت علی نے تنہا کیا۔ ابن قیم نے کہا آپ نے سات اونٹ کی جو قربانی اپنے ہاتھ سے اولاً فرمائی اسے حضرت علی اور جابر رضی اللہ عنہما نے نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے ۶۳/اونٹ کی قربانی جو کی (جس کو حضر جابر نے بیان کیا) بقیہ ۳۰/حضرت علی نے کی۔ پس زاد المعاد سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷۰/اونٹوں کی قربانی کی۔ (زاد المعاد: ص ۲۶۸، حجۃ الوداع: ص ۱۴۸)

حجۃ الوداع میں سو اونٹ کی قربانی ہوئی تھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳/اونٹ کی قربانی اپنے دست مبارک سے کی باقی اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳/۲۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے سات اونٹ کی قربانی کی۔ (بخاری: ۲۳۱، ابن خزیمہ: ص ۱۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت حکم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حجۃ الوداع میں لائی ہوئی اونٹنیاں سو تھی۔ اس میں ایک ابو جہل کی اونٹنی تھی۔ جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ آپ نے دست مبارک سے ۶۳/اونٹ ذبح کئے باقی جو رہ گیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

(ترمذی: ص ۱۶۸، ابن ماجہ: ص ۲۳۱، عمدہ: ص ۱۷۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰۰/اونٹ ہدی (قربانی) کے لئے لائے تھے۔ (بخاری: ۲۳۲)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے اونٹوں کی تعداد سو تھی۔

(شرح بخاری: ۹/۱۲۸)

حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ قربانی کے لئے سو اونٹ لائے تھے۔ (فتح الباری: ۳/۴۳۸)

رسالہ حجۃ الوداع میں ہے کہ ۶۳ مدینہ منورہ سے لائے گئے تھے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے لایا تھا۔ ایک قول کے اعتبار سے سات اونٹوں کی قربانی آپ نے تن تنہا دست مبارک سے کی۔ ۶۳ اونٹوں کی قربانی آپ نے اور حضرت علی نے مل کر کیا۔ باقی ۳۰ کی قربانی حضرت علی نے کی۔ تاریخ خمیس کے حوالہ سے ہے کہ آپ نے ۶۳ اونٹوں کی قربانی کی اور ۶۳ غلاموں کو آزاد کیا، اپنی ۶۳ سال کی عمر کے اعتبار سے ہر ایک سال پر ایک اونٹ اور ایک غلام۔ (حجۃ الوداع: ص ۱۵۴)

اپنی قربانی کا گوشت پکانا اور شوربہ کھانا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہر اونٹ سے ایک ٹکڑا گوشت کاٹنے کا حکم دیا۔ اسے ہانڈی میں پکانے ڈال دیا گیا۔ پس آپ دونوں نے (آپ اور حضرت علی نے) گوشت اور شوربہ کھایا۔

(سبل الہدیٰ: ۸/۴۷۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اس کی رسی، اس کے چمڑے اور اس کے گوشت کو مساکین میں تقسیم کر دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عام حکم فرما دیا جو چاہے اس کا گوشت کاٹ لے جائے۔ (سبل الہدیٰ: ۸/۴۷۵، بخاری: ص ۲۳۲)

فائدہ: آپ نے قربانی کا گوشت کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ پس اس سے اس کے گوشت کا استعمال اپنے لئے مسنون ہوا۔ اور آپ قارن، یا متمتع تھے۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ قارن یا تمتع کرنے والے کے ذمہ جو ایک قربانی واجب ہے۔ جیسا کہ کیا جاتا ہے۔ تو اس جانور کا گوشت بلا قباحت کے بلکہ سُنّیت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔

شرح لباب میں ہے ”و کل دم وجب شکرا فلصاحبه ان یاکل منه ای ماشاء منه و یوکل الاغنیاء و الفقراء.“ (شرح لباب: ص ۴۷۲)

ہاں البتہ دم کی قربانی جو کسی جنایت اور واجب کے ترک کرنے سے واجب ہوا ہے اس کا گوشت نہیں کھا سکتا ہے۔ سب کا صدقہ واجب ہے۔ ”و کل دم وجب جبراً لا یجوز له الاکل منه و لو کان فقیراً و لا للاغنیاء.“ (شرح لباب: ص ۴۷۳)

پس معلوم ہوا کہ جو قارن اور متمتع پر قربانی شکراً واجب ہے اس کا گوشت خود کھا سکتا ہے اور نہ مالداروں کو دے سکتا ہے بلکہ صدقہ کرنا غریبوں پر واجب ہے۔

حج کی قربانی دوسرے کی معرفت بھی کرا سکتا ہے سنت سے ثابت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ باقی کی (جو سو میں سے رُہ گئے تھے) قربانی کردیں۔ (سبل الہدیٰ: ۸/۴۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ۳۰/ اونٹوں کی قربانی فرمالی تو مجھے حکم دیا باقی کی قربانی کا۔ (ابوداؤد: ص ۲۶۴، زادالمعاد: ص ۲۶۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی قربانی اپنے دست مبارک سے فرمائی، پس حج کرنے والے کے لئے سنت تو یہ ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔

اگر کوئی اپنے سے جانور ذبح نہیں کرسکتا ہے تو دوسروں کی معرفت بھی کرا سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو دے دے کہ وہ اس کی جانب سے قربانی کردے یہ بھی صحیح ہے کہ آپ نے بیشتر اونٹوں کی قربانی خود کی اور باقی حضرت علی کے حوالہ کردیا۔

عموماً آج کل خود قربانی نہیں کرتے دوسروں کے حوالے کردیتے ہیں۔ اس میں اس امر کا خیال رکھے جو وقت بتایا ہے اس کے بہت دیر کے بعد یہ حلق کرائے۔ اگر قربانی سے قبل حلق ہوگیا تو احناف کے مسلک میں دم دینا پڑے گا۔

حج کے موقعہ پر منیٰ میں قربانی کے متعلق چند مسائل

◎ دسویں تاریخ یوم النحر کو رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کا وقت ہوجاتا ہے۔ رمی سے پہلے قربانی درست نہیں۔

◎ اگر مفرد ہے تو قربانی اس کے لئے واجب نہیں ہے مستحب ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۶)

◎ اگر قارن یا متمتع ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہے۔

◎ قربانی میں خواہ ایک بکرا بکری کرے یا گائے اونٹ کے سات حصوں میں سے ایک حصہ لے۔

◎ حج کی قربانی حدود حرم میں ہوگی۔ اگر حج کی قربانی حدود حرم سے باہر مثلاً جدہ میں کیا یا طائف یا عرفہ میں کیا تو قربانی نہیں ہوگی حرم میں قربانی کرنی ہوگی۔ (شرح لباب: ص ۳۵۶)

◎ لہٰذا متمتع اور قارن اپنی قربانی منیٰ میں کرے۔

◎ حدود منیٰ میں کسی بھی مقام پر قربانی کرنی درست ہے۔

◎ اگر قارن اور متمتع نے ایام نحر ۱۰/۱۱/۱۲/ تک قربانی نہیں کی تو اس پر دم واجب ہوجائے گا۔ (شرح مناسک: ۳۵۷)

◎ بقرعید کی قربانی کے سلسلے میں ہر حاجی کو اختیار ہے خواہ منیٰ میں کرے یا مکہ میں کرے۔ یا حدود حرم سے باہر

کرے یا اپنے وطن ہند پاک میں قربانی کروائے سب جائز ہے۔ اس کے لئے حدود حرم ضروری نہیں۔

(شرح مناسک: ص ۳۵۷)

◎ منفرد نے قربانی سے پہلے حلق کرالیا پھر قربانی کی تو کوئی حرج نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۶)

◎ اگر قارن یا متمتع ہے تو اس پر حلق سے پہلے ذبح واجب ہے۔ اگر اس نے حلق پہلے کرلیا پھر ذبح کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۶)

◎ اپنی قربانی خود کرنی بہتر ہے۔

◎ آج کل منیٰ میں جہاں قربانی کی جگہ متعین ہے قربانی سب کے لئے آسان نہیں ہے۔ لہٰذا قربانی کا کسی کو وکیل بنادے اور وہ اس کی جانب سے قربانی وکالۃً کردے تو درست ہے۔ حجاج کرام جو ایام نحر میں قربانی کریں گے ان کے لئے سنت یہ ہے کہ منیٰ میں قربانی کریں۔ (غنیۃ الناسک: ص ۳۵۸)

◎ قارن اور متمتع کے لئے قربانی میں قران اور تمتع کی نیت سے کرنی ضروری ہے۔ (غنیۃ الناسک: ۳۵۹)

رمی قربانی وحلق میں ترتیب سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق وحکم کا بیان

اگر نادانی سے رمی اور قربانی ترتیب سے نہ کرسکا تو گناہ نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ذبح سے پہلے سر منڈا لیا یا اسی کے مثل تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج (گناہ) نہیں۔ (بخاری: ص ۲۳۴، سنن کبریٰ: ص ۱۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ذبح، حلق اور رمی میں آگے پیچھے ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج (گناہ) نہیں۔ (بخاری: ص ۲۳۴، مسلم، سنن کبریٰ: ۱۴۲/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو حج کے مناسک میں سے کسی کو بھول جائے یا اسے چھوڑ دے تو وہ دم دے قربانی کرے۔ (موطا: ص ۵۵۹، استذکار: ۳۱۰/۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو حج کے امور میں سے کسی کو آگے کسی کو پیچھے کردے تو وہ قربانی کرے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴۳۹/۴، طحاوی: ۴۲۴/۱، اعلاء السنن)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو حج کے امور میں سے کسی کو مقدم کردے یا موخر کردے یا ذبح

سے پہلے حلق کرالے تو وہ دم دے۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۴۴۴)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ذبح سے پہلے کسی نے حلق کرالیا تو وہ قربانی کرے گا پھر یہ آیت پڑھی "و لا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ." (ابن ابی شیبہ: ص ۴۴۰)

مغیرہ نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ حج میں جو کوئی نامناسب امور کرے تو اس کی وجہ سے ایک قربانی کرنی پڑے گی۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ رمی حلق قربانی کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ اور آپ ﷺ بھی ایسا ہی کیا ترتیب سے ادا کیا۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

رمی قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب لازم ہے اس کے خلاف دم واجب ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ منیٰ تشریف لائے، جمرہ کے پاس آئے اس کی رمی کی۔ پھر منیٰ میں اپنے مقام پر آئے قربانی کی۔ پھر نائی سے کہا لو سر مونڈ و اور سر کا دائیں جانب دیا پھر بائیں جانب دیا۔

(مسلم: ص ۴۲۱، ترمذی: ص ۱۸، ابوداؤد: ص ۲۷۲، اعلاء السنن: ۱/ ۱۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو حج امور اور مناسک میں سے کسی کو بھول جائے یا اسے چھوڑ دے پس اسے قربانی کرنا لازم ہے۔ (القریٰ: ص ۵۵۹، دارقطنی، موطا امام مالک: ص ۱۶۳)

موطا میں ہے کہ جو نادانی کی وجہ سے رمی سے قبل حلق کرالے فدیہ دے۔ (موطا: ص ۱۶۳)

فائدہ: آپ ﷺ نے یوم النحر دسویں تاریخ کو ترتیب کے اعتبار سے ۳ رکام جس کا تعلق حج کے مناسک سے تھا کئے تھے۔ مزدلفہ سے منیٰ تشریف لانے کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کی اس کے بعد اونٹوں کی قربانی کی اس کے بعد نائی کو بلا کر سر مبارک کا حلق کرایا۔ اس طرح ترتیب سے ادا کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ ﷺ فرماتے رہتے "خذوا عنی مناسککم" مجھ سے حج کے مناسک سیکھو۔ پس ان امور ثلاثہ کے درمیان ترتیب لازم ہے۔

اور وہ جو روایتوں میں موجود ہے کہ آپ ﷺ سے صحابہ کرام نے ترتیب کے خلاف مثلاً ذبح پہلے کرلیا بعد میں رمی تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ سہواً ہوا لاعلمی سے ہوا تو گناہ نہیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا اس سے پہلے شریعت کے مطابق حج نہیں ہوتا تھا اس لئے کوئی گناہ نہیں۔ آپ نے گناہ سے نفی فرمائی۔ مگر گناہ کے نہ ہونے سے جنایت کی معافی نہیں، جنایت تو ادا کرنی پڑے گی وہ ہے دم کا دینا۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک صحابی کے سر میں جوں کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا یہ جوں تم کو پریشان کررہے ہیں سو سر منڈ والو اور اس کا فدیہ ادا کرو۔

اسی طرح حضرت ابن عباس جو ہر وقت حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے، آپ کی مجلس میں لوگوں کے اس

سوال کو کہ میں نے ترتیب کے خلاف حلق رمی سے پہلے کرلی اور آپ کے جواب لاحرج کو سن رہے تھے۔ اس کے باوجود وہ ترتیب کے خلاف ہونے پر دم لازم قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ طحاوی میں ہے۔ مجاہد نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جو حج کے مناسک میں سے کسی کو مقدم یا موخر کردے پس اسے چاہئے کہ دم دے۔ (القریٰ:۵۵۹)

اسی طرح سعید بن جبیر سے بھی مروی ہے کہ ذبح سے پہلے حلق کرلے تو دم دے۔ (ابن ابی شیبہ:ص۴۴۰) پس ایک جانب حضرت ابن عباس لاحرج کی روایت بھی نقل کرتے ہیں۔ (سنن کبریٰ:۱۴۲/۵) اور دوسری جانب خلاف ترتیب ہونے پر دم واجب قرار دے رہے ہیں۔ پس دونوں روایتوں کے جوڑنے سے اور سامنے رکھ کر مطلب نکالنے سے یہی مفہوم واضح اور آشکارا ہوتا ہے کہ سہواً اور نادانی و لاعلمی کی وجہ سے گناہ ہونے کی نفی کررہے ہیں دم کے واجب ہونے کی نہیں۔

مزید آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ سوال جو بار بار متعدد صحابہ کررہے تھے لازم اور واجب ہی کے ترک کی بنیاد پر کررہے تھے۔ امر مستحب پر ترک کر اس قدر اہتمام سے سوال کے عادی نہیں تھے۔ ”فان الصحابة لم یکونوا لیکثروا السوال عن امر غیر واجب علیھم.“ (اعلاء السنن:ص۱۶۰)

ادھر آج لاحرج اس وجہ سے فرماتے تھے یہ آپ ﷺ کا پہلا حج تھا اور لوگوں کا بھی، اسلامی اعتبار سے پہلا حج تھا۔ لوگوں کو حج کے مناسک معلوم نہیں آپ نے اگرچہ خطبہ میں بتادیا تھا مگر پھر بھی استحضار اژدحام اور مشقت کی وجہ سے نہیں رہا تھا۔ یہ تو پہلا ہی موقعہ تھا یہاں بار بار حج کرنے کے بعد بھی ترتیب اور مسائل کا استحضار نہیں رہتا ہے۔ اس وجہ سے آپ نے لاحرج فرمایا۔ اور اب تو لاحرج بھی نہ ہونا چاہئے کہ یہ مسائل عام ہوگئے۔ علم کے بے شمار اسباب ہوگئے، کتابوں میں لکھ دیئے گئے، زبانی بتادیئے گئے۔ بار بار ان مسائل کا تکرار کرایا جاتا ہے۔ احباب رفقاء سے بار بار اس کا ذکر سنتے ہیں۔ لہٰذا اس کوتاہی پر اب تو بدرجہ اولیٰ دم واجب ہونا چاہئے کہ اس قدر اہم عبادت پھر اس قدر غفلت۔ لہٰذا حجاج کو چاہئے کہ مناسک کے ادا کرنے میں دھیان رکھے غفلت کو جگہ نہ دے وقت سے پہلے مسائل کا استحضار کرے۔

خیال رہے کہ قارن اور متمتع کے لئے رمی پھر ذبح پھر قربانی کی ترتیب واجب ہے۔ اور مفرد کے ذمہ چونکہ ذبح نہیں ہے۔ اس لئے صرف رمی اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ (اعلاء السنن:ص۱۵۸)

انتباہ: تمام حجاج ہند پاک کو اس امر کا خیال رکھنا لازم ہے کہ حرمین شریفین میں سعودی علماء یہ اعلان کھلے عام کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ اگر حلق رمی سے پہلے یا قربانی رمی سے پہلے ہوجائے یا کرلی جائے تو کوئی دم واجب نہیں ہوتا ہے۔ لوگو! وہ لوگ ”سلفی“ غیر مقلد حضرات ہیں۔ ان کے یہاں ایسا ہی مسئلہ ہے۔ آپ کے یہاں (جو احناف مسلک پر ہیں) دم واجب ہے۔

آپ ان سے سن تو لیں مگر اپنے مسلک پر عمل کریں۔ اپنے علماء سے پوچھ لیں اپنے مسلک کی کتابیں دیکھیں۔اس بات کا خیال رکھیں نظم اور انتظام میں تو ان حضرات کے اعلان پر عمل کریں مگر مسائل میں اپنے مسلک کی رعایت کریں ورنہ آپ کا حج گڑبڑا جائے گا۔

عذر کی وجہ سے اجازت تو آپ دے دیتے مگر کفارہ دم بھی ادا کرواتے

کعب ابن عُجرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا جوئیں تم کو پریشان کر رہی ہیں میں نے کہا ہاں اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا سر کو منڈوالو اور (اس کے کفارہ میں) ۳/روزے رکھ لو۔ یا ۶/غریبوں کو کھانا کھلا دو۔ یا ایک بکرے کی قربانی کرو۔ (موطا:ص ۱۶۳، بخاری:ص ۲۴۴، ترمذی:ص ۱۹۰، استذکار:۱۳/ ۲۹۸)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن عُجرہ آپ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں تھے جوؤں نے ان کے سر میں بڑی تکلیف پہنچائی۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے سر کو منڈوالیں اور آپ نے فرمایا ۳/روزے رکھ لو۔ یا ساٹھ مسکین کو کھانا دے دو۔ (موطا:ص ۱۶۲، استذکار:۱۳/ ۳۹۷)

فَائِدَة: پس معلوم ہوا کہ عذر اور مجبوری کی وجہ سے کوئی کام مناسک حج کے خلاف کرے یا سہواً غفلۃً لاعلمی کی وجہ سے ہو جائے تو گناہ تو نہیں ہوتا ہے مگر جنایت جو اس کا مالی فدیہ ہے وہ لازم رہتا ہے۔ پس جہاں آپ نے لاحرج فرمایا ہے وہاں گناہ مراد لیا ہے۔ فدیہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس جو حبرالامۃ تھے صحابہ کرام علم میں فائق تھے فرمایا پس یہ ہمارا قیاس نہیں ہے۔ صحابہ نے جو آپ کے پاس آپ کی مجلس میں سمجھا ہے اور جیسا کہ آپ کو فرماتے کرتے دیکھا ہے ان کا بیان ہے۔

حج کے امور میں جو دم قربانی واجب ہوگی اسے مکہ میں ادا کرنا ہوگا

حضرت عطا سے مروی ہے کہ جو دم لازم ہوتا ہے وہ مکہ مکرمہ میں کرنی ہوگی۔ (یا کرانی ہوگی)۔ (القریٰ:ص ۵۶۰)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہر دم جو واجب ہوا سے مکہ مکرمہ کے علاوہ اور کہیں ذبح نہیں کیا جا سکتا ہے۔ (بنایہ:۳/ ۶۹۰)

فَائِدَة: خیال رہے کہ حج کے مسائل میں کسی غلطی یا واجب کے چھوٹ جانے سے جو دم واجب ہوتا ہے جسے قربانی بھی کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پوری گائے یا پورا اونٹ ایک حصہ نہیں۔ یہ صرف دو صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔ (۱) وقوف عرفہ کے بعد حلق سے پہلے بیوی سے وطی کر لینا (۲) طواف زیارت ناپاکی کی حالت میں کرے۔ اس کے علاوہ جہاں کہا جاتا ہے کہ دم واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً حلق پہلے کرا لیا اور رمی نہیں کی۔ جوں کی وجہ سے سر کے بال کٹوا لئے وغیرہ تو یہاں ایک بکرا، یا مینڈھا، یا بڑے جانوروں کا حصہ مراد ہوتا ہے۔

(کذا فی مناسک القاری:ص ۳۹۲)

"حیثما اطلق الدم فالمراد به الشاۃ." پھران جانوروں کی قربانی حرم مکہ مکرمہ میں ہی کرنی ہوگی۔ اپنے وطن یا حرم کے علاوہ کسی اور جگہ معتبر نہ ہوگی۔ اوراس کی قیمت کا ادا کرنا یعنی صدقہ کرنا بھی کافی نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ جانور کا صدقہ کرنا بھی کافی نہ ہوگا۔ بلکہ حرم میں قربانی لازم ہوگی۔ "والثالث ذبحه فی الحرم بالاتفاق سواء وجب شکراً او جبراً" اسی طرح ہدایہ میں ہے قربانی حرم ہی میں ہوگی۔ "و اما النسک فیختص بالحرم." (بنایہ:۳/۲۸۹)

"والسادس الذبح فلو تصدق به حیالم یجز." (ص ۲۹۳) اورفقیر جوزکوٰۃ کا مستحق ہے۔اس پرصدقہ کرنا واجب ہوگا۔ امیر غنی کودے گا تو معتبر نہ ہوگا۔

"السابع التصدق علی الفقیر، فلو اعطاه لغنی لم یجز." (ص۲۹۳)

ہاں اس بات کا اختیار ہے کہ خود کرے، یا کسی کے واسطے اور ذریعے سے کرائے، مثلاً اہل مکہ میں سے یا جوحضرات یا کمیٹی یہ کام ذمہ داری سے ادا کرتے ہوں اسے رقم ادا کردے اور وہ حرم میں قربانی کردے تو درست اور صحیح ہے۔ چونکہ ہرآدمی قربانی کرنے کی سہولت نہیں پاسکتا لہٰذا وکیل بنادینا اوراسے رقم ادا کردینا جائز ہے۔ "کذا فی البدائع و اذا لم یذبح بنفسه یستحب له ان یامر مسلماً." (ہدایۃ السالک:ص۱۱۴۲)

حلق سے متعلق آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سنن وطریق مبارک کا بیان

یوم النحر میں آپ نے اولاً رمی کی پھر قربانی کی پھر سر کا حلق کرایا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر قربانی کی پھر سر کا حلق کرایا۔

(مسند احمد:۱۲/۱۸۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر دسویں تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر منیٰ میں اپنے مقام پرآئے ذبح کے لئے جانور منگایا قربانی کی پھر حلاق کو بلایا۔ (ابوداؤد:ص۲۷۲، مسند احمد:۱۲/۱۸۷، سنن کبریٰ:۵/۱۳۴)

حضرت معمر بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانور کی قربانی منیٰ میں کرلی تو مجھے حکم دیا کہ آپ کے سر کے بالوں کو مونڈ دوں۔ (مجمع الزوائد:۳/۲۶۱)

ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جمرہ عقبہ کی رمی کی تو قربانی کی جگہ (منیٰ) لوٹ آئے۔ قربانی کی پھر بال بنوایا پھر فوراً طواف زیارت کیا۔ (سنن کبریٰ:۵/۱۴۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے (مزدلفہ سے) اور جمرہ کے مقام پر گئے

رمی کی پھر منیٰ اپنے مقام پر آئے قربانی کی پھر حلاق سے کہالو یہ سر (مونڈنے کے لئے)۔
(بنایہ:ص۵۵۹، صحیح ابن خزیمہ:ص۲۹۹، فتح:ص۴۸۹)

ابن قیم نے زادالمعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے جب جمرہ کی رمی کی قربانی کی حلق کرایا۔ (زادالمعاد:ص۲۷۶)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ قارن اور متمتع کے لئے قربانی کا کرنا واجب ہے۔ لہٰذا یہ حضرات قربانی کے بعد ہی سر کا حلق کرا سکتے ہیں۔ اگر یہ حضرات قربانی سے پہلے حلق کرالیں گے تو دم واجب ہوجائے گا۔ لہٰذا قربانی سے فارغ ہوکر کریں گے آپ ﷺ چونکہ قارن تھے اس لئے قربانی کے بعد حلق فرمایا تھا۔

جو لوگ مفرد ہیں صرف حج کا شروع سے ہی احرام باندھنے والے ہیں۔ ان کے ذمہ قربانی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ پس اگر یہ افراد کرنے والے قربانی نہیں کررہے ہیں تو ان کو رمی کے بعد حلق کرنا جائز ہے۔

شرح لباب میں ہے "فاذا فرغ من الذبح حلق رأسه." (شرح لباب:ص۲۲۶)

فتح القدیر میں ہے "ثم یذبح ان احب ثم یحلق او یقصر." (فتح القدیر:ص۴۸۸)

سر کا حلق منڈانا سنت اور افضل ہے آپ نے حلق کرایا تھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں سر کے بالوں کا حلق کرایا تھا۔
(بخاری:ص۲۳۳، مسلم:ص۴۲۰، ابن خزیمہ:ص۳۰۰، مسند احمد:۱۲/۱۸۷، بیہقی:۵/۱۳۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سر کا حلق کرایا تھا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے بھی حلق کرایا تھا اور صحابہ کی ایک جماعت نے قصر، کتروایا تھا۔ (مسلم:۱/۴۲۰، سنن کبریٰ:۵/۱۳۴)

فَائِدَہ: قربانی کے بعد سر کے بالوں کا حلق یعنی سر کے بالوں کا استرے سے مونڈنا، یا قصر، بالوں کو قینچی سے کتروانا حج کے احکام میں سے ہے اس کے بعد ہی سلے کپڑے اور خوشبودار چیزوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ اگر طواف زیارت کرچکا ہے تو بیوی سے ملنا بھی جائز ہوجائے گا اور احرام کی تمام پابندیاں اس سے اٹھ جائیں گی اور اگر طواف زیارت نہیں کیا ہے تو بیوی حلال نہ ہوگی۔ زیارت کے بعد ہی حلال ہوگی۔

حلق پورے سر کو منڈوانا سنت ہے اور اکثر حصوں کے بالوں کو قینچی سے کتروانا یا تراشنا یہ بھی درست اور جائز ہے۔ اور دونوں میں بہتر حلق کرنا ہے۔ ہدایہ میں ہے "الحلق افضل." (بنایہ:ص۵۵۹) آپ نے حلق کرایا تھا۔ اور حلق کرانے والوں پر آپ نے ۳ر مرتبہ رحمت کی دعا کی ہے اور کتروانے پر دومرتبہ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے جب ذبح سے فارغ ہوجائے تو سر کا حلق کرائے "و اذا فرغ من الذبح حلق رأسه." (شرح مناسک:ص۲۲۶)

اور حلق یا کتروانا واجب ہے۔ اس کے بغیر حلال احرام کی پابندی سلے کپڑے نہیں پہن سکتا ہے۔ "لان

الحلق والتقصير واجب فلا يقع التحلل الا باحدهما." (شرح مناسک: ص ۲۲۸)

شرح ہدایہ میں ہے "لان احدهما واجب سواء كان مفردا اور قارنا او متمتعاً." (شرح ہدایہ: ۲۲۸)

خیال رہے کہ پہلے حلق یا قصر سر کا کرے اس کے بعد ناخن یا لب بنوانا چاہے تو بنوا سکتا ہے اگر پہلے لب یا ناخن بنوالیا تو دم واجب ہوجائے گا۔ "ولو قص اظفاره او شاربه او لحيته اور طيب قبل الحلق فعليه موجب جنايته." (شرح ہدایہ: ص ۲۲۸)

حلق میں پہلے دائیں جانب کا پھر بائیں جانب کا منڈوانا سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رمی جمرہ کیا تو قربانی کی پھر (سر منڈوایا اس طرح کہ) نائی کو سر کا دایاں جانب دیا اس نے دایا حصہ مونڈا پھر یہ بال (دائیں جانب کا) آپ نے حضرت ابوطلحہ کو دیا۔ پھر آپ نے بایاں حصہ دیا اس نے بایاں حصہ مونڈا پھر یہ بال آپ نے حضرت ابوطلحہ کو دیدیا اور فرمایا لوگوں کے درمیان اسے تقسیم کردو۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۲۹۹ سنن کبریٰ: ۱۰۳)

عمرو بن دینار نے کہا حجام نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قصر کرایا تو کہا دائیں جانب سے پہلے کرو۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۰۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حلق یا قصر کرانے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنی دائیں جانب کا حصہ پہلے نائی سے منڈائے۔ اس کے بعد بائیں جانب کا پھر تمام سر کا۔ اور یہ بھی سنت ہے کہ خود قبلہ رخ بیٹھے۔ عموماً لوگ ان مسنون امور کا لحاظ نہیں کرتے۔ بس جلدی جلدی حلق کرا لیتے ہیں، حلاق بھی ان امور کی رعایت نہیں کرتے۔ یہاں سنت کے مطابق حلق کرانے میں یا کرنے میں کوئی پریشانی نہیں۔ خیال رہے کہ حلق سے قبل سر کو بھگو لینا بہتر ہے۔ شرح سند احمد میں ان احادیث سے سر کے دائیں جانب سے مونڈنے کا شروع کرنا مستحب معلوم ہوا یہی جمہور کا مذہب ہے۔

"يستحب فى الحلق ان يبدأ بالشق الا يمن من راس المحلوق. والى ذلك ذهب جمهور." (۱۲/ ۱۹۸)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ جس کے بال مونڈے جا رہے ہوں اس کے دائیں رخ سے شروع کرے کہ جس کا مونڈا جا رہا ہو اس کا سر کا رخ بایاں ہو سو یہ درست نہیں ہے اور سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اختیار کرنا بہتر نہیں ہے۔ احناف کی کتاب میں بھی محلوق جس کا بال مونڈا جا رہا ہو اس کا اولاً دایاں سر مونڈنا سنت اور افضل لکھا ہے۔ جیسا کہ ابن ہمام کی فتح القدیر میں اور ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے۔

سر کے بالوں کو بنانے کے ساتھ لب و ناخن وغیرہ بھی بنوالینا سنت ہے

عبداللہ بن زید نے بیان کیا کہ وہ قربانی کے مقام میں آپ کے پاس تھے جو انصاری شخص تھے آپ ﷺ کپڑا پہنے ہوئے احرام کا سر منڈوایا اور بال لوگوں کو تقسیم کرنے دیدیا اور ناخن بنوایا اور اپنے ساتھ رہنے والے (کسی صحابی کو) دیدیا وہ بال مہدی اور نیل سے رنگے ہوئے تھے۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۳۰۰ زاد المعاد: ۲/ ۲۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب سر کا حلق کرایا تو لب اور اس کے دونوں کناروں کو بھی درست کرایا۔ اور ناخن تراشوایا۔ اور حکم دیا کہ بالوں اور ناخنوں کو دفن کر دیا جائے۔ اور پھر طواف زیارت کے لئے گئے۔ (شرح احیاء: ۴/ ۶۷۵)

علامہ ملاقی کی سیرت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب سر کا حلق کرایا تو لب بھی درست کرایا۔ اور اس کے دونوں اطراف کو اور ناخن بھی بنوایا۔ اور ناخن اور بالوں کے بارے میں فرمایا دفن کر دو۔ (شرح احیاء)

نافع نے بیان کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حلق حج یا عمرہ میں کراتے تو داڑھی اور لب کو بھی درست کراتے۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۱۰۴)

فائدہ: ابن منذر نے بیان کیا کہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ نے سر کے بالوں کا حلق کرایا تو لب بھی بنوائے اور ناخن بھی کٹوائے۔ چنانچہ اسی سنت کی اتباع میں حضرت ابن عمر حلق کے ساتھ ناخن بھی کٹوائے تھے۔ چنانچہ مستحب ہے کہ سر کے بالوں کے ساتھ لب اور ناخن بھی بنوائے۔ (شرح مسند احمد: ۱۲/ ۱۹۸)

چونکہ احرام کی وجہ سے یہ امور ممنوع ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے شاید ناخن اور بال بڑھ گئے ہوں اس لئے قربانی کے بعد سر کے بالوں کے ساتھ ناخن اور لب بھی بنوائے۔

فقہاء کرام میں سے بعضوں نے صرف حلق یا قصر پر اکتفا کرنے کہا ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے۔ "ولا یاخذ من شعر لحیته ولا من شاربه ولا من طفره قبل الحلق وکذا بعده...... وقال الکرمانی عندنا لا یستحب."

اس کے مقابلہ میں زیلعی نے استحباب نقل کیا ہے: "وقال الزیلعی یستحب له اذا حلق راسه ان یقص ظفره وشاربه." (ص ۲۲۷)

معلم الحجاج میں بھی حلق یا قصر کے بعد لب اور ناخن بنوانا لکھا ہے۔ (معلم الحجاج: ص ۱۷۴)

ممکن ہے کہ آپ کے لب وغیرہ کٹانے کی روایت بعض فقہاء کو نہ پہنچی ہو اور جن کو یہ روایت پہنچی انہوں نے اسے مستحب قرار دیا پس علامہ زیلعی کا قول زیادہ راجح ہے۔ ایسے بھی احرام کی حالت لب ناخن نہ کٹوانے کی وجہ سے بڑھے ہوئے ہو سکتے ہیں جب ان کے کاٹنے کا مشروع وقت ہو گیا ہے ان کا بنوالینا بہتر ہے۔

حلق یا قصر کے بعد کیا دعا کرے

ملا علی قاری کی شرح مناسک میں دعا پڑھنا مذکور ہے:

''الحمدللّٰه علی ما هدانا وانعم علینا وقضیٰ عنا نسکنا اللهم هذه ناصیتی بیدك فاجعل بکل شعرة نورا یوم القیمة وامح عنی بها سیئة وارفع لی بها درجة فی الجنة العالیة. اللهم بارك لی فی نفسی وتقبل منی، اللهم اغفرلی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرة.'' (شرح مناسک: ص۲۲۷)

علامہ نووی نے کتاب الاذکار میں یہ دعا نقل کی ہے:

''اللّٰه اکبر الحمدللّٰه الذی قضٰی عنا نسکنا. اللهم زدنا ایمانا ویقینا وتوفیقا وعونا واغفرلنا ولآ بائنا وامهاتنا والمسلمین اجمعین.'' (کتاب الاذکار: ص۲۳۴)

ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے یہ دعا شرح میں ذکر کیا ہے:

''الحمد للّٰه الذی هدانا وانعم علینا. اللهم هذه ناصیتی بیدك فتقبل منی واغفرلی ذنوبی اللهم اکتب لی بکل شعرة حسنة وامح بها عنی سیئة وارفع لی بها درجة اللهم اغفرلی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرة.''

(فتح القدیر: ص۴۹۰)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حلق کے وقت بھی اللہ اکبر کہے اور حلق کے بعد بھی تکبیر اللہ اکبر کہے اور پھر دعا کرے۔ اپنے لئے والدین کے لئے اور احباب اعزہ کے لئے۔ (ص۲۲۷)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا حلق فرمایا

جعفر بن محمد کے طریق سے روایت ہے کہ حج میں حضرت آدم علیہ السلام کے سر کا حلق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنت کے یاقوت کے پتھر سے کیا تھا۔ (فتاویٰ کبریٰ للہیثمی: ۲/۱۳۵، ابن عساکر)

فائدہ: حلق حج اور عمرہ کے اہم مناسک میں ہے۔ اس کے بغیر احرام سے نہیں نکل سکتا۔ انسانوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کا حج کیا چونکہ سر کا حلق کرنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا اس لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یاقوت کے پتھر سے سر کے بال مونڈے، اس سے حلق کا بہتر ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یوم النحر میں اولاً رمی پھر قربانی پھر حلق کیا

حضرت ملیکہ کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام مزدلفہ سے بہت جلد صبح کی نماز پڑھا کر منیٰ لے گئے وہاں انہوں نے رمی کی قربانی کی اور سر منڈایا۔ پھر اللہ جل شانہ نے

آپ ﷺ پر وحی بھیجی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریق کی اتباع کیجئے۔ (سنن کبریٰ: ۱۴۵/۵)

فائدہ: حج کے تمام امور اور مناسک کے رکن مقامات پر جانا ہے، اور کیا کرنا ہے، یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سکھائے اور بتائے ہوئے ہیں جو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا۔ اسی کی اتباع حضرت نبی پاک ﷺ نے کی اور امت کو تعلیم دی۔ اور اسی طرح کرنے کہا چنانچہ امت اسی تعلیم وطریقہ پر قائم ہے۔

"حلق کی فضیلت" سر منڈانے کا ثواب

۳ رمرتبہ رحمت کی دعا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے موقعہ پر کچھ لوگوں نے حلق کچھ لوگوں نے قصر کرایا۔ آپ ﷺ نے حلق کرانے والے پر ۳ رمرتبہ رحمت کی دعا کی۔ (مسلم: ص ۴۲۰، عمدۃ القاری: ۶۴)

بعض روایتوں میں دومرتبہ رحمت کی دعا کا ذکر ہے جیسا کہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے استذکار میں ذکر کیا ہے۔
(استذکار: ۱۳/۱۰۶)

۳ رمرتبہ مغفرت کی دعا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سر منڈانے والے کے لئے ۳ رمرتبہ مغفرت کی دعا کی تو لوگوں نے کہا سر تراشنے والوں کے لئے بھی۔ تو آپ نے کہا اے اللہ سر حلق کرانے والے کی مغفرت فرمایا۔ تو لوگوں نے کہا سر تراشنے والے کے لئے بھی تو آپ نے (تیسری مرتبہ بھی) کہا سر منڈانے والے کی اے اللہ مغفرت فرما۔ تو لوگوں نے کہا اے اللہ تراشے والے کے لئے بھی۔ تب آپ نے سر تراشنے والے کے لئے بھی دعا مغفرت فرمائی۔ (بخاری: ص ۲۳۳، مسلم: ۴۲۱، ترغیب: ۲۰۸/۲)

ہر بال جو منڈا جائے قیامت میں ایک نور:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے بالوں میں سے کوئی نہیں گریگا مگر یہ کہ وہ قیامت کے دن نور ہوگا۔ (مجمع الزوائد: ۲۷۷/۳)

ہر بال پر نیکی اور گناہ معاف:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اپ ﷺ نے (ایک سائل کے سوال کے جواب میں) فرمایا۔ تمہارے لئے ہر بال پر جو منڈاوا ایک نیکی ہے۔ اور ایک گناہ معاف کئے جائیں گے۔

پوچھا گیا کہ اگر بال کے مقابلہ میں گناہ کم ہوجائیں تو تو آپ نے فرمایا وہ ذخیرہ بنا کر تمہارے لئے رکھ دیا جائے گا۔ (مجمع الزوائد: ۲۷۶/۳، سنن سعید بن منصور)

ابن حاج نے اپنے مناسک میں اپنی سند سے بیان کیا کہ سہل بن صالح ایک نیک آدمی تھے انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا (خواب میں) کشتی زمین پر چل رہی ہے تو میں نے (تعجباً) کہا سبحان اللہ کشتی زمین پر چل رہی ہے۔ کسی نے کہا اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ میں اپنی جگہ سے بڑی تیزی سے گیا اور کہا اے اللہ کے رسول میرے لئے آپ مغفرت کی دعا فرما دیجئے۔ تو آپ نے پوچھا تم نے حج کرلیا۔ میں نے کہا ہاں، تو آپ نے پوچھا منیٰ میں سر منڈایا تھا میں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا جو سر منیٰ میں منڈایا گیا ہو اسے جہنم کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔ (ہدایۃ السالک: ۲/۱۰۰)

حلق کرنے والوں پر ۳/مرتبہ رحمت کی ومغفرت کی دعا اور کتروانے پر ایک مرتبہ

یحییٰ بن حصین نے اپنی دادی سے روایت کی ہے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حلق کرنے والوں کے لئے ۳/ مرتبہ دعا کرتے ہوئے سنا اور کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ سنا۔ (مسلم: ص۴۲۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کہا "اللھم ارحم المحلقین" اے اللہ حلق کرنے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا اور کتروانے والوں پر بھی اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے کہا اے اللہ حلق کرانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا کتروانے والوں پر اے اللہ کے رسول تو آپ نے کہا اے اللہ کتروانے والوں پر رحم فرما۔ (بخاری: ص۲۳۳، مسلم: ص۴۲۰، ابوداؤد: ص۲۷۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرنے والوں پر رحمت کی دعا کی تو لوگوں نے کہا اور کتروانے والے پر بھی (یعنی رحمت کی دعا فرما دیجئے) تو آپ نے کہا اللہ رحم فرما حلق کرانے والوں پر پھر لوگوں نے کہا اور کتروانے والے پر بھی تو آپ نے کہا اللہ رحم فرما حلق کروانے والے پر۔ پھر لوگوں نے کہا اور کتروانے والے پر تو آپ نے کہا۔ چوتھی مرتبہ اور کتروانے والے پر۔ (سنن کبریٰ: ص۱۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ لوگوں نے کہا اور سر کتروانے والے پر آپ نے کہا اور سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ لوگوں نے کہا سر کترنے والوں پر بھی آپ نے کہا اے اللہ سر کترنے والوں کی مغفرت فرما۔ لوگوں نے کہا اور سر کتروانے والوں پر بھی۔ آپ نے (اب چوتھی مرتبہ) کہا اے اللہ سر کتروانے والوں کی مغفرت فرما۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۳۴، ابن ماجہ)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں پر ۳/مرتبہ رحمت کی دعا اور ایک روایت میں ۳/مرتبہ مغفرت کی دعا کی۔ اور سر کترے والوں پر ایک مرتبہ دعا کی۔ اس سے سر منڈانے کی افضلیت معلوم ہوئی۔ پس سر منڈانے والے ۳/مرتبہ دعا رحمت اور دعا مغفرت کے مستحق ہوئے چونکہ صحابہ میں سے بعض لوگ کتروانے والے بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے جب دیکھا کہ سر منڈانے والے دعا پا رہے ہیں تو سر کتروانے والے بھی آپ کی دعا رحمت

ومغفرت پالیں۔اسی وجہ سے تمام علماء کے نزدیک حج یا عمرہ کی فراغت پر سر منڈانا افضل اور بہتر ہے۔

حلق یا قصر کے بعد سلے کپڑے اور خوشبو کا استعمال جائز ہو جاتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم رمی کرلو۔ اور حلق کرالو تو تمہارے لئے کپڑے اور خوشبو حلال ہو گئے سوائے عورت کے۔ (سنن کبری:۵/۱۳۶، بنایہ:۳/۵۶۲، مسند احمد:۱۸۶، ۸۲، اتحاف:۴/۴۰۰)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمرہ عقبہ کی ۷ مرتبہ رمی کرے پھر آکر قربانی کرے۔ پھر حلق کرائے تو حج کے احرام کی وجہ سے جو اس پر حرام تھیں وہ حلال ہو جائینگی۔

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رمی جمرہ کرے اور قربانی کرے اور حلق کرائے تو عورتوں کے علاوہ سب اس کے لئے حلال ہو جاتی ہیں۔ (شرح مسند احمد بلوغ الامانی:۱۲/۱۹۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حلق کرالینے کے بعد احرام کی پابندی ختم ہو جاتی ہے۔ سلے کپڑے پہننا سر ڈھانکنا خوشبو لگانا جوتے موزے پہننا جائز ہو جاتا ہے البتہ اسے عورت سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی تاوقتیکہ طواف زیارت نہ کرے۔ یہی مذہب جمہور علماء کا ہے البتہ امام مالک کے نزدیک طواف سے پہلے خوشبو کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ (شرح مسند:۱۲/۱۹۱)

شرح مناسک میں ہے۔ ”حكمه التحليل فيباح به جميع ما حظر بالاحرام من الطيب والصيد ولبس المخيط وغير ذلك الا الجماع.“ (شرح مناسک:ص۲۳۱)

اسی طرح ہدایہ میں ہے۔ ”وقد حل له كل شى الا النساء.“ (فتح القدیر:۲/۴۹)

حلق یا قصر کے بعد بالوں کو کیا کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حلق سر کا کرایا تو لب اور اس کے دونوں کناروں کو بھی درست کرایا۔ اور ناخن تراشوایا۔ اور حکم دیا کہ بالوں اور ناخنوں کو دفن کر دیا جائے پھر طواف زیارت کے لئے گئے۔ (شرح احیاء:۴/۶۷۵)

علامہ ملاقی نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سر کا حلق کرایا تو لب بھی درست کیا اور دونوں اطراف کے بالوں کو اور ناخن بنایا۔ اور بالوں اور ناخن کے بارے میں کہا کہ اسے دفن کر دو۔ (شرح احیاء)

فائدہ: اکثر کیا تمام لوگ حلق اور قصر بالوں کو مونڈنے اور کترنے کے بعد اسی مقام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بعد میں صفائی کے وقت کوڑے کرکٹ میں اور غلیظ و ناپاک جگہ میں اسے ڈال دیا جاتا ہے۔ بالوں کو ہرگز نائی کے پاس یا منڈنے کی جگہ نہ چھوڑے بلکہ بالوں کو کسی کاغذ وغیرہ میں لے لے اور اسے کسی مقام پر زمین کھود کر دفن کر دے۔

شرح احیاء میں ہے:”وان يدفن شعر وان يصلى بعده ركعتين.“ (شرح احیاء:۴/۶۷۴)

بالوں کو دفن کرے اور دو رکعت نماز پڑھے: شرح بخاری میں ہے کہ حلق کے متعلق پانچ سنتیں ہیں۔ ① اول دائیں طرف کا مونڈے پھر بائیں طرف کا ② رخ قبلہ بیٹھے ③ فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہے (اور دعا بھی ہو جو وارد ہے پڑھے) ④ بالوں کو دفن کرے ⑤ دو رکعت نماز پڑھے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۶۳)

اکثر و بیشتر لوگ حلق کے سلسلے میں مسنون امور کی رعایت نہیں کرتے۔ بال منڈ والئے اور غسل کر لیا۔ اولاً نہ تو قبلہ رخ بیٹھتے ہیں نہ دائیں جانب سے شروع کراتے ہیں نائی عموماً بیچ پیشانی پر سے مونڈنا شروع کرتے ہیں نہ درمیان اور نہ اخیر میں تکبیر و دعا پڑھتے ہیں اور بالوں کو وہیں چھوڑ دیتے ہیں خود اٹھا کر دفن نہیں کرتے اور نہ فراغت غسل صفائی کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ بس جیسے تیسے مونڈا لیا۔ نہایا کپڑے پہن لئے۔ ان مسنون امور کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

حلق کے بعد آپ کے بال مبارک کیا ہوئے کہاں گئے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ سے فارغ ہوگئے تو قربانی کی پھر اپنے سر کا دایاں رخ نائی کو مونڈنے دیا اس نے وہ بال حضرت ابوطلحہ کو دے دیئے۔ پھر بایاں رخ دیا اس نے مونڈا تو آپ نے کہا اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کردو۔ (ترمذی: ص ۱۸۰، مسلم: ۴۲۱، عمدۃ القاری: ص ۶۲)

ابن سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دایاں رخ سر کا نائی کو دیا۔ اس نے بال مونڈا تو آپ نے یہ بال حضرت طلحہ کو دے دیا۔ پھر بایاں مونڈا تو یہ بال لوگوں کو دے دیئے (مسند احمد، مرتب: ۱۸۷)

حفص کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نائی سے کہا اور دائیں جانب کا اشارہ کیا (پھر مونڈے ہوئے) بالوں کو اپنے پاس کے لوگوں کے درمیان تقسیم کردیا۔

ابوکریب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بال کو تقسیم کردیا۔ "فوزعه الشعر، والشعرتين بين الناس." (عمدۃ القاری: ۱۲/۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو جب حلق کرایا تو سب سے پہلے حضرت ابوطلحہ نے آپ کے بال مبارک کو لے لیا۔ (بخاری: ۲۹)

فائدہ: بس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے کے بعد اپنے بالوں کو صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کردیا۔ ایک روایت میں ہے کہ دائیں جانب کے بال حضرت ابوطلحہ کو دیا۔ اور بائیں جانب کے بال حضرت ابوطلحہ کو دے کر لوگوں کے درمیان تقسیم کرا دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں جانب کا تقسیم کروا دیا اور بائیں جانب کا حضرت ابوطلحہ کو یا ان کی بیوی ام سلیم کو دیا۔

علامہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دائیں جانب کے بال اپنے اردگرد لوگوں کو

تقسیم کروا دیا اور بائیں جانب کا حضرت ابوطلحہ کو دیا۔ چنانچہ ابن سیرین کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب کے بال حضرت ابوطلحہ کو دیئے۔ (ہکذا فی عمدۃ القاری: ۲۰/۶۲)

ابن قیم اسی روایت کو ترجیح اور اصوب قرار دیتے ہیں: "والذی یقوی ان نصیب ابی طلحه الذی اختص به کان شقه ایسر." (زاد المعاد: ۲/۲۷۷)

علامہ عینی نے بھی شرح بخاری میں اسی کو راجح مانا ہے کہ آپ نے دائیں جانب کا عام لوگوں میں تقسیم کر دیا اور بائیں کا خاص کر کے حضرت ابوطلحہ کو دیا۔

"وحصل بن مجموع هذه الروايات ان النبی لما حلق الشق الا یمن ناوله ابا طلحة لیقسمه بین الناس ففعل ابو طلحة وناول شعر الشق الا یسر لیکون عند ابی طلحه" (عمدۃ القاری: ۱۲/۶۲)

آپ نے یہ بال حضرات صحابہ کو تبرک کے طور پر دیئے تھے۔ اور انہوں نے اس سے تبرک حاصل کیا۔

آپ کے بال مبارک اور اس کے برکات

حضرت عثمان بن موہب کہتے ہیں کہ مجھے گھر والوں نے پانی کا پیالہ لے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا وہ چاندنی کی نلکی لے کر آئیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے۔ جب کوئی بیمار ہو جاتا اور اسے نظر لگ جاتی تو لوگ پانی لے جاتے وہ پانی (نلکی میں ڈال کر) ہلا دیتیں وہ پلا دیا جاتا میں نے اس نلکی میں غور کیا وہ بال لال تھے۔ (خضاب یا عطر لگانے کی وجہ سے)۔ (بخاری: ص ۸۷۵)

حضرت ابوعقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کو) پانی میں ڈال کر ہلا دیا کرتے تھے اور اس پانی کو پی لیتے تھے۔ (خواہ تبرکاً یا بیماری وغیرہ سے شفا پانے کے لئے)۔ (مطالب عالیہ: ۱/۲۷۵)

عثمان بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چاندی کی ایک نلکی تھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے۔ جب کوئی بخار زدہ ہو جاتا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا جاتا وہ اس بال کو پانی میں ڈال کر ملا دیتیں پھر وہ پانی اس کے چہرے پر ڈال دیا جاتا۔ (دلائل النبوۃ: ۱/۲۳۶)

فتح الباری میں ہے کہ مریض حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دئے جاتے وہ بال مبارک سے دھوئے ہوئے پانی مریض کو پلا دیتیں یا اس پانی سے غسل دیا جاتا اس سے وہ شفایاب ہو جاتے۔ (فتح الباری: ۱۰/۳۵۳)

حضرات صحابہ اور تابعین کو بال مبارک کو بڑی اہمیت تھی بڑی محبت تھی جان سے زیادہ عزیز تھے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن سیرین نے حضرت ابوعبیدہ سے ذکر کیا کہ ہمارے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک میں، جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا ان سے اہل عیال سے حاصل ہوئے ہیں یہ بال مبارک ہمارے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہیں۔ (بخاری: ۱/۲۹)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا۔ سر منڈایا لوگ آپ کے بال کی جانب دوڑ پڑے میں نے آپ کے پیشانی کے بال کو حاصل کیا اور اسے اپنی ٹوپی میں سی کر رکھ لیا۔ جس جنگ میں گیا اس بال مبارک کی برکت سے فتحیاب ہو کر لوٹا۔ (خصائص کبریٰ: ۱/ ۶۸)

فائدہ: عمرہ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر تو آپ نے سر منڈائے کچھ تو دفن ہوئے اور باقی بال مبارک حضرات صحابہ کرام کے درمیان تقسیم ہوئے صحابہ وتابعین کرام نے ان بالوں سے بڑے برکات وفوائد حاصل کئے۔ عموماً مریضوں کو بال مبارک کا دھویا پانی پلایا جاتا جس سے وہ شفایاب ہوجاتے آپ کی ذات سراپا بابرکت تھی۔ اسی کا اثر تھا۔

ہند میں آپ کے بال مبارک

ہندوکشمیر کے بعض علاقوں میں بال مبارک کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کے بال وہاں محفوظ ہیں لوگ حسب موقعہ عقیدہ زیارت کرتے اور کراتے ہیں اگر ان کے پاس کوئی معتبر سند ہو تو پھر ٹھیک ہے ورنہ صرف شہرت ہے ان میں سے بیشتر تو وہ ہیں جن کی کوئی سند نہیں، محض مسموعات کے قبیلہ سے ہیں قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر یوپی جائے ولادت مسند الہند الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہ میں جو ان کے بھائی شاہ اہل اللہ کے خاندان والوں کے پاس جو بال ہے وہ معتبر سند سے ثابت ہے۔ جس کی سند مسلسلات میں ص ۵۹ پر مذکور ہے۔

عورتیں منڈوائیں گی نہیں بلکہ تھوڑا سا کتروائیں گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں پر سر منڈانا نہیں ہے بلکہ سر کو کتروانا ہے۔ (ابوداؤد: ص ۲۷۲، سنن کبریٰ: ۵/ ۱۰۴، دار قطنی: ۲/ ۲۷۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ احرام والی عورتیں اپنے بالوں ایک انگلی کے برابر کاٹیں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ہم عورتوں کی جماعت حج یا عمرہ میں ایک انگلی سے زائد نہیں کٹوایا کرتی تھیں۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۱۰۴)

حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے کہ سر کے بالوں کو جمع کرے ایک انگلی کے برابر تراش لیں گی۔ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً مروی ہے کہ عورت جب بال کاٹنے کا ارادہ کرے تو آگے کی طرف بالوں کو جمع کرے اور سر کے آگے سے ایک انگلی کے برابر کاٹ لے۔ (شرح احیاء: ۴/ ۶۷۵)

فائدہ: عورتوں کے لئے خواہ عمرہ ہو یا حج ہو سر کا حلق کرانا حرام ہے بلکہ بالوں کو کتروانا ہے۔ ان کے ذمہ بالوں کو ایک انگل کے برابر کٹوانا ہے۔ واجب ہے کہ ایک چوتھائی سر کے بال کو ایک انگل کے مثل کاٹ ڈالے اور بہتر یہ ہے کہ سر کے بالوں کو لے کر ایک انگل کاٹ لے۔ (شرح مناسک: ۲۲۹)

”والمستحب لهن فی التقصیر ان یاخذن من طرف شعور هن بقدر من جمیع

الجوانب.'' (شرح احیاء: ص۴۷۶)

عورتوں کو اجنبی مردوں سے سر کھول کر بالوں کا کتروانا درست نہیں۔ عورتیں قینچی اپنے پاس رکھیں دوسری عورتوں سے کروالیں۔ خود سے بھی اپنے بالوں کو کتر سکتی ہیں۔ چاروں طرف سے بالوں کو جمع کرلیں اور ایک انگلی کی لمبائی کے برابر کاٹ لیں۔ اجنبی مردوں کے سامنے سر کا کھولنا بالوں کا کٹوانا ان کا سر اور گردن کا پکڑنا درست نہیں۔

موجودہ دور میں دیکھا گیا ہے کہ بعض عورتیں مروہ کے پاس مردوں سے بال کٹاتی ہیں۔ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

حلق اور قصر کے چند ضروری مسائل واحکام

◎ حلق سر کا منڈانا یا قصر سر کے بالوں کا کتروانا قربانی کے بعد ہے۔ (شرح مناسک، ملاعلی قاری: ص۲۲۶)

◎ حلق افضل ہے کتروانے سے اور کتروانا بھی جائز ہے۔ (شرح مناسک: ص۲۲۶)

◎ قربانی سے پہلے سر کا حلق یا قصر کروالیا تو دم واجب ہو جائے گا۔

''ولو جلق قبل الذبح فعليه دم.'' (شرح مناسک: ص۳۵۸)

◎ حلق یا قصر دونوں میں سے ایک واجب ہے۔ (شرح مناسک: ص۲۲۸، فتح القدیر: ۲/۴۹۲)

◎ حلق یا قصر کے بعد احرام کی پابندی ختم ہو جائے گی سلے کپڑا اور خوشبو کا استعمال ہو جائے گا۔

(شرح مناسک: ص۲۳۱)

◎ اگر طواف زیارت کرنے کے بعد حلق یا قصر کیا تو اب بیوی سے ملنا بھی جائز ہو گیا۔ (شرح سک: ایضاً)

◎ اگر طواف تو کرلیا مگر ابھی حلق نہیں کرایا تو احرام کی تمام پابندیاں باقی رہیں گی۔ (شرح مناسک: ص۱۱)

◎ احرام کی پابندی ختم حلق یا قصر کے بعد ہی ہوگی ذبح یا رمی سے حاصل نہ ہوگی۔ (شرح مناسک: ص۱۱)

◎ پورے سر کا منڈانا یا کتروانا سنت ہے۔ (شرح ملا: ص۲۲۹)

◎ کم از کم سر کے چوتھائی بالوں کا حلق یا قصر واجب ہے اس کے کم معتبر نہیں۔ (ہدایہ)

◎ اگر چوتھائی سر کے بال منڈ والیا یا کتر والیا تو حلال ہو جائے گا مگر خلاف سنت مکروہ فعل کا ارتکاب ہوگا۔

(شرح ملا: ص۲۲۹)

◎ سنت یہ ہے کہ سر منڈانے والا اپنی دائیں جانب پہلے منڈوائے پھر بائیں جانب۔ (شرح مناسک: ص۲۲۶)

◎ سنت یہ ہے کہ سر منڈانے والا قبلہ رخ ہو کر سر منڈائے۔ (شرح مناسک: ص۱۱)

◎ حلق کرانے سے پہلے سر پر پانی بہالے یعنی سر کے بالوں کو تر کرے۔ (ایضاً)

◎ حلق یا قصر حدود حرم ہی میں کرنا ضروری ہے۔ اگر حدود حرم سے باہر کرایا مثلاً ریاض میں یا اور کوئی خارج حرم جگہ میں تو حلق معتبر نہ ہوگا۔ (شرح ملا: ص ۲۳۰)

◎ حدود حرم سے خارج جگہ میں حلق کرایا تو دم لازم ہوجائے گا اور حلال ہوجائے گا۔ (شرح ملا: ص ۲۳۰)

◎ حلق کا وقت دسویں تاریخ کی صبح سے بارہویں تاریخ کی شام غروب شمس تک ہے۔ (شرح ملا، ایضاً)

◎ جو شخص حالت احرام میں ہے وہ دوسرے شخص کا حلق یا قصر کرسکتا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (ایضاً)

◎ اپنے سر کا حلق یا قصر خود سے بھی کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (شرح ملا)

◎ حلق کرانے کے لئے سر میں حلق سے قبل کوئی خوشبودار صابن لگایا یا خطمی سے سر دھویا یا خوشبودار چیز کا استعمال کیا تو دم واجب ہوجائے گا۔ (شرح ملا: ۲۲۸ فتح القدیر: ۲/۴۹۰)

◎ اگر حلق یا قصر سے پہلے لب بنوالیا۔ یا ناخن کٹوالیا تو دم واجب ہوجائے گا۔ (شرح ملا۔ ایضاً)

◎ اولاً سر کا حلق یا قصر کرائے پھر ناخن یا لب بنواسکتا ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ (فتح القدیر: ۲/۴۹۰)

◎ حلق یا قصر کے بعد ناخن کٹانا۔ یا لب بنوانا، یا ڈاڑھی زائد کو مشت کے برابر کرنا ضروری نہیں کرایا تو دم واجب ہوگا۔ (غنیۃ: ص ۲۷۹)

◎ اگر کسی نے حلق حل خارج حرم کرایا یا خواہ حج کا یا عمرہ کا تو دم واجب ہوجائے گا۔ (الناسک: ص ۲۷۹)

◎ بالوں کا منڈوانا استرے سے بہتر ہے کہ آپ نے حلاق سے منڈوایا تھا۔ (حدیث)

◎ اگر ہڑتال بال صفا نورہ چونہ وغیرہ سے بال دور کردیئے گئے تو یہ بھی جائز ہے۔ (فتح القدیر: ۲/۴۸۹)

◎ حلق کے بجائے بال کتروانا چاہتا ہے تو ایک انگلی سے زائد بال کٹوائے تاکہ چھوٹے بال بھی کاٹنے میں آجائے۔ (شرح ملا: ص ۲۲۹)

◎ اگر کسی کے سر میں بال بہت کم ہوں جیسا کہ عموماً ضعف کی وجہ سے بڑھاپے میں ہوجاتا ہے تب بھی سر منڈوائے۔

◎ بال ہوں مگر چھوٹے ہوں تو سر کا منڈانا ہی واجب ہوگا۔ (شرح ملا: ص ۹۳۰، فتح القدیر: ۲/۴۹۰)

◎ گنجہ جس کے سر پر بال مرض کی وجہ سے نہ ہو اس کو بھی استرہ پھیرنا واجب ہوگا۔ خواہ بالکل نہ ہوں یا کچھ ہوں۔ "ومن لا شعر علی راسه یجری الموسی علی راسه وجوبا." (فتح القدیر: ۲/۴۸۹)

◎ سر میں زخم ہے، منڈانا استرہ پھیرنا ممکن نہیں جان لیوا ہے تو ایسی صورت میں سر کے بالوں کا حسب سہولت قینچی سے تراشنا واجب ہوگا۔ (شرح ملا: ص ۲۳۰)

◎ عذر کی وجہ سے حکم ساقط نہ ہوگا کم از کم قصر کتروانا لازم ہوگا۔

◎ عورت کو بال منڈانا حرام ہے۔اس کی ذمہ صرف چوتھائی سر کے بال کتروانا ہے۔
◎ عورت ایک انگل کے برابر سر کے بال کتروائیگی۔ (شرح ملا:ص ۲۲۹)
◎ حلق یا قصر کے بعد جو بال نکلے ان کو دفن کرنا مستحب ہے۔ (فتح القدیر:۲/۴۹۰)
◎ بالوں کو نالیوں وغیرہ یا کوڑے کرکٹ میں ڈالنا مکروہ ہے۔
◎ منیٰ میں اور یا مسجد خیف کے قریب بالوں کا حلق یا قصر بہتر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں مسجد خیف کے قریب حلق فرمایا تھا۔ (حدیث)
◎ حج میں حلق قربانی کے بعد ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد ہے۔ (شرح ملا:ص ۲۳۱)
◎ حلق کے درمیان تکبیر اللہ اکبر کا پڑھنا مستحب ہے اسی طرح حلق کے بعد اور حلق کے شروع ہیں۔حلق یا قصر کے بعد دعاء حلق پڑھے۔اپنے لئے اور احباب واعزہ کے لئے دعا مانگے۔اس کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

(شرح ملا:ص ۲۲۷)

◎ حلق سے فارغ ہونے کے بعد نہا کر دو رکعت نماز پڑھے۔

طواف زیارت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن وطریق مبارک کا بیان

آپ نے دسویں تاریخ یوم النحر میں طواف زیارت کرلیا تھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت یوم النحر دسویں تاریخ کو کیا تھا۔پھر لوٹے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (مسند احمد:۱۲/۲۰۰،عمدۃ القاری:۱۰/۶۹)

ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا سو ہم نے دسویں تاریخ کو طواف زیارت کی۔ (شرح مسند احمد:ص ۲۰۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی کی۔پھر قربانی کی (پھر حلق کرایا) خوشبو لگائی اور خانہ کعبہ کا طواف زیارت کیا۔پھر منیٰ لوٹ کر آئے پھر ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کی پھر عصر مغرب وعشاء بھی یہیں پڑھی۔ (ابن حبان،شرح مسند احمد:ص ۲۰۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت جو فرض ہے یوم النحر دسویں تاریخ کو رمی قربانی اور حلق کے بعد کیا تھا۔بس طواف زیارت کا دسویں تاریخ کو ادا کرنا بہتر ہے۔شرح مسند میں ہے۔"اما وقت الفضیلة فیوم النحر بعد

الرمی والنحر والحلق.'' (شرح مسند:ص ۲۰۴)

خیال رہے کہ رمی قربانی اور حلق کے درمیان تو ترتیب واجب ہے۔ مگر طواف زیارت اور ان امور ثلثہ کے درمیان واجب نہیں۔ ہاں مسنون طریقہ یہی ہے کہ آپ ﷺ حلق کرانے کے بعد طواف کے لئے گئے تھے۔ ''وهذا مما لم يختلف فيه اثنان انه صلى الله عليه وسلم افاض الى البيت بعدالحلق بمنى.''

تمام علما نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حلق کے بعد طواف کیا تھا۔ اور یہ ترتیب سنت ہے۔ ''انه لا يجب الترتيب بين الطواف وبين ما هو مقدم عليه من الرمى والحلق ونحو هما بل هو سنة.''

پس حلق، قربانی سے پہلے طواف فرض ادا کرسکتا ہے۔ ہاں حلق سے پہلے طواف زیارت کرنے سے سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے کراہت آئے گی۔ ''فلو افاض قبل الحلق جاز وكره.''

آپ نے رمی، قربانی حلق سے فارغ ہوکر طواف زیارت کی

ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ نے جب جمرہ کی رمی کی تو قربانی کی جگہ (منیٰ) آئے قربانی کی، پھر سر کا حلق کرایا۔ پھر فوراً طواف افاضہ کیا۔ (سنن کبریٰ:ص ۱۴۴، مراسیل:ص ۱۰، ابوداؤد)

صحیح ابن حبان میں ہے کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر قربانی کی پھر (حلق کے بعد) خوشبو لگائی اور طواف زیارت کی۔ (شرح مسند احمد: ۱۲/ ۲۰۵، عمدۃ: ۱۰/ ۶۱)

فائدہ: آپ ﷺ نے یوم النحر میں ان چاروں امور، نحر قربانی، حلق اور طواف زیارت ادا کیا۔ ظہر کے وقت تک فارغ ہوگئے۔ آپ ﷺ نے سورج نکلنے سے تھوڑا پہلے مزدلفہ سے خروج کیا۔ اونٹنی پر سوار تھے۔ چاشت کے وقت جب سورج اچھی طرح بلند ہوگیا۔ جمرہ عقبہ کی رمی کی، رمی کرنے کے بعد فوراً اپنی قربانی کی جگہ جہاں آپ کا قیام تھا یعنی مسجد خیف کے پاس، اور اسی کے دائیں بائیں مہاجرین انصار تھے۔ بہر حال مسجد خیف کے قریب آپ نے قربانی کی۔ اس کے بعد سر کا حلق کرایا۔ اس کے بعد آپ خانہ کعبہ تشریف لے گئے زوال کے قریب طواف زیارت ادا کیا۔ ظہر کا وقت طواف کے بعد ہوگیا ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ نے مکہ مکرمہ میں ظہر کی نماز ادا کی پھر منیٰ چلے آئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ نے منیٰ میں آکر ظہر ادا کیا۔

مزید اس کی بحث آپ نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی آرہی ہے۔ بہر حال آپ ﷺ چاروں حج کے اہم مناسک رمی، قربانی، حلق طواف سے ظہر کے وقت تک فارغ ہوگئے۔ چونکہ گرمی کا دن تھا دن بڑا تھا۔ اس لئے ظہر تک ان چاروں کے ادا کرنے میں کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ادھر آپ کے کام میں برکت، وقت میں برکت ہوتی تھی چنانچہ علامہ عینی نے لکھا ہے۔ ''لأن رجوعه صلى الله عليه وسلم الى منىٰ فى وقت الظهر ممكن لان النهار كان طويلا.'' (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۶۹)

آپ ﷺ نے یوم النحر کے دن طواف کس وقت کیا تھا دن یا رات میں

حضرت ابن عمر حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر میں دن کے وقت طواف کیا تھا۔ (عمدۃ: ۱۰/۶۸، مسلم: ص ۴۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے طواف زیارت ادا کی اور مکہ میں ظہر کی نماز ادا کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دن میں ظہر کے وقت طواف زیارت ادا کیا اور منیٰ لوٹ آئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے یوم النحر میں طواف زیارت کیا پھر لوٹ آئے منیٰ میں ظہر کی نماز ادا کی۔ (ابوداؤد: ص ۲۷۴، سنن کبریٰ: ۵/۱۴۴، مسلم، عمدۃ: ص ۶۸، فتح القدیر: ۲/۴۹۳)

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب رمی کر لی تو قربان گاہ تشریف لائے قربانی کی پھر حلق کرایا پھر فوراً طواف زیارت ادا کی۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۴۴)

ابن حبان نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی قربانی کی خوشبو لگائی طواف زیارت کے لئے پھر بیت اللہ آئے طواف زیارت ادا کیا پھر منیٰ لوٹ آئے اور ظہر عصر مغرب وعشاء کی نماز یہاں پڑھی (عمدۃ القاری: ۱۰/۶۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یوم النحر میں طواف کرتے پھر لوٹتے منیٰ آتے اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھتے اور کہتے کہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۴۴)

فائدہ: آپ ﷺ نے حلق سے فارغ ہو کر طواف دن میں کیا تھا اور قریب زوال کا وقت تھا۔ چونکہ ظہر کی نماز ایک روایت کے اعتبار سے مکہ مکرمہ میں اور ایک روایت کے اعتبار سے منیٰ میں پڑھی تھی۔ بہر حال ظہر کی نماز سے قبل آپ یوم النحر میں طواف زیارت سے فارغ ہو گئے تھے۔ علامہ ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں اسی طرح لکھا ہے۔ "افاض الی مکة قبل الظهر." (زاد المعاد: ص ۲۷۸) یہ آپ ﷺ کی برکت فعلی تھی کہ بڑی تیزی اور جلدی سے یوم النحر کے مناسک ادا ہو گئے۔

مزدلفہ سے اشراق کے وقت منیٰ آ گئے۔ اشراق کے وقت آپ نے صرف جمرہ عقبہ کی رمی کی آپ کا خیمہ مسجد خیف میں دائیں محراب کے قریب تھا گویا کہ جمرہ عقبہ کے قریب ہی تھا۔ رمی کرتے ہی فوراً خیمہ میں تشریف لائے اور ۷/ اونٹ کی اپنے ہاتھ سے قربانی کی۔ ایک راویت میں ہے کہ ۶۳/ اونٹ کی قربانی اپنے ہاتھ سے فرمائی۔ ادھر حلاق موجود تھا قربانی سے فارغ ہوتے ہی سر منڈایا۔ اس کے بعد کہ چاشت کا وقت ہو گیا اونٹنی پر مکہ مکرمہ گئے اور صرف طواف کیا چونکہ طواف قدوم کے ساتھ سعی کر چکے تھے۔ طواف سے فارغ ہو گئے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز طواف پڑھی۔ اس کے بعد منیٰ تشریف لے آئے۔ یہاں ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ تشریف فرما ہوئے۔

لوگوں نے یوم النحر کے مناسک کو آگے۔ پیچھے کر دیا کسی نے رمی سے پہلے حلق کرا لیا کسی نے حلق سے پہلے قربانی کر لی تو آپ سے پوچھنا شروع کیا۔ آپ جواب دینے لگے۔ کوئی حرج نہیں۔

خیال رہے کہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے طواف کو رات تک موخر کیا یعنی رات میں طواف کیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو یوم النحر میں رات تک موخر کیا۔ (بخاری: ص ۲۳۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی روایت ہے آپ نے طواف رات میں کی۔

(سنن کبریٰ: ۵/۱۴۴، یہ روایت ترمذی: ص ۱۸۵، ابن ماجہ ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ابوالزبیر کے واسطے سے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے رات تک طواف زیارت کو موخر کیا۔ "اخر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الزیارة الی اللیل."

(بخاری: ص ۲۳۳)

اس روایت کا جواب میں جس رات میں طواف کا ذکر ہے۔ اس سے مراد یا تو طواف الوداع ہے یعنی رخصتی طواف کہ آپ نے اسے رات میں کیا تھا۔ یا اس سے مراد وہ طواف ہے جو آپ قیام منیٰ کے دوران رات میں زیارت بیت اللہ کے موقعہ پر کرتے تھے۔ اس کا ثبوت بعض روایتوں سے ہو رہا ہے جسے علامہ عینی نے ابن حبان کی اس روایت سے ثابت کیا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر قربانی کی خوشبو لگائی خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے گئے پھر طواف کیا (طواف زیارت) پھر منیٰ لوٹ آئے یہاں منیٰ میں ظہر عصر مغرب وعشا پڑھی پھر ذرا سو گئے۔ پھر سوار ہو کر بیت اللہ دوبارہ گئے اور آخر رات کے قریب طواف کیا۔ (۱۲/۶۸)

پس رات کا طواف فرض طواف نہیں تھا بلکہ نفلی تھا۔ اسی طرح اس روایت سے بھی اس کا ثبوت ہو رہا تھا جس میں ہے کہ آپ قیام منیٰ کی رات میں بیت اللہ کی زیارت کرتے تھے۔ چنانچہ سنن کبریٰ میں ہے۔ جو آگے ص ۴۸۴ پر آ رہا ہے۔

پس ان دونوں روایتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دن کا طواف تو طواف فرض تھا جو آپ نے حلق کے بعد کیا تھا۔ اور رات کا طواف زیارت بیت اللہ کا طواف تھا جو آپ نے منیٰ کے قیام میں کیا تھا۔ نفلی تھا۔

اسے بھی الزیارت کہا گیا ہے چونکہ زیارت بیت اللہ کے موقعہ پر تھا۔ جیسا کہ روایت میں یزور البیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ (عمدۃ القاری)

اسی طرح علامہ ابن قیم نے بھی رات میں طواف فرض ادا کرنے والی روایت کی اصول وحدیث وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے شدت سے تردید کی ہے اور کہہ دیا ہے "ھذا لحدیث غلط" ابوالحسن قطان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "عندی ان ھذ الحدیث لیس بصحیح انما طاف النبی صلی اللّٰہ علیہ

وسلم نهاراً."

اسی طرح محدث بیہقی کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واصح هذه الرواية حديث نافع عن ابن عمر وحديث جابر وحديث ابی سلمه عن عائشه يعنی انه طاف نهاراً." (زاد المعاد: ۲/۲۸۲)

پھر مزید کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل آپ نے طواف وداع کو رات میں ادا کیا تھا۔ اس طواف کی تعین میں غلطی ہوگئی اسے دیکھنے اور نقل کرنے والے نے طواف زیارت سمجھ لیا۔

انما نشأ الغلط من تسمية الطواف فان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم اخر طواف الوداع الی الليل كما ثبت فی الصحيحين من حديث عائشه قالت ففضی اللّٰه العمر وفرغنامن طوافنا فی جوف الليل فاتيناه با المحصب فقال فرغتما قلنا نعم فاذن فی الناس بالرحيل فمر بالبيت فطاف به ثم ارتحل متوجها الی المدينة فهذا هو الطواف الذی اخره الی الليل بلاريب. (زاد المعاد: ۲/۲۸۲)

ابوصالح دمشقی سبل الہدیٰ والرشاد میں اسی کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم افاض صلی اللّٰه عليه وسلم الی مكة قبل الظهر راكبا. لما ثبت فی الاحاديث الصحيحة من انه طاف يوم النحر نهاراً وشرب من سقاية زمزم واما الطواف بالليل فهو طواف الوداع. (سبل الهدى: ۸/۴۷۹)

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں بھی اسی کو متعدد مقامات پر اصوب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ "فيه تصريح بانه صلی اللّٰه عليه وسلم طاف طواف الا فاضة نهارا......" حدیث ابن عمر حدیث جابر او حدیث عائشہ سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ففيه التصريح بانه افاض نهارا وهو نهار يوم النحر وانه صلی الظهر بمكة......فانفق الحديثان فی وقت طواف الا فاضة. (مرعاۃ المفاتیح: ۹/۸۹)

اور جس روایت میں رات میں طواف کا ذکر ہے اس سے مراد قیام منیٰ کی رات کا طواف نفلی کہتے ہیں:

ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم طاف طواف الزيارة فی النهاريوم النحر كما اخبره جابر و عائشه وابن عمر ثم بعد ذلك صارياتی البيت ليلا ثم يرجع الی منیٰ فيبيت بها فجمل حديث جابر وابن عمر علی اليوم الاول وحديث ابن عباس هذا علی بقية الايام. وهذا لجمع مال اليه النووی.

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے بھی شرح بخاری میں اس توجیہہ کو ذکر کیا ہے۔ دوسری توجیہہ یہ ذکر کی گئی ہے جیسے ابن قیم نے ارجح قرار دیا ہے کہ رات کی طواف سے مراد طواف وداع ہے۔ "الطواف الذی طافه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لیلا طواف الوداع." (مرعاۃ المفاتیح:۹/۹۰)

صاحب بذل نے بھی دن کے وقت طواف زیارت والی روایت کو اصوب قرار دیا ہے۔ اور رات والی روایت کو نفلی طواف پر محمول کیا ہے۔ "اخر الزیارة الی اللیل والمراد بالزیارة زیارة البیت لا طواف الزیاره."

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دن ہی کے قول کو صحیح تسلیم کیا اور اخر الزیارۃ الی البیت کی مختلف تاویل کی ہے۔

انه طاف لنفسه فی اللیل فهو ممنوع فانهم منفقون علی انه طاف قبل الظهر. وان کان المراد انه اخر وقته الی اللیل لغیره ای جوزه الیه فلا شك انه جائز بعد ذلك من غیر کراهة ...... فالمعنی انه اخر وقته المستحب الی اللیل فلا یبقی وبعده الوقت المستحب. (حجۃ الوداع للشیخ الکاندھلوی:ص۱۶۷)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض طواف طواف زیارت یوم النحر کی دسویں تاریخ کو ظہر سے پہلے کیا تھا۔ طواف زیارت کے بعد ظہر کی نماز پڑھی تھی۔ پس اس دن رات تک طواف زیارت کر لینا بہتر ہے اور اس کے بعد ۱۱/۱۲ کو ادا کرنا بلا کراہت کے جائز ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

بعض شراح نے اس کی توجیہہ یہ کی ہے کہ دن میں تو آپ نے طواف زیارت اپنا کیا تھا۔ اور رات میں ازواج مطہرات کے ساتھ طواف کیا تھا تو آپ کا رات میں نفلی طواف تھا اور ازواج مطہرات کا فرض طواف زیارت۔ اور آپ نے اپنا طواف رات میں موخر نہیں کیا تھا بلکہ ازواج مطہرات کا کیا تھا۔ چنانچہ اعلاء السنن میں ہے۔ 'وعندی معناه انه صلی اللّٰه علیه وسلم اخر طوافه بنسائه یوم النحر الی اللیل." اور اس کی تائید اس روایت سے ہو رہی جس کے راوی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ "یؤیده ما رواه محمد بن اسحاق ...... عن عائشة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذن لا صحابه فزار وا البیت یوم النحر ظهره وزار رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مع نسائه لیلاً." (اعلاء السنن:۱۰/۱۶۷)

اس کا حاصل یہ نکلا کہ آپ نے یوم النحر میں دو طواف کیا ایک دن میں اپنا، جیسا کہ حضرت ابن عمر جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے دوسرا رات میں ازواج مطہرات کے ساتھ جیسا کہ محمد ابن اسحاق کی روایت عن عائشہ ہے۔ اس کی تائید ابن حبان کی روایت سے بھی ہو رہی ہے کہ اس میں دو طواف ایک دن میں یک رات میں صراحۃً ذکر ہے: "ثم رکب الی البیت ثانیا وطاف به طوافا آخر باللیل." (اعلاء السنن:۱۰/۱۶۷)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کے لئے دسویں کو دن ہی میں طواف زیارت کر لینا افضل اور بہتر ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ ''افضل هذه الایام اولها.'' (بنایہ:۳/۵۶۶)

''واتفقوا علی انه یستحب فعله یوم النحر.'' (اعلاء السنن:۱۰/۱۶۶)

اور رات میں عورتوں کے لئے افضل اور سنت ہے۔ بیوی یا بہن یعنی محرم ہے تو اپنا طواف نفل کی نیت سے کرے۔ اور عورتیں فرض کی نیت سے، اور اگر دن میں نہ کر سکا تو عورتوں کے ساتھ اپنا فرض طواف بھی ادا کرلے۔ جس میں سہولت ہو۔ اس کے بعد ۱۱/۱۲ کو جائز ہے اور ۱۲/ کی شام مغرب سے قبل تک ادا کرنا ضروری ہے۔ مرد کو تاخیر ہوگئی تو دم لازم آجائے گا۔ اگر عورت خون آنے کی وجہ سے نہ کرسکی اور ۱۲/ کے بعد کیا تو کوئی حرج نہیں دم نہیں آئیگا مزید مسائل طواف زیارت کے مسائل کے ذیل میں دیکھیں۔

طواف زیارت کے بعد آپ نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی مکہ میں یا منیٰ میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں طواف زیارت ادا کی پھر واپس آکر منیٰ میں ظہر کی نماز ادا کی۔ (بخاری:۲۳۳ مسلم:ص۴۲۲، سنن کبریٰ:۵/۱۴۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ (مسلم، سنن کبریٰ:۵/۱۴۴)

فائدہ: حضرت ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر میں طواف فرض سے فارغ ہو کر منیٰ تشریف لائے اور منیٰ میں ظہر کی نماز ادا کی۔ چنانچہ حضرت ابن عمر اپنے حج میں اسی طرح کرتے ظہر منیٰ آکر پڑھتے اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا۔ (مسلم، عمدۃ القاری:۱۰/۶۹)

اسی طرح ابن حبان نے بھی ذکر کیا ہے کہ: ''فطاف بالبیت طواف الزیارة ثم رجع الی منیٰ فصلی الظهر والعصر والمغرب والعشاء.'' (عمدۃ القاری:۱۰/۶۸)

دوسری روایت حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں نماز مکہ مکرمہ میں ہی پڑھی۔

اب ظاہر ہے کہ دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق کی صورت پیدا کی جائے گی تاکہ روایت سے معلومات واضح ہو کر سامنے آجائے۔ چنانچہ اہل تحقیق حضرات نے مختلف جوابات جو دراصل احتمالات میں ذکر کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں طواف کے بعد جو دو رکعت پڑھی جاتی ہے وہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ادھر آپ مسافر تھے ظہر میں قصر فرماتے تھے دو رکعت پڑھتے تھے تو اس دو رکعت کو دیکھنے والوں کی ایک جماعت نے ظہر کی دو رکعت سمجھ لیا اور بیان کر دیا چنانچہ ملا علی قاری اس توجیہ کو رد کرتے ہوئے کہتے

ہیں۔"انه صلى بمكة ركعتي الطواف وقت الظهرورجع الى منىٰ فصلى الظهر باصحابه."
(رسالہ حجۃ الوداع: ص ۱۷۱)

بیشتر حضرات نے یہ جواب دیا کہ طواف زیارت کے بعد ظہر کا وقت آگیا تھا تو آپ نے اول وقت میں ظہر ادا کرلیا پھر منیٰ تشریف لائے تو یہاں ظہر کی نماز حضرات صحابہ پڑھ رہے تھے تو آپ نفل کے طور پر شریک ہوگئے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔"او كرر الصلوة بمكة ومنىٰ ليبين جواز الامرين فى هذا اليوم." (عمدہ: ص ۶۹)

مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:"ووجه الجمع انه صلى الظهر كما قال وعائشة ثم رجع الى منىٰ فصلى باصحابه مرة اخرى ...... وهذا مجمع جزم النووى"

زیادہ بہتر یہی جواب ہے علامہ نووی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے "او صلى معهم نافلة." (شرح مناسک: ص ۲۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کے ساتھ ظہر منیٰ میں نفل کی حیثیت سے پڑھی تھی۔ ابوصالح دمشقی ابن کثیر کی بھی یہی رائے نقل کرتے ہیں۔"امكن ان يقال انه عليه الصلوة والسلام صلى الظهر بمكة ثم رجع الى منىٰ فوجد الناس ينظرونه فصلى باصحابه بمنىٰ ايضاً." (سبل الہدیٰ: ص ۴۸۰)

شرح مسند احمد میں ہے۔"صلى الظهر بمكة اول وقتها ثم رجع الى منىٰ فصلى بها الظهر مرة اخرى باصحابه حين سالوه ذلك فيكون متنفلا بالظهر الثانية التى بمنى." (بلوغ الامانی: ۱۲/۲۰۰)

علامہ ابن قیم کے زاد میں بھی اس توجیہ کو ذکر کیا۔"فلعله لما ركع ركعتي الطواف والناس خلفه يقتدون به ظن الظان انها صلاة الظهر ولا سيما اذا كان فى وقت الظهر." (زادالمعاد: ص ۲۸۶)

فائدہ: یوم النحر کے دن طواف زیارت سے اگر ظہر کے وقت فارغ ہوجائے تو ظہر منیٰ میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے کہ حرم بیت اللہ کی نماز کا ثواب زائد ہے۔ لکھتے ہیں "ولا بد من صلاة الظهر فى احد لمكانين ففى مكة با لمسجد الحرام اولى لثبوت مضاعفة الفرائض فيه." (شرح مناسک: ۲۳۵)

شرح لباب میں ہے کہ طواف زیارت کے بعد منیٰ لوٹ آئے اور ظہر منیٰ میں آکر پڑھے۔

مگر اس دور میں خیال رہے جہاں وقت جس نماز کا ہوجائے وہاں پڑھ لے۔ چونکہ بسا اوقات منیٰ میں ژدحام کی وجہ سے آنے میں تاخیر ہوسکتی ہے اور نماز کے قضا ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ لہٰذا جس وقت وہ طواف یارت کررہا ہے اس سے فراغت پر جس نماز کا وقت ہو پڑھ لیا جائے کوئی کراہت نہیں اور پھر منیٰ آجائے۔

آپ نے طواف قدوم کے ساتھ سعی کرلی تھی اس لئے طواف زیارت کے بعد نہیں کی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو طواف کیا۔ سب

سے پہلے حجر اسود کا استیلام کیا پھر سات چکروں میں سے تین شروع کے چکر میں رمل کیا۔ پھر چار چکر میں مناسب رفتار سے چلے۔ پھر طواف سے فارغ ہونے پر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔ سلام سے فارغ ہونے کے بعد صفا کی جانب آئے اور صفا و مروہ کی سات مرتبہ سعی کی۔ پھر حلال نہ ہو کر احرام باقی رکھتے ہوئے حج کے احکام کو ادا کیا۔ یوم النحر میں قربانی کی طواف زیارت کیا پھر احرام سے کھل کر حلال ہو گئے۔ (یعنی طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کی)۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۴۵، بخاری: ص ۲۲۹)

فائدہ: سنت یہ ہے کہ طواف زیارت کے وقت صرف طواف کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مفرد ہو تو طواف قدوم کے ساتھ سعی کرے تو طواف زیارت کے بعد سعی نہ کرنی پڑیگی۔ اگر متمتع ہے تو طواف زیارت کے بعد سعی کرے بشرطیکہ حج کی سعی نہ کیا ہو۔ اگر قارن ہے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ طواف نفل کے بعد سعی کرے چونکہ بلا طواف کے سعی نہیں ہے۔ پھر جب سعی کرلے تو پھر طواف زیارت کے بعد سعی نہ کرے۔ چونکہ سعی واجب ادا کر چکا ہے۔ اور سعی نفلی شریعت میں نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے یوم النحر میں صرف طواف ادا کیا تھا سعی نہیں کی۔ اور آپ اکثر علماء کے نزدیک محقق قول میں قارن تھے۔ پس قارن کے لئے بہتر ہے کہ نفل طواف کر کے حج کی سعی کرے چونکہ حج میں طواف اور سعی دونوں ہے تاکہ مسنون طریقہ سے طواف زیارت ہو۔ اور اس طریقہ میں سہولت بھی ہے چونکہ اژدحام کی وجہ سے سعی میں بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

آپ نے طواف زیارت میں رمل نہیں کیا تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے طواف زیارت کے سات چکروں میں رمل نہیں کیا۔

(سنن کبریٰ: ص ۸۴، ابوداؤد: ص ۲۷۴، ابن خزیمہ: ۴/۳۰۰، ابن ماجہ: ص ۲۲۶)

فائدہ: آپ ﷺ نے طواف زیارت کے بعد سعی صفا اور مروہ کی نہیں کی تھی۔ اس وجہ سے اس طواف میں رمل نہیں کیا تھا۔ چونکہ رمل اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہوتی ہے۔ جیسے طواف قدوم میں کہ اس کے بعد سعی ہوتی ہے۔ اسی طرح طواف وداع میں بھی رمل نہیں ہے۔ چونکہ یہاں صرف طواف ہی ہے: شرح مرقات میں ہے کہ طواف زیارت کے بعد آپ نے سعی نہیں کی تھی۔ (شرح مرقاۃ: ۵/۳۷۴)

بس اس سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت میں رمل نہ کرنا سنت ہے۔ لہٰذا اس سنت کی رعایت میں بہتر یہ ہے کہ اگر قارن ہے تو ایک نفلی طواف کر کے منیٰ کوچ کرنے سے پہلے حج کی سعی کرلے تاکہ اسے طواف فرض کے بعد سعی نہ کرنی پڑے۔

چنانچہ شرح مناسک میں ہے۔ "ثم یطوف للقدوم وھو من سنن الحج ویضطبع فیه ویرمل

ان قدم السعی ای اراد تقدیمه وهذا ما علیه الجمهور." (شرح مناسک: ص۲۶۱)

اور رمل طواف عمرہ اور طواف قدوم میں ہوتا ہے۔ "انما الرمل فی طواف العمرة و القدوم." (شرح مناسک: ص۲۶۱) آپ نے طواف قدوم کے وقت سعی کر لی تھی۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

(سنن کبریٰ: ۸۴/۵)

لہٰذا قارن کے لئے سنت ہے کہ حج کی سعی پہلے کرے طواف زیارت کے بعد نہ کرے۔ شرح مناسک میں ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ "ثم بطواف القدوم ثم بسعی الحج موافقا لفعله صلی الله علیه وسلم."

(شرح مناسک: ص۲۶۲)

اور تمتع کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ اپنے حج کی سعی منیٰ سے کوچ کرنے سے پہلے کر لے موجودہ دور میں ازدحام کی وجہ سے اس میں سہولت رہتی ہے۔ چونکہ طواف زیارت کے بعد سعی میں بہت اژدحام ہوتا ہے۔ اور پریشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک نفلی طواف کر کے سعی پہلے کر لیں اس میں کوئی کراہت اور قباحت نہیں ہے۔ اور نہ خلاف سنت ہے۔ اور طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کا ارادہ ہو تو یہ بھی بہتر ہے۔

طواف زیارت اور اس کا وقت

طواف زیارت جو فرض ہے اس کا وقت یوم النحر دسویں تاریخ کی صبح صادق سے شروع ہو کر ۱۲ر تاریخ کی غروب شمس سورج ڈوبنے سے پہلے رہتا ہے۔ اگر دسویں کی صبح صادق سے پہلے کیا تو صحیح نہیں۔

اگر کسی نے بلا عذر ۱۲ کی مغرب کے بعد کیا تو طواف تو صحیح ہو جائے گا مگر دم واجب ہوگا۔ اس طواف کا ایام نحر قربانی کے ایام ۱۰۔۱۱۔۱۲ تک کرنا واجب ہے۔

ایام نحر کے بعد بھی طواف کرے گا تو طواف صحیح ہو جائے گا مگر دم دینا واجب ہوگا۔

یہ طواف زندگی بھر کر سکتا ہے۔ یعنی موت سے پہلے تک مگر دم واجب ہوگا۔ اگر عورت کو ایام قربانی میں حیض آجائے اور ۱۲ر کی مغرب سے پہلے وہ پاک نہ ہو سکی تو وہ پاک ہونے کے بعد ہی طواف کرے گی اور اس پر کچھ دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔

ہاں اگر وہ ۱۲ر کی مغرب سے پہلے پاک ہوگئی اور اتنا وقت ہے کہ غسل کر کے مسجد حرام جا کر کم از کم ۴ر چکر بھی ادا کر سکتی ہے تو وہ جا کر اتنا ہی طواف کرے۔ اگر نہیں کیا تو اس پر دم واجب ہو جائے گا۔ اگر مغرب سے پہلے اتنا وقت نہیں مل رہا ہے تو اب مغرب کے بعد حسب سہولت طواف کرے اس پر دم واجب نہیں۔ (معلم الحجاج: ص۱۸۰)

طواف زیارت کا رمی، قربانی اور جماعت کے بعد کرنا مستحب ہے۔ اس کے درمیان اور رمی سے پہلے بھی کر سکتا ہے۔ طواف زیارت میں ترتیب لازم نہیں۔ (شرح مناسک وغیرہ)

اگر کسی نے طواف زیارت نہیں کیا یا پورا نہیں کیا یا ۴ ر چکر بھی (طہارت) کی حالت میں نہیں کیا اور گھر چلا گیا تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ تاوقتیکہ طواف نہ کرلے اس کو بیوی سے ملنا جائز نہ ہوگا۔ جب بھی طواف کرے گا تب ہی حلال ہوگا البتہ تاخیر کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا۔

ایسا شخص جب بھی کبھی طواف زیارت کے ارادے سے میقات سے باہر ہونے کے بعد آئے گا تو وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا عمرہ کے احکام ادا کرنے کے بعد طواف زیارت کرے گا۔ تو اس کا فرض ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔ اور اگر بغیر احرام کے میقات کے باہر سے آئے گا تو ترک احرام کا دم لازم آئے گا اور اگر احرام کی حالت میں بلا طواف کئے چلا گیا تو اسی احرام کی حالت میں واپس آئے گا اور طواف زیارت کرے گا تو حلال ہوجائے گا۔ (شرح مناسک: ص ۳۴۴)

اور اگر میقات کے اندر رہا تو پھر اسے بلا احرام کے جب بھی طواف زیارت کرے گا طواف ادا ہوجائے گا اور بغیر طواف زیارت کے نہ وہ حج کا اور نہ عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے نہ بیوی سے بوس کنار اور مل سکتا ہے اگر طواف زیارت نہیں کیا۔ اور خواہ مکہ میں یا مکہ مکرمہ سے باہر اپنی بیوی سے وطی کرلیا تو اس کو ایک اونٹ کی قربانی حرم میں کرنی یا کرانی ہوگی۔ ”وان جامع بعد الوقون بعرفة عليه بدنة.“ (شرح مناسک: ص ۳۳۹)

اگر کوئی شخص طواف زیارت نہیں کیا اور وہ اپنے گھر آ گیا اور بیوی سے ملتا رہا تو اسے پہلی وطی کا جرمانہ ایک اونٹ کی قربانی کی شکل میں دینا ہوگا۔ ایک اونٹ خرید کر اس کی قربانی کرے یا کرائے۔ پہلی وطی کا یہ جرمانہ ہے اس کے بعد اس نے جتنی وطی کی ہے اس حساب سے ہر وطی کا جرمانہ ایک بکری کی قربانی ہوگی یا گائے کے ۷ ر حصوں میں سے ایک ایک حصہ ہوگا طواف زیارت کے بعد جتنی وطی کی ہے اسی حساب سے اسے مذکورہ تفصیل کے ساتھ قربانی کرنی پڑیگی۔

”فلو جامع مرة ثانية فعلى كل واحدة شاة مع البدنه. ولو ترك الطواف الزيارة كله او اكثره فهو محرم ابدا فى حق النساء حتى يطوف كلما جامع لزمه دم اذا لعدو المجل.“ (غنیۃ: ص ۲۷۳، شرح مناسک: ص ۳۳۹) اور اسے میقات سے باہر ہے تو عمرہ کا احرام باندھ کر آنا ہوگا اور عمرہ ادا کرنے کے بعد اسے اسے طواف زیارت کرنی ہوگی۔ ”یلزمه احرام جدید ان جاوزا لوقت.“ (غنیۃ: ص ۲۷۳)

اور اگر وہ میقات کے اندر مثلاً جدہ میں ہے تو بلا احرام کے آکر وہ صرف طواف زیارت کرے گا۔ اور تاخیر کی وجہ سے دم ادا کرے گا۔ ”وان اعاده بعد ايام النحر سقط عند البدنة ولزمه شاة للتاخير.“

(شرح مناسک: ص ۳۴۵)

خیال رہے کہ طواف زیارت کرنے سے قبل جو اس نے وطی کرلی ہے اس کی وجہ سے جو اس نے اونٹ کی

قربانی کی یا کرائی ہے اس سے طواف زیارت کی تلافی نہ ہوگی بلکہ بہرصورت اسے طواف زیارت کے لئے آنا ہوگا اور طواف کرنی ہوگی چونکہ طوف زیارت کا بدل اور اس کی تلافی نہیں۔ "كذا في الغنية فعليه حتى ان يعود بدلك الاحرام ويطوفه ولا عند البدل اصلاً." (غنیۃ:ص۲۷۳)

تَنْبِیہ: طواف زیارت سے پہلے بیوی سے ملنے پر خواہ متعدد مرتبہ ہی کیوں نہ ایک اونٹ ہی کی قربانی سمجھتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ اگر ایک ہی مرتبہ ملنے کی نوبت آئی پھر طواف زیارت کرلیا تو صرف ایک اونٹ کی قربانی ہوگی۔ اگر ایک سے زائد وطی کی ہے الگ الگ وقتوں میں کیا مثلاً ایک دن میں دو مرتبہ یا ایک ہفتہ میں متعدد مرتبہ کیا تو پہلی وطی کا ایک اونٹ اور پھر بعد میں جتنی وطی کی ہے ہر ایک وطی پر ایک ایک بکرا واجب ہوگا۔ خوب سمجھ لیجئے بہت لوگ اس سے ناواقف ہیں۔

طواف زیارت سے متعلق چند اہم مسائل

◎ اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں حج کے دو فرضوں دو رکعتوں میں سے ایک یہ ہے۔ یہ ایسا فریضہ ہے جس کا ادا کرنا بہر حال ضروری ہے یہ عذر مرض سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ خواہ وقت پر یا وقت کے بعد ادا ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

◎ شرح لباب میں ہے "ولا فوات قبل الممات ولا يجزى عنه البدل." (شرح لباب:ص۲۳۳)

◎ طواف زیارت ہر حاجی خواہ عورت ہو یا مرد بہر حال فرض ہے۔

◎ طواف زیارت کا وقت یوم النحر کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے پس دسویں تاریخ کو رمی سے پہلے صبح کے بعد طواف کرسکتا ہے۔ اور فرض ادا ہوجائے گا۔ البتہ خلاف سنت ہوگا۔ اور کوئی جنایت وغیرہ اس صورت میں نہیں ہے۔

◎ طواف زیارت کا آخری وقت ۱۲ر تاریخ غروب شمس سے پہلے تک ہے۔ (شرح لباب:۲۳۳)

◎ اگر بارہ تاریخ کی مغرب کے بعد تک طواف زیارت نہیں کیا تو دم واجب ہوجائے گا۔ اور طواف بھی ساقط نہ ہوگا کرنا پڑے گا۔ "و لواخره لزمه دم." (شرح مناسک)

◎ ۱۲ر کی مغرب کے بعد طواف زیارت کیا تو طواف ادا ہوجائے گا اور دم بھی تاخیر کی وجہ سے دینا ہوگا۔

(شرح مناسک:ص۲۳۳)

◎ پس اگر ۱۳ر ایام تشریق کے آخری دن کیا تو بھی دم واجب ہوجائے گا۔ (شرح مناسک)

◎ طواف زیارت یوم النحر کی دسویں تاریخ کو کرنا افضل ہے۔ اور ظہر سے پہلے فارغ ہوجانا اور زیادہ فضیلت اور سنت کا ثواب پانے والا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت کیا تھا اور ۱۱/۱۲ر کو بلا کراہت وقباحت کے جائز

ہے۔

◎ اس طواف کا زندگی بھر وقت ہے جب بھی کرے گا فریضہ ساقط ہو جائے گا مگر دم واجب ہوگا۔

(شرح مناسک: ص۲۳۳)

◎ یہ طواف اور تمام طواف کے اقسام خانہ کعبہ کے چاروں طرف مسجد حرام میں صحیح ہے۔ مسجد حرام کی چھت پر بھی طواف بلا کراہت کے جائز اور صحیح ہے۔ مسجد حرام کے باہر چکر لگایا تو طواف نہیں ہوگا۔ (شرح مناسک: ص۲۳۳)

◎ طواف زیارت کے لئے طہارت شرط ہے بلا طہارت کے کرنا جائز نہیں۔ اگر طواف زیارت بلا طہارت کے کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ (شرح مناسک: ص۱۵۱،۱۵۲)

◎ صحت مند کے لئے طواف پیدل کرنا واجب ہے۔

◎ بلا عذر کے محض سہولت کی وجہ سے سواری پر کیا یا سر یا کندھے پر اٹھوا کر کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ اور طواف ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ (ص۱۱)

◎ طواف زیارت ستر عورت کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ اگر ہاف پینٹ یا جانگیہ پہنے کیا تو اعادہ واجب ہوگا۔ اگر اعادہ نہیں کیا اور ایام نحر گذر گیا تو دم واجب ہوگا۔ طواف زیارت کو رمی قربانی اور حلق کے بعد کرنا واجب نہیں۔ رمی یا قربانی یا حلق سے پہلے بھی کر سکتا ہے۔

◎ سنت اور بہتر ہے کہ رمی قربانی اور حلق سے فارغ ہو کر طواف کر لے۔

◎ یہ طواف احرام کی حالت میں بھی اور احرام کھلنے کے بعد سلے ہوئے کپڑے پہن کر بھی ہوتا ہے اگر قربانی اور حلق سے پہلے کرے گا تو احرام کی حالت ہوگی۔ اور قربانی و حلق کے بعد کرے گا تو احرام کھل کر جانے کی وجہ سے سلے کپڑے میں کرے گا۔

◎ اگر سعی پہلے کر چکا ہے تو اب اس طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرے گا اور نہ رمل کرے گا۔

(شرح مناسک: ص۲۳۲)

◎ اس طواف میں اضطباع نہیں ہے۔ خواہ احرام ہو یا نہ ہو۔ "الاضطباع ساقط." (شرح مناسک: ص۲۳۲)

◎ طواف کے ۴ ر چکروں کا کرنا فرض ہے باقی ۷ ر چکر کی تکمیل واجب ہے۔

◎ طواف زیارت سے پہلے حلق کر چکا ہے تو اس طواف سے مکمل طور سے احرام سے آزاد ہو جائے گا اور بیوی سے ملنا جائز ہو جائے گا اور احرام کی تمام پابندی ختم ہو جائے گی۔

◎ اگر طواف زیارت سے قبل حلق سے فارغ نہیں ہوا تو احرام کی پابندی باقی رہے گی نہ سلے کپڑے پہن سکتا ہے نہ خوشبو لگا سکتا نہ بیوی سے مل سکتا ہے۔

◎ ہاں طواف صحیح ہوجائے گا نہ اعادہ ہوگا نہ دم ہوگا۔ صرف خلاف مستحب ہوگا۔ (شرح مناسک: ص۲۳۴)

◎ اگر طواف زیارت میں بھولے سے آٹھ چکر ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں طواف ہوجائے گا۔ (شرح مناسک: ۱۶۶)

◎ اگر ضعف وپیری کی وجہ سے طواف کے دوران تھک جانے پر رک جائے چلنا مشکل ہوجائے تو تھکن دور کرنے کے لئے بیٹھ سکتا ہے کچھ آرام کرسکتا ہے پھر جہاں سے چھوڑا ہے وہیں سے طواف شروع کردے۔ عذر اور کمزوری کی وجہ سے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

◎ طواف کے دوران پیاس لگ جائے تو پانی پی سکتا ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۶۴)

◎ طواف کے دوران اگر پاخانہ لگ جائے۔ پیشاب لگ جائے تو پاخانہ پیشاب کرنے جاسکتا ہے۔ ضروریات سے فارغ ہوکر وضو کرکے جہاں سے چھوڑا ہے شروع کرکے ۷؍چکر پورے کرلے۔ (شرح مناسک: ص۱۶۴)

◎ اگر طواف زیارت کرتے ہوئے وضو ٹوٹ جائے تو وضو کیا جاسکتا ہے پھر وہیں سے طواف کرے جہاں سے چھوڑ کر گیا ہے۔ اس کی وجہ سے طواف میں کوئی قباحت پیدا نہیں ہوگی۔

◎ اگر کسی نے آخری ۱۲؍تاریخ کو آخری وقت میں طواف زیارت شروع کیا مثلاً عصر کے بعد ۳ ہی چکر طواف کا کر پایا تھا کہ سورج ڈوب گیا اذان ہوگئی۔ تو اس پر دم واجب ہوگیا۔ خواہ طواف کے باقی چار چکر اسی وقت مغرب کے بعد کرے یا مغرب کی نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر کرے۔ بہر حال طواف کو پورا کرنا ہوگا۔

◎ اگر طواف کے چار چکر پورے کرنے کے بعد سورج غروب ہوا یا اذان ہوگئی تو اکثر طواف ہونے کی وجہ سے اس پر دم واجب نہ ہوگا۔ باقی ۳؍چکر مغرب کے بعد پورے کرلے اور اس پر واجب ہے کہ ۳ چکروں کا تاوان ادا کرے ہر ایک چکر کے بدلہ نصف صاع گیہوں ایک کلو ۷۰۰ سو گرام یا اس کا ڈبل ہو۔

(شرح مناسک: ص۳۴۸)

◎ اگر پورا طواف زیارت یا ۴؍چکر بلا وضو کے کیا تو اس پر دوبارہ باوضو طواف واجب ہوجائے گا۔ اگر اس نے دوبارہ وضو کرکے طواف کرلیا تو کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں اور اگر نہیں کیا تو دم واجب ہوجائے گا۔ اگر بلا وضو یہ طواف زیارت ایام نحر میں کیا تھا اور اعادہ اس کا ایام نحر کے بعد کیا تو دم واجب ہوگا۔ (شرح مناسک: ۳۴۶)

◎ اگر طواف زیارت کے ۴؍چکر تو باوضو کیا اور ۳ بلا وضو کیا۔ تو فرض ذمہ سے ساقط ہوگیا۔ اگر ۳ طواف کا اعادہ ایام نحر کے اندر کرلیا تو ٹھیک اور اگر نہیں کیا تو ہر طواف بلا وضو کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقہ کرنا پڑے گا۔ (شرح مناسک)

◎ اگر ایام نحر گذرنے کے بعد باقی کا اعادہ کیا تب بھی ۳؍طواف کا صدقہ دینا پڑے گا۔ (شرح مناسک: ص۳۴۷)

◎ اگر کسی نے طواف زیارت کا اکثر تو باطہارت ادا کرلیا۔ اور ۳؍یا ۲ یا ۱؍چکر چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہوجائے

گا۔اور اگر اس نے ۳ چکر کرلیا یا پھر دوبارہ پورا کرلیا تو اب دم واجب نہیں ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۳۴۷)

◎ اس طواف کے واجبات اور سنن اور مستحبات اور دعائیں وہی ہیں جو اور طواف کے ہیں۔

◎ عموماً ایام نحر میں طواف زیارت کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ نیچے مطاف میں بھیڑ ہوتی ہے ازدحام کی وجہ سے پریشان کا احساس ہو تو دومنزلہ یا سہ منزلہ پر طواف کرے اس میں کوئی قباحت وکراہیت نہیں بلکہ مشقت اور تعب زاید ہونے کی وجہ سے امید کہ ثواب زاید ہوگا۔

خیال رہے کہ وہاں سلفی مسلک (غیر مقلد) کے لوگ ہیں، وہ اپنا مسئلہ رائج حنفی مسلک کو غلط سمجھنے کی بنیاد پر احناف کے خلاف اپنا مسلک بتاتے ہیں اور اسی پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ چنانچہ طواف زیارت کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ایام نحر کے بعد بھی کروگے تو کوئی حرج نہیں دم نہیں واجب ہوگا۔

سوان باتوں کو سن کر ہند پاک کے لوگ جو حنفی ہوتے ہیں اور ایام النحر کے بعد طواف کرتے ہیں آپ بخوبی جان لیں یوم النحر کے بعد طواف کرنے سے دم واجب ہوجائے گا۔ازدحام اور بھیڑ عذر معتبر نہیں لہٰذا ایسے تمام لوگوں پر جو وہاں کے لوگوں کے کہنے سے طواف میں تاخیر کردیتے ہیں دم ان پر واجب ہوجاتا ہے۔اور دم کا نہ دینا حج کا گناہ کبیرہ ہے۔ ہر مسلک والوں کو اپنے مسلک کی واقفیت رکھنی چاہئے۔اچھا خاصہ طبقہ اس میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

طواف زیارت کے بعد آپ زمزم پینے گئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف زیارت سے فارغ ہوئے تو زمزم کے پاس آئے ڈول منگوایا پانی پیا اور وضو کیا۔ (مسند احمد: ۱۱/۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت ادا کیا مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر بنی مطلب کے پاس کہ وہ زمزم پلا رہے تھے گئے انہوں نے زمزم کا ڈول دیا آپ نے اس سے پیا۔

(سنن کبریٰ: ص ۱۴۶، ابن خزیمہ: ص ۳۰۶)

زادالمعاد میں ہے کہ آپ طواف سے فارغ ہونے کے بعد زمزم کے پاس آئے۔

(زادالمعاد: ۱/۲۸۳، حجۃ الوداع: ص ۱۶۸)

سبل الہدیٰ میں ہے کہ آپ نے دن میں طواف کیا اور زمزم پیا۔ (سبل الہدیٰ: ص ۴۷۹)

فائدہ: احادیث پاک کی تمام روایتوں میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے وقت طواف زیارت کیا پھر زمزم کے کنویں کے پاس گئے۔ وہاں حضرت عبدالمطلب کے خاندان والے زمزم پلا رہے تھے آپ نے زمزم کا ایک ڈول مانگا۔اور اس سے زمزم پیا۔ پس اس کی وجہ سے طواف زیارت کے بعد زمزم کا پینا مسنون ہوا۔

خیال رہے کہ آب زمزم کا کنواں بالکل پاٹ کر بند کردیا گیا ہے اور مطاف میں شامل کردیا گیا ہے۔کولر میں

زمزم رکھے ہوئے ہوتے ہیں ان سے پی کر سنت ادا کرے۔

طواف زیارت کے بعد زمزم پینا سنت ہے

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے بعد زمزم پیا تھا اس لئے زمزم پینا سنت ہے۔ تمام فقہاء اور شارحین حدیث اس کو ذکر کرتے ہیں۔ شرح مسند احمد میں ہے۔ "و یستحب ان یشرب ماء زمزم عقب طواف الاضافة." (شرح مسند احمد: ۲۰۶/۱۲) علامہ عینی شرح بخاری میں اس کے مسنون ہونے کی دلیل کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ثبت فی الاحادیث الصحیحة المشهورة من انه طاف یوم النحر نهارا و شرب من سقایة زمزم." (عمدۃ القاری: ۶۸/۸)

فقہاء کرام نے بھی مطلق طواف کے بعد زمزم پینا ذکر کیا ہے۔ امام بخاری کے نزدیک زمزم پینا۔ حج کے مناسک میں سے ہے۔ اور سنت میں سے ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں "اراد البخاری ان یشرب من ماء زمزم من سنن الحج." (۲۷۸/۹)

آپ نے زمزم کھڑے ہو کر پیا تھا اس کی تفصیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم پلایا اور آپ کھڑے تھے۔

(بخاری: ص ۲۲، نسائی: ص ۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔

(ترمذی: ص ۱۰، نسائی: ص ۳۹، مسلم: ۳۷۴/۲)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بکثرت روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کھڑے ہو کر پیا تھا۔ آپ جب ۱۰ر تاریخ کو طواف زیارت کے لئے منیٰ سے مکہ گئے تھے تو طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد آپ زمزم کے کنویں کے پاس گئے وہاں عبدالمطلب کے خاندان کے حضرت عباس۔ آپ کے چچا تھے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "اتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بنی عبدالمطلب و هم یسقون علی زمزم." ابن سکن کی روایت میں ہے کہ "ان الذی ناوله الدلو هو العباس بن عبدالمطلب." (عمدۃ القاری: ص ۲۷۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد میں ہے "ثم افاض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فدعا بسجل من ماء زمزم فشرب منه و توضأ." (فتح ربانی: ۸۶/۱۱)

روایت مذکورہ سے کئی اہم باتوں کا علم ہوا ہے ① طواف زیارت کے بعد زمزم پینا ② بئر زمزم کے پاس جا کر پینا ③ زمزم سے وضو کرنا۔ ④ زمزم کھڑے ہو کر پینا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس نے آپ کو ڈول جس میں زمزم کنوئیں سے نکالا گیا تھا دیا۔ حضرت ابن عباس پینے کے وقت آپ کے پاس تھے اور آپ کے پینے کی حالت کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کھڑے ہوکر زمزم پیتے دیکھا، لہٰذا کھڑے ہوکر پینے کو امت کے سامنے خاص کر کے پیش کیا اس وجہ سے آپ ہر عام پانی بیٹھ کر پیتے تھے اور بیٹھ کر پینے کا حکم دیتے تھے اور کھڑے ہوکر پینے سے آپ منع فرماتے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے کھڑے ہوکر پیا، اور ایک جم غفیر کے سامنے پیا۔ اگر بیان جواز کے لئے کہ کھڑے ہوکر پانی پینا بھی جائز ہے۔ یہ مقصد ہوتا تو آپ کسی بھی موقعہ پر کھڑے ہوکر پانی پینے کو بتادیتے۔ چنانچہ آپ نے جس موسم میں حج کیا تھا یہ گرمی کا دن اور بڑا دن تھا، پیاس کا موسم تھا۔ یقیناً تقاضائے بشری کے تحت آپ کو پیاس لگتی ہوگی اور آپ پانی پیتے ہوں گے۔ مگر چونکہ آپ بیٹھ کر حسب عادت پیتے ہوں گے اس لئے اسے کسی راوی اور دیکھنے والے نے نقل نہیں کیا۔ اگر کھڑے ہوکر پیتے تو نقل کرتے۔ چنانچہ آپ نے زمزم کھڑے ہوکر پیا۔ اس لئے اسے خاص کر کے نقل کر دیا۔ بس معلوم ہوا کہ آپ امت کو زمزم کھڑے ہوکر پینا بتارہے ہیں کہ کھڑے ہوکر پینا چاہئے۔

مزید یہ کہ اور پانی کھڑے ہوکر پینا صحت کے لئے نقصان دہ ہے کہ آپ نے صحت جسمانی کی رعایت میں طبی اعتبار سے منع فرمایا ہے کہ سیدھے تیزی سے پانی پیٹ میں ہی جاکر معدہ مثانہ گردے کو متاثر کرتا ہے۔ اور پانی کی رطوبت بلا اعتدال پہنچنے سے ضرر کا اندیشہ ہے۔ زمزم کہ یہ نقصان دہ نہیں ہے۔ پس جو حضرات جیسے امام طحاوی کھڑے ہوکر عام پانی پینے کی کراہیت شرعی نہیں مانتے بلکہ طبی مانتے ہیں۔ اسی تحقیق کے اعتبار سے زمزم میں اس کی بے شمار خوبیوں کے باعث کھڑے ہوکر پینے میں نقصان نہیں فائدہ ہی ہے۔

زمزم کے پینے میں تضلع مطلوب اور مسنون ہے، خوب پیٹ بھر کر سینہ بھر کر پئے۔ چنانچہ آپ نے مؤمن اور منافق کے درمیان یہ فرق بیان کیا ہے۔ مؤمن خوب جی بھر، پیٹ سینہ بھر کر پیتا ہے کہ پورا جسم زمزم سے تر ہوجائے اور اس کیفیت کا حاصل ہونا کھڑے ہوکر پینے سے حاصل ہوگا۔ بیٹھ کر پینے سے حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ اعلاء السنن میں ہے "و التضلع لا یتاتی الا قائما." (اعلاء السنن: ۲۱۰/۱۰) پس اس صورت میں خوب سیرابی ہوگی۔

زمزم کا پانی عام پانی کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ مکرم محترم ہے، آپ نے فرمایا اس کے اکرام کو ظاہر کرتے ہوئے آپ نے کھڑے ہوکر پیا بخلاف دوسرے عام پانی کو اسے بیٹھ کر پیا جائے گا۔ پس آپ کا کھڑے ہوکر پینا اکراماً ہوسکتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا اس وجہ سے آپ نے بیٹھ کر پیا۔ یہ

تاویل زیادہ معقول قابل قبول نہیں ہے۔ بھیڑ اجانب اور غیر متعارف لوگوں کی نہیں تھی صحابہ کرام جانثاروں کی تھی۔ آپ پر جان فدا کرنے والے تھے، بیٹھنے کے لئے کتنی جگہ چاہئے۔ ذرا آپ بیٹھنے کا ارادہ فرماتے عاشقان صحابہ آپ کو کشادگی کے لئے جگہ دے دیتے۔ بھلا جان نچھاور کرنے والوں کے اژدحام میں آپ کو بیٹھنا مشکل ہوتا ہرگز نہیں۔ پھر وہاں پر آپ کے مقربین خاندان والے عبدالمطلب کی اولاد اور آپ کے چچا بھتیجے تھے۔ منافق اور لحاظ نہ کرنے والے لوگ نہیں تھے۔ پس آپ کا زمزم کھڑے ہوکر پینا قصداً تھا مجبوراً نہیں تھا۔

اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے زمزم کھڑے ہوکر پینا مستحب قرار دیا ہے اس کے خلاف بیٹھ کر پینا بھی بلا کراہت جائز اور مباح ہے۔ چنانچہ اعلاء السنن میں ہے "واستحب علماء نا ان یشرب ماء زمزم قائما." (اعلاء السنن: ص ۲۱۰)

ایک علمی تحقیق:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے بعد امام بخاری نے حضرت عکرمہ کا قول "ماکان یومئذ الا علی بعیر" نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹ پر سوار تھے۔ (اعلاء السنن: ص ۲۲۱)

حضرت عکرمہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر کیا۔ طواف کے بعد اسی اونٹنی پر سوار ہی کی حالت میں آپ بئر زمزم پر آئے اور سوار ہی کی حالت میں آپ نے زمزم پیا۔ آپ سواری سے اترے کہاں جو کھڑے ہوکر پینا ثابت ہو۔ غرض کہ حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس کی رائے سے اتفاق نہیں کررہے ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ کھڑے ہوکر پینا آپ سے منع ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر تحقیق کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹنی پر سے اترنا روایت میں مذکور اور ثابت ہے۔ خود یہ حضرت عکرمہ ہی کی روایت میں ہے "عن عکرمة عن ابن عباس انه اناخ فصلی رکعتین فلعل شربه من زمزم کان بعد ذلك." آپ اونٹنی پر سے اترے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد زمزم پیا ہوگا۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ چونکہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی کھڑے ہو کر پینا نقل کیا ہے۔ "ثبت عند البخاری انه صلی اللّٰه علیه وسلم شرب قائماً." (فتح الباری: ۳/ ۳۸۷)

لہٰذا عکرمہ کا خیال کہ آپ تو اونٹنی پر سوار تھے کھڑے ہوکر کیسے پیا صحیح نہیں ہے۔

شرح احیاء میں ان دونوں قولوں کے درمیان دو تطبیق دی ہے۔ ① محب طبری نے اپنے مناسک میں لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے سواری پر پیا اسی کی تعبیر حضرت ابن عباس نے قائماً سے کردی ہو۔ "و یجوز ان یکون الامر علی ما حلف علیه عکرمة و هو انه شرب و هو علی الراحلة و یطلق علیه قائم." ② آپ قیام منیٰ کے دوران مکہ مکرمہ آتے اور طواف کرتے رہتے تھے ان ایام میں آپ نے کھڑے ہوکر

زمزم پیا ہو جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دیکھ کر بیان کر رہے ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں "فلعل ابن عباس سقاہ من زمزم و ھو قائم فی بعض تلک الایام."

(اتحاف السادۃ: ۵/۲۲۲)

خلاصہ یہ ہے کہ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم ایک مرتبہ کھڑے ہو کر پیا ہے۔ نہ اکثر پیا ہے نہ دواماً پیا ہے۔ آپ نے بار بار زمزم پیا ہے۔ آپ اپنے لئے اہتمام سے زمزم منگوایا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے پینے کے لئے منگوایا۔ آپ نے ۳ر مرتبہ عمرہ کا طواف کیا۔ اس میں بھی یقیناً پیا ہوگا۔ آپ نے زمزم کی متعدد فضیلتیں اور اس کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ آپ قیام ہی کے دوران رات میں آکر نفلی طواف کرتے تھے اور یہ زیادہ گرمی کا زمانہ تھا یقیناً آپ زمزم پیتے ہوں گے۔ مگر آپ بیٹھ ہی کر پیتے ہوں گے۔ ورنہ کوئی نہ کوئی صحابی "کان یشرب زمزم قائماً" ضرور نقل کرتے۔ چونکہ جب حضرات صحابہ عادت کے خلاف کچھ دیکھتے تو ضرور نقل کرتے تھے۔ اور نقل نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ آپ زمزم کھڑے ہو کر اکثر یا ہمیشہ نہیں پیتے تھے۔ پس ایک مرتبہ کے ثبوت سے مستحب ہوگا۔ اور اس کے ترک پر کچھ بھی نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ اہتمام سے کھڑے ہو کر ہی پینا اس کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔ پیا تو بھی ٹھیک نہیں پیا تو بھی ٹھیک۔ یہی تحقیق اور راہ اعتدال ہے۔ اسی وجہ سے مناسک حج میں ملا علی قاری نے اور غنیۃ میں علامہ سندی ہی ہے "قائما" اور "قاعداً" دونوں لکھا ہے۔ (شرح مناسک: ص ۱۳۲، غنیۃ: ص ۱۰۶)

ایام تشریق میں منیٰ میں قیام سے متعلق اعمال کا بیان

طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد آپ منیٰ تشریف لے آئے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت ادا کر لی اور دن کے دوسرے حصہ ظہر پڑھ لی تو منیٰ لوٹ آئے اور ایام تشریق میں منیٰ میں رہے۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۴۸، ابن خزیمہ: ص ۳۱۱)

فائدہ: طواف زیارت اور زمزم سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ذرا بھی نہیں رکے ایک روایت کے اعتبار سے ظہر کی نماز پڑھتے ہی فوراً منیٰ واپس تشریف لے آئے اور ایام تشریق یعنی ۱۱۔۱۲۔۱۳ منیٰ میں اپنے خیمہ میں رہے اور جمرات کی رمی زوال کے بعد فرماتے رہے۔ چنانچہ حجاج کرام کو ان ایام میں منیٰ میں رات گذارنی سنت موکدہ ہے۔ "ثم رجع الی منی." شرح لباب میں ہے کہ طواف زیارت کے بعد منیٰ چلا آئے۔ "فاذا فرغ من الطواف ای طواف الزیارۃ رجع الی منیٰ فیصلی الظھر بھا او بمکۃ." (شرح لباب: ص ۲۳۴)

اگر یوم النحر میں طواف زیارت کر رہا ہے اور زوال کے وقت کر رہا ہے تو اسے ظہر کی نماز میں اختیار ہے کہ مکہ

میں پڑھے یا منیٰ آکر پڑھے جیسا کہ شرح لباب میں ملا علی قاری کا قول گذرا۔

خیال رہے کہ یہ آپ ﷺ کے برکت وقت کی بات تھی کہ آپ طلوع شمس کے قریب مزدلفہ سے منیٰ چلے۔ اشراق چاشت کے وقت جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ اس کے بعد خطبہ دیا اس کے بعد قربان گاہ آئے وہاں ۶۳ر اونٹ اور سب ملا کر سو کی قربانی کی۔ اس کے بعد سر کا حلق کرایا۔ بالوں کو تقسیم فرمایا کپڑے بدلے (اور اس سے پہلے غسل بھی کیا ہوگا مگر روایت میں ذکر نہیں ملتا) خوشبو لگائی مکہ مکرمہ طواف زیارت کے لئے گئے طواف کیا۔ زمزم کے پاس گئے پانی پیا پھر ظہر کی نماز پڑھی یا منیٰ میں آکر ظہر کی نماز پڑھی۔ (زاد المعاد: ص ۲۸۵)

طواف کے بعد دیگر مشاغل میں نہ لگے نہ قیام گاہ جائے بلکہ منیٰ آئے

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دسویں کو طواف زیارت کیا اور منیٰ چلے آئے اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ (مسلم، سنن کبریٰ: ۵/۱۴۴)

فائدہ: جاننا چاہئے کہ طواف زیارت جو فرض ہے اور حج کے دو رکنوں میں سے ایک رکن ہے اس کا وقت دسویں تاریخ سے بارہویں کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک ہے دسویں کو افضل ہے۔ اور گیارہ بارہ کی شام تک جائز ہے۔ اس طواف میں ترتیب نہیں حلق اور قربانی سے پہلے بھی کیا جاسکتا ہے۔ گو سنت یہ ہے کہ رمی۔ قربانی اور حلق کے بعد کرے۔ اگر بارہ تاریخ کے بعد کرے گا تو دم قربانی واجب ہو جائے گی۔

طواف زیارت ۱۰ر یا گیارہ کو کرے تو طواف کے بعد مکہ مکرمہ میں بازار یا اپنے قیام کی جگہ نہ جائے اور اور نہ احباب وغیرہ سے ملاقات کو جائے بلکہ فارغ ہونے کے بعد منیٰ چلا آئے یہی سنت ہے۔ بعض لوگ طوف زیارت کے بعد اپنے جائے قیام میں چلے جاتے ہیں یا احباب وغیرہ سے ملنے جاتے ہیں پھر منیٰ آتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔

ایام تشریق ۱۱۔۱۲۔۱۳ منیٰ میں قیام کرنا رات گذارنا سنت موکدہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایام تشریق میں آپ منیٰ میں ہی رہے۔ (ابوداؤد: ۱/۲۷۱، اعلاء السنن: ۱۸۹)

عبدالرحمٰن بن فروخ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ منیٰ میں رہے اور وہیں آپ نے قیام کیا۔

(اعلاء السنن: ص ۱۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے عقبہ کے پیچھے (مکہ کے حدود میں) کوئی رات نہ گذارے ایام تشریق کے دنوں میں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو زجر توبیخ فرمایا کرتے تھے اس بات پر کہ منیٰ کا قیام کوئی چھوڑ دے۔

(فتح القدیر: ۵۰۲)

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منع فرمایا کرتے تھے جمرہ عقبہ کے پیچھے (مکہ کے حدود میں) کوئی قیام کرے۔ (فتح القدیر)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ممنوع قرار دیتے تھے کہ وہ منیٰ کے دنوں میں مکہ مکرمہ میں رات گذارے۔

(فتح القدیر: ص ۵۰۲)

فائدہ: خیال رہے کہ مزدلفہ سے ۱۰ر کی صبح کو منیٰ آیا جاتا ہے۔ اب اس کا قیام منیٰ میں ہی ۱۲ر تک یا ۱۳ر تک رہے گا۔ ۴ر دن ہوئے اور ایک ۸ر تاریخ کو مکہ مکرمہ سے آنے اور عرفات جانے سے قبل کیا تھا۔ یہ منیٰ کے ۵ر ایام ہیں۔ یہ ایام منیٰ میں گذارنا سنت موکدہ ہے۔ رات کو کسی دوسرے مقام حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں بھی قیام درست نہیں۔ آپ نے منیٰ میں قیام بھی فرمایا اور یہی حکم دیا۔ چنانچہ آپ رات کو نفلی طواف کرنے جاتے تو رکتے نہیں منیٰ چلے آتے۔

اسی طرح طواف زیارت کے لئے خواہ ۱۱ر یا گیارہ کو جائے تو طواف سے فارغ ہو کر منیٰ چلا آئیگا اور رات منیٰ میں ہی گذارنی ہوگی۔ جیسا کہ شرح لباب میں ہے۔ "ولا یبیت بمکہ ولا فی الطریق لان البیوتہ بمنیٰ لیالیھا سنة عندنا واجبة عند الشافعی." (شرح لباب: ص ۲۳۵)

ہدایہ میں ہے منیٰ کے علاوہ میں رات گذارنی مکروہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رات نہ گزارنے پر لوگوں پر زجر توبیخ فرمایا کرتے تھے۔ "ویکرہ ان لا یبت بمنیٰ لیالی الرمی الان النبی علیه الصلوة والسلام بات بمنیٰ وعمر رضی الله عنه کان یودب علی ترك المقام بھا." (فتح القدیر: ص ۵۰۱)

عنایہ میں ہے کہ منیٰ کا قیام اس لئے مقرر کیا گیا تا کہ رمی جو حج کے مناسک میں ہے آسان ہو۔

(عنایہ علی الفتح: ص ۵۰۱)

جز حجۃ الوداع میں ہے کہ جمہور علماء منیٰ میں رات گذارنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ سنت قرار دیتے ہیں۔ (حجۃ الوداع: ص ۱۷۲)

طحاوی نے لکھا ہے کہ ایام تشریق کے دنوں میں منیٰ میں نہ قیام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ "دلالة الا ثر علی لزوم المبیت بمنیٰ فی لیالیھا ظاھرة ان لفظ ظاھرا الھدایة یشعر بوجوبھا عندنا."

(اعلاء السنن: ص ۱۹۰)

ایام تشریق کی رمی میں آپ زوال ہوتے ہی رمی پھر ظہر کی نماز ادا کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی سورج ڈھلتا جمرات کی رمی فرماتے۔

(ترمذی: ص ۱۸۰، ابن ماجہ، زاد المعاد: ۲/۲۸۹)

حضرت ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رمی سے فارغ ہوتے ہی ظہر کی نماز پڑھتے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ جمرات کی رمی ایام تشریق کی رمی ۱۱۔۱۲۔۱۳ سورج ڈھلتے ہی فرماتے اور پھر نماز ظہر ادا فرماتے۔ رمی پر اس دن کی عبادت کو مقدم نہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی معلوم ہورہا ہے۔ (زادالمعاد: ص ۲۸۹)

فائدہ: خیال رہے کہ رمی میں ازدحام اور بھیڑ وغیرہ کی پریشانی کو دیکھ لے کہ زوال کے بعد متصلاً بڑا ازدحام رہتا ہے بسا اوقات جان کا خطرہ رہتا ہے۔ امر مستحب کی ادائیگی کے لئے جان کو خطرہ میں ڈالنا سخت منع ہے۔ جب بھیڑ کم دیکھے اور سہولت پائے تب رمی کرے۔ خواہ رات سہی۔

احناف کے یہاں ظہر کا وقت مثلین تک رہتا ہے۔ لہٰذا اولاً زوال کے بعد مثلین سے قبل رمی کرے اور پھر مثلین سے پہلے ظہر کی جماعت کرے اور اس طرح بھی اس سنت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اگر رمی کے بعد ظہر کا وقت نہ رہنے کا گمان ہو تو ظہر پہلے پڑھ لے تاکہ قضا نہ ہو۔ اور پہلے رمی کر لے۔

۱۱/۱۲ کی رمی کا وقت کب سے ہے آپ نے کب کیا تھا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر کے دن رمی اشراق کے وقت کیا تھا اور اس کے بعد کی رمی زوال سورج کے بعد کیا۔ (بخاری: ص ۲۳۵ ابن خزیمہ: ۴/۳۱۶، ابوداؤد: ص ۲۷۱، سنن کبریٰ: ص ۱۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے طواف زیارت اس وقت کی جب ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر واپس آئے اور ایام تشریق کی راتوں میں منیٰ میں رہے جب زوال ہوجاتا تب رمی فرماتے۔

(ابن خزیمہ: ص ۳۱۶، ابوداؤد: ص ۲۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جمرات کی رمی زوال کے وقت یا زوال کے بعد کیا۔

(شرح مسند احمد: ص ۲۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم لوگ رمی کے لئے زوال ہونے کا انتظار کرتے۔ (بخاری: ص ۲۳۵)

دسویں کے بعد رمی کا وقت زوال کے بعد سے صبح صادق تک ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ ایام تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کی رات منیٰ میں رہے اور زوال شمس کے بعد جمرات کی رمی کنکریوں سے فرمایا۔ پہلے اور دوسرے جمرات پر رمی کے بعد بہت دیر تک رکتے اور الحاح زاری سے دعا فرماتے۔ اور تیسرے جمرہ کے بعد نہ رکتے۔ (نہ دعا کرتے)۔ (ابوداؤد: ص ۲۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر کے بعد کی رمی (دسویں تاریخ کے بعد کی رمی) زوال شمس کے بعد کی۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۳۱، مسند احمد: ۱۲/۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جمرات (تینوں جمروں کی رمی) زوال شمس کے بعد فرماتے رمی

سے جب فارغ ہوجاتے تو ظہر ادا فرماتے۔ (ابن ماجہ: ص۲۲۵، ترمذی: ص۱۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تینوں دن کی رمی اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ زوال نہ ہوجائے۔ (القریٰ: ص۵۲۳)

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ جمرات کی رمی زوال کے بعد کرتے تھے۔ (القریٰ: ص۵۲۴)

ایام تشریق کی رمی آپ کس ترتیب سے فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جمرہ اولیٰ کی رمی ۷/کنکریوں سے کرتے۔ ہر کنکری پر تکبیر ادا کرتے پھر آگے بڑھتے نشیبی نرم زمین کی طرف آتے۔ قبلہ رخ ہوتے اور کھڑے ہوکر طویل دعا کرتے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے۔ پھر بائیں رخ آجاتے اور ذرا نچان پر آتے اور قبلہ رخ کھڑے ہوتے خوب دیر تک کھڑے ہوتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے۔ اور دیر تک کھڑے رہتے۔ پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے۔ نشیبی حصہ سے رمی کرتے اور یہاں کھڑے نہ ہوتے (دعا نہ کرتے) پھر آجاتے اور کہتے کہ اسی طرح میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ (بخاری: ص۲۳۶)

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمرہ اولیٰ کی رمی کرتے جو مسجد کے قریب ہے ۷/کنکری مارتے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر فرماتے پھر ذرا بائیں نشیبی حصہ کی جانب تشریف لاتے اور کھڑے ہوجاتے قبلہ رخ ہوکر اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور دعا فرماتے۔ اور خوب دیر تک کھڑے ہوتے۔ پھر دوسرے جمرہ کی رمی سات کنکریوں سے فرماتے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر فرماتے پھر بائیں جانب نشیبی حصہ آتے کھڑے ہوتے قبلہ رخ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرماتے۔ پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے سات کنکریوں سے رمی فرماتے ہر کنکری کے وقت تکبیر فرماتے پھر چلے آتے نہیں رکتے (دعا فرمانے کے لئے) (مسند احمد بلوغ الامانی: ۱۰/۲۱۹)

فائدہ: اس حدیث پاک میں اس کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایام تشریق میں رمی جمرات کس ترتیب سے اور کس طرح فرماتے سو ایام تشریق جو منیٰ کے ۳/ایام میں اس میں آپ زوال کے بعد جمرہ اولیٰ کی رمی فرماتے جو مسجد خیف سے متصل ہے۔ سات کنکریوں سے رمی فرماتے اور ہر کنکری پر تکبیر اللہ اکبر فرماتے۔ اس کے بعد ذرا بائیں جانب کنارے ہوجاتے (تاکہ اطمینان سے دعا کا موقعہ ملے) قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے اور بہت دیر تک دعا فرماتے۔ یعنی سورہ بقرہ کی مقدار۔ پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس آتے یہاں بھی اسی طرح رمی فرماتے رمی کے بعد کنارے ہوکر طویل دعا فرماتے۔ پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے یہاں رمی فرماتے جس طرح پہلے کیا تھا۔ مگر یہاں دعا کے لئے نہ رکتے بلکہ واپس چلے آتے۔

حاصل یہ نکلا کہ ان ایام میں آپ اس ترتیب سے رمی فرماتے کہ پہلے جمرہ اولیٰ کی کرتے اس کے بعد جمرہ وسطیٰ کی رمی فرماتے پھر جمرہ عقبہ کی رمی فرماتے۔ پہلی رمی اور دوسری رمی کے بعد کنارے ہوکر دعا فرماتے تیسرے کے بعد نہیں۔ خیال رہے کہ اسی ترتیب سے رمی کرنا سنت موکدہ ہے۔ اگر ترتیب کے خلاف کیا تو ترتیب سے کرے تاکہ سنت موکدہ پر عمل ہوجائے۔ کہ احناف کے علاوہ کے نزدیک یہ ترتیب فرض ہے۔ "والا کثر علی انه سنة." (ص ۲۵۰)

لہٰذا کسی نے اولا جمرہ عقبہ کی رمی کرلی پھر وسطیٰ کی پھر اولیٰ کی تو پھر سے رمی جمرہ وسطیٰ کی کرے پھر جمرہ عقبہ کی کرے۔

آج کل اژدحام کی وجہ سے دعا لوگوں نے چھوڑ دیا ہے سو یہ سنت کا ترک ہے کنارے ہوکر دعا کرے تاکہ سنت پر عمل ہوجائے۔

جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کی رمی کے بعد ٹھہر کر قبلہ رخ دعا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمرہ اولیٰ کی رمی فرماتے تو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر سامنے جاتے قبلہ رخ ہوتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرماتے۔ اور خوب دیر تک رہتے پھر جمرہ وسطیٰ پر تشریف لاتے سات کنکریاں مارتے۔ جب بھی کنکری مارتے تو ہر کنکری پر اللہ اکبر فرماتے۔ پھر بائیں جانب جو نشیبی حصہ کے قریب ہے (اب نشیب نہیں سب زمین برابر ہے) آکر قبلہ رخ کھڑے ہوجاتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ (مختصر البخاری: ۱/۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ جمرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد اس سے زاید دیر تک رکے رہے جتنا کہ جمرہ اولیٰ کے بعد رکے تھے۔ پھر جمرہ عقبہ کے پاس آئے رمی کی مگر یہاں نہیں رکے۔

(مجمع الزوائد: ۳/۲۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ جمرہ اولیٰ کی رمی کے بعد اتنی دیر رکتے (دعا ذکر وغیرہ میں) جتنی دیر میں سورہ بقرہ دو مرتبہ پڑھی جائے۔ اور جمرہ وسطیٰ کے پاس ایک مرتبہ سورہ بقرہ کی مقدار رکتے (دعا ذکر وغیرہ میں)۔ (ہدایۃ السالک: ۲/۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دو سو آیتوں کے پڑھنے کی مقدار رکتے۔ (شرح مسند احمد: ۱۲/۲۱۸)

شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہے کہ جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے پاس کوئی دعا متعین نہیں ہے۔ (مبسوط: ۴/۶۹)

فائدہ: خیال رہے کہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ کو منیٰ میں رکے تو تینوں جمرات کی رمی کی جائے گی۔ پہلے جمرہ اور دوسرے جمرہ میں رمی کے بعد رک کر دعا کی جائے گی۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رمی کے بعد رمی کے مقام سے کنارے

ہٹ جائے۔ اور اپنا رخ مکہ مکرمہ قبلہ کی جانب کرے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر کھڑے ہونے کی حالت میں خوب دیر تک دعا مانگے۔ کم از کم ۲۰/۲۵ منٹ تک بہتر ہے۔ چونکہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت میں سورہ بقرہ کی مقدار ہے اور سورہ بقرہ ڈھائی پارے کے قریب اور ڈھائی پارے کی تلاوت میں آدھا گھنٹہ ضرور لگے گا۔ چنانچہ مناسک حج میں دیر تک دعا اس مقام پر ثابت ہے۔ افسوس کہ آج کل ان دونوں جمرات کی رمی کے بعد دعا مانگتے ہی نہیں رفقاء اور ساتھیوں کی رعایت میں رمی کرتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ جلدی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ دعا کنارے ہو کر کرنی ہے یہاں کنارے میں بھیڑ نہیں ہوتی ہے۔ بہت سے اللہ کے نیک بندے کنارے ہو کر اطمینان سے کرتے ہیں۔ آپ بھی کنارے ہو کر دعا کرلیں۔ اپنی دنیا و دین کی بھلائی کے لئے اعزہ واقارب کے لئے امت مسلمہ کے لئے دعا کرلیں۔ ان دونوں جمروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔ البتہ تیسرے جمرہ کے بعد نہ رکیں اور نہ رک کر دعا کریں۔ ہاں چلتے ہوئے دعا کرلیں۔

ایام تشریق کی رمی جمرہ کے لئے آپ پیدل آتے اور جاتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمی کرتے تو پیدل آتے اور جاتے۔ (ترمذی: ص ۱۸۰)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی سوار کی حالت میں کی تھی۔ (ترمذی: ص ۱۸۰) اس سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے علاوہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ کی رمی آپ نے پیدل آتے جاتے فرمائی تھی۔ ان روایتوں کے پیش نظر فقہاء کرام اور امام اعظم صاحب کا بھی یہ قول ہے کہ پہلے دن کی رمی سوار ہو کر افضل ہے اور بقیہ دن کی رمی پیدل افضل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ (معارف السنن: ص ۲۴۲)

یہی امام مالک کا بھی قول ہے۔ مگر خیال رہے کہ موجودہ دور میں رمی کے مقام پر اژدحام کی وجہ سے سوار ہو کر جمرات میں جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لہٰذا یوم النحر کی رمی بھی اب پیدل ہوگی۔ آپ نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ لوگ دیکھ لیں اور طریقہ سیکھ لیں۔

بہر حال اب موجودہ دور میں ہر دن کی رمی پیدل ہوگی۔ اور یہ مشروع ہے۔

۱۲ رتاریخ کو رمی کر کے بھی جانا بلا قباحت کے جائز ہے گو افضل نہیں

عبد الرحمٰن بن یعمر کی روایت میں ہے کہ اہل نجد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور آپ عرفہ میں تھے تو آپ نے اعلان کرایا۔ "الحج عرفة" جو مزدلفہ کی رات بھی طلوع فجر سے پہلے عرفہ آجائے اس نے حج پالیا۔ منیٰ میں ۳ر دن کا قیام ہے اگر کوئی جلد ہی دو دن میں چلا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ جو بعد میں جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(سنن کبریٰ: ص ۱۵۲، رواہ الخمسہ، حاکم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو دو ہی دن میں جلدی چلا آیا۔ اس پر کوئی گناہ نہیں یعنی وہ بھی مغفرت

کے ساتھ لوٹے گا۔ (سنن کبریٰ:ص۱۵۲)

فائدہ: یوم النحر کے علاوہ رمی کے تین دن میں۔ اس میں ۱۱، ۱۲، ۱۳ دو دن رمی کر کے کوئی جائے قیام پر آجائے یا طواف وداع کر کے وطن واپس آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن پاک میں بھی "فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه" سے اس کی اجازت دی ہے۔ اسی کے بارے میں حضرت ابن عمر فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی وعید نہیں ہے مغفرت نہ ہونے کی بات نہیں ہے۔ اس کی بھی ویسے ہی مغفرت ہوگی جیسی کہ ۱۳ رکو آنے والے کی۔ چونکہ بہت سے بہت ثواب اور افضلیت کی بات ہے واجب کا ترک نہیں اور اس پر امت کا تعامل بھی ہے۔

شرح لباب میں اگر ۱۲ رکو منیٰ سے مکہ جانا چاہتا ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ "واذا اراد ان ینفر فی هذا الیوم من منیٰ الی مکة جاز بلا کراهة." (شرح لباب:ص۲۴۳)

تو پھر خیال رہے کہ رمی کے بعد اسے غروب سے پہلے منیٰ چھوڑ دینا ہوگا۔

۱۲ رتاریخ کو سورج کے ڈوبنے کے بعد منیٰ میں رہا تو ۱۳ رکی رمی کر کے جانا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ۱۲ رتاریخ کو منیٰ میں رہتے ہوئے سورج ڈوب جائے تو اب منیٰ سے نہ جائے تاوقتیکہ دوسرے دن کی رمی نہ کرے۔ (موطا:ص۱۵۸، سنن کبریٰ:۵/۱۵۳، استذکار:۱۳/۲۰۹)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جسے ایام تشریق کی ۱۲ رتاریخ کو منیٰ میں شام ہوجائے وہ اب نہ نکلے یہاں تک کہ تیسرا دن آجائے۔ (ابن ابی شیبہ:۴/۱۰۰)

ہشام ابن عروہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جسے ۱۲ رتاریخ کو منیٰ میں شام ہوجائے وہ اس وقت نہ جائے یہاں تک کہ کل آجائے۔

جابر بن زید سے منقول ہے کہ جب تک سورج نہ ڈوبے نکل سکتا ہے۔ (شیبہ:۴/۱۰۰)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر ۱۳ رتاریخ کو رمی کا ارادہ نہیں ہے تو بارہ تاریخ کی رمی کر کے غروب سے پہلے منیٰ کے حدود سے نکل جائے۔ اگر سورج ڈوب گیا اس حال میں کہ وہ منیٰ کے حدود میں رہا تو پھر اب اس کا مکہ جانا مکروہ ہے تاوقتیکہ وہ ۱۳ رکی رمی نہ کرے۔

غنیۃ میں ہے۔ "فان لم ینفر حتی غربت الشمس یکره ان ینفر حتی یرمی فی الرابع."

ایک قول میں امام صاحب کے یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد اب نہیں جا سکتا ہے اگر جائے گا تو دم واجب ہوجائے گا۔ یہی ائمہ ثلثہ کا مسلک ہے۔ "وعنه انه لیس ان ینفر بعد الغروب فان نفر لزمه دم وعلیه الائمة الثلثة."

لیکن امام صاحب کے اس قول کو اختیار کیا گیا ہے کہ رات کو اگر منیٰ سے نکل گیا تو گناہ ہوگا دم واجب نہ ہوگا۔

ہاں اگر طلوع فجر کے بعد بلا رمی کئے چلا گیا تو بالاتفاق سب کے نزدیک دم واجب ہوجائے گا۔

"ولو نفر من الليل قبيل طلوعه لا شی عليه فی الظاهر عن الامام. ولو نفر بعد طلوع الفجر قبل الرمی یلزمه الدم انفاقا." (ص۱۸۴)

اسی طرح شرح لباب میں ہے۔ (شرح لباب: ص۲۴۴)

پس اگر مغرب تک حدود منیٰ سے نہ نکل سکا تو ۱۳؍ تاریخ کی رمی کر کے جانا ہوگا تا کہ کسی مذہب اور قول میں دم لازم نہ آئے۔

۱۳؍ تاریخ کی رمی اشراق کے وقت جائز ہے، گو مکروہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب دن پھوٹ جائے (نکل آئے) ایام تشریق کے آخری دن میں تو رمی درست ہوجاتی ہے اور رخصت طواف بھی۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۵۲)

فائدہ: ۱۲؍ تاریخ کو آخری دن کی رمی ہے۔ سنت اور مشروع تو یہی ہے کہ زوال کے بعد متصلاً کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن بھی رمی زوال کے بعد کیا اور صحابہ کرام اور امت کا تعامل بھی اسی پر ہے، مگر اس آخری دن کی رمی اگر زوال سے پہلے کوئی کر گیا تو خلاف سنت مکروہ تنزیہی ہوا اور صحیح ہوگیا۔ ملا علی قاری کی شرح لباب میں ہے۔

"فان رمی قبل الزوال فی هذا اليوم صح مع الكراهة." (شرح لباب: ص۱۴۴)

غنیۃ میں "فان رمی قبل الزوال فی هذاليوم صح عند ابی حنيفة مع الكراهة التنزيهيه."

(شرح لباب: ص۱۸۴)

خیال رہے کہ جب اس دن رک گیا ہے تو اب رمی زوال کے بعد کر کے جائے کیوں امر مکروہ کا ارتکاب کیا جائے۔ جب سنت کی وجہ سے رکا ہے تو رمی بھی سنت کے مطابق کر کے جائے۔

اس دن عوام کا رکا رہنا جم غفیر ہے اور سورج نکلتے ہی رمی کر کے منیٰ سے جانے لگتا ہے لوگ اس ریلے کو دیکھ کر جانے لگ جاتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ سنت اتباع کے لائق ہے لوگوں کی بھیڑ جو کرے وہ کرنے کے لائق ہے۔ اکثر لوگ حج جیسی عبادت میں دوسرے کو جیسا دیکھتے ہیں ویسا ہی کرنے لگ جاتے ہیں، ایسا ہرگز نہ کریں۔ شریعت کو دیکھیں۔ سنت کو دیکھیں، صلحاء اور اتقیاء کے عمل کو دیکھیں۔

آخری دن ۱۳؍ کی رمی کے بعد منیٰ سے مکہ مکرمہ جانا سنت اور افضل ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایام تشریق کے تینوں دن منیٰ میں رہے اور جمرات کی رمی فرماتے جب زوال ہوجاتا۔ (ابوداؤد: ص۲۷۱، حاکم: ص۴۷۷، مسند احمد مرتب: ۱۲/۲۱۷، ابن حبان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تینوں دن (ایام تشریق) کی رمی کرنے کے لئے پیدل آتے جاتے اور یہ فرماتے کہ اسی

طرح آپ ﷺ بھی (تینوں دن کی رمی) کرتے۔ (القریٰ: ص ۵۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یوم النحر کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرتے تھے۔ اور پیدل آتے جاتے تھے۔

(شرح ملا علی قاری: ص ۲۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ منیٰ سے آخری دن نکلے۔ (ابوداؤد: ۶/ ۲۰۰)

آپ ﷺ نے جلدی نہیں کی بلکہ ایام تشریق (یعنی ۱۳ رتاریخ کو رمی کر کے آئے)۔ (حجۃ الوداع: ص ۱۸۰)

فَائِدَہ: آپ ﷺ آخری ایام تشریق ۱۳ رتاریخ کی رمی کر کے مکہ تشریف لائے تھے۔ زوال کے بعد حسب سابق رمی کی ظہر کے بعد منیٰ آتے ہوئے محصّب میں ٹھہرے۔ اس لئے آخری دن کی رمی کے بعد جانا افضل اور سنت ہے۔ عزالدین ابن جماعۃ لکھتے ہیں۔ "وتاخیر النفل الی الیوم الثالث افضل مطلقا ...... اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم." (ہدایۃ السالک: ۱/ ۲۱۸)

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں آپ ﷺ تیسرے دن کی رمی کر کے گئے تھے۔ "ولم یتعجل صلی اللہ علیہ وسلم فی یومین بل تاخر حتی اکمل رمی ایام التشریق الثلاثۃ." (زاد المعاد: ص ۲۹۱)

یعنی آپ جلدی سے دو ہی دن میں نہیں چلے آئے بلکہ ۳ ردن پورا کیا پھر آئے۔

شرح مناسک میں ہے: "والا فضل ان یقیم ویرمی فی یوم الرابع ای لفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم." (شرح مناسک: ص ۲۴۳)

ملا علی طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استکمل الایام الثلثۃ بمنی."

علامہ ابن حزم نے بھی آپ کے حج کی تفصیل کے ذیل میں اسے ذکر کیا ہے۔ "اقام بھا یوم النحر ولیلۃ القرو یومہ ولیلۃ النفر الاول ویومہ ولیلۃ النفر الثانی ویومہ وھذہ ایام تشریق وایام منی."

یعنی آپ ﷺ نے یوم النحر کے بعد ایام تشریق کے تینوں دن اور تینوں شب منیٰ میں قیام کیا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۲ رتاریخ کی رمی کے بعد آپ نہیں آئے بلکہ چوتھے دن کی رمی کے بعد آپ منیٰ سے آئے اس کے بعد ملا علی قاری چوتھے دن کی افضلیت اور تکمیل ایام کی تاکید اور ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ولذا صرح صحابنا والشافعیہ بان الا فضل ان یقیم لرمی یوم الرابع فانہ من باب تکمیل العبادۃ وللذین حسنو الحسنی وزیادہ." (شرح مناسک: ص ۲۴۴)

۱۳ رتاریخ آخری دن کی رمی بھی زوال کے بعد متصلاً کر کے جانا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ایام تشریق کی رمی زوال کے بعد فرماتے۔

(ابن خزیمہ: ۴/ ۲۱۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ تینوں دن کی رمی زوال سے پہلے نہ کی جائے۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۴۹)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں ہم لوگ انتظار کرتے رہتے تھے جب زوال ہوجاتا تب رمی کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ: ۵/ ۱۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یوم النحر کے بعد کی رمی آپ اسی وقت جب زوال ہوجاتا فرماتے۔

(اعلاء السنن، زاد المعاد: ۱/ ۲۸۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جمرات کی رمی زوال کے بعد فرماتے۔ (زاد المعاد، ترمذی، ابن ماجہ)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ آخری دن جو ۱۳ر تاریخ ہے اور رمی کا چوتھا دن ہے۔ جس طرح رمی کے لئے اس دن رکنا سنت ہے۔ اسی طرح رمی زوال کے بعد کر کے جانا سنت ہے۔ اولاً تو اس دن بہت کم لوگ رکتے ہیں۔ اور اگر کچھ لوگ رکتے بھی ہیں تو اتنی جلدی کرتے ہیں کہ رمی صبح کے بعد کر کے مکہ چل دیتے ہیں ایک سنت پر عمل کیا اور دوسری سنت چھوڑ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن بھی زوال سے متصلاً رمی فرمائی تھی۔ لہٰذا جب ایک سنت پر عمل کرلیا ہے تو دوسری سنت پر بھی عمل کرلینا چاہئے زوال سے قبل رمی کرنا جائز مگر کراہت کے ساتھ۔ شرح لباب میں ہے: "فان رمی قبل الزوال فی هذا الیوم صح مع الکراهة ...... وجه الکراهة مخالفة السنه."

(شرح لباب: ص ۲۴۴)

بہر حال زوال کے بعد متصلا اور ظہر سے قبل سنت ہے اور اس دن رمی کا وقت صرف مغرب تک ہے مغرب تک بہر صورت کرلینا ہے۔ اور اگر مغرب تک نہیں کیا تو پھر اس کے ذمہ ایک دم واجب ہوگیا۔ "وان لم یرم حتی غربت الشمس فات وقت الرمی وتعین الدم." (شرح لباب: ص ۲۴۴)

خیال رہے کہ گو رکنا سنت ہے مگر رکنے پر رمی واجب ہے، اور آخری دن رمی کا وقت مغرب ہی تک ہے۔

تیسرے دن کی رمی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رکے بلکہ منیٰ سے چلے آئے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے آخری دن نکلے۔ (ابوداؤد: ص ۲۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے دن کی رمی کے بعد ظہر سے پہلے منیٰ سے کوچ کر گئے۔ آپ نے تیسرے دن کی رمی زوال کے بعد کی اور منیٰ سے نکل پڑے اور محصّب میں رکے ظہر کی نماز ادا کی۔ (حجۃ الوداع: ص ۱۸۰)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ منیٰ کا آخری دن ۱۳ ہے، ۱۳ر کو زوال کے بعد رمی کرنے کے بعد آپ منیٰ سے نکل گئے ظہر کی نماز تک مکہ مکرمہ کے وادی محصّب یا بطحا تشریف لے آئے۔

لہٰذا اب ظہر کے بعد منیٰ میں رکنا اور قیام کرنا خلاف سنت ہے منیٰ کا آخری منسک تیسرے دن کی رمی اسے کیا جاچکا اب رکنے کا کیا مطلب۔

خدانخواستہ اگر مغرب تک رکا رہا اور رمی نہ کر سکا تو اس پر ایک دم قربانی واجب ہو جائے گی۔ ”وان لم یرم حتی غربت الشمس فات وقت الرمی اداءً وقضاء وتعین الدم.“ (شرح لباب: ص۲۴۴)

خیال رہے کہ اس دن رکنے والے صبح کے وقت رمی کر کے نکل جاتے ہیں۔ یہ جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ جب اس دن رک گئے ہیں اور ایک افضل وسنت پر عمل کیا ہے تو رمی کیوں خلاف سنت کر رہے ہیں سنت جس طرح رکنا ہے اسی طرح سنت زوال کے بعد رمی کا کرنا ہے۔ صبح اور زوال میں کتنا فرق ہے اگر کوئی ازدحام یا مشقت و پریشانی کا اندیشہ نہ ہو تو زوال کے بعد رمی کر کے سنت کے موافق آئیں۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ آپ نے رمی زوال کے بعد کیا اور منیٰ سے چلے آئے محصّب (مکہ میں) ظہر ادا کی۔

منیٰ کے قیام میں نفلی طواف کرنا سنت سے ثابت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کے قیام کے زمانہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ (بخاری: ص۲۳۳، سنن کبریٰ: ص۱۴۶)

طاؤس کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کی راتوں میں ہر رات طواف زیارت فرمایا کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ: ۵/۱۴۶، عمدۃ القاری: ۱۰/ ۶۸، فتح الباری: ص۴۴۷)

فائدہ: ایام تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں منیٰ میں رات کو رکنا اور قیام کرنا سنت ہے آپ ان راتوں میں بیت اللہ کا طواف فرمایا کرتے تھے۔ طواف کر کے منیٰ چلے آتے تھے وہاں رکتے نہیں تھے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ قیام منیٰ کے دوران حرم میں طواف کے لئے جانا سنت سے ثابت ہے یہ نفلی طواف سے سہولت ہو کوئی پریشانی نہ ہو کرنے کی اجازت ہے۔

اعلاء السنن میں ہے: ”انه کان ینزل من منیٰ اتی مکة لزیارة البیت وطوافه تطوعاً کل لیلة.“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے مکہ تشریف لاتے بیت اللہ کی زیارت کے لئے اور شب میں نفلی طواف فرماتے۔

(اعلاء السنن: ۱۰/ ۱۶۷)

کسی کی معرفت اپنے سامان کو پہلے بھیج دینا سخت منع ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو منیٰ سے اپنے سامان کو کوچ کرنے سے پہلے بھیج دے اس کا حج نہ ہوگا۔ (یعنی مقبول نا کامل)۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء: ص۱۹۳)

فائدہ: حاجیوں کا منیٰ میں رہتے ہوئے اپنے سامان بستر وغیرہ کو پہلے کسی آدمی کی معرفت بھیج دینا سخت منع ہے یہ دلیل ہے دل سامان میں اور جسم منیٰ میں۔ ایسی صورت میں آدمی منیٰ میں رہتے ہوئے دل کو حاضر نہیں رکھتا جو

ایک عبادت اور بندگی کے خلاف ہے۔ عنیۃ الناسک میں ہے: ''یکرہ تنزیھا ان یقدم ثقلہ الی مکۃ ویقیم بمنیٰ لیرمی.'' (عنیۃ الناس: ص ۱۷۹)

چنانچہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ۱۲ رکو صبح ہی اپنا سامان پہلے اپنے جائے قیام پر کسی آدمی کی معرفت بھیج دیتے ہیں پھر یہ جلدی سے رمی کر کے چلے آتے ہیں۔ یہ عجلت اللہ کو پسند نہیں اسی وجہ سے حضرت عمر ایسا کرنے پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ اور حج کامل نہ ہونا فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ جب منیٰ سے رمی کر کے فارغ ہو جائے تو اطمینان سے جائے۔ یہاں کا قیام اور یہاں کی رمی عین عبادت ہے۔ اور حج کے ان مناسک میں سے ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے اور اس کی اہمیت اتنی ہے کہ اس کے ترک کرنے سے دم قربانی کا وجوب ذمہ میں ہو جاتا ہے۔

ہاں البتہ یہ صورت جائز ہے۔ رفقاء کے ساتھ سامان لے کر نکلیں۔ اور رمی کے قریب ایک دو احباب کو سامان پر بٹھا دیں۔ باقی حضرات جائیں رمی کر کے آجائیں۔ پھر جو باقی حضرات سامان کی نگرانی میں تھے ان کو رمی کے لئے بھیج دیں جب وہ رمی سے فارغ ہو کر آجائیں تو اب سب لوگ اپنا اپنا سامان اٹھا کر حسب سہولت مکہ جائے قیام گاہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

رمی میں ایک دوسرے کو دھکا دینا اذیت دے کر رمی میں سبقت کرنا حرام ہے

حضرت سلیمان بن عمر بن الاحوص بن امہ کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یوم النحر میں نشیب میں کھڑے ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کر رہے تھے۔ اور آپ سوار تھے ہر رمی کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے ایک شخص آپ پر پیچھے سے (دھوپ کی وجہ سے) پردہ کئے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ فضل بن عباس ہیں۔ لوگوں کا ازدحام ہو گیا اور بھیڑ ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو (رمی کرنے میں) ایک دوسرے کو مت مارو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنے آپ کو مصیبت میں مت ڈالو۔

(شرح مسند: ۱۲/۱۷۰، ابوداؤد: ص ۲۷۱، کنز العمال: ۵/۷۸)

حضرت قدامۃ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی اونٹنی پر رمی فرما رہے تھے۔ نہ کسی کو مارنا تھا نہ کسی کو دھکا دینا تھا۔ نہ یہ کہنا تھا کہ ادھر جاؤ۔ ادھر جاؤ۔ (ترمذی: ۱/۱۸۱، ابن خزیمہ: ۴/۲۷۶)

فَائِدَۃ: عموماً رمی میں لوگ ایک دوسرے کو دھکا دینے میں بھیڑ کے بیچ گھس جاتے ہیں۔ جتھہ بنا کر جاتے ہیں اور لوگوں کو دھکے دیکر ہٹاتے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے ہر سال کچھ نہ کچھ ناخوشگوار واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر ہر شخص اطمینان اور سنجیدگی سے کرے خواہ ذرا تاخیر سے ہی تو یہ ناخوشگوار واقعات پیش نہ آئیں۔ لوگوں کا ازدحام ہوتا

ہے ایسے موقعہ پر بہت خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ دھکے، جلدی بازی اور دوڑ وغیرہ سے کوئی نامناسب لوگوں کی ہلاکت کا واقعہ پیش نہ آجائے۔

ہر سال کچھ نہ کچھ واقعہ اس وجہ سے پیش آجاتا ہے کہ لوگ جلدی سے رمی کرنے کے لئے بے تحاشہ بھیڑ لگا لیتے ہیں۔ اس بھیڑ میں کوئی گڑ بڑی ہوجاتی ہے۔ لوگ بے تحاشا بھاگتے ہیں جس کی وجہ سے عورتیں اور کمزور ضعیف لوگ عموماً گر جاتے ہیں۔

پھران کے اوپر سے ایک ریلا بھاگتا ہے جس کی وجہ سے یہ دب کر شہید ہوجاتے ہیں۔ بھیڑ اتنی ہوتی ہے کہ آدمی ترتیب سے ہی ہٹ اور چل سکتا ہے۔ دوڑ بھاگ کر یا پیچھے ہٹنے اور دھکا دینے پر سوائے گرنے اور مرنے کے کوئی سوال نہیں ہونا۔ اس لئے رمی میں جلد بازی نہ کرے۔

ازدحام کی وجہ سے رات میں رمی مکروہ نہیں بلکہ مشروع و مطابق سنت

حضرت عطاء بن رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ وہ رات کو جمرات کی رمی کرلیا کریں۔ (سنن کبریٰ: ۱۵۱/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں سے فرمایا کہ دن میں چرالیا کریں اور رات میں رمی کرلیا کریں۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۵۱)

فتح القدیر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں کو اجازت دی ہے کہ وہ رات میں رمی کریں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے اس کی روایت کی ہے۔

اسی طرح حضرت عطاء سے مرسلا روایت ہے۔

ابن ہمام نے بیان کیا کہ رات سے مراد گذشتہ رات نہیں بلکہ دن کے بعد جو رات آئے گی وہ مراد ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کی رمی طلوع سے پہلے کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔

اور جن لوگوں نے رات میں مکروہ کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے بلا عذر کے محض غفلت اور سستی کی وجہ سے موخر کر رہا ہو۔ عذر، مثلاً ازدحام بھیڑ کو بہت رہتی ہے تو ایسی صورت میں ضعف کمزور اور بیماری کے لئے پریشانی ہی نہیں ہلاکت اور موت کا سبب بن جاتا ہے۔ لہٰذا عذر کی وجہ سے بالکل کراہت نہیں۔ بہت سے بہت افضل کا ترک ہے۔ اور ہلاکت اور پریشانی کی وجہ سے افضل کا ترک کرنا واجب ہوجاتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا لازم ہوجاتا ہے۔ عذر کی وجہ مکروہ نہیں جیسا کہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے۔

رمی کے متعلق چند اہم مسائل کا بیان

❶ رمی کے لئے کنکریوں کا پھینکنا ضروری ہے۔ اگر کنکریاں جمرات پر رکھ دی گئیں تو رمی نہ ہوگی۔

❷ رمی ہاتھ سے کرے۔ اگر رمی تیر سے کیا یا غلیل سے کیا تو درست نہیں۔
❸ بلا واسطہ رمی کرنے والے سے رمی کا جمرات پر گرنا، اگر رمی کرنے والے نے رمی کی کنکری کسی دوسرے کے ہاتھ آ گئی اس نے جمرہ پر پھینک دی تو یہ رمی نہ ہوگی۔
❹ ایک مرتبہ میں ایک ہی کنکری مارے اگر ایک مرتبہ میں ۵/یا ۷/مارے تو ایک ہی رمی ہوگی۔
❺ اپنی رمی خود کرنا، کسی کو نائب نہ بنانا۔ خواہ ضعیف و عورت ہی کیوں نہ ہو، مزید رمی کی نیابت کے ذیل میں دیگر نیابت کے مسائل مذکور ہیں۔
❻ کنکریاں پتھر اور زمین کے جنس سے ہو۔ اس کے علاوہ سے رمی جائز نہیں مثلاً لکڑی سے رمی کی یا جوتے چپل یا چمڑے کے ٹکڑے سے رمی کی تو گناہ بھی ہوا رمی بھی نہیں ہوئی۔
❼ رمی کے اوقات میں رمی کرنا۔ مثلاً گیارہ تاریخ کی رمی زوال سے پہلے کی تو رمی نہ ہوگی۔
❽ رمی کی کل تعداد پوری کرے۔ یا اکثر رمی کرے چنانچہ ۴/کر لی اور ۳ چھوڑ دیا۔ نہ ہونے کے حکم میں ہوا تو جزا واجب ہوگی اور ۳/کیا اور ۴/چھوڑ دیا تو رمی نہ ہونے کے حکم میں ہوا دم واجب ہو جائے گا۔
❾ ۱۱، ۱۲، ۱۳ کی رمی ترتیب سے کرنا۔ پہلے جمرہ اولیٰ پھر بیچ والے کی پھر جمرہ عقبہ کی کرنا۔
❿ کنکریوں کا جمرات کے قریب کرنا۔ ۳ ہاتھ کے قریب کرنا۔ موجودہ دور میں گول دائرہ بنا دیا گیا ہے اسی میں گرے۔ اگر باہر گر گئی تو رمی نہ ہوگی۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۵)
⓫ رمی قربانی اور حلق سے پہلے ضروری ہے۔ اس کے خلاف کرنے سے دم واجب ہو جائے گا۔ چونکہ ان تینوں کے درمیان ترتیب واجب ہے۔
⓬ ہر حاجی کے لئے رمی کرنا خود واجب ہے اس کے ترک سے دم واجب ہو جاتا ہے۔
⓭ اگر رمی وقت کے بعد کی مثلاً دوسرے دن صبح صادق کے بعد کی تو دم واجب ہو جائے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۰)
⓮ اگر صبح صادق ہو گیا تو رمی کا وقت قضاء ہے رمی بھی کرے اور دم بھی ادا کرے۔

رمی دور سے کیا مگر کنکری گول دائرے کے اندر ہی گری تو رمی ہو گئی۔ (مناسک: ص ۲۴۵)

رمی کی کنکری گر گئی یا دائرے سے باہر گر گئی تو پھر دوبارہ اسی کنکری کو اٹھا کر رمی کی تو رمی صحیح ہو گئی۔ اگر دوسرے کنکری کو اٹھا کر رمی کی جو وہاں پڑی ہوئی تھی تو رمی مکروہ ہوئی۔

اگر کسی کی نیابت میں بھی رمی کرنی ہے تو پہلے اپنی رمی کرے پھر دوسرے کی جانب سے کرے۔

(شرح مناسک: ص ۲۴۷)

اصل تو رمی کنکریوں سے کرنا ہے جو سنت ہے۔ اگر کسی نے مٹی کے ڈھیلے سے رمی کی یا اینٹ کے ٹکرے سے

کی یا ذرا بڑے پتھر سے کی تو رمی صحیح ہوگئی۔ مگر سنت کے خلاف ہوئی۔

اگر رمی سونے یا چاندی، موتی، مونگا، مرجان ہیرے جواہر یا لکڑی کے ٹکڑے سے کی تو رمی نہ ہوئی دوبارہ کنکری سے کرنی ہوگی ورنہ دم واجب ہو جائے گا۔

جمرات پر جوتے چپل وغیرہ کو پھینکنا حرام ہے۔ اس سے شیطان کو بجائے تکلیف کے اور خوشی ہوتی ہے۔

(شرح مناسک: ص ۲۴۹)

اگر رمی بیٹھ کر کی تو درست ہے۔

کسی طرف سے رمی کرے سب جائز ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ منیٰ کو دائیں طرف کعبہ کو بائیں طرف اور جمرات کو بالکل سامنے رکھ کر رمی کرے۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۴)

اگر رمی میں شک ہوگیا کہ ۶ ر ہوئے کہ سات تو شک کو دور کرنے کے لئے ایک اور کرلے اگر ۸ ر کنکری کی رمی کی تو یہ مکروہ ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۸)

اگر بھولے سے سات سے زائد کر دی تو یہ مکروہ نہیں رمی درست ہوگئی۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۰)

رمی کے لئے جو کنکریاں مزدلفہ یا اس کے قریب سے چنی گئیں ہیں ان کو دھولینا بہتر اور مستحب ہے۔

(شرح مناسک: ص ۲۴۲)

رمی کے لئے کنکریاں مٹر و چنے کے کھجور کی گٹھلی کے برابر ہوں گی۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۰)

رمی کی مکروہات کا مختصر ذکر:

❶ بڑے پتھر سے رمی مکروہ ہے۔

❷ جوتے چپل سے مارنا حرام ہے۔ اور رمی نہ ہوگی۔ ہاں ۷ ر کنکری مار کر پھر چپل جوتے سے مارا تو رمی ہوگئی اور یہ چپل مارنا حرام ہوا۔

❸ سات سے زائد رمی مکروہ ہے۔

❹ ناپاک مقام کی کنکری سے یا مسجد کے پاس کی کنکری سے رمی مکروہ ہے۔

❺ جمرات کے پاس کی گری کنکری اٹھا کر رمی کرنا مکروہ ہے۔

❻ مسنون طریقہ کے خلاف رمی مکروہ ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۱)

❼ دھکے دیکر ہاتھوں سے، دھکیل کر دوسرے کو ہٹا کر رمی کرنا حرام ہے۔ رمی ہو جائے گی مگر ان حرکتوں کا گناہ ملے گا۔

❽ رمی بائیں ہاتھ سے کرنا مکروہ ہے ہاں اگر معذور مجبور ہو تو کوئی بات نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۴)

❾ رمی کو غفلت کے ساتھ بلا ذکر الٰہی، بغیر تکبیر کہے کرنا مکروہ ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۴)

❿ جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے بعد دعا نہ کرنا جیسا کہ آج کل لوگ جلدی کی وجہ سے کرتے ہیں خلاف سنت مکروہ ہے۔

⓫ باوجود جمرات کے خالی رہنے کے اور سہولت کے غفلت اور تساہل کی وجہ سے دن کو مغرب تک رمی نہ کیا رات میں کیا تو مکروہ ہوا لیکن از دحام اور بھیڑ کی وجہ سے رات میں کیا تو مکروہ نہیں۔ ضعف کی وجہ سے نہ کر سکا تو مکروہ نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۱)

⓬ یوم النحر دسویں تاریخ کو صرف جمرہ کی رمی ہوگی۔

⓭ اس کا مستحب وقت طلوع شمس کے بعد سے ہو جاتا ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۴)

⓮ پہلی رمی کرتے ہی تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے گا۔

⓯ ہر کنکری پھینکتے وقت "بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر. رغما للشیطان ورضا للرحمن اللھم اجعلہ حجا مبروراً وسعیاً مشکورا وذنبا مغفورا." پڑھے۔

⓰ رمی کرنے والے اور جمرہ جو پتھر کا ستون ہے اس درمیان کم از کم ۵ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔

⓱ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی سے کنکری پکڑے۔

⓲ کنکری مارتے وقت ہاتھ اتنا اٹھائے کہ بغل کی سفیدی کھل جائے اور نظر آجائے۔

⓳ ۱۰ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد دعا کے لئے نہیں رکے۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۴)

⓴ رمی سے حسب سہولت فارغ ہونے کے بعد قربانی کی جانب متوجہ ہو جائے۔

㉑ اگر مفرد ہے تو قربانی مستحب ہے۔ اور اگر قارن یا متمتع ہے تو قربانی واجب ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۲۶)

رمی چھوٹ جائے یا موخر ہو جائے اس کے متعلق چند مسائل

❶ اگر دن میں کسی بھی دن رمی نہیں کیا تو اس دن کے بعد آنے والی رات میں کر لیا تو رمی ہوگئی (شرح مناسک: ۲۴۱)

❷ رمی کے سلسلے میں دن کے بعد آنے والی رات دن کے حکم میں ہے۔ دن کے تابع ہوگی اگلے دن کی رات نہ ہوگی۔ پس اگلے دن کی رمی رات میں پہلے ہی کر لی تو رمی صحیح نہ ہوگی۔ دوبارہ دن میں رمی ہوگی یا دن کے بعد ہونے والی رات میں۔

❸ اگر رات میں بھی رمی نہ کر سکا یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی تو اب رمی بھی کرے گا اور دم بھی دے گا۔
(شرح مناسک: ص ۲۴۱)

❹ اگر نہ رمی پہلے دن کی نہ دوسرے دن نہ تیسرے دن رمی کی یعنی ایام تشریق کی ۱۲ ر تک کوئی رمی نہ کر سکا خواہ

بیماری کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے تو ۱۳؍تاریخ کو وہ تینوں دن قضا کرے گا اور دم بھی دے گا۔

(شرح مناسک: ص ۲۴۱)

❺ اور اگر ۱۳؍ کا سورج ڈوب گیا اور قضا بھی نہ کر سکا تو اب رمی کا وقت نکل گیا صرف دم دینا ہوگا۔

(شرح مناسک: ص ۲۴۱)

تمام دن کی رمی کے اوقات ابتداء وانتہا کا بیان

دسویں تاریخ یوم النحر جمرہ عقبہ کی رمی کا وقت طلوع شمس سے شروع ہو کر دن بھر پھر اس کے بعد رات بھر صبح صادق تک رہتا ہے یعنی قریب ۲۳؍ گھنٹہ رہتا ہے۔

صبح کے بعد اس کا وقت قضا ہو جاتا ہے اس وقت رمی کرنے سے دم واجب ہو جائے گا۔

۱۱-۱۲ کی رمی کا وقت زوال شمس سے شروع ہو کر دن بھر اس کے بعد کی رات تک رہتا ہے صبح صادق ہونے سے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

اگر کسی نے ۱۱-۱۲ کی رمی نہیں کی خواہ کسی عذر و مجبوری کی وجہ سے اور صبح صادق ہوگئی تو اب اسے رمی بھی کرنی ہوگی اور دم بھی دینا ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۱)

۱۳؍تاریخ جو ایام تشریق کا آخری دن ہے جس دن کا رکنا مستحب ہے رک جانے پر رمی کر کے جانا واجب ہے۔ اس دن رمی کا وقت فجر سے شروع ہو کر غروب شمس تک رہتا ہے یعنی ۱۴؍ گھنٹے قریب۔ مغرب تک رمی کر لینی واجب ہوگی اگر مغرب تک نہیں کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۱)

۱۱؍تاریخ کی رمی اگر زوال سے پہلے لاعلمی میں یا کسی کے کہنے سے کر لیا تو زوال کے بعد اس کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر صبح صادق تک اعادہ نہیں کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۳۷)

۱۲؍کی رمی زوال سے قبل کر لیا اور منیٰ میں رہا تو اعادہ واجب ہوگا اور صبح صادق تک اعادہ نہ کرنے سے دم واجب ہو جائے گا۔

رمی کے لئے کسی کو نائب بنانے کے متعلق چند ضروری مسائل

رمی کو خود سے ادا کرنا ضروری ہے۔ بلا عذر شرعی جس کی تفصیل آ رہی ہے۔ معمولی پریشانی کی وجہ سے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں رمی ادا نہیں ہوتی دم واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ضعیف کمزور ہے یا مریض ہے تو وہ اگر سواری پر رکشہ وغیرہ پر جمرات تک جانے کی طاقت رکھتا ہے تو یہ کسی کو نائب بنا کر رمی نہیں کرا سکتا ہے خود سواری یا کسی کی پیٹھ پر جا کر رمی کرے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۴۸)

گھٹنہ بیکار ہے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے بیٹھ ہی کر پڑھتا ہے۔ اس سے کھڑے ہو کر ہلا نہیں جاتا

کمر یا گھٹنے یا اور کسی وجہ سے تو یہ شخص اپنا نائب بنا کر رمی کرواسکتا ہے۔ (شرح مناسک: ص۱۰)

رمی کی وہ صورتیں جن سے دم یا صدقہ واجب ہو جاتا ہے

رمی کے سلسلے میں جو واجبات ہیں ان میں سے کسی بھی واجب کو چھوڑ دینے پر دم واجب ہو جاتا ہے۔
(شرح مناسک: ص۳۵۹)

رمی واجب ہے۔ اس کے چھوڑ دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے۔ ۱۰/۱۱/۱۲ کی رمی واجب ہے۔ رمی کو وقت پر ادا نہ کرنے سے وقت قضا مثلاً دوسرے دن صبح صادق کے بعد کرنے سے دم واجب ہو جاتا ہے اگر دسویں کی رمی میں ۴ ر یا ۴ سے زائد کنکریاں ماریں یعنی زیادہ کر لیا کم باقی رہ گئیں تو واجب ادا ہو گیا اب اس پر دم واجب نہیں۔ اب ۲ یا ۳ کنکری جو چھوٹی ہیں اس میں ہر کنکری کے بدلہ نصف صاع گیہوں کا صدقہ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (شرح مناسک: ص۲۵۹)

اگر دسویں کی رمی میں ۳ رہی کنکریاں ماریں، بعد میں اس کمی کو پورا نہ کیا اور صبح صادق ہو گیا تو قضا بھی کرے اور دم بھی دے۔

۱۱۔۱۲۔۱۳ کو تینوں جمرات پر ۷ر۷ر رمی کرنی پڑتی ہے اس طرح ۲۱ر کنکریاں ماری جائیں گی۔ اگر ان دنوں میں سب ۲۱ر چھوڑ دیں۔ یا اکثر مقدار مثلاً ۱۱۔۱۲۔ چھوڑ دیں اور رات تک نہیں کیا صبح ہو گئیں تو دم واجب ہو گیا۔ خواہ قضا کرے تب بھی تاخیر کی وجہ سے۔ (شرح مناسک: ص۳۵۸)

اگر یوم النحر میں ایک یا دو باتیں چھوڑ دیا اور دس کنکریوں تک باقی ایام تشریق میں چھوڑ دیا۔ یعنی اکثر مقدار ادا کر دیا تو باقی جتنی کنکریاں رہ گئی ہیں وقت کے اندر پورا کرے ورنہ ہر ایک کنکریاں جو چھوٹی ہیں ان کے بدلے نصف صاع ایک کلو ۶ر سو گرام صدقہ کرنا پڑے گا یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

اگر تیرہ تاریخ کی رمی مغرب تک نہیں کر سکا تو اب بعد میں بھی نہیں کرے گا دم ادا کرنا ہوگا۔ اگر تینوں دن کی رمی نہ کر سکا خواہ عذر یا مجبوری کی وجہ سے تو اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا۔ (شرح مناسک: ص۳۵۸)

رمی سے متعلق عورتوں کے کچھ مسائل

رمی کے سلسلے میں عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی فرق نہیں جو احکام اور طریقہ مردوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں وہی عورتوں کے لئے ہیں۔ (شرح مناسک: ص۲۴۹)

عورتوں کے لئے دن کے مقابلہ میں رات مغرب کے بعد رمی بہتر ہے۔
اگر اپنے محرم مرد کے ساتھ دن میں بھی کرے تو کوئی قباحت نہیں۔
اژدحام اور بھیڑ کے باوجود عورت رمی کریگی نائب بنانا درست نہیں۔

رمی کا وقت ہر دن صبح صادق تک ہے ہر وقت ازدحام نہیں رہتا جب بھیڑ میں کمی دیکھے رمی کرلے۔ ڈر اور خوف کی وجہ سے کہ عورت رمی کے لئے کسی کو نائب بنادیتی ہے یہ بالکل درست نہیں۔

عورت بھی کنکری ہاتھ اٹھا کر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پھینکے گی۔

نیل الکمال فی تحقیق الرمی قبل الزوال

کیا ایام تشریق کی رمی زوال سے پہلے جائز ہے؟ تحقیق وتفصیل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں رمی چاشت کے وقت کیا۔ اور اس کے بعد (ایام تشریق کی رمی) زوال کے بعد کیا۔ (بخاری: ص ۲۳۵، مسلم: ۱/۴۲۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ (صحابہ کرام) انتظار میں رہتے تھے جب زوال ہوجاتا تب رمی کرتے۔ (بخاری: ص ۲۳۵)

تمام احادیث وروایات حضرات صحابہ کرام کے آثار تابعین کرام کے اقوال وفتاوی محدثین کرام فقہاء عظام کی عبارتوں میں بالکل صاف اور واضح طور پر ہے کہ ۱۱/۱۲ تاریخ کی رمی زوال سے پہلے درست نہیں ممنوع ہے۔ اس پر اجماع ہے اور تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ اور جنہوں نے اختلاف کیا ہے اسے جمہور علماء نے قبول نہیں کیا ہے۔

❶ علامہ عینی حضرت ابن عباس کے قول جو بخاری میں ہے ہم لوگ زوال کے انتظار میں رہتے جب زوال ہوجاتا تب کرتے کہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ "وعندالجمهور لا يجوز الرمى فى ايام التشريق وهى الايام الثلاثه الا بعد الزوال." (عمدۃ: ۱۰/۸۶)

حدیث جابر جس میں زوال کے بعد آپ کی رمی کا ذکر ہے۔ لکھتے ہیں: "ان الرمى فى ايام التشريق محله بعد الزوال وهو كذلك وقد انفق عليه الائمة."

لہٰذا اگر زوال سے پہلے کرلے گا تو اعادہ دوبارہ کرنا ہوگا۔ "وان رمى فى اليوم الاول او الثانى قبل الزوال اعاد." (عمدۃ: ۱۰/۸۶)

❷ رسالۃ حجۃ الوداع میں شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں۔ "لأن الرمى بعد يوم النحر لا يجوز عند الائمة الاربعة قبل الزوال الشمس."

اسی طرح حاشیہ بذل میں بھی لکھا ہے۔ "لا يجوز رمى ايام التشريق قبل الزوال او عند الائمة السنة الا عند ابى حنيفة فى يوم النفر الثانى خاصة." (حاشیہ بذل: ص ۱۷۲)

❸ اعلاء السنن میں ایام تشریق کی رمی کے وقت کے متعلق حدیث "کنا نتحین" کے تحت ہے۔ "دلیل علی ان وقت الرمی فی هذه الایام اذا زالت الشمس لا قبله." پھر اذا زالت الشمس کے ذیل میں ہے۔ "هذه الروایات تدل علی انه لایجزی رمی الجمار فی غیر یوم الاضحی قبل زوال الشمس." (اعلاء السنن: ۱۰/۱۷۷)

❹ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں: "ولا شك ان المعتمد فی تعین الوقت للرمی فی الاول من اول النهار وفیما بعده من بعد الزوال لیس الا بفعله."

❺ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ابن نجیم مسلک احناف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اول وقته فی ثانی النحر وثالثه حتی لورمی قبل الزوال لا یجوز." (بحر الرائق: ۲/۳۷۴)

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں زوال سے قبل رمی ناجائز ہونے کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "فلا یجوز تقدیم رمی یوم علی زواله اجماعا علی زعمه الماوردی."

پھر قبل الزوال مشروع نہ ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "فلا یدخل وقته قبل الوقت الذی فعله فیه علیه الصلوة والسلام کما لا یفعل فی غیر ذلك المکان الذی رمی فیه."

(بحر الرائق: ص ۳۴۶)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح جس مکان اور جس جگہ آپ نے رمی کی ہے اس کے علاوہ دوسری جگہ رمی نہیں کر سکتے اسی طرح جس وقت آپ نے رمی کی ہے اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں رمی نہیں کر سکتے۔ رمی ان افعال میں سے ہے جس میں قیاس کو دخل نہیں "کذلك مع انه غیر معقول." جمہور علما کے نزدیک ایام تشریق کی رمی کا وقت زوال کے بعد ہوتا۔ اس میں کسی محقق کا اختلاف نہیں ہے۔

ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں: "هذه سنة رمی فی ایام التشریق عند الجمیع لا یختلفون فی ذلكِ. واختلفوا اذار ما ها قبل الزوال فی ایام التشریق فقال جمهور العلما من رماها قبل الزوال اعاد رمیها بعد الزوال وهو قول مالك والشافعی واصحابهما والنووی احمد وابی ثور واسحاق." (استذکار: ۱۳/۲۱۵)

علامہ بنوری کی معارف السنن میں ہے: "ثم الرمی فی ایام التشریق محله بعد زوال الشمس وقد اتفق علیه الائمة وخالف ابو حنیفة فی الیوم الثالث فیجوز عنده الرمی قبل الزوال استحسانا." (معارف السنن: ۶/۲۳۴)

مجمع الانہر میں ہے: "فیرمی الجمار الثلث فی الیوم الثانی من ایام النحر بعد الزوال وهو

المشهور." (مجمع الانہر:۱/۲۹۱)

فقہ حنفی کے ایک ضعیف شاذ قول میں ہے جو ظاہر روایت اور مشہور قول کے خلاف ہے

احناف کے ایک ضعیف غیر مشہو غیر ظاہر روایت میں گنجائش تحقیق

خیال رہے کہ صرف مسلک احناف کے ایک قول میں جو ضعیف ہے غیر مشہور ہے اور ظاہر روایت کے خلاف ہے اس میں ہے کہ ۱۲ر کی رمی زوال سے پہلے کرے تو گنجائش ہے۔ مگر اس ضعیف قول کو خود محققین احناف نے رد کر دیا ہے۔ اور قبول نہیں کیا ہے۔ مسائل و فتاوی احناف کے جو اصول ہیں اس کے خلاف ہے۔ اس لئے نہ اس پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اسے قبول کیا جاسکتا ہے نہ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اولاً اس قول کو بیان کیا جاتا ہے پھر اس قول کے مردود اور نا قابل قبول فتویٰ ہونے کو بیان کیا جاتا ہے۔ ائمہ اربعہ، اور دیگر جمہور علماء امت حتیٰ کہ جمہور علماء احناف کے خلاف یہ حسن بن زیاد کا قول ہے کہ زوال سے قبل ۱۱ر۱۲ کی رمی جائز ہے۔

"كذافي المبسوط السر خسي روى الحسن عن ابي حنيفة رحمهما الله ان كان نصده ان يتعجل النفر الاول فلا باس ان يرمى فى اليوم الثالث قبل الزمان." (مبسوط:۴/۶۷)

یعنی اس شرط کے ساتھ زوال سے پہلے ۱۲ر کی رمی حسن بن زیاد کے نزدیک جائز جب کہ اسی دن منیٰ سے نکل جانے کا ارادہ ہو۔ اسی طرح حسن بن زیاد کا قول عنایہ میں بھی ہے۔ (عنایہ علی الفتح:۲/۵۰۰)

معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ اربعہ کے خلاف صرف ایک قول میں ۱۲ر کی رمی زوال کے قبل اس شرط کے ساتھ ہے کہ اسی دن منیٰ سے نکل جائے۔

پس اگرچہ یہ قول ہے مگر یہ قول مشہور اور ظاہر روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل فتویٰ نہیں۔ خود مبسوط بں علامہ سرخسی نے لکھا اس کے خلاف ظاہر روایت قول بیان کیا ہے۔ اور اسی کو موئد بالحدیث والروایۃ قرار دیا ہے۔

"فى ظاهر الرواية بقول هذا اليوم نظير الثانى فان النبى صلى الله عليه وسلم رمى يه بعد الزوال فلا يجزيه قبل الزوال." (مبسوط سرخسی:۴/۶۸)

احناف میں محقق ابن ہمام کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے۔ علامہ شامی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مرتبہ جتہاد پر فائز ہیں۔ انہوں نے حسن بن زیاد کے قول کی بڑی شدت سے تردید کی ہے کہ جب آپ نے یوم النحر میں وال سے قبل یوم النحر کے علاوہ ایام تشریق میں زوال کے بعد رمی کی ہے تو معلوم ہوا کہ زوال کے بعد ہی وقت ہوتا ہے یوم النحر پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے چونکہ حج کے امور قیاس سے بالاتر ہوتے ہیں جس طرح محل رمی میں عقل یاس کو دخل نہیں اسی طرح وقت میں دخل نہیں لہٰذا منقول میں عقل کو دخل نہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "ولا شك ان المتعمد فی تعیین الوقت للرمی فی الاول من اول النهار وفیما بعده من بعد الزوال لیس الا فعله علیه الصلوة والسلام کذلك مع انه غیر معقول فلا یدخل وقته قبل الوقت الذی فعله فیه علیه الصلوة والسلام کما لا یفعل فی غیر ذلك المکان الذی رمی فیه علیه الصلاة والسلام وانما رمی علیه الصلاة والسلام فی الرابع بعد الزوال فلا یرمی قبله وبهذا الوجه فیدفع المذکور لا بی حنیفة لو تری بطریق القیاس علی الیوم الاول لا اذا قرر بطریق الدلالة."

پھر ظاہر روایت کے قول کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "وجه الظاهر ما قدمناه من وجوب اتباع المنقول لعدم المعقولیة." (فتح القدیر: ص ۵۰۰)

ٹھیک اسی دلیل سے ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں حسن بن زیاد کی تردید کرتے ہیں۔ جس قیاس کی بنیاد پر زوال سے قبل رمی کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ نہ تو محل قیاس ہے اور نہ قیاس صحیح ہے۔ رمی کا مسئلہ خلاف تمثیل ہے لہٰذا اس میں آپ سے جو نقل ہے اسی کی اتباع کی جائے گی۔ "اتباع المنقول لعدم المعقولیه." اسی طرح چوتھے دن کی رمی پر بھی اس کا قیاس درست نہیں چونکہ ۱۲ ر کی رمی واجب ہے ترک کسی صورت میں نہیں ہے اور ۱۳ ر کی رمی کوچ کر جانے پر متروک ہو جائے گی۔ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ "ولم یظهر اثر تخفیف فیها بتجویز الترك لیفتح باب التخفیف بالتقدیم." (فتح القدیر: ص ۵۰۰)

اسی طرح ملا علی قاری بھی ابن ہمام ہی کی طرح بالکل گنجائش کے قائل نہیں ہیں۔ ملا علی قاری کو حج کے مسائل میں جلالت شان اور فوقیت حاصل ہے۔ حج کے مسائل میں ملا علی قاری کی شرح لباب جیسی جامع اور مفصل کتاب آج تک نہیں پائی گئی ہے۔ وہ بھی بہر صورت ۱۲ ر کو زوال سے پہلے رمی کے بالکل قائل نہیں ہیں۔

حاشیہ شرح لباب میں اس حسن بن زیاد کے قول پر بڑی سخت تردید کی ہے۔ مستحکم قواعد واصول کی روشنی میں اسے مردود قرار دیتے ہوئے اس پر عمل کرنا ناجائز قرار دیا ہے۔ دیکھئے سخت پکڑ ہے۔

ما قیل من روایة جوازه قبل الزوال فی یومین المتوسطین ومن روایة جوازه فی خصوص ثالث النحر لمن اراد النفر غیر صحیحتین خلاف الظاهر الروایة وخلاف مافی المتون وخلاف الاجماع فالعمل بواحدة من تلك الروایتین غیر جائز.

دیکھئے اجماع کے خلاف بالکل ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ زوال سے قبل رمی ضلالت اور گمراہی ہے۔

والذی یدعی العلم والاجتهاد برمی قبل الزوال بمجرد تسویل الشیطان بلا سند

واسناد وهوالنفس الغالبة العتاد فاذا لم يصح العمل بالقول المرجوح فكيف يعمل بالقول الغير الصحيح والافتاء والعمل به اقبح كل قبيح وضلالٍ واضلالٍ جهال عن طريق الحق الصحيح الصريح وقد تقرر فى كتبنا ان لا يعدل عن ظاهر الرواية الا اذا صحح خلافه فى كتاب مشهور تلقته الفحول بالقبول ...... وهو ايضاً مما اتفق عليه اصحابنا والائمة الآخرون. وفى الدر المختار رسم المفتى ان ما اتفق عليه اصحابنا فى الرواية الظاهرة يفتى به قطعاً. ان ظاهر الرواية دليله ظاهر. قال العلامة ابن همام فى فتح القدير وجه ظاهر الرواية ان الرمى تعبدى محض لا يدرك بالعقل فيجب اتباع النفل.

پس جولوگ بلاکسی محقق عالم کے رجوع کئے ہوئے کسی کے بھی اعلان پر کسی کے بتانے پر رمی زوال سے پہلے کر لیتے ہیں مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فما يفعله كثير من الناس من الرمى قبل الزوال فهو خطا موجب للدم ومحل للانكار والذم لكونه مخالفا لصحيح الرواية ولظاهر الرواية وللمتون والاجماع.

(حاشیہ شرح لباب:ص ۲۳۸)

زوال سے قبل ۱۱؍۱۲ کی رمی اصول فقہ حنفی اور اصول فتویٰ کے اعتبار سے جائز نہیں

احناف کے یہاں جو فقہ اور فتاوی کا ضابطہ ہے۔ اور جس اصول اور ضابطہ کی رعایت کر کے مسئلہ ظاہر کیا جاتا ہے اور فتویٰ دیا جاتا ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے ۱۱؍۱۲ کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں نہ اس پر فتویٰ دینا جائز ہے اور نہ احناف حنفی مسلک ماننے والوں کو جائز ہے کہ ایسا مسئلہ قبول کریں اور اس پر عمل کریں۔

1. ۱۱، ۱۲ کی رمی زوال سے پہلے ظاہر روایت کے خلاف ہے۔ ظاہر روایت میں اسے ناجائز قرار دیا ہے پس اس کے خلاف فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے۔ "اذا كان احد القولين ظاهر الرواية والآخر غيرها فقد صرحوا اجمالا بانه لا يعدل عن ظاهر الرواية." (شامی: ۱/ ۷۸)
2. ۱۱، ۱۲ کو زوال سے پہلے رمی کا قول یہ مرجوح قول ہے۔ اور مرجوح قول کو اختیار کرنا اور اس پر فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ "مذهب الحنفية المنع عن المرجوح." اسی طرح شوافع کے یہاں بھی مرجوح قول پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا درست نہیں۔ "مذهب الشافعى كما قاله السبكى منع العمل ما يقول المرجوح فى القضاء والافتاء." (شامی: ص ۴۷)
3. علامہ حصکفی صاحب درمختار نے قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کے خلاف لکھا ہے۔ "ان الحكم

والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع." (شامی:ص۷۴)

۴ اس قول کو جس میں ۱۲رکو زوال سے پہلے رمی کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ ضعیف قول ہے۔ اسی وجہ سے علامہ شامی نے اسے قیل سے بیان کیا ہے۔ "وقيل يجوز" (شامی:۵۲۱/۲) اور قیل کے ساتھ جو قول ہوتا ہے وہ ضعیف ہوتا ہے۔ ہاں مگر اس کے ساتھ الاصح کہہ دیا جائے تب اسے لیا جاسکتا ہے۔ اور ضعیف قول پر فتویٰ دینا اس پر عمل کرنا درست نہیں۔

۵ زوال، سے پہلے رمی کا وقت نہ ہونا ہو جمہور صحابہ تابعین سے منقول ہے اور یہ رائے اور قیاس کے امور میں سے نہیں ہے لہٰذا اس میں صحابہ ہی کی اتباع کی جائے گی۔ چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے۔ "اتفق اصحابنا على تقليد الصحابة فيما لا يدرك بالراى." (شامی:ص۱۴۱)

۶ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء امت ایام تشریق کی رمی زوال سے قبل جائز نہیں قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا جمہور کے خلاف ایک قول پر وہ بھی ظاہر روایت کے خلاف ہے فتویٰ جواز کا نہیں دیا جاسکتا۔

۷ یہ قول حسن بن زیاد کا ہے۔ اور فتاوی کی ترتیب کے اعتبار سے جب صاحبین کا قول ہو تو حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ چونکہ پہلے امام صاحب پھر امام یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر پھر حسن بن زیاد کا قول کو اختیار کیا جائے گا۔ ہاں مگر اصحاب تحقیق اگر یہ کہتے جائیں کہ اس میں حسن بن زیاد پر فتویٰ ہے تب قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

۸ رمی کا مسئلہ خلاف قیاس ہے۔ لہٰذا نص میں جو وارد ہے اسی کی رعایت کی جائے گی۔ اور نص میں یعنی آپ سے زوال سے قبل منقول نہیں۔ چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ "ولانه عليه الصلاة والسلام رمى فيه بعد الزوال وكون الرمى عبادة لا يعرف الا بالقياس فيقتصر على مورد النص." (بنایہ:۵۷۵/۳)

۹ حاشیہ شرح لباب میں ہے کہ اجماع اور قول معتمد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ "لكونه مخالفا لصحيح الرواية ولظاهر الرواية والمتون والاجماع." ظاہر ہے کہ جو متون اور اجماع کے خلاف ہو اس پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

۱۰ شاذ اور ضعیف روایت میں جواز کا قول ہے۔ جو سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے اجماع کے خلاف ہے کسی صحابی سے قولاً نہ عملاً زوال سے قبل ان ایام کی رمی ثابت ہے۔ لہٰذا اس قول کی بنیاد پر جس میں ۱۲رتاریخ کو منیٰ سے نکلنے کی صورت میں زوال سے قبل کی گنجائش دی ہے اگر بالفرض گنجائش ثابت ہوگی بھی تو کراہت کے ساتھ ثابت ہوگی۔ اور خلاف سنت کراہت کے ساتھ حج کے مناسک کو ادا کرنا حج مبرور کے خلاف ہے۔

حج مبرور کی جو فضیلت گناہوں کی معافی اور مغفرت ہے اس سے محرومی کا باعث نہ ہو جائے۔ حج مبرور کی فضیلت سے محروم نہ کر دیا جائے۔ اے حاجیو مال خطیر لگایا۔ جان لگایا خلاف سنت عمل کرنے کے لئے۔ ثواب مسنون سے محروم ہونے کے لئے ہرگز ایسا نہ کرو۔ سنت اور مستحب کی رعایت کے ساتھ کرو۔ حاشیہ لباب میں ہے "فکیف یرتکب المکروہ عندہ من کان یرید الحج المبرور" (حاشیہ لباب:۲۳۹)

⓫ انتباہ: خیال رہے کہ یہ کراہت اور خلاف سنت صرف ۱۲ر کی رمی پر اس وقت ہے جب کہ اسی دن منیٰ سے کوچ کر رہا ہو۔ اگر منیٰ سے کوچ نہ کر رہا ہو تو زوال سے قبل اجازت نہیں اگر کرے گا تو اعادہ واجب رہے گا اور اگر نہ اعادہ کرے گا تو دم واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح ۱۱ر کی رمی قبل زوال بالکل کسی طرح کراہت وغیرہ کے ساتھ بھی جائز نہیں اگر کرے گا تو زوال کے بعد اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کرے گا تو دم واجب ہو جاویگا۔ خوب سمجھ لیں۔ "لا یجوز قبل الزوال لمن لا یرید النفر." (حاشیہ لباب:ص ۲۴۰)

پھر اس فعل کا ارتکاب جو کراہت خلاف سنت سے خالی نہیں حج مقبول کے شان کے خلاف ہے۔ "والصحیح انه لا یصح فکیف یرتکب المکروہ عندہ من کان یرید الحج المبرور."

(حاشیہ لباب:ص ۲۳۸)

ان عبارتوں کو ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے۔ کیا ان عبارتوں کے پیش نظر کوئی جرأت کر سکتا ہے کہ ۱۱/۱۲ر کو زوال سے قبل رمی کی اجازت دے دے۔

بہر حال ایک محقق کے لئے جائز ہے کہ وہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ دے کہ ۱۱/۱۲ر کی رمی زوال سے قبل جب آپ کی طریقہ عمل کے خلاف صحابہ کرام کے خلاف، جمہور علما امت کے خلاف مسلک حنفی کے اعتبار سے ظاہر روایت اور مشہور روایت کے خلاف۔ بلکہ اجماع کے خلاف (یعنی قائل کو چھوڑ کر) تو کیا ایسے قول کو حج جیسی اہم ترین عبادت۔ جس میں جان اور مال لگایا ہے۔ ارتکاب کر کے حج کو مقام قبولیت سے ہٹا کر اس کی فضیلت اور ثواب کو جس کا ارادہ کر کے آیا کھو سکتا ہے۔ ہرگز کوئی ذی عقل اور سمجھدار ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

پس حجاج کرام اور زائرین حرم۔ تھوڑے سے وقت کی بچت شیطان اور نفس کے دام میں آ کر سنت کے خلاف اور جمہور علماء کے خلاف زوال سے قبل رمی کر کے اپنے حج میں کمی اور شبہ مت پیدا کرو۔

منیٰ سے جانے کی صورت میں ۱۲ر کو گنجائش مگر خلاف سنت

خیال رہے احناف کے صرف ایک قول میں اس امر کی گنجائش نقل کی گئی ہے کہ اگر ۱۲ر تاریخ کو منیٰ سے نکل جانے کا ارادہ ہو تو زوال سے پہلے رمی کر لیگا تو خلاف سنت یہ رمی ہو جائے گی۔ اور اس پر دم واجب نہ ہوگا۔ چنانچہ شرح ہدایہ میں ہے۔ "من قصدہ رمی یتعجل فی النفر الاول فلا باس ان یرمی فی الیوم الثالث

قبل الزوال." (شرح ہدایہ:ص۵۰۰) اسی طرح مبسوط سرخسی میں بھی ہے اسی طرح حاشیہ شرح لباب میں ہے۔ "ولو اراد ان ینفر فی هذالیوم له ان یرمی قبل الزوال وانما لا یجوز قبل الزوال عن لا یرید النفر." (حاشیہ شرح لباب:ص۲۴۰)

مگر اس امر کا خیال رہے کہ یہ قول مشہور اور معتمد قول کے خلاف ہے۔ جمہور علماء کے خلاف ہے۔ سنت رسول اور عمل صحابہ کرام کے خلاف ہے۔ ضعیف اور غیر صحیح ہے۔ "فما یفعله کثیر من الناس من الرمی قبل الزوال فهو خطأ موجب للدم ...... مخالفاً لصحیح الروایة ولظاهر الروایة و المتون والاجماع."

اس قول پر عمل کرنا مکروہ ہے۔ گو گنجائش ہے۔ حاشیہ لباب میں جہاں اس قول کو نقل کیا وہاں صاف اور واضح کر دیا ہے یہ قول صحیح نہیں۔ یہ قول متون اور اجماع کے خلاف ہے۔ یہ مکروہ ہے اور مکروہ کا ارتکاب حج مبرور کی شان کے خلاف ہے۔ "فکیف یرتکب المکروه عنده من کان یرید الحج المبرور." (حاشیہ لباب:ص۲۳۸)

اور گیارہ تاریخ کو تو کسی صورت میں بھی زوال سے پہلے جائز نہیں اگر کرے گا تو زوال کے بعد اعادہ واجب ورنہ دم واجب خلاصہ یہ کہ بدرجہ مجبوری اور پریشانی کی صورت میں امر مکروہ اور خلاف سنت کا ارتکاب کرے۔ محض سہولت اور جائے قیام پر جلدی جانے کے لئے یا بھیڑ کی وجہ سے نہ کرے (رمی کے لئے) صبح صادق تک وقت ہے) پھر مغرب سے قبل ہی حدود منیٰ سے نکل جائے۔

خیال رہے کہ حج پر جب اس قدر جان ایک خطیر مال خرچ کیا ہے اس کا مقصد مغفرت اور معافی اور رضاء الٰہی وجنت کا حصول ہے تو حتی الامکان سنت کے مطابق حج کرے۔ تاکہ حج مبرور کی فضیلت حاصل ہو۔ امر مکروہ اور سنت کے خلاف امر کا ارتکاب بدرجہ مجبوری اور پریشانی کرے۔ "اللهم وفقنا لاتباع السنة وثبتنا علی الشریعة المطهرة ونجنا من الضلالة والغوایة."

صحابہ تابعین کے اقوال و آثار ۱۱/۱۲ کو زوال سے قبل رمی جائز نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت رمی کرتے جب سورج ڈھل جاتا۔

حضرت صائب نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ رمی کے لئے اس وقت نکلے جب زوال ہو گیا ابن طاؤس نے کہا جب زوال ہو جائے تب رمی کرے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے حضرت ابن زبیر عبید بن عمر کو دیکھا سورج کے زوال کے بعد رمی کرتے تھے۔

عبداللہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر کو دیکھا زوال کا انتظار کر رہے تھے کہ جمرات کی رمی کریں۔ (ابن ابی شیبہ:ص۳۷۶)

محمد ابن ابی اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر اور طاؤس کو دیکھا کہ زوال کے وقت رمی کررہے تھے اور دیر تک قیام کرتے تھے۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جمرات کی رمی مت کرو جب تک کہ زوال نہ ہوجائے۔ اور وہ اسے بار بار کہہ رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴/۳۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ان ۳/دنوں کی رمی زوال سے پہلے مت کرو۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۴۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک سورج نہ ڈھلے رمی مت کرو۔ (سنن کبریٰ، ایضاً)

فائدہ: دیکھئے یہ جمہور علماء اور جلیل القدر تابعین میں، یہ بھی رمی ۱۱/۱۲/کو زوال سے پہلے ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ رمی اور مقام رمی میں قیاس کو دخل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے جنہوں نے آپ کے حج کے امور کو دیکھا۔ اسی پر عمل کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے حج کے امور سیکھو۔ اور آپ ان ایام کی رمی زوال کے بعد کی تو پھر امت کو بھی اس کی اتباع میں زوال کے بعد ہی رمی کرنی چاہئے۔ اور کسی کے ایسے ایک قول کو جو آپ کے طریق کے خلاف جمہور صحابہ تابعین کے خلاف جمہور امت کے خلاف اور امت کے گذشتہ تعامل کے خلاف ہو۔ حیلہ اور بہانہ بنا کر کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ رہی بات ''زحمہ'' بھیڑ وہ تو ہر زمانہ میں رہی ہے پھر ہر وقت بھیڑ نہیں ہوتی۔ عموماً زوال کے بعد بھیڑ ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں رمی کا وقت ساری رات ہے۔ رات میں کسی وقت رمی کریں اس وقت اژدحام نہیں ہوتا۔

جمہور علماء اہل سنت والجماعۃ کے یہاں ۱۱/۱۲/کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر کی رمی چاشت کے وقت میں کرتے۔ اور اس کے بعد کی رمی زوال شمس کے بعد کرتے۔ (شرح مسند احمد: ۱۰/۱۸۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں) انتظار کرتے تھے جب زوال ہوجاتا تھا تب رمی کرتے تھے۔ (بخاری: ص ۲۳۵، بلوغ الامانی: ۱/۲۲۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جمرات کی رمی مت کرو یہاں تک کہ زوال سورج ہوجائے۔

(بلوغ الامانی: ۱۰/۲۲۱)

فائدہ:

❶ علامہ نووی حدیث جابر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان دنوں کی رمی زوال کے بعد ہے۔

''ثم الرمی فی ایام التشریق محله بعد زوال الشمس وقد اتفق علیه الائمه.''

(معارف السنن: ۶/۲۳۴)

❷ اعلاء السنن میں مولانا محمد ظفر تھانوی لکھتے ہیں: "هذه الروايات تدل على انه لا يجزى رمى الجمار فى غير يوم الاضحى قبل زوال الشمس بل وقته بعد زوالها .... والى هذا ذهب الجمهور." (اعلاء السنن:۱۰/۱۷۷)

❸ رسالۃ حجۃ الوداع میں محدث مولانا زکریا الکاندھلوی صاحب اوجز المسالک لکھتے ہیں۔ "لان الرمى بعد يوم النحر لا يجوز عند الائمة الاربعة قبل زوال الشمس." (حجۃ الوداع:ص۱۷۲)

❹ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: "فلا يجوز تقديم رمى على زواله اجماعا على زعمه الماوردى." (شرح مشکوٰۃ:۵/۳۴۶)

❺ ابن عبد البر مالکی استذکار میں لکھتے ہیں۔ "هذه (بعد زوال) سنة رمى فى ايام التشريق عند الجميع لا يختلفون فى ذلك." (استذکار:۳/۲۱۵)

❻ بلوغ الامانی شرح مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ "لا يجزى رمى الجمار فى غير يوم الاضحىٰ قبل زوال الشمس بل وقته بعد زوالها والى هذا ذهب جمهور العلماء." (شرح مسند احمد:۱/۲۲۱)

❼ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ "الرمى فى ايام التشريق محله بعد الزوال الشمس وهو كذلك قد اتفق عليه الائمة." (شرح مشکوٰۃ:۵/۷)

حنبلی مسلک میں بھی ایام تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳ کو زوال سے پہلے جائز نہیں

حنبلی مسلک، بیشتر اہل عرب اس مسلک کے حامل ہیں ان کے یہاں بھی ان دنوں کی رمی زوال سے قبل جائز نہیں۔ جیسا کہ انکی معتبر اور محقق کتابوں میں ہے۔ جن میں سے چند کے حوالے درج ہیں۔

❶ الفتح الربانی شرح مسند احمد میں ہے۔ رمی ان دنوں کی زوال سے پہلے جائز نہیں جیسا کہ جمہور قائل ہیں۔ "استدل به على ان وقت الرمى الجمرات فى غيريوم النحر بعد الزوال باتفاق الجمهور." (شرح مسند احمد:ص۲۱۸)

❷ حنابلہ کی مشہور کتاب مغنی جو ابن قدامہ کی اس میں بھی یہی ہے کہ رمی زوال کے بعد کرے گا۔ اور اگر کرلیا تو پھر دوبارہ زوال کے بعد اس کا اعادہ کرنا ہوگا۔ "ولا يرمى فى ايام التشريق الا بعد الزوال فان رمى قبل الزوال اعاد." (مغنی:ص۴۸۴)

❸ "الفقه الاسلامى وادلته" میں حنابلہ کا مسلک لکھا ہے۔ "لا يجزى الرمى الا نهارا بعد الزوال." (الفقہ الاسلامی وادلتہ:ص۱۹۵)

❹ "الفقه الحنبلى الميسر" میں ہے: "ولا يجزى رمى الا نهارا بعد الزوال." (الفقہ الحنبلی المیسر:۳/۱۱۵)

فائدہ: دیکھئے علماء حجاز وعلماء عرب جو اکثر وبیشتر موجودہ دور میں حنبلی مسلک کے ہیں۔ ان کے یہاں بھی زوال سے پہلے رمی جائز نہیں اگر کسی نے کرلیا تو وہ رمی معتبر نہیں ہوئی۔ اسے دوبارہ رمی کرنی ہوگی جب ان کے یہاں بھی ان ایام کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں تو پھر اس کا اعلان یا لوگوں کی اس کی تعلیم کس وجہ سے کی جاتی ہے۔ جب کہ وہ حج کے مسائل میں وہاں حنبلی مسلک پر عمل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ جب ان کے نزدیک بھی صحیح نہیں تو پھر دوسروں کو ایسی رائے یا مسئلہ کا بتانا بھی صحیح نہیں۔

مالکیہ کے نزدیک بھی ۱۱۔۱۲۔۱۳ کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں

حضرت امام مالک جو ائمہ اربعہ میں مشہور جلیل القدر امام ہیں جو اہل مدینہ صحابہ وتابعین کے علوم کے حامل ہیں۔ ان کے یہاں ان دنوں کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں اگر کرلیا وہ رمی ہوئی ہی نہیں اسے دوبارہ رمی کرنی ہوگی۔ ان کے مسلک کے تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ چند کتابوں کے حوالہ درج ہیں۔

❶ مسلک مالکی کے محقق اور ممتاز عالم جن کی جلالت شان کو ہر طبقہ نے قبول کیا ہے۔ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے۔ زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔ (استذکار:۲/۲۱۴)

❷ فقہ مالکی کی اساسی اور بنیادی کتاب کبریٰ میں بھی یہی ہے زوال کے بعد وقت شروع ہوتا ہے اگر پہلے کرے گا تو اعادہ واجب ہوگا۔ "من رمی الجمار الثلث فی الایام الثلثة قبل الزوال فلیعد الرمی ولا رمی الا بعد الزوال فی ایام التشریق کلها." (کبریٰ:۱/۴۲۳)

❸ موطا کی شرح المنتقی میں علامہ باجی نے بھی مالکیہ کا یہی مسلک لکھا ہے۔ زوال سے پہلے امام مالک کے کسی قول میں گنجائش نہیں ہے۔ قاضی ابو اسحٰق امام مالک کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "فان رماها قبل الزوال فلیعد الرمی، زاد ابن حبیب عن مالك هو کمن لا یرمی." (شرح المنتقی:ص۵۱)

عز الدین بن جماعۃ نے بھی مالکیہ کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ "وقال ابن المواز قال مالك والرمی فی ایام منیٰ بعد الزوال. وقبل الصلاة." (ہدایۃ السالک:ص۱۱۹۸)

شوافع کے یہاں بھی ۱۱۔۱۲۔۱۳ کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں

حضرات شوافع جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی زوال سے قبل رمی جائز نہیں۔ ان کے یہاں بھی گنجائش نہیں کہ زوال سے پہلے رمی کرے اگر کسی نے کرلیا تو اسے پھر دوبارہ رمی کرنی ہوگی۔

❶ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ کتاب "کتاب الام" جو اس مسلک کی بنیادی اور اساسی کتاب ہے اور شوافع کے مسائل کی اصل اور بنیاد ہے اس میں زوال سے قبل ناجائز لکھا ہے۔ "ولا یرمی الجمار من ایام منیٰ غیر یوم النحر الا بعد الزوال ومن رماها قبل الزوال اعادها." (کتاب الام:۲/۲۱۳)

❷ شرح مہذب فقہ شافعی کی جونہایت ہی محقق اور معتبر کتاب ہے اس میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ ”لا یجوز جمرة التشریق الا بعد زوال الشمس وبه قال ابن عمر والحسن وعطاومالك والثوری وابو یوسف ومحمد واحمد وابوداؤد وابن منذر لا یجوز الرمی فی هذه الایام الا بعد زوال الشمس.“ (شرح مہذب:۸/۲۳۲)

❸ ایضاح المناسک جو علامہ نووی کی حج کے مسائل پر بہت ہی مشہور اور متداول کتاب ہے اس میں بھی یہی لکھا ہے۔ ”لا یصح الرمی فی هذه الایام الا بعد زوال الشمس.“ (ایضاح المناسک:ص ۳۶۵)

❹ الفقہ علی مذاهب الاربعہ میں ہے۔ ”ووقت الرمی فی الیوم الثانی والثالث هو بعد الزوال الی الغروب.“ (الفقہ علی مذاهب الاربعہ:۱/۶۶۷)

موجودہ دور کے علماء اور مفتیان ہند پاک کے یہاں بھی پہلے جائز نہیں

پاکستان کے مشہور و محقق عالم مولانا یوسف لدھیانوی اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں دیکھئے۔

سُوال: ۱۲/ذی الحجہ کو اکثر دیکھا گیا ہے لوگ زوال سے پہلے رمی کر کے نکل جاتے ہیں کہ بعد میں رش ہو جائے گا اس لئے قبل از وقت مار کر نکل جاتے ہیں پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ عمل درست ہے اگر درست نہیں ہے تو جس نے کرلیا کیا تاوان آئیگا۔ اس کا حج درست ہوا یا فاسد۔

جَوَاب: صرف دس ذی الحجہ کی رمی زوال سے پہلے ہے۔ ۱۱-۱۲ کی رمی زوال کے بعد ہی ہو سکتی ہے اگر زوال سے پہلے کرلی تو رمی ادا نہیں ہوئی۔ اس صورت میں دم واجب ہوگا۔ البتہ تیرہویں تاریخ کی رمی زوال سے پہلے کر کے جانا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۸۷)

فَائِدَة: اگر ۱۲/ کی رمی زوال سے پہلے کر کے مکہ چلا آیا منیٰ میں نہیں رہا۔ تو ظاہر روایت اور مشہور قول کے خلاف اسی طرح خلاف سنت کراہت کے ساتھ رمی ہوگئی گو ایسا کرنا اس کے جواز پر فتویٰ دینا اصول حنفی کے خلاف ہے دیکھئے صفحہ گذشتہ میں اس کی تحقیق احتیاطاً دم دیدے۔ اگر منیٰ میں قیام رہا اور رمی کی تو اعادہ کرے ورنہ دم واجب ہوگا۔

پاکستان کے محقق عالم مولانا ظفر صاحب اعلاء السنن میں لکھتے ہیں۔ ”لا یجزی رمی الجمار غیر یوم الاضحی قبل زوال الشمس.“ (اعلاء السنن:۱۰/۱۷۷)

موجودہ دور کے علماء حرمین کے نزدیک بھی زوال سے پہلے رمی جائز نہیں

حکومت سعودیہ کی جانب سے جو محقق علماء کی کتاب حج وعمرہ کے بارے میں شائع ہوتی ہے اس میں بھی زوال سے پہلے رمی کے ناجائز ہونے کا ذکر ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں اہل حرم کا مسلک حنابلہ کے قریب ہے۔ عموماً

حنبلی مسلک کے موافق ان کے مسائل اور فتاوی ہوتے ہیں۔ اور حنابلہ کے یہاں بھی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں چنانچہ ۱۴۲۶ھ کے ایک کتابچہ میں جو ریاست عامہ مملکت سعودیہ سے طبع ہوا ہے اس میں بھی زوال سے قبل رمی کو غلط فعل قرار دیتے ہوئے ناجائز لکھا ہے۔ "بعض الحجاج یرمی غیر وقت الرمی و ذلك بان یرمی جمرة العقبة قبل منتصف لیلة العید اور یرمی الجمرات الثلاث فی ایام التشریق قبل الزوال وهذا الرمی لا یجزی لانه فی غیر وقته وعلیه ان یعید الرمی." (صفۃ الحج والعمرہ: ۷۰)

دیکھئے خود حرمین شریفین کے علماء کے نزدیک زوال سے پہلے رمی جائز نہیں اگر کرے گا تو اعادہ کرنا پڑے گا۔ آخر جو لوگ فتویٰ دیتے ہیں وہ کس کے مسلک پر فتویٰ دیتے ہیں؟ یہ تو ان کے یہاں بھی جائز نہیں اور احناف کے مسلک میں بھی صحیح قول پر جو معتمد ہے جائز نہیں۔ پھر کیسے ان کی رمی درست ہوگی۔

ہندپاک کے غیر مقلد سلفی حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے

مسلک غیر مقلدین کے محقق عالم مولانا عبدالسلام مبارک پوری مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ میں لکھتے ہیں: "فالقول بالرمی قبل الزوال ایام التشریق لا مستندله البتة مع مخالفته للسنة الثابتة عنه صلی الله علیه وسلم فلا ینبغی لأحد ان یفعله." (مرعاۃ: ۶/۷)

کیا اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے رمی زوال سے قبل نہیں ہوسکتی ہے

بعض لوگ جو ہر جگہ اپنے زعم اور گمان کے مطابق سہولت کے طالب ہوتے ہیں۔ شریعت کے اصول اور قواعد سے واقف نہیں ہوتے کہتے ہیں کہ اب رمی میں بھیڑ بہت ہوجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے بسا اوقات ناخوشگوار واقعات پیش آجاتے ہیں۔ لہٰذا بھیڑ کی پریشانی اور مصیبت کی وجہ سے زوال سے پہلے رمی جائز ہے کہ دین میں یسر اور سہولت دی ہے تنگی اور پریشانی نہیں ہے۔ چنانچہ اس نظریہ کے پیش نظر رمی کر لیتے ہیں اور جو علم اور دین کو پیش نظر رکھنے والے ہوتے ہیں ان کو لعن وطعن کرتے ہیں۔ اور ان پر رد کرتے ہوئے اپنی من مانی اصول پر عمل کرتے اور کراتے ہیں۔ حدیث پاک میں ایسے لوگوں کا ہونا جو بلا تحقیق شرعی علوم کے مسئلہ بتاتے ہیں قرب قیامت کی علامت ہے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اپنا بھی حج خراب کرتے ہیں اور دوسروں کا بھی حج خراب کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ جس طرح دنیا کے مستحکم نظام کا ایک قانون اور ضابطہ ہوتا ہے اسی طرح شریعت کے نظام کا بھی ایک ضابطہ اور معیار ہوتا ہے۔ بھیڑ اور ازدحام ایک وقتی اور اضافی چیز ہے۔ یہ احکام شریعت تو کیا دنیوی احکام میں بھی موثر اور حکم کو ساقط کرنے والی نہیں ہوتی۔

دیکھئے ٹکٹ لینے کے لئے اسٹیشنوں میں کتنی بھیڑ ہوتی ہے کمزور ضعیف برداشت نہیں کرسکتا تو کیا اس بھیڑ کی

وجہ سے کوئی حکم بدل جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ازدحام بھیڑ مستقل کوئی عذر نہیں۔ خصوصاً جہاں وقت میں وسعت ہو۔ جہاں اجتماع ہوگا وہاں بھیڑ ہوگی۔

❶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ازدحام اور بھیڑ تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے عرفات سے نکلنے کے موقعہ پر آپ نے ازدحام کی وجہ سے دھکا دینے سے منع فرمایا۔ اور آہستہ سنجیدگی اور اطمینان سے چلنے کو فرمایا۔ دیکھئے عرفات سے مزدلفہ آنے کے بیان میں۔

رمی میں آپ کے عہد میں بھیڑ ہوجاتی تھی اس لئے آپ نے رمی کے وقت تاکید کی کہ کسی کو دھکے مت دو۔ اطمینان سے کرو۔ چنانچہ امام ترمذی اور دیگر محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں ہے۔ ”الزجر عن ضرب الناس وطردهم عند رمی الجمار.“ (صحیح ابن خزیمہ: ۴/۲۷۸)

ترمذی میں ہے کہ ”کراهیه طرد الناس عند رمی الجمار.“ (ترمذی: ص ۱۸۰)

❷ رمی جمار کے وقت لوگوں کو دھکے دینا ٹھیلنا یہ مکروہ ہے۔ ان حضرات کے زمانہ میں بھی بھیڑ ہوتی تھی اور ازدحام ہوتا تھا۔ تو اس زمانہ خیر القرون میں تو بڑے ائمہ مجتہدین تھے وہ حضرات ابتداء کے وقت کو اور وسیع کر دیتے۔ زوال سے پہلے کر دیتے مگر نہیں کیا۔ بھیڑ اور ازدحام ہر زمانہ میں ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگ جلدی کرتے ہیں۔ اور بھیڑ اور ازدحام کو اپنی جانب سے عذر اور مجبوری قرار دے کر حکم کو بدلا جائے یا وقت کو بڑھا دیا جائے تو حج اور دیگر عبادتوں کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ کیا عرفات جاتے وقت بھیڑ نہیں ہوتی۔ ایک گھنٹہ کی مسافت بھیڑ کی وجہ سے ۸/۹ گھنٹہ میں بسا اوقات طے ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں بھی ۳/دن کے بجائے ایک ہفتہ بڑھا دیا جائے تاکہ بھیڑ کی پریشانی سے نجات مل جائے۔ جب رمی کے وقت کو بھیڑ کی وجہ سے حدیث اور روایت کے خلاف بڑھایا جارہا ہے تو اور جگہ بھی جہاں بھیڑ کی وجہ سے پریشانی ہو بڑھا دیا جائے۔ پھر حج کیا رہے گا ایک میلہ کا پروگرام حسب سہولت ہوجائے گا۔

❸ بعض لوگ کہتے ہیں مزدلفہ میں جو عورتوں اور ضعیف مردوں اور کمزوروں کو بھیڑ اور ازحام کی وجہ بجائے صبح صادق کے بعد نکلنے کے آدھی رات ہی سے نکل سکتے ہیں۔ جس طرح یہاں بھیڑ کی وجہ پہلے نکلا جاسکتا ہے تو بھیڑ کی وجہ سے یہاں بھی پہلے رمی کی جاسکتی ہے۔ دونوں جگہ ایک ہی عذر ہے۔ بعض اہل علم بھی یہ کہتے ہے۔ سوا اولا یہ سمجھئے۔ حج اور مناسک کے تمام امور ظاہری عقل کے خلاف ہیں۔

خصوصاً رمی۔ کیا شیطان وہاں رہتا ہے۔ اگر مارا جائے گا تو بھاگے گا نہیں۔ پھر کیا فائدہ کنکری مارنے سے۔ وغیرہ یہ احکامات عبادۃً ہیں۔ حاشیہ شرح لباب میں ہے۔

”وقال المحققون امور الحج تعبدية محضة لا تدرك بالعقل سيما الرمی الى

شاخص بظن ان الشیطان هناك والحال ان الشیطان یجری فی الصدور" (حاشیہ شرح لباب:۲۳۹)

لہٰذا رمی کے وقت کو مزدلفہ کے مسئلہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شارع علیہ السلام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں بھیڑ کی وجہ سے رخصت اور اجازت دی ہے۔ اور رمی میں نہیں دی ہے۔ شارع اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اجازت اور رخصت کو ہم رمی کے وقت پر جاری نہیں کر سکتے چونکہ جو امور عقل اور قیاس سے بالاتر ہوتے ہیں اس میں ہم شارع کے طریق کے علاوہ عقل قیاس کے مطابق دوسرا کوئی حکم اور رائے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ مزدلفہ پر قیاس کو رد کرتے ہوئے۔ حاشیہ شرح لباب میں ہے۔ "ولا یقاس ما نحن فیه علی الدفع من مزدلفه لانتفاء بعض شروط القیاس وهو کون الاصل معقول المعنی." (شرح لباب: ص۲۳۹)

آپ غور کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زحمت کی وجہ سے مزدلفہ سے رات میں جانے کی رخصت دیدی تو آپ کے زمانہ میں بھی رمی جمار میں بھیڑ ہوئی تھی زوال کے بعد سے مغرب تک رمی کرنے میں اژدحام ہو جاتا تھا۔ تو آپ نے یہاں کیوں نہیں اجازت دی کہ زوال کے بعد بھیڑ ہو جاتی ہے لہٰذا عورتیں اور بوڑھے لوگ پہلے کر لیں۔ باوجود وجہ پائے جانے کے اجازت و رخصت کا نہ دینا دلیل ہے کہ یہاں گنجائش نہیں۔ بھیڑ کی وجہ سے کسی نے بھی زوال سے پہلے اجازت نہیں دی جیسا کہ مزدلفہ کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ نے حدیث پاک سے اجازت دی ہے۔

"ولم ینقل عنه أنه اجاز الرمی قبل الزوال لعذرقیاسا علی تقدیم الضعفة من مزدلفة لعذر الزحمة وانما اجازه فی الیوم الرابع بدلیل دلالة النص لا بالقیاس."

(شرح لباب: ص۲۳۹)

مزید اس بات کا بھی خیال رہے۔ مزدلفہ سے کوچ کرنے کے لئے وقت طلوع شمس سے ذرا پہلے ہے اس وقت سارا مجمع نکلے گا تو کثرت اژدحام کی وجہ سے عورتیں اور بوڑھے پس جائیں گے۔ اور وقوف کے بعد یہی وقت نکلنے کا ہے۔ اس کے علاوہ وقت میں وسعت ہی نہیں۔ ادھر طلوع کے بعد رمی کا مسئلہ ہے اس لئے آپ نے صبح صادق کا وقوف ان سے ساقط فرما دیا۔

لہٰذا وہ صبح صادق سے پہلے رات میں جا سکتے ہیں بخلاف رمی کے کہ اس میں بہت وقت ہے زوال کے بعد سے صبح صادق تک کرنا ہے۔

بالفرض بھیڑ کی وجہ سے زوال سے قبل رمی کی اجازت دیدی جائے گی تو کیا زوال سے قبل جمرات خالی رہیں گے۔ آسانی سے رمی ہو جائے گی ہرگز نہیں اس وقت بھی بھیڑ ہو جائے گی اور زیادہ بھیڑ ہو جائے گی۔ چونکہ ہر شخص جلدی سے فارغ ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ حاشیہ لباب میں لکھا ہے۔ "الزحمة فی النفر من منیٰ قبل الزوال

اکثر منها فی النفر بعد الزوال کما تشهده به المشاهدة لکثرة الراغبین الی الراحة.“

(حاشیہ لباب: ص۲۳۹)

بھیڑ جس کی وجہ سے بسا اوقات ناخوشگوار واقعات پیش آجاتے ہیں۔ یہ لوگوں کی جہالت اور حماقت کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ پورا اژدحام مزدلفہ کا جمرات کے راستہ میں پڑا رہتا ہے۔ پھر رمی کے لئے امنڈ پڑتے ہیں ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں بھگدڑ مچتی ہے۔ اسی میں لوگ پس جاتے ہیں جو گر جاتے ہیں اس پر لوگ چڑھ کر بھاگتے ہیں جس سے ہلاکت اور ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں اگر ترتیب اور سنجیدگی سے کریں تو یہ بات نہ ہو۔

فقہ حنفی میں ۱۳ر کو زوال سے قبل رمی کر کے نکلنے کی اجازت، گو سنت اور بہتر نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب دن نمایاں ہوجائے ایام تشریق کے آخری دن تو رمی اور طواف صدر جائز ہے۔ (سنن کبریٰ: ۱۵۲/۵، بنایہ: ص۵۷۴ حاشیہ شرح لباب: ص۲۳۹)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس روایت کے پیش نظر حنفیہ اور محمد بن اسحاق نے آخری دن کی رمی حقیقۃً واجب نہیں کی اسی وجہ سے ۱۲ر کو جاسکتا ہے جائز قرار دیا ہے کہ زوال سے پہلے کرلے۔ ابن عبد البر مالکی نے استذکار میں لکھا ہے کہ تیسرے دن کی رمی میں اجازت ہے کہ چاشت کے وقت کرلے اور نکل جائے۔

(استذکار: ۲۰۹/۱۳)

علامہ عینی عمدۃ القاری میں مسلک احناف کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”وخالف ابو حنیفه فی الیوم الثالث منها فقال یجوز الرمی قبل الزوال استحسانا.“ (عمدۃ القاری: ۸۶/۱۲)

حاشیہ شرح لباب میں منسک سنان رومی میں ہے: ”ان رمی فی الیوم الاول من التشریق والثانی قبل الزوال اعاد وفی الثالث یجزیه ...... فا فادان روایة تجویز الامام الرمی قبل الزوال انما هو فی الیوم الثالث من ایام التشریق فقط.“ (حاشیہ شرح لباب: ص۲۳۷)

ملاعلی قاری شرح لباب میں کراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں۔ ”فان رمی قبل الزوال فی هذا الیوم صح مع الکراهة.“ (شرح لباب: ص۲۴۴)

حاشیہ شرح مناسک میں ہے: ”اجازه فی یوم الرابع بدلیل دلالة النص لا بالقیاس.“

(شرح مناسک: ص۲۳۹)

مجمع الانہر میں ہے۔ ”وان رمی فیه ای الیوم یعنی الرابع قبل الزوال وبعد طلوع الفجر جاز عند ابی حنیفة.“ (بنایہ: ۵۷۴/۳)

حاصل یہ ہے کہ احناف کے ایک قول میں ۱۳ر تاریخ کو زوال سے قبل رمی کراہت کے ساتھ جائز ہے اور کوئی

دم لازم نہیں آئیگا۔ اور کراہت خلاف سنت ہونے کی وجہ سے ہے۔ "وجه الكراهة مخالفة للسنة." مگر خیال رہے کہ جب انہوں نے ایک امر سنت ۱۳ر کی رمی کے لئے رکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ر کی رمی کے بعد مکہ مکرمہ گئے تھے تو اس دوسری سنت پر بھی عمل کرلیں کہ زوال کے بعد رمی کرکے جائیں۔ تاکہ رمی کے تمام افعال سنت کے مطابق ہوں۔

رمی کے فضائل اور آخرت کا ثواب

گناہ کبیرہ کی معافی کا باعث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ تمہارا رمی جمرہ کرنا تمہارے ہر کنکڑی کی رمی کا بدلہ ہلاک کرنے والے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسند بزار، ترغیب: ۲/۲۰، سعید بن منصور)

رمی کا ثواب مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب جمرات کی رمی کرتا ہے تو اس کے ثواب کو کوئی نہیں جانتا یہاں تک کہ اللہ پاک قیامت کے دن اس کا پورا بدلہ دے گا۔ (ترغیب: ص ۲۰۷، ابن حبان)

رمی کا بدلہ جنت کی خوشگوار نعمتیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بہر حال تمہارے رمی جمرات وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين." الخ

کوئی انسان نہیں جانتا کہ ہم نے اس کے لئے آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔ (ترغیب: ص ۲۰۵)

رمی کا ثوب آخرت کا وہ ذخیرہ جس کی ضرورت پڑے گی:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ ہمارے لئے رمی میں کیا ثواب ہے۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب دیتے ہوئے سنا کہ اس کا ثواب تم اپنے رب کے نزدیک دہ پاؤ گے جس کے تم سب سے زیادہ محتاج ہوگے۔ (یعنی گناہ کی معافی کا اور جنت کا)۔ (طبرانی، ترغیب: ص ۲۰۷، مجمع: ص ۲۶۰)

رمی قیامت کے دن نور کا باعث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم جو رمی جمرات کرتے ہو سو یہ قیامت کے دن نور کا باعث ہوگا۔ (بزار، کنز العمال: ۵/۸۷، مجمع الزوائد: ۳/۲۶۰)

رمی شیطان کو مارنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم شیطان کو سنگسار کرتے ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تم اس میں اتباع

کرتے ہو۔

رمی جمرات ذکرالٰہی کے لئے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طواف خانہ کعبہ، سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمرات اللہ کے ذکر کے لئے ہے۔ (ابوداود، ترمذی: ص ۱۸۰، ابن خزیمہ: ۴/ ۳۱۷)

فائدہ: یعنی ان مناسک کے مشروعیت کی ایک وجہ ذکرالٰہی میں مشغول ہونا ہے اسی وجہ سے ان امور میں مختلف اذکار اور دعا کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ رمی کے موقعہ پر اللہ اکبر فرماتے اسی وجہ سے رمی کے وقت تکبیر اور دعا مسنون ہے۔

تاکہ زبان سے اللہ کی بڑائی کا ظہور اور قلب اور مال میں اللہ کی بڑائی کا استحضار ہو۔ رمی کے وقت کس طرح دعا تکبیر مسنون اور ماثور ہے۔ دعاؤں کے ذیل میں دیکھئے۔

جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد کیا دعا کرے

ابومجلز کہتے کہ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ جمرہ کی رمی کی پھر کھڑے ہوئے خوب دیر تک کھڑے ہوئے اور یہ دعا کی۔ اور دونوں ہاتھو کو اٹھا کر دعا کی: ”اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد اللھم اھدنی بالھدی وقنی بالتقوی واغفرلی فی الآخرۃ والاولٰی اللھم اتمم لنا مناسك.“ (القری: ص ۵۲۶)

شرح لباب کے آخر میں قطب الدین حنفی کی ادعیۃ الحج والعمرہ میں یہ دعا ہے۔ ”اللھم اجعلہ لنا حجا مبروراً وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور. اللھم الیك افضت. ومن عذابك اشفقت والیك رغبت ومنك رھبت فاقبل نسکی واعظم اجری. وارحم تضرعی واقبل توبتی. واقل عثرتی واستجب دعوتی. واعطنی سئولی. اللھم الیك وفد وفد قری فاجعل قرای منك رضاك عنی. یا ارحم الراحمین. لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر. عدد کل شی لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر عدد خلقہ ورضاء نفسہ. لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ واکبر زنۃ عرشہ ومداد کلماتہ والحمد للّٰہ کذلك. وصلی اللّٰہ علی سیدنا ونبینا محمد کذلك وعلی الہ واصحابہ کذلك الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ. اللھم تقبل منا ولا تجعلنا من المحرومین وادخلنا فی عبادك الصالحین یا ارحم الراحمین.“ (شرح مناسک ملا علی قاری: ص ۶۲۸)

اس کے علاوہ اور بھی جو دعائیں یاد ہو کرے۔ یہ وقت اور جگہ مستجاب ہے۔ قبولیت دعا کی جگہ ہے۔ دین دنیا کی بہتر دعائیں خوب اللہ پاک سے مانگ لے۔ عاجز کی کتاب الدعاء المسنون میں دین ودنیا کی مسنون ۱۰۰/

دعائیں ہیں ان کو آہ وزاری کے ساتھ پڑھ لے۔ خوب دیر تک یہاں دعا مانگنی سنت ہے۔ آدھہ گھنٹہ سے بھی زائد۔ اب اس پر عمل نہیں اس وجہ سے کہ کچھ تو مزاج بدل گیا ہے کچھ احباب اور دوستوں کی رعایت میں ان کو جلدی فارغ ہوکر جانا ہوتا ہے کہ لوگ اس سنت کو موجودہ دور میں غفلت سستی اور بھیڑ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ ذرا کنارے ہٹ کر بھیڑ سے الگ ہوکر دعا مانگنی چاہئے پھر ایسا موقعہ کہاں بار بار ملے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو سنت کے بہت ہی شدت سے پابند تھے۔ ہاتھ اٹھا کر بہت دیر تک یہاں دونوں جمرات پر دعا کیا کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے اسی طرح خوب دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے دیکھا ہے۔ حضرت ابن عمر اتنی دیر تک دعا فرماتے تھے کہ کھڑے ہونے والے تھک جاتے تھے۔ محمد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کو دیکھا کہ وہ رمی جمرہ کے وقت برتن میں پانی لے کر جایا کرتے تھے دیر تک کھڑے ہونے کی وجہ سے (یعنی دیر ہونے کی وجہ سے یا پڑھنے کی وجہ سے خشکی پیدا ہوجاتی ہوگی) سو مرد عورت سب کے لئے یہ دعا سنت ہے۔ (القری:ص ۵۲۶)

رمی جمرات کس واقعہ کی یادگار ہے اور اس کی وجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو وہاں شیطان نظر آیا۔ بس اسے سات کنکری ماری تو زمین میں دھس گیا پھر جمرہ وسطی کے پاس نظر آیا پھر سات کنکری ماری زمین میں دھنس گیا پھر جمرہ اولیٰ کے پاس آیا پھر سات کنکریاں ماریں تو وہ زمین میں دھنس گیا۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک سے کہا اے میرے رب مجھے حج کا طریقہ سکھا دیجئے حکم ملا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرو۔ پھر ان کو صفا اور مروہ دکھایا گیا اور کہا گیا یہ اللہ کے شعائر ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو لے چلے جب جمرہ عقبہ کے پاس سے گذرے تو ابلیس نظر آیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان سے فرمایا تکبیر کہئے اور کنکری ماریئے۔ پھر جمرہ ثانیہ کے پاس نظر آیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ تکبیر کہئے اور کنکری ماریئے پھر جمرہ ثانیہ کے پاس نظر آیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ تکبیر کہئے اور کنکری ماریئے پھر جمرہ اولیٰ کے پاس نظر آیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ جو دکھلایا تھا آپ نے پہچان لیا ۳ رمرتبہ پوچھا کہا ہاں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا حج کا اعلان کیجئے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیسے اعلان کروں تو کہا اس طرح اعلان کیجئے۔ اے لوگو! تم کو رب نے بلایا ہے۔ ۳ رمرتبہ کہئے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ "لبيك اللهم لبيك." بس جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر یہ کہا وہی حج کرنے والا ہے۔ (القری:ص ۵۳۰)

’’منیٰ‘‘ میں نماز کے قصر کے متعلق

آپ مسافر تھے اس لئے منیٰ عرفہ مزدلفہ میں قصر فرماتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب کی ۳ رکعت پڑھی اور عشاء کی دو رکعت پڑھی۔ (ابن خزیمہ:۴/۲۶۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان خلافت کے آغاز میں دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں گھر بنالیا تھا تو چار پڑھتے تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت (قصر) پڑھی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے ساتھ دو دو رکعت پڑھی ہے۔ (مسند احمد:۱۲/۲۲۴، ابن خزیمہ:۴/۳۱۴)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکہ والوں کو (چونکہ یہ مسافر ہوتے تھے) دو رکعت نماز پڑھاتے تھے سلام پھیرتے تھے تو مکہ والے (مقیم ہونے کی وجہ سے) اٹھ کر اپنی نماز پوری کرتے تھے۔ (ابن خزیمہ: ص ۲۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج بیت اللہ کے لئے مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے۔ اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ۲۷۰ میل ہے۔ جو سفر شرعی کی حد ہے۔ یعنی آپ شرعی مسافر تھے۔ اس لئے آپ نے ۴ رکعت والی نمازوں میں قصر کیا۔ یہ قصر کرنا مسافرت کی وجہ سے تھا۔ حج کی وجہ سے نہ تھا چنانچہ امام طحاوی کہتے ہیں۔ ’’لیس الحج موجبا للقصر لان اهل منىٰ وعرفات اذا كانوا حجاجا اتموا.‘‘ پس مکہ کے باشندے جو حج کریں گے اسی طرح جو باہر سے آنے والے حجاکرام ۱۵ دن تک ٹھہریں گے پھر منیٰ عرفات جائیں گے وہ اپنی نماز منیٰ اور عرفات میں پوری پڑھیں گے۔ دوسروں کا دیکھا دیکھی نادانی اور جہالت کی بنیاد پر قصر نہ کریں۔ عمدۃ القاری میں ہے۔ ’’اهل مكة يقيمون هناك لا يقصرون وكذلك الحاج.‘‘ (اعلاء السنن:۱۰/۴۱۱)

مسئلہ: خیال رہے کہ ہر حاجی کو ۸ویں تاریخ کو منیٰ کوچ کرنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی حاجی مکہ مکرمہ میں اتنے دن رہا کہ ۸ویں تاریخ کو اسے ۱۵ دن ہوگئے یعنی منیٰ جانے سے پہلے اس کے ۱۵ دن پورے ہوگئے تو اب وہ منیٰ اور عرفات میں پوری نماز پڑھیگا۔ چونکہ یہ مقیم ہوگیا۔ اور اگر اس کے ۸ویں تاریخ سے پہلے ۱۵ دن پورے نہ ہوئے تو وہ قصر کرے گا۔

مسئلہ: مکہ مکرمہ میں حاجی آیا دو تین دن کے بعد اسے مدینہ بھیج دیا گیا پھر دس دن کے بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس کے بعد دس بارہ دن رکا پھر ۸ویں کو منیٰ چلا گیا تو یہ بھی قصر کرے گا۔ چونکہ ۸ویں سے پہلے وہ مکہ مکرمہ میں وہ ۱۵ دن نہ رہا پس مقیم نہ ہوا۔ البتہ اسے مدینہ سے آنے کے بعد منیٰ جانے سے پہلے ۱۵ دن رکنے کا موقعہ ملا تو وہ

اب مقیم ہوجائے گا۔ چنانچہ اسی مسئلہ پر صحیح ابن خزیمہ میں اس کے متعلق باب قائم کیا ہے اہل مکہ اور یہاں آکر جو مقیم ہوگئے ہوں وہ نماز کا اتمام کریں گے قصر نہ کریں گے۔"باب سنة الصلاة بمنى للحاج من غير اهل مكة وغير من قد افاض بمكة يجب عليه اتمام الصلوة." (ص۳۱۴) پھر حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "وفى خبر ابن عباس وعائشة دلالة بينة على ان الواجب على اهل مكة ومن اقام بها من غير اهلها انه يجب عليه اتمام الصلوة بمنى." (ص۳۱۵)

پس معلوم ہوا جو کہ مکرمہ میں آکر مقیم ہوجاتے ہیں اس کے بعد منیٰ عرفات جاتے ہیں تو وہ مکمل نماز پڑھیں گے قصر نہ کریں گے۔

پس ہر حاجی وطن سے آنے کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام کی مدت کو دیکھ لے کہ منیٰ کی روانگی سے پہلے اس کی مدت اقامت ۱۵/ دن ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہوتے ہیں تو مکمل نماز پڑھیں گے ورنہ قصر کریں گے۔ عموماً ہندوستان اور پاکستان سے جانے والے حضرات اگر شروع کے فلائٹ سے جاتے ہیں تو وہ مقیم ہوجائیں گے۔ اگر آخری یا اس کے کچھ قبل سے فلائٹ سے جاتے ہیں تو مسافر رہیں گے۔

انتباہ: عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں جو لوگ سعودی امام کے پیچھے مساجد میں نماز پڑھتے ہیں اور شریک ہوتے ہیں وہ اس بات کو جان لیں کہ وہ امام مسافرت کے حدود (۷۸ کلومیٹر ہے) سے نہیں آتے ہیں مکہ سے یا جدہ سے یا قریبی مقامات سے آتے ہیں پھر دو رکعت قصر پڑھاتے ہیں تو ان کے پیچھے نہ مقیم کی نماز صحیح ہوگی اور نہ مسافر کی صحیح ہوگی۔ حالانکہ عرب کا مسلک حنبلی ہے۔ اور حنبلی مسلک میں بھی مقیم کو دو پڑھنا جائز نہیں اور حج کے موقعہ پر مقیم کو بھی چار پڑھنے ہوں گے البتہ مالکیہ کے نزدیک حجاج کو خواہ مقیم ہوں یا مسافر دو پڑھنے ہوں گے۔ اور عرب مالکی مسلک کے قائل نہیں۔ اگر ریاض وغیرہ سے امام حج آتے ہوں تو مسافر کی اور مقیم دونوں کی درست ہوگی البتہ مقیم سلام کے بعد دو رکعت پوری کریں گے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں گذرا۔ موجودہ دور میں بہتر ہے کہ عرفات میں مزدلفہ میں امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر توجہ دلاتے ہوئے اعلاء السنن میں ہے۔

"والعجب من اهل النجد انهم مع ادعائهم لتقليد الامام احمد بن حنبل كيف تركوا فى ذلك قوله واخذوا قول مالك وجعلوهم وا مامهم المكى يقصرون الصلوة بعرفة ومنىٰ وخلف الامام جماعة عظيمة من الحنيفة والشافعية والحنابلة القائلين بعدم جواز القصر لاهل مكه والمقمين بها. فصلاة هذا الامام فاسدة عندهم لكونه غير مسافرة مسيرة القصر وفساد صلاة الامام يوجب فساد صلاة المقتدين اجمعين." (اعلاء السنن: ۴۱۲/۱۰)

"وكانت صلوة الامير عنده نافلة حين قصرها وهو مقيم بمكة واليا عليها فاستانف

سفیان صلوته." (ص۲۰۰)

حجاج کرام کے لئے منیٰ اور مزدلفہ اور عرفہ میں قصر کا مسئلہ

خیال رہے کہ حجاج بسا اوقات اس امر میں تذبذب میں پڑ جاتے ہیں کہ مکہ۔ منیٰ مزدلفہ میں اسی طرح عرفہ میں قصر کریں گے یا اتمام کریں گے۔ بسا اوقات وہ دوسروں کا دیکھا ان مقامات میں قصر کرنے لگ جاتے ہیں یہ بات ذہن نشین رہے کہ احناف کے علاوہ دیگر اہل مذاہب کے یہاں حجاج کرام کو مطلقاً قصر کا حکم ہے وہ ان مناسک کے مقامات میں بہرصورت قصر کریں گے۔ خواہ مکہ مکرمہ میں وہ ۱۵ ر دن رہ کر کیوں نہ آئے ہوں احناف کے یہاں قصر اور اتمام کا مسئلہ شرعی مسافرت پر ہے۔ اگر مقیم کے حکم میں ہے تو وہ ان مقامات میں قصر ہرگز نہیں کریں گے بلکہ اتمام کریں گے۔ اور اگر مسافرت کی صورت میں ہیں تو قصر کریں گے مطلب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر اگر کسی حاجی کو منیٰ روانہ ہونے سے پہلے ۱۵ ر دن رکنا ہوتا ہے تو وہ مقیم ہوگیا اور منیٰ وغیرہ جانے سے وہ مسافر نہ ہوگا۔ اس وجہ سے موجودہ دور میں منیٰ مکہ مکرمہ کے حدود میں داخل ہوگیا اسی طرح مزدلفہ بھی مکہ کے فناء حدود میں ہے اب آبادی کے اتصال اور فناء میں شامل ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ ہی کے حکم میں ہے۔ رہا مسئلہ عرفہ کا وہاں تو صرف دن کا قیام ہوتا ہے رات کا نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی منیٰ مزدلفہ کی طرح مقیم ہونے کی صورت میں پوری اور مسافر ہونے کی صورت میں قصر کرے گا۔

خیال رہے کہ قدیم زمانہ میں منیٰ مکہ سے الگ تھا آبادی کا اتصال نہیں تھا۔ اس لئے دوسرا مسئلہ تھا اور اب منیٰ تو کیا مزدلفہ تک قریب قریب مکہ مکرمہ کا فناء اور اس سے متعلق ہوگیا ہے۔ پس اس دور میں مکہ مکرمہ میں جو حکم ہوگا وہی حکم منیٰ مزدلفہ کا ہوگا۔ چنانچہ اس کی تشریح موجودہ دور کے کتب فتاویٰ میں ہے۔ اگر تحقیق سے یہ ثابت ہوجائے کہ منیٰ اور مکہ کی آبادی متصل ہوگئی ہے تو جو حکم مکہ مکرمہ کا ہوگا وہی ہوگا ورنہ اگر ثابت نہ ہو تو مسافرت کی صورت میں قصر ہوگا۔ علماء کی ایک جماعت سے اس کی تحقیق ہوگئی ہے کہ آبادی کا اتصال ہوگیا ہے۔

منیٰ سے روانہ ہونے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مبارک کا بیان

منیٰ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ابطح میں رکنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دن کے دوسرے حصہ (زوال کے بعد) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابطح

میں قیام کیا تھا۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر بھی اسی طرح قیام کرتے رہے یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔ یہاں آپ نے ظہر عصر مغرب وعشاء پڑھی۔ (ابن خزیمہ: ص ۳۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ابطح میں رکتے تھے۔ (سنن کبریٰ: ص ۱۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (منیٰ سے) نکلنے کے بعد ظہر کی نماز ابطح میں پڑھتے تھے۔

فائدہ: مقام منیٰ سے آتے ہوئے مقام ابطح میں رکنا گو حج کے مناسک اور امور میں سے نہیں ہے مگر تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں قصداً رکے تھے۔ چنانچہ کوچ کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا تھا ہم خیف بنی کنانہ (ابطح) میں رکیں گے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں۔ "مذهب الجمهور استحبابه اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم والخلفاء الراشدين." (عمدۃ القاری: ص ۱۰۱ رسالۃ حجۃ الوداع: ص ۱۸۴)

حافظ ابن حجر نے بھی اسے مستحب لکھا ہے۔ "لكن لما نزل النبى صلى الله عليه وسلم كان النزول مستحبا اتباعاً له." (عمدۃ القاری: ص ۱۰۱)

"ولتقريره على ذلك وفعله الخلفاء بعده." (فتح الباری) اسی طرح علامہ عینی لکھتے ہیں۔ "مستحب عند جميع العلماء ...... وهو الصواب." (عمدۃ القاری: ص ۱۰۱)

"ومذهب الشافعى ومالك وجمهور استحبابه اقتداء برسول الله صلى الله وسلم والخلفاء الراشدين وغيرهم."

ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے۔ "واذا وصل المحصب فالسنة ان ينزل به ولو ساعة." (مرعاۃ: ۹/۱۳۳) ہدایہ میں ہے۔ "واذا نفر الى مكة نزل بالمحصب حتى يكون النزول به سنة ...... فصار سنه كالرمل فى الطواف."

اس کی شرح فتح القدیر میں ہے۔ "فكان سنة فى حقهم لان معنى العبادة فى ذلك يتحقق فى حقهم ايضا." (فتح القدیر: ۲/۵۰۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی اور تحدیث نعمت کے طور پر قیام کیا تھا کہ جہاں پر کفار نے کفر پر باقی رہنے کی قسمیں کھائیں تھیں اہل ایمان کا بائیکاٹ کیا تھا اللہ پاک اس مقام پر ایمان کو اور مسلمانوں کو غالب کیا۔ کفار کے قبضہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا بس اس نعمت کے شکر کے اظہار اور یادگار کے طور پر آپ نے قیام کیا تھا۔ تو امت کو بھی اس کے شکریہ اور تحدیث نعمت کے طور پر رکنا چاہئے۔ یہی حکمت قائلین سنت بیان کرتے ہیں جس کے احناف قائل ہیں۔ علامہ عینی اس حکمت کو لکھتے ہیں۔

"كان نزوله صلى الله عليه وسلم بالمحصب شكرا لله تعالىٰ على الظهور بعد

الاختفاء علی اظهار دین الله ...... واظهار العبادة اظهاراً لشکر الله.'' (عمدۃ القاری:۱۰/۱۰۱)

خیال رہے کہ تمام فقہاء کرام نے رکنا سنت قرار دیا ہے گوتھوڑی دیر سہی۔ مگر کمال سنت یہ ہے کہ قیام کرے اورظہر عصر مغرب وعشاء پڑھے۔ تھوڑی دیر آرام کرے اور چلے۔ شامی میں ''واما الکمال فما ذکره من انه یصلی فیه الظهر والعصر والمغرب والعشاء.'' (شامی:۲/۵۱۳)

احناف کے نزدیک خواہ کچھ دیر ہی رکے سنت اوراس کا ترک خلاف اولیٰ ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے واپسی پر یہاں قیام کیا تھا۔ حضرت ابن عمر اسی طرح ہر سال قیام کرتے تھے حضرت ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما یہاں گذرتے ہوئے رکتے تھے جمہور علماء نے اس کے سنت ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا فقہاء احناف یہاں رکنے کوخواہ چند منٹ کے لئے ہو رکنا سنت قرار دیا ہے اوراس کا ترک برا خلاف اولیٰ قرار دیا ہے۔ اگر نہ رک سکے تو چلتے ہوئے سواری پر اس مقام پر دعا کرے۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مناسک میں لکھا ہے۔ ''فالسنة ان ینزل به ولو ساعة ویدعوا او یقف علی راحلته ویدعو. ففی البحر الزاخر والینا بیع والمضمرات وقف فیه ساعة علی راحلته یدعو. وقال شمس الائمة السرخسی وصاحب الهدایة والکافی وغیرهم ان النزول به سنة عندنا فلو ترکه بلا عذر یصیر مسیئا.'' (شرح مناسک: ص۲۵۱) ابن نجیم نے بحر الرائق میں قاضی خاں کے حوالے سے لکھا ہے تھوڑی ہی دیر سہی رکنا سنت ہے۔ (بحر الرائق: ۲/۳۷۶) صاحب درمختار نے بھی گو ذرا دیر سہی رکنا سنت قرار دیا ہے۔ ''واذا نفر الحجاج الی مکة نزل استنانا ولو ساعة.'' (شامی:۲/۵۲۳)

مقام بطحا اور محصّب کی نشاندہی

یہ ایک مقام تھا منیٰ کے آخری حدود میں اور جنت المعلیٰ کی حد سے پہلے۔ عمدۃ القاری میں ہے ''...... بین منیٰ ومکة وهو بین الجبلین الی المقابر.'' (عمدۃ القاری:۱۰/۹۵) شرح مناسک میں ہے۔ ''ما بین الجبل الذی عند مقابر مکة والجبل الذی بقابله مصعداً'' (شرح مناسک:ص۲۵۱) اعلاء السنن میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے: ''حده ما بین الجبلین المتصلین بالمقابر ولیست المقبرة من المحصب.'' (اعلاء السنن:۱۰/۱۹۶)

معلم الحجاج میں ہے قبرستان مکہ مکرمہ کے متصل جو منیٰ کی طرف جاتے ہوئے دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان میں ہے۔ (معلم الحجاج:ص۱۸۸)

موجودہ دور میں بطحا کی حیثیت

اس دور میں بطحا نام کی کوئی جگہ نہیں ہے نہ دو پہاڑی ہے نہ سنگریزے ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ کی آبادی میں داخل ہوگیا ہے پہاڑوں کو کاٹ کر مکانات بنا دیئے گئے ہیں قبرستان جنت المعلیٰ کی حد بھی باقی نہیں البتہ اس کی حد میں

ایک مسجد ہے جو الا جابۃ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے قریب رک کر ۲، ۳ منٹ دعا کرے تو اس طرح یہ سنت ادا ہوسکتی ہے۔ (معارف السنن)

ابطح میں نہ رکنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابطح میں قیام سہولت سفر کے لئے کیا تھا۔ چاہے تو کوئی رکے نہ چاہے تو نہ رکے۔ (ابن خزیمہ: ص ۳۲۴، ابوداؤد)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ نہ رکتے تھے۔ چنانچہ حضرت اسماء حضرت عروہ مکہ بطحاء میں نہیں رکتے تھے۔ خود حضرت عائشہ بھی نہیں آتی تھیں۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۰۱)

ابطح میں رکنا حج کے مناسک میں سے نہیں تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابطح میں رکنا (حج کے امور میں سے) کچھ نہیں تھا۔ ایک پڑاؤ کی جگہ تھی جہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ (ابن خزیمہ: ۴/۳۲۴، سنن کبریٰ: ص ۱۶۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ابطح کا قیام حج کے مناسک اور مسائل سے متعلق نہیں۔ چنانچہ ابن منذر اس کا مطلب لکھتے ہیں۔ "ای من امر المناسك الذی یلزم فعله." جن لوگوں نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے۔ اس سے مراد حج سے متعلق سنت ہونے کی نفی ہے۔ "والحاصل ان من نفیٰ انه سنة کعائشة وابن عباس انه لیس من المناسك فلا یلزم بترکه شیء." (مرعاۃ المفاتیح: ۸/۱۳۳)

یہاں آپ کا رکنا تاریخی یادگار کے طور پر تھا اور نعمت فتح کے شکریہ کے طور پر تھا۔ کہ چند سال پہلے کفار مکہ نے محصور اور قید کر رکھا تھا اور اب کفار کا اس دیار سے خاتمہ ہوگیا اور اسلام کا غلبہ ہوگیا۔ چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں۔ "وقال بعض العلماء کان نزوله بالمحصب شکر الله تعالیٰ علی الظهور بعد الاختفاء وعلی اظهار دین الله ...... واظهار العبادة فیه اظهارا لشکر الله تعالیٰ علی ردکید الکفار وابطال ما ارادو." (عمدہ القاری: ۱/۱۰۱)

محصّب بطحاء کی تاریخی حیثیت

تاریخ میں یہ مقام مختلف ناموں سے ذکر کئے جاتے ہیں محصّب، بطحاء، خیف بنی کنانہ، شعب ابی طالب وغیرہ یہ وہ مقام تھا جہاں ابتداء اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے خاندان کے ساتھ مقاطعہ کر کے محصور (قید) کر رکھا تھا جس کی تھوڑی تاریخ جس سے حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے سیرت کی کتاب سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(قریش نے) یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ کوئی شخص نہ خاندان بنی ہاشم سے قرابت کرے گا نہ ان کے ہاتھ خرید وفروخت

کرے گا نہ ان سے ملے گا نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا جب تک وہ محمد ﷺ کو قتل کے لئے حوالہ نہ کردیں۔ یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور وہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔

ابوطالب مجبور ہوکر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب (بطحاء، خیف بنی کنانہ) میں پناہ گزیں ہوئے ۳/سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی۔ یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ تلخ درخت کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے۔ (سیرت النبی: ص ۲۴۵)

متصل ۳/برس تک آنحضرت ﷺ اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں۔ بالآخر دشمنوں کو ہی رحم آیا۔ خود انہی کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی۔ (سیرت النبی: ص ۲۴۶)

ابوصالح الدمشقی نے لکھا ہے کہ جب قریش نے یہ سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو قوم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے تو تمام مشرکین نے اس پر اتفاق کیا کہ ان سے تعلق منقطع کرلیا جائے ان کو مکہ سے شعب (کنانہ جو گھاٹی تھی) کی طرف ڈھکیل دیا جائے وہ سب جمع ہوئے انہوں نے مشورہ کیا اور عہد نامہ لکھا کہ سب کہ سب اس بات پر عہد کریں کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کوئی ربط نہ رکھیں گے نہ اس سے رشتہ نکاح کریں گے نہ ان سے رشتہ نکاح کو قبول کریں گے۔ نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے نہ ان سے فروخت کریں گے۔ نہ ان سے مصالحت کریں گے نہ ان پر رحمت وشفقت کا برتاؤ کریں گے۔ تاوقتیکہ وہ محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لئے حوالہ نہ کردیں۔

اس عہد نامہ کو منصور بن عکرمہ نے لکھا ابن ہشام نے کہا اسے نصر بن الحارث کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے حق میں بددعا کی اس کا ہاتھ شل ہوگیا۔

ابوصالح نے لکھا کہ اس شعب میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تمام افراد محصور ہوگئے تھے۔ مسلمان اور کافر سب ساتھ تھے مسلمان تو دین کی وجہ سے اور کافر قبیلہ کی مدد کی وجہ سے۔

بلاذری نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے کہا ہم سب اس وادی میں ۳/سال تک قید رہے ہم میں سے کوئی اگر کھانے پینے کے سامان کو خریدنے کے لئے نکلتا تو لوگ نہ دیتے یہاں تک کہ کتنے لوگ جن کو ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوگئے۔ یعنی وفات پاگئے۔

آپ کے چچا ابوطالب اس مدت میں آپ کی بھرپور حفاظت کرتے رہے تو آپ کو ہر رات اپنے بستر پر سلاتے، تاکہ دیکھیں کہ کون آپ کو قتل کرنے یا پکڑنے آتا ہے۔ اپنے تمام بیٹوں کو چچا کی اولاد کو حکم دیدیا تھا کہ وہ رات میں آپ کے بستر پر آجائیں اسی طرح ۳/سال گذر گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیمک کو اس عہد نامہ پر مسلط کردیا۔ اس نے تمام عہد نامہ کو کھالیا۔ صرف اللہ کے نام گرامی کو باقی رکھا آپ ﷺ نے دیمک کے کھانے کی اطلاع دی۔ سب نے تعجب کیا کہ آپ گئے بھی نہیں کیسے اطلاع ہوگئی۔ (سبل الہدیٰ: ص ۳۷۹)

موجودہ دور میں محصّب اور اس سنت پر عمل کا طریقہ

رمی سے فارغ ہوکر منیٰ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے آپ ﷺ نے محصّب کے مقام پر جسے شعب ابی طالب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے قیام کیا تھا۔ اور ظہر عصر مغرب وعشاء پڑھی تھی۔

اس کے پیش نظر تمام علماء منیٰ سے آتے وقت یہاں رکنا اور نمازوں کا پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ تھوڑی دیر ہی سہی اگر نماز نہ پڑھ سکے تو تھوڑی دیر رک کر دعا ہی کرے۔ مگر موجودہ دور میں مسئلہ یہ ہے کہ یہاں تعمیریں ہوگئیں مکانات بن گئے۔ راستہ اور سڑک کے دونوں جانب مکان بن گئے سڑک بھی بہت چالو ہر وقت تیز رفتار گاڑیاں گذرتی ہیں۔ نہ وادی نہ میدان نہ کوئی خالی جگہ اب یہ محلّہ معابدہ کے نام سے ہے اس کی پرانی تاریخ محو ہوگئی بظاہر کوئی علامت نہیں جس سے اس کی خاص شناخت ہوسکے۔ البتہ اس جگہ سے قریب ایک مسجد الاجابتہ ہے۔ اس کی شناخت ہوسکتی ہے کہ اسی کے قریب یہ مکان بطحا یا شعب ابی طالب تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ منیٰ سے آنے والے راستے طریق المشاہ میں نہیں پڑتا چونکہ یہ راستہ مروہ اور مسعیٰ کے پاس سے منیٰ کی جانب جاتا ہے۔ اور محصّب جنت المعلیٰ سے آگے ہے جنت المعلیٰ سے متصل جو دو پہاڑیاں تھیں اس کے پاس ہے اب یہ پہاڑیاں بھی نہیں ہیں۔ بس محلّہ معابدہ کے نام سے شناخت ہے۔

انفرادی طور پر اگر کوئی شخص اپنی سواری سے منیٰ سے اس راستہ سے آئے اور مسجد الاجابہ میں قیام کرے تو اس سنت کی ادائیگی ہوسکتی ہے۔

بطحاء کی موجودہ دور کی حیثیت کو معارف السنن مین ذکر کیا گیا ہے۔

''اصبح اليوم عمران مكة متسعا ومتصلا من وادى التنعيم الى منىٰ فاتسعت مكة من جهتيها من ضواحيها ونواحيها .... فما بقى خيف بنى كنانة ولا واديها ولا من يعرف حصباء مكة من قاصيها ودانيها الا من كان عالما بالآثار يعلم باديها وخافيها اسماء تقرؤها فى التاريخ نعم هناك مسجد بنى فى عهد الا تراك ذكرى من الزكريات لخيف بنى كنانة يسمى مسجد الاجابة.'' (معارف السنن:۶/۳۰۹)

پس معلوم ہوا کہ اس سنت پر عمل اس دور میں مشکل ہی ہے۔ تاریخی معلومات سے واقف شخص اپنے طور پر عمل کرلے تو دوسری بات ہے۔ مزید یہ کہ یہ مناسک حج میں سے بھی نہیں ہے۔ سہولت اور یادگار ماضی کی وجہ سے آپ نے قیام کیا تھا یا شکرانہ کے طور پر قیام کیا تھا کہ پہلے دشمنان اسلام نے اس مقام پر جیل کی طرح محبوس کر رکھا تھا اب اللہ پاک نے اسے مفتوح فرمادیا تھا۔ جیسا کہ بعض شارحین حدیث نے بیان کیا۔ (عمدۃ القاری:۱۰/۱۰۱)

پس یہاں اب نہ رکنے سے کوئی کراہت نہیں۔

طواف وداع کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن وطریق کا بیان

آپ نے طواف وداع کب کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو محصب سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ لوگ نکل پڑے۔ آپ صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ آئے اور طواف کیا پھر نکلے اور سوار ہوئے پھر مدینہ منورہ کی جانب عازم سفر ہوئے۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۳۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام محصّب میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور تھوڑی دیر آرام کیا اس کے بعد (مسجد حرام میں) داخل ہوئے اور طواف کیا (یعنی صبح سے پہلے)۔

(مسند احمد مرتب: ۱۲/ ۳۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ہم لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آخری دن (۱۳ تاریخ کو بوقت ظہر) کوچ کیا۔ محصّب میں پڑاؤ ڈالا۔ سحر کے وقت آپ نے نکلنے کا اعلان کیا آپ روانہ ہوئے صبح سے قبل بیت اللہ آئے طواف (وداع) کیا اسی وقت روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ کا رخ اختیار کیا۔ (ابوداؤد: ص ۲۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتظام محصّب کے جائے نزول پر کیا تھا۔ تنعیم سے عمرہ سے بیچ رات میں فارغ ہوگئیں تو آپ نے صحابہ کرام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ آپ نکلے اور خانہ کعبہ آئے اور صبح سے پہلے طواف وداع کیا۔ (القری: ص ۵۵۵)

فائدہ: ارباب تحقیق نے بیان کیا کہ مقام محصّب میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد حرم میں داخل ہوئے اور صبح سے پہلے آپ نے طواف وداع کیا۔ پھر مدینہ کی سفر کی جانب روانہ ہوئے۔ ابن قیم لکھتے ہیں۔ "وطافها طواف الوداع ليلا ثم خرج من اسفلها الى المدينة." (ص ۲۹۳)

اسی طرح ابن جماعۃ نے لکھا ہے کہ آپ نے سحر سے قبل طواف وداع کیا پھر...... کدا سے ہوتے ہوئے اسفل مکہ آئے اور اس کے بعد مدینہ کی جانب عازم سفر ہوگئے۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۳۲۸)

اسی مقام پر محصّب کے قیام کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عبد الرحمٰن عمرہ کرانے مقام تنعیم لے گئے اور حضرت عائشہ عمرہ سے فارغ ہو کر محصّب میں آگئیں جب آپ کو معلوم ہوا کہ آگئیں تو آپ نے محصّب سے چلنے کا اعلان فرمایا۔ وسط شب میں عمرہ سے فارغ ہوگئیں آخر رات میں سب نے یہاں سے نکل کر طواف وداع کیا۔

چنانچہ صحیحین میں ہے۔ "وفرغنا من طوافنا فی جوف اللیل فاتیناه بالمحصب فقال فرغتما

قلنا نعم فاذن فی الناس الرحیل فمر بالبیت وطاف به ثم ارتحل متوجھا الی المدینة.“

(صحیحین:۱/۲۴۰)

ابن قیم نے اسی ترتیب والی حدیث کواصح قرار دیا ہے۔(ص۲۹۳)

جز حجۃ الوداع میں ہے کہ آپ نے شب اخیر میں طواف وداع کیا۔ (حجۃ الوداع:ص۱۸۲)

ترتیب یہ ہوئی عشاء تک آپ محصّب میں تھے۔ پھر وسط شب میں حضرت عائشہ عمرہ کے امور سے فارغ ہوگئیں آپ نے کوچ کیا۔ آخری شب میں سحر کے قریب خانہ کعبہ کا طواف وداع کیا فجر کا وقت ہوگیا مسجد حرام میں فجر کی نماز پڑھی جس میں والطّور پڑھا تھا پھر مدینہ کی جانب کوچ کر گئے۔

طواف وداع کے بعد متصلاً نکلنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (محصّب سے) بیت اللہ آئے پھر طواف (وداع) کیا پھر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوگئے۔ (مختصرا، ابوداؤد:۵/۲۰۰، سنن کبری:ص۱۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی یہاں سے روانہ نہ ہومگر یہ کہ اس کا آخری عمل خانہ کعبہ طواف ہو۔ (مسلم:ص۴۲۷، سنن کبری:۵/۱۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (عمرہ کے طواف سے) میں بیچ رات میں فارغ ہوگئی۔ اور مقام محصّب میں (جہاں آپ نے آنے کہا تھا) آگئی آپ نے پوچھا طواف سے فارغ ہوگئی میں نے کہا ہاں۔ آپ نے لوگوں کو (محصّب سے) چلنے کا حکم دیا۔ خانہ کعبہ آئے اور طواف (وداع) کیا پھر سیدھے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ (سنن کبری:ص۱۶۱)

اعلاء السنن میں ہے: ”ان المستحب فیه ان یقع عند ارادة السفر بعد الفراغ من الحج بل من جمیع اشغاله ویعقبه الخروج من غیر مکث.“ (اعلاء السنن:۱۰/۲۰۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری شب صبح صادق سے پہلے طواف وداع کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف نہیں کیا ہے تو آپ نے فجر کی جماعت کے وقت طواف کا حکم دیا ادھر فجر کا وقت ہوگیا آپ نے فجر کی جماعت حرم میں پڑھی پھر اس کے بعد نشیب مکہ سے مدینہ کا سفر اختیار کیا۔ (بخاری:ص۲۲۹)

پس سنت اور افضل یہ ہے کہ جب معلوم ہو جائے کہ فلاں وقت نکلنا ہے۔ جیسا کہ اعلان کر دیا جاتا ہے اور روانگی بس کے وقت کی اطلاع دیدی جاتی ہے۔ اس سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے نہایت عجز انکساری کے ساتھ آخری رخصتی طواف کرے۔ اس کے بعد اگر نکلنے میں دیر بھی ہو جائے حتیٰ کہ ایک دو نماز کا وقت بھی آجائے تو کوئی کراہت وغیرہ نہیں اور نماز حرم ہی میں آکر پڑھے۔ یہ نہ سوچے کہ رخصتی طواف اور نماز کے بعد حرم میں آنا پھر نہیں۔

بہر حال طواف وداع حاجی کا آخری عمل ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے علماء کے نزدیک اگر طواف کے بعد کسی مشغولی کو اختیار کیا یا رک گیا تو جاتے وقت پھر طواف کرنا واجب ہوگا۔ چنانچہ مالکیہ شافعیہ اسی کے قائل ہیں۔ اس کے برخلاف احناف کے یہاں ایک ماہ ایک سال بھی رکا رہا تو جاتے وقت واجب نہ ہوگا۔ ہاں مستحب ہے کہ پھر کرلے۔ ”وان اقام شهرا او اكثر لا نه طاف ما بعد حل له النفر فلم يلزمه اعادته.“

(اعلاء السنن: ۱۰/۲۰۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی طواف کے بعد فجر کی نماز پڑھی تھی وقت ہو تو نفلی طواف بھی کرسکتا ہے چنانچہ اس حدیث پاک سے چند امور مستفاد ہوئے۔ ① جب مکہ مکرمہ سے جانے کا اراہ ہو اس سے کچھ پہلے حسب سہولت طواف رخصتی کرے۔ ② اس طواف میں نہ رمل ہے اور نہ اس کے بعد سعی ہے۔ ③ احباب و رفقاء کے انتظار میں نکلنے میں تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ④ طواف وداع کے بعد اگر نماز کا وقت آجائے تو حرم خانہ کعبہ ہی میں نماز پڑھے۔ ⑤ اگر اپنے اختیار میں ہو تو ”جانب کدیٰ“ مکہ کے نشیبی راستہ سے نکلے کہ آپ مکہ کے اعلیٰ حصہ سے داخل ہوتے تھے اور اسفل نشیبی حصہ سے نکلتے تھے۔ ⑥ احباب رفقاء ہوں تو ان کے ساتھ سفر کرے تنہا نہ کرے۔

طواف وداع کے بعد آپ نے فجر حرم میں پڑھی پھر مدینہ کی طرف نکلے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ سے مرض کی شکایت کی (جس کی وجہ سے اب تک طواف نہیں ادا کیا) آپ نے فرمایا سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کرلو۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے طواف کرلیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی رخ نماز پڑھ رہے تھے۔ (اس کے بعد آپ نے کوچ کیا) (یعنی فجر کی نماز طواف وداع کے بعد)۔ (بخاری: ص ۲۱۹، نسائی: ص ۳۶)

فائدہ: ابن قیم نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف وداع کے بعد ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے انتظار میں رکے رہے کہ انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا۔ یہ ۱۴/ ذی الحجہ کے صبح کا واقعہ ہے۔ (حجۃ الوداع: ص ۱۸۴)

اور فجر کی نماز پڑھ کر مکہ سے نکلے۔ اور فجر کی نماز میں آپ نے سورہ طور پڑھی جسے حضرت ام سلمہ نے پڑھتے ہوئے سنا۔ (زاد المعاد: ص ۲۹۷)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ آپ نے صبح کی نماز کے وقت طواف کرنے کو کہا تھا۔ (عمدۃ القاری: ص ۲۶۲)

آپ نے فجر کی جماعت کے وقت طواف کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا کہ اس وقت مطاف طواف کرنے والوں سے خالی ہوگا۔ بھیڑ نہیں ہوگی۔ سہولت سے طواف ہو جائے گا۔ چونکہ مردوں کی بھیڑ میں عورت کا طواف کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ادھر عورت پر جماعت واجب نہیں کہ جماعت کا ترک لازم آتا۔

پس اس روایت سے چند امور اور معلوم ہوئے۔ ① سب سے آخری عمل طواف وداع کا ہے۔ ② احباب

اور رفقاء کی رعایت میں جائز حد تک تاخیر کرنا مشروع ہے خصوصاً شوہر کا بیوی کے لئے۔ ③ تنہا کے بجائے احباب اور رفقاء کے ساتھ سفر افضل ہے۔ ④ عورت کے لئے اژدحام کے مقابلہ جب بھیڑ نہ ہو یا کم ہو طواف کرنا سنت ہے۔ ⑤ عورت کا طواف کرنا کنارے سے افضل ہے مردوں کے ازدحام میں گھس کر ممنوع ہے۔ ⑥ عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔ ⑦ بغیر طواف زیارت کئے عورت کا سفر کرنا درست نہیں۔ ⑧ لوگوں کے نماز پڑھنے کی حالت میں طواف کرنا درست ہے۔ ⑨ طواف ہر وقت کرنا درست ہے۔ مکروہ اوقات میں بھی۔

طواف وداع اور اس کے چند اہم مسائل

❶ یہ طواف واجب ہے۔ جس پر یہ طواف ہو اس کے چھوڑ دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے یہ اس شخص پر واجب ہے جو مکہ مکرمہ سے باہر کا ہو۔ (مناسک ملاعلی: ص ۲۵۲)

❷ جو حل یا میقات میں رہنے والا ہو اس پر یہ واجب نہیں۔ (مناسک: ص ۱۱)

❸ بچے پر مجنون پر اور اسی طرح حائضہ اور نفاس والی عورت پر واجب نہیں۔ (مناسک)

❹ اس طواف کا وقت طواف زیارت کے ادا کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

❺ یوم النحر میں طواف زیارت کے بعد بھی ادا کر لے گا تو صحیح ہو جائے گا۔ (فتح القدیر: ص ۵۰۳)

❻ اس کا آخری وقت متعین نہیں۔ سالوں کے بعد جب بھی مکہ سے سفر کرے گا ادا کر سکتا ہے۔ (مناسک: ص ۲۵۲)

❼ یہ آخر عمر تک واجب رہتا ہے۔ (مناسک)

❽ مکہ مکرمہ میں رکا رہا جب تک رہ رہا ہے تب تک کر سکتا ہے۔ تاخیر سے کوئی گناہ نہیں اور نہ دم آئیگا۔ اس کا وقت مستحب اس وقت ہے جب مکہ مکرمہ سے سفر کا ارادہ کرے۔ (مناسک: ص ۹۰)

❾ طواف وداع کے بعد چند دن رکا رہا تو واجب نہیں مستحب ہے کہ سفر کرنے سے قبل پھر طواف کرے۔

(مناسک، فتح القدیر: ۲/۵۰۳)

❿ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص اگر اقامت کا ارادہ کرے تب بھی اس پر یہ طواف لازم ہے۔ (مناسک)

⓫ اگر کوئی عورت جو پاک ہو حیض کی حالت میں نہ ہو طواف وداع کئے ہوئے چلی جائے تو اس کے ذمہ اسی حالت غیر احرام میں حرم لوٹنا واجب ہوگا اور طواف وداع کرنا ہوگا۔ اگر اس سے لوٹ کر طواف کر لیا تو دم واجب نہ ہوگا۔ (مناسک)

⓬ لوٹنا اس وقت تک واجب ہوگا جب تک میقات سے آگے نہ نکلا ہو۔ (فتح القدیر: ۲/۵۰۳)

⓭ اگر میقات سے آگے گذر گیا اور لوٹ کر طواف کرنا چاہتا ہے تو اسے اب بلا احرام کے میقات کے اندر آنے کی اجازت نہیں بس اس صورت میں عمرہ کا احرام باندھ کر آ سکتا ہے۔ پس عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اولا

عمرہ کا طواف وسعی حلق کرے گا اس کے بعد طواف وداع کرے گا۔ اس صورت میں بھی اس پر کوئی دم اور جنایت لازم نہیں آئے گا۔ البتہ تاخیر کا گناہ ہوگا۔ یعنی خلاف سنت تاخیر سے یہ طواف کیا۔

(شرح مناسک: ص ۲۵۳، فتح القدیر: ص ۵۰۳)

۱۴ اس طواف وداع میں نہ رمل کرے گا نہ اضطباع اور نہ اس کے بعد سعی ہوگی۔ طواف وداع رخصت اور روانگی سے کچھ پہلے کرنا مستحب ہے۔ اگر طواف وداع کے بعد کچھ وقت یا کچھ دن رکنے کی نوبت آگئی تو اس سے کوئی حرج نہیں طواف اب دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ (شرح مناسک)

۱۵ طواف وداع کے بعد رکنے کی نوبت آئی حتیٰ کہ کسی نماز کا بھی وقت آگیا تو بلا کسی قباحت کے وہ حرم میں نماز پڑھ سکتا ہے بلکہ پڑھنا چاہئے تاکہ ایک لاکھ کی نماز کا ثواب مل جائے اس کے بعد طواف وداع کی ضرورت نہیں۔

۱۶ طواف وداع کے بعد اتنا وقت گذرا کہ کسی نماز کا وقت آگیا۔ تو اگرچہ طواف وداع کا لوٹانا واجب نہیں مگر سہولت اور موقعہ ہو تو دوبارہ کر لینا مستحب ہے۔ (شرح مناسک)

۱۷ طواف وداع کرلیا پھر خواہ کسی بھی وجہ سے مکہ مکرمہ میں رکنا ہوگیا تو طواف نفلی کرنا چاہے تو بلا کراہت کرسکتا ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طواف وداع کے بعد کوئی طواف نہ کرے ورنہ طواف وداع باطل ہوجائے گا سو یہ غلط ہے۔ بلکہ باہر سے آنے والے ذرا بھی موقعہ ملے وقت ملے اور طواف کی طاقت ہو تو طواف سب سے افضل عبادت ہے چونکہ ہر عبادت وطن میں کرسکتا ہے مگر طواف نہیں کرسکتا۔ طواف وداع کے لئے رخصتی کی نیت لازم نہیں۔ اگر نفل کی نیت سے بھی کرے گا تو ادا ہوجائے گا۔ طواف زیارت کے بعد کوئی بھی نفل طواف کرے گا تو طواف وداع اس سے ادا ہوجائے گا۔ لہٰذا اگر کسی نے طواف زیارت کے بعد کوئی نفل طواف کسی وقت کرلیا تھا۔ پھر وہ مکہ مکرمہ سے وطن روانہ ہوگیا اور روانگی سے قبل طواف وداع نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں نہ اس پر دم نہ ترک واجب کا گناہ بلکہ نفل طواف، طواف وداع بن گیا۔ البتہ خلاف سنت یا مستحب ہوا کہ روانگی کے وقت طواف کرنا سنت یا مستحب تھا وہ ترک ہوا۔ (شرح مناسک)

۱۸ اگر حائضہ عورت کے پاس وقت ہو کہ وہ پاکی تک رک سکتی ہو تو پاکی تک رک کر طواف وداع کر کے جانا بہتر ہے۔ (اعلاء السنن: ص ۱۹۸)

۱۹ اگر کسی نے طواف وداع بھولے سے یا کسی وجہ سے یا بلا وجہ غفلت اور نادانی میں جنابت ناپاکی کی حالت میں طواف کرلیا تو اس پر دم۔ ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی۔

۲۰ اگر پورا طواف نہیں کیا بلکہ چار چکر کیا تب بھی دم واجب ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۳۵۱)

۲۱ اگر کسی نے طواف وداع بے وضو کیا تو واجب ادا ہو گیا اور ہر چکر کے بدلے ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں دینا پڑے گا۔

۲۲ اگر کسی نے طواف وداع بے وضو کیا تھا پھر دوبارہ وضو کے ساتھ کرلیا تو اس پر کچھ واجب نہیں طواف وداع ہو گیا۔ اس طواف میں تاخیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ (شرح مناسک: ص ۳۵۱)

طواف وداع کے بعد

طواف وداع سے جب فارغ ہو جائے تو دو رکعت نماز طواف مقام ابراہیم یا مسجد حرام میں جہاں بھی سہولت ہو پڑھے۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۴)

پھر اس کے بعد زمزم کے پاس آئے۔ (آب زمزم کا کنواں اوپر سے پاٹ کر بند کر دیا گیا ہے) حرم میں زمزم کے لال رنگ کے ثلاجہ رکھے ہوئے ہیں یا نلوں کے پاس آئے اور خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے زمزم پیئے۔

زمزم پینے سے قبل "بسم اللّٰه" کہے اس کے بعد "الحمد لله" کہے اس کے بعد "والصلاة والسلام علی رسول اللّٰه" کہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۵)

پھر آخری مرتبہ یہ دعا "اللهم انی اسئلك علما نافعا ورزقا واسعا وشفاءً من كل داء" پڑھے زمزم خوب جی بھر ۳ رسانس میں پیئے۔ اور ہر مرتبہ نگاہ اٹھا کر بیت اللہ دیکھے۔ (شرح مناسک)

پھر زمزم اپنے سر پر ڈالے، چہرے پر اور پورے جسم پر ڈالے۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۵)

اس کے بعد اگر سہولت ہو از دحام کی کلفت نہ ہو اور بھیڑ کی وجہ سے کسی اذیت جسمانی کا اندیشہ نہ ہو تو ملتزم کے پاس آئے۔

ملتزم حجر اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان کا حصہ ہے۔ اپنے سینہ کو اور دائیں رخسار کو اس دیوار پر چمٹا دے اور ہاتھ کو اوپر کی جانب اٹھا دے نہایت خشوع خضوع اور روتے ہوئے گریہ وزاری کرتے ہوئے دعائیں کرلیں۔

اس کے بعد حجر اسود کے قریب اس کا استیلام کرے۔ از دحام ہو تو ہاتھ سے اشارہ کرے پھر بیت اللہ کی طرف نگاہ کرتے ہوئے روتا ہوا چلا آئے۔ آتے وقت بیت اللہ کی طرف مڑ کر دیکھے پھر آئے اسی طرح آئے۔

(شرح مناسک، شامی: ۲/۵۲۴)

خیال رہے کہ ایڑی کے بل پیچھے چلتا ہوا اور بیت اللہ کی طرف سینہ کرتا ہوا جسے رفعت قہقہری کہتے ہیں نہ آئے یہ بدعت مکروہ خلاف سنت ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس طریقہ کی گنجائش دی ہے مگر صحیح ہے کہ یہ خلاف سنت ہے شرح لباب میں ملا علی قاری نے .... اسے منع کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "وما يفعله الناس من الرجوع القهقهری بعد الوداع فليس فيه سنة مروية." ملا علی قاری نے آخر میں اسے

بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔ (شرح لباب: ص۲۵۶)

بہر حال بدعت بدعت ہی ہے نہ آپ سے نہ اصحاب سے نہ خیر القرون کے اکابرین سے بسند ثابت ہے۔ شامی درمختار کے "یرجع قهقهری" پر لکھتے ہیں۔ "وفی مناسك النووی ان ذلك مكروه لانه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محكی وتبعه ابن الكمال والطرا بلسی فی مناسكه." (شامی، درمختار: ۲/۵۲۴)

طواف وداع کے بعد زمزم پینا آپ سے ثابت ہے یا نہیں

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب طواف (وداع) سے فارغ ہوئے تو زمزم (کے کنویں) سے ڈول کھینچا۔ آپ نے خود کھینچا کوئی دوسرا شریک نہیں ہوا۔ پھر باقی ڈول کا پانی زمزم کے کنویں میں ڈال دیا۔ اور فرمایا اگر لوگوں کے غالب ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میرے علاوہ زمزم کوئی نہیں کھینچتا۔ (فتح القدیر: ص۵۰۵)

فَائِدَہ: محقق ابن ہمام نے زمزم کے پاس تشریف لانے اور زمزم پینے کے دو مختلف روایتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو زمزم کے کنویں سے پانی نکال کر دیا۔ "انهم نزعوا له" اور حضرت عطا کی روایت (مرسل) میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود نکالا اور پیا۔ "فنزع هو بنفسه الدلو فشرب منها لم يعنه علی نزعها احد." حضر جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو طواف زیارت پر محمول کیا۔ اور عطا کی روایت کو طاف وداع کے متعلق بتایا ہے۔ چنانچہ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ "وقد يجمع بان ما فی هذا كان يعقب الطواف وما فی حديث جابر رضی الله عنه وما معه كان عقيب طواف الافاضه."

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں صراحۃً کوئی ایسا لفظ نہیں ایسی کوئی عبارت بھی نہیں جس کا سیاق سباق واضح طور پر بتادے کہ طواف وداع کے بعد آب زمزم کے پاس گئے اور زمزم نوش فرمایا۔ ہاں البتہ طواف زیارت کے بعد زمزم کے پاس جانا پینا صراحۃً ثابت ہے۔

طواف وداع کے بعد رواۃ نے زمزم پینے کا ذکر نہیں کیا۔ آپ کی ازواج مطہرات نے جن کے ساتھ آپ نے شب اخیر میں طواف کیا انہوں نے بھی ذکر نہیں کیا۔ یا تو اختصاراً ذکر نہیں کیا۔ یا اس وجہ سے کہ واقعۃً آپ زمزم کے پاس نہیں تشریف لے گئے، طواف وداع سے فارغ ہونے کے بعد صبح صادق کا وقت ہو گیا تھا۔ صبح کی نماز پڑھ کر آپ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

اگر آپ زمزم کے پاس جاتے اور زمزم پیتے تو ضرور کسی نہ کسی روایت میں وداع کے بعد زمزم پینے کی صراحت ہوتی۔ ادھر چونکہ آپ زیارت کے بعد زمزم پی کر اس کے استحباب کی جانب عملاً اشارہ کر چکے تھے اس لئے وقت نہ ہونے کی وجہ سے "بياناً للجواز" آپ نے ایسا کیا ہو۔

مزید یہ بھی کہا جاسکتا ہے آپ جلدی میں ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شب اخیر میں خنکی اور ہلکی سی ٹھنڈک کی وجہ سے پیاس نہ لگی ہو اور پانی پینے کی خواہش نہ ہوئی ہو۔ اس کے برخلاف طواف زیارت آپ نے عین زوال کے وقت شدت حرارت، دوپہر کی گرمی کے وقت کیا اس وقت ویسے بھی پیاس شدید محسوس ہوتی ہے۔ اور دن ہونے کی وجہ سے لوگوں کی بھیڑ بھی تھی صحابہ کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو نقل کردیا۔ پس جہاں دیکھا تو کسی نہ کسی راوی نے نقل کردیا جہاں نہیں دیکھا وہاں نقل نہیں کیا۔ ادھر علماء مجتہدین نے اصول سے کہ آپ ﷺ سے طواف کے بعد ثابت ہے وداع کے بعد بھی استحباب ثابت کردیا ہے۔

طواف وداع کے بعد دو امر مستحب کی تحقیق

عموماً فقہاء کرام طواف وداع کے بعد دو امر مستحب لکھتے ہیں۔ ① زمزم پینا۔ ② ملتزم کے پاس آنا اور چمٹنا دعا کرنا۔

جیسا کہ شرح لباب میں ملا علی قاری نے اور دیگر فقہاء نے بیان کیا ہے حنابلہ اور شوافع کے یہاں بھی طواف وداع کے بعد ملتزم کے پاس آنا اور چمٹنا لکھا ہے۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/ ۲۳۷)

"ثم یاتی زمزم فیشرب منه. ثم یاتی الملتزم" (شرح لباب: ص ۲۵۵)

اسی طرح شامی میں ہے۔ "ثم یأتی زمزم." (شامی: ۲/ ۵۲۴)

مگر ان دونوں امر کا ثبوت حجۃ الوداع کے موقعہ پر طواف وداع کے بعد کسی روایت سے صراحۃً ثابت نہیں ہے۔ روایتوں میں اس طرح ہے شب اخیر میں طواف وداع کیا اس کے بعد صبح کا وقت ہوگیا۔ مکہ میں آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ اور مدینہ منورہ کی جانب کوچ کیا۔

چنانچہ بخاری میں ہے۔ "فطاف للوداع لیلا سحرا ولم یرمل فی هذا الطواف." زاد المعاد میں ہے۔ "ثم نهض الی مکة وطاف بها طواف الوداع لیلا. ثم خرج من اسفلها." (زاد المعاد: ص ۳۹۳)

یہاں راوی نے صرف طواف کا ذکر کیا ہے۔ نہ زمزم کے پاس آنے کا ذکر کیا ہے اور نہ ملتزم اور باب کعبہ کے پاس آنے کا ذکر کیا ہے۔ ہاں البتہ طواف زیارت کے بعد آپ کا زمزم کے پاس آنا اور زمزم کا پینا صحیح رواتیوں میں مذکور ہے۔

چنانچہ حضرت جابر کی طویل حدیث جو مسلم میں ہے۔ "فافاض الی البیت فصلی بمکة الظهر فاتی علی بنی عبد المطلب یسقون من زمزم."

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مسند احمد میں ہے اس کا ذکر ہے۔ "ثم افاض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فدعا بسجل من ماء زمزم فشرب منه." (مسند احمد مرتب: ص ۸۶)

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ طواف وداع کے بعد زمزم کے پاس آئے ہوں جسے راوی نے ذکر نہیں کیا۔ یا طواف زیارت پر قیاس کر کے طواف وداع کے بعد زمزم پینا مستحب قرار دیا ہو۔

اسی طرح طواف وداع کے بعد آپ کا ملتزم کے پاس آنا ثابت نہیں۔

علامہ ابن قیم نے تو صاف انکار کر دیا کہ آپ فتح مکہ کے موقعہ پر ملتزم کے پاس آئے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نہیں آئے تھے۔ "فالذی روی عنه انه فعله یوم الفتح." (زاد المعاد: ص۲۹۶)

ابوصالح دمشقی نے سبل الہدیٰ میں اسی رائے کو پسند کیا اور ابن قیم کی رائے پر اتفاق کیا ہے۔ "صح انه وقف بالملتزم فی غزوة الفتح." (سبل الہدیٰ: ۸/۴۸۶)

وجہ اس کی یہ ہے کہ صفوان کی اس روایت میں جس میں ملتزم پر چمٹنے کا ذکر ہے اس میں "لما فتح مكة" کی عبارت ہے۔ (ابوداؤد، بلوغ الامانی: ۱۲/۲۳۵)

البتہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حج کے موقعہ پر ملتزم پر آتے تھے سینہ پیشانی اور ہاتھوں کو پھیلا کر ملتزم پر رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ اس پر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔ شاید حضرت ابن عباس نے وداع کے موقعہ پر یا اور کسی موقعہ پر دیکھا ہو جسے وہ کہہ رہے "هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم" پس ان روایتوں کے پیش نظر جو آپ سے فتح مکہ کے موقعہ پر طواف کے بعد ملتزم پر آنا اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر طواف زیارت کے بعد زمزم کا پینا مذکور ہے۔ جس کی جانب علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں تصریح کی ہے۔ "روی احمد باسناد جید من حدیث جابر فی ذکر حجته علیه السلام ثم عاد الی الحجر ثم ذهب الی زمزم فشرب منها وصب علی راسه ثم رجع فاستلم الرکن." (شرح بخاری: ۹/۲۷۷)

اس سے ان دونوں امر کا مستحب و مسنون ہونا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ شرح مسند احمد میں ہے۔ "آخر احادیث الباب وحدیثی عمر بن شیب وابن عباس المذکورین فی الزوائد علی استحباب الوقوف بالملتزم عقب طواف الوداع والدعا عنده." (شرح مسند احمد: ۱۲/۲۳۷)

حاصل یہ نکلا کہ طواف زیارت کے بعد صراحتہ زمزم پینے کا ثبوت ہے اور طواف وداع کے بعد استدلالاً ثبوت ہے لہٰذا اگر کوئی طواف وداع کے بعد ملتزم کے پاس نہ جائے اور زمزم نہ پیئے تو اسے خلاف سنت کا مرتکب نہیں کہا جائے گا۔

آخری طواف کا مستحسن طریقہ اور رخصت ہوتے وقت کی بہترین دعا

حضرت مجاہد (جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں) کہتے ہیں کہ جب تم مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے کا

ارادہ کروتو مسجد حرام میں داخل ہو۔ حجر اسود کا استیلام کر کے طواف شروع کرو۔ ۷ رپھیرے پورے کرنے کے بعد (آخری استیلام کرنے کے بعد) مقام ابراہیم کے پاس آجاؤاس کے پیچھے نماز پڑھو۔ پھر زمزم پیو۔ پھر ملتزم (حجر اسود اور دروازہ خانہ کعبہ کے درمیان کا حصہ اگر ازدحام اور تکلیف دہ بات نہ ہو) کے پاس آکر سینہ اور پیٹ کو خانہ کعبہ سے چمٹا کر خوب جو چاہو دعا مانگو۔ اس کے بعد حجر اسود کے پاس آکر (آخری) استیلام کرلو اور وطن روانہ ہو جاؤ۔ (القری:ص ۵۵۷، سنن سعید ابن منصور)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آخری طواف کے بعد ملتزم کے پاس آکر (اگر بھیڑ کی وجہ سے یہاں نہ آسکےتو مسجد حرام میں کہیں بھی) یہ دعا پڑھ لے:

''اللهم البيت بيتك. والعبد عبدك وابن عبدك وابن امتك حملتنى على ما سخرت لى من ؛خلقك حتى سيرتنى فى بلادك وبلغتنى بنعمتك حتى اعنتنى على قضاء مناسك فان كنت رضيت عنى فاز دد عنى رضا وا لا فمن الآن قبل ان تنأى عن بيتك دارى هذا اوان انصرا فى ان اذنت لى غير مستبدل بك ولا ببيتك لا راغب عنك ولا عن بيتك اللهم فاصحبنى العافية فى بدنى والعصمةُ فى دينى واحسن منقلبى وارزقنى ما ابقيتنى.'' (القری:ص ۵۸۷) (مزید اس وقت کی اہم دعائیں حج وعمرہ کی مسنون دعاؤں میں ہیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف وداع کا حکم فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آخری فعل ان کا طواف ہو۔

(ابن خزیمہ:ص ۳۲۷، ابن ماجہ:ص ۲۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ (منیٰ سے آخری رمی کرنے کے بعد) ہر طرف سے جانے لگےتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم میں سے کوئی نہ جائے تاوقتیکہ کہ ان کا آخری کام طواف نہ ہو جائے۔ (یعنی طواف رخصتی کر کے جائیں)۔ (ابن خزیمہ:۴/ ۳۲۷، سنن کبریٰ: ۵/ ۱۶۱، مسند احمد مرتب:ص ۲۳۳، مسلم:ص ۴۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیاہیکہ کوئی آدمی بلا آخری طواف کئے ہوئے روانہ ہو جائے۔ (ابن ماجہ:ص ۲۲۷)

حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا گیا۔ سب سے آخری طواف کے بعد کیا ہو۔ فرمایا۔ حجر اسود کا استیلام۔ یعنی طواف صدر۔ (القری:ص ۵۵۷ سعید بن منصور)

بلاطواف وداع کے جانے پرواپس کردیئے جاتے

یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ بلا طواف وداع کئے ایک شخص چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے مر الظہران سے

واپس فرما دیا۔ (سنن کبریٰ: ۵/۱۶۲، کنز العمال: ۶/۲۴۳)

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو واپس فرما دیتے تھے جو طواف وداع کے بغیر چلے جاتے تھے۔ (کنز العمال: ۶/۲۴۳)

فائدہ: حدود مکہ اور وہاں سے باہر رہنے والے پر یہ طواف واجب ہے۔ اسے مختلف نام سے ذکر کیا جاتا ہے ''طواف وداع، طواف صدر، طواف افاضہ، طواف واجب، طواف آخر عہد بالبیت، احناف اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک یہ سنت ہے۔ معارف السنن میں ہے بلا شک یہ طواف واجب ہے۔ اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہے البتہ حائض اور نفساء پر واجب نہیں ہے۔ (معارف السنن: ۶/۳۵۷)

اسی وجہ سے کہ یہ طواف باہر سے آنے والوں پر واجب ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو جو بلا طواف وداع چلے جاتے تھے ان کو واپس کرواتے اور طواف وداع کے بعد روانہ ہونے کی اجازت دیتے۔

طواف وداع ''رخصتی طواف میں رمل نہیں ہے

فائدہ: علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف وداع میں رمل نہیں کیا تھا۔ (زاد المعاد: ۲/۲۸۲)

ابن حزم نے بھی ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف وداع میں رمل نہیں کیا۔ (القریٰ: ص ۵۵۶)

شرح مناسک میں ہے طواف وداع بلا رمل واضطباع اور بلا سعی کرے گا۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۴)

بعض جاہل آخری طواف میں رمل کرنے لگتے ہیں۔ اس کا دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں یہ غلط ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ حج کے امور میں دوسرے جاہلوں ناواقفوں کا دیکھ کر خلاف سنت امور کا ارتکاب کرنے لگ جاتے ہیں سو ایسا ہرگز نہ کرے۔ بلکہ کرنے سے قبل معتبر کتابوں میں دیکھ لے یا کسی محقق واقف عالم سے پوچھ لے۔ ہر عالم سے نہ پوچھے کہ سب کو مناسک حج کا علم نہیں رہتا اور نہ استحضار ہوتا ہے۔

طواف وداع اور اس کی فضیلت وثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم طواف وداع کرو گے تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاؤ گے جیسے تمہاری ماؤں نے تمہیں آج جنا ہو۔ (مجمع الزوائد: ۳/۲۷۷، ترغیب: ۵/۲۲۰)

اسی طرح حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے تم جب طواف وداع کرو گے تو تم گناہوں سے ایسے نکل جاؤ گے جیسے تم کو تمہاری ماں نے آج پیدا کیا ہو۔ (ترغیب: ۲/۱۷۷)

فائدہ: طواف وداع حج کا آخری مبارک امر اور مناسک میں سے ہے۔ اس کے حج کے امور کا اختتام اور اس سے فراغت اور وطن کے جانب سفر ہو جاتا ہے گویا خانہ کعبہ کا آخری دیدار اور آخری سلام ہے۔

حجاج کرام کا زمزم ساتھ لانا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زمزم لایا کرتی تھیں۔ (جب مکہ سے رخصت ہوتیں) اور فرماتی تھیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم زمزم لاتے تھے۔ (ترمذی:۱/۱۹۰، معارف السنن:ص۴۲۷)

حضرت عطا سے پوچھا گیا زمزم کا ساتھ لے جانا کیسا ہے۔ جواب دیا حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لے گئے ہیں۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما ساتھ لے گئے ہیں۔ (مجمع الزوائد:۳/۲۸۷)

حضرت کعب احبار زمزم ملک شام لے جایا کرتے تھے۔ (معارف:۶/۴۲۷)

ابن جماعۃ نے بیان کیا ہے کہ کعب احبار ۱۲/ اونٹ لاد کر زمزم ملک شام لے جایا کرتے تھے۔ (اخبار مکہ:۲/۵۲)

علامہ سخاوی نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کو برتنوں اور مشکیزوں میں لے جایا کرتے تھے۔ مریضوں پر ڈالتے اور ان کو پلاتے تھے۔ (اعلاء السنن:۱۰/۲۵)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حجاج کرام اور زائرین بیت اللہ کا زمزم اپنے ملک و وطن لے جانا سنت ہے۔ اور سنت سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سلف صالحین زمزم لاتے رہے۔ اور خود استعمال کرتے اور لوگوں کو ازراہ تبرک ہدیۃً دیتے۔

حجاج کرام کا زمزم ہدیہ دینا سنت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے زمزم ہدیہ دینے کا حکم دیا۔ (جزحجۃ الوداع:ص۱۹۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنے والے مہمان کو زمزم ہدیۃً پیش کرتے۔ (اعلاء السنن:۱۰/۲۰۵)

شرح لباب میں ہے کہ زمزم اپنے شہر و علاقے میں لے جانا تبرکاً لوگوں کو ہدیۃً دینا مستحب ہے۔ (جزحجۃ الوداع:ص۱۹۳)

فائدہ: پس معلوم ہوا حجاج کرام جو زمزم لاتے ہیں اور لوگوں کو تبرکاً تحفہ میں دیتے ہیں۔ یہ مسنون اور باعث ثواب و فضیلت امر ہے۔ علامہ بنوری نے شرح ترمذی میں ذکر کیا ہے۔ یہ ایسی سنت ہے جو مطلوب ہے۔ (شرح ترمذی:۶/۴۲۷)

حج کے بعد مکہ مکرمہ میں رکے رہنے کے متعلق صحابہ و تابعین کی رائے

حضرت علامہ بن حضرمی نے کہا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا حج سے فراغت کے بعد مہاجرین حضرات ۳/ دن تک رکے رہیں۔

قاسم بن محمد کے بارے میں کہا۔ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد ۳/ دن رکتے تھے۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام مستحب خیال کرتے تھے کہ عمرہ کرنے کے بعد ۳/ دن رکیں۔ (مصنف عبدالرزاق:۵/۲۲)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں مکہ مکرمہ آتے جاتے رہنا یہ بہتر ہے اس بات سے کہ مکہ میں قیام کیا جائے حسن بصری اور محمد نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حج کرتے تھے (اور فارغ ہونے کے بعد) واپس چلے آتے تھے۔ عمرہ کرتے تھے رکتے نہیں تھے واپس آجاتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب حج کے لئے مکہ مکرمہ آتے تھے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد چلے آتے اور فرماتے مکہ مکرمہ رکے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق: ۲۱/۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لائے ۳/دن قیام کیا پھر مکہ مکرمہ سے چلے آئے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق: ۲۳/۵)

فائدہ: سفر کے مقصود سے فارغ ہونے کے بعد وطن جہاں مقیم ہے جلد آنے کی تاکید ہے۔ چونکہ سفر میں آدمی کے معمولات اور دیگر رہن سہن کے امور میں فرق پڑجاتا ہے۔ وطن میں سہولتوں کے اسباب کی وجہ سے سہولت رہتی ہے۔ سفر کا مقصد حج بیت اللہ اور مناسک کی ادائیگی تھی وہ پورا ہوگیا۔ جلد واپس آنے کی تاکید ہے مہاجرین کو تو اس وجہ سے آپ نے جلد آنے کی تاکید کی تاکہ ہجرت کے بعد وطن اصلی کی محبت خلجان کا سبب نہ بنے۔ چونکہ وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کے باشندہ ہوگئے تھے۔ اس لئے آپ اور خود صحابہ کرام نہیں چاہتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں ضرورت کے بعد طویل قیام ہو۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے رکنے سے منع فرمایا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم حج سے فارغ ہوجاؤ تو اپنے اہل وعیال میں آنے میں جلدی کرو۔ اس میں تمہیں بڑا ثواب ہے۔ (القری: ص ۵۵۱، دارقطنی، حاکم: ۳۲۰/۴، اعلاء السنن: ص ۴۱۳)

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ سفر حج میں ایک اچھا خاصہ وقت لگ جاتا ہے ادھر گھر کے مقابلہ میں سفر گو قیام ہی کی حالت میں ہو کچھ نہ کچھ پریشانیاں رہتی ہیں گھر کی راحت بیوی بچوں کا خیال آتا ہے۔ ادھر جس مقصد سے سفر تھا پورا ہوگیا۔ لہٰذا اگر وطن اور اہل وعیال کا خیال دل میں بار بار آتا رہے گا ایسی حالت میں مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں قیام بہتر نہیں۔ مزید یہ کہ وطنی مشاغل جن کو چھوڑ کر آیا ہے اس میں جاکر لگ جانا بہتر ہے۔ اس وجہ سے آپ حج سے فراغت ہوتے ہی وطن کی جانب کوچ فرمالیتے تھے حج کے بعد تو آپ نے ایک دن بھی قیام نہیں فرمایا۔ اور طواف وداع ۱۳/تاریخ کی آنے والی رات میں کیا اور صبح نکل گئے اور مدینہ منورہ چلے آئے۔

یہاں ایک بات کا خیال رہے کہ جس کے لئے وطن میں دینی مشاغل یا دینی مصروفیت ہو اور وطن میں کسی بھی طرح دین کے امور میں لگا رہتا ہو تو اس کے لئے محض اس وجہ سے کہ یہاں ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا یہ کوئی بڑی دینداری کی بات نہیں۔ مسجد حرام میں ایک لاکھ ثواب کی وجہ سے رکنا دیندار یکی بات اور بہت فضیلت کی بات

ہوتی تو آپ ﷺ ضرور کچھ نہ کچھ دن اس ثواب کو حاصل کرتے ہوئے قیام فرماتے۔ آپ کے بعد حضرات صحابہ قیام فرماتے مگر ۳/دن سے زیادہ قیام اکثر حضرات کا نہیں ملتا۔ پس یہ امراء اور رؤساء جو طویل مدت تک مالی سہولت کی وجہ سے رکے رہتے ہیں یہ گو جائز ہے اور کوئی قباحت نہیں ہے مگر من حیث السنۃ اس کی اہمیت اور افضلیت نہیں۔ فضیلت اور اہمیت اس کی ہے جو آپ ﷺ سے ثابت ہو اور صحابہ کرام سے ثابت ہو۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ جو حضرات دوبارہ بار بار نہیں آسکتے ان کا حرم سے محبت اور زیادتی ثواب کے بارے میں قیام کر لینا کوئی حرج کی بات نہیں۔ اس لئے کہ عہد قدیم میں پہلے زمانہ میں تو لوگ حسب مرضی حرم اور حج کے لئے آسکتے تھے اور اب خصوصاً دور دراز ملک والوں مثلاً ہندو پاکستان والوں کے لئے مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔ چونکہ وقت کے ساتھ خوب مال بھی لگتا ہے۔ اس لئے ان کا قیام شوق ومحبت اور حسرت وتمنا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کہ پھر کہاں موقعہ ملے گا آنے کا۔ سو یہ بہتر ہے۔

حجۃ الوداع میں آپ مکہ مکرمہ وغیرہ میں کتنے دن رہے

عمر بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ بن زبیر سے پوچھا کہ آپ (حج کے موقعہ پر) مکہ میں کتنے دن رہے کہا۔ دس دن۔ (مسلم، نسائی، ہدایۃ السالک: ص ۱۲۲۹)

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں (حج کے موقعہ پر) دس دن رہے۔ ابن جماعۃ نے بیان کیا کہ آپ ۴/ذی الحجہ کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور ۱۴/ذی الحجہ کو مکہ سے روانہ ہو گئے۔ (ہدایۃ السالک: ۳/۱۲۲۸)

یعنی ۱۳/کی رمی کے بعد وادی محصّب میں ظہر عصر مغرب وعشاء پڑھی۔ صبح کی نماز سے قبل طواف وداع کیا۔ پھر فجر کی نماز حرم میں پڑھی۔ فجر کے بعد آپ مکہ سے نکل گئے اور مدینہ منورہ کا رخ اختیار کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں قیام نہیں فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حجاج کرام حج سے فارغ ہو کر متصلاً بلا قیام کئے وطن آسکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں۔ قرب وجوار کے لوگ تو عموماً ایسا ہی کرتے ہیں۔

البتہ اطراف اور دور دراز کے لوگ کچھ رکتے ہیں کہ ان کا دوبارہ آنا مشکل ہوتا ہے اس لئے قیام کر کے وہ حرم کی عبادت کی ثواب کے طالب ہوتے ہیں۔ اور کچھ مقامات مقدسہ کی زیارت کر لیتے ہیں۔ مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد طواف کی کثرت کرنی چاہئے اور حسب سہولت نفلی عمرہ کرتا رہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو مکہ مکرمہ کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔

حجاج کرام جب حج سے فارغ ہو کر آئیں تو کیا امور مسنون ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ سے جب حج یا عمرہ کے بعد واپسی ہوئی اور اسید بن حضیر آپ

کے سامنے چل رہے تھے تو انصار کے جوان ہم لوگوں سے ملنے لگے۔ اور وہ اپنے اقرباء سے جب سفر سے آتے تو ملتے۔ (مستدرک حاکم: ۱/ ۴۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب آنے والے حجاج کرام سے ملاقات کرو تو ان کو سلام کرو۔ مصافحہ کرو، ان سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کراؤ۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوں کہ وہ مغفرت شدہ لوٹے ہیں۔ (احمد، کنز العمال، اعلاء السنن: ص ۴۱۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ حسب سہولت حج بیت اللہ کے سفر کے وقت بھی اہتمام سے ملاقات کرے اور ان سے دعا کی درخواست کرے۔ اسی طرح حج بیت اللہ کے سفر سے واپس جب آئے تو ان سے ملاقات کرے اور دعا مغفرت کی درخواست کرے۔ ہاں البتہ میلے، جشن کی شکل اختیار نہ کرے کہ یہ خلاف سنت غیر مسلموں کا طریق ہے۔

خیال رہے کہ دعا اور مصافحہ اور ملاقات تک کی تو ترغیب ہے۔ مگر آج کل تو حاجیوں کے گلے میں پھول کا ہار پہنانے کی رسم جو چل پڑی ہے یہ خلاف سنت ناجائز ہے۔ اور اس پر رقم کا خرچ کرنا گناہ اور اسراف ہے۔ یہ سیاسی نیتاؤں کا طریق ہے غیر مسلموں کی رسم ہے۔ ہماری شریعت خود ایک مستقل طریقہ اور تہذیب رکھتی ہے۔ سلام کرنا، مصافحہ کرنا معانقہ کرنا ان کو سفر سے واپسی کی دعا اور قبولیت حج کی دینا یہ سب مشروع ہے۔ پھولوں کا مالا اور ہار پہنانا اور خود حاجیوں کا شوق سے پہننا یہ بہت ہی قبیح اور بری بات ہے۔ کیا مدینہ منور میں پھولوں کی پیداوار نہیں تھی۔ جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا ہار پہنایا تھا۔ یا بعد میں دور صحابہ یا دور تابعین میں یا اس کے بعد کن لوگوں نے آنے والے حجاج کرام کو پھولوں کا ہار پہنایا۔ ہمارے دور کے بزرگ ہستی اور اکابرین حضرات کا عمل یہ رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔

بس اے مسلمانوں خلاف شرع امور، رسم و رواج سے بچو اور اس میں مال جو خدا کی نعمت ہے خرچ کر کے گناہ اپنے ذمہ مت لو۔ خوشی میں اور رنج میں شریعت کے امور کی رعایت کرو۔ غیر مسلموں کی طرح نفس کے غلام جو من چاہا کر لیا کوئی پرواہ نہیں ایسا نہ کرو۔ اسلام کا طرہ امتیاز ہے اعتدال پر رہنا۔ اس سے دنیا بھی ہمیشہ اچھی گذرے گی اور آخرت بھی "اللهم وفقنا لما تحب وترضى وحفظنا من الفواحش والبدعة. يا حي يا قيوم."

حج سے آنے والے کی دعا ربیع الاول تک قبول

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حجا کرام کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور اس کی بھی جس کی مغفرت کی یہ دعا کرے۔ ذی الحجہ، محرم، صفر اور ۲۰ ربیع الاول تک۔ (کنز العمال، اعلاء السنن: ص ۴۱۴، اتحاف السادہ: ص ۴۱۵)

فَائِدَہ: زیارت بیت اللہ سے آنے والے سے دعاء مغفرت کی درخواست کی حدیث پاک میں بڑی ترغیب اور تاکید ہے اور حجاج کرام کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ گھر داخل ہونے سے پہلے دعا مغفرت

کرالو۔ اوراس روایت میں بڑی گنجائش ہے کہ ربیع الاول تک اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ حجاج سے دعا کرنے میں دریغ نہ کرے۔ حسب سہولت ان سے دعا مغفرت کرائے۔ کہ اس کی حدیث پاک میں بڑی تاکید ہے۔ چونکہ مؤمن کے لئے دعا مغفرت سب سے اہم دعا ہے اس لئے اس کی ترغیب دی گئی ہے حافظ ابن رجب نے بیان کیا اگر اسے وطن پہنچنے میں (ربیع الاول سے بھی) تاخیر ہوجائے تو گھر پہنچنے تک اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (شرح احیاء: ۴/۴۶۴)

حجاج کرام جب تک وطن گھر نہ پہنچ جائیں تب تک دعا قبول

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے کہ جب تم حجاج سے ملو تو سلام مصافحہ کرو، اور ان سے کہو کہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کریں اس سے پہلے کہ وہ گھر میں داخل ہوں کہ وہ بخشے بخشائے آئے ہیں۔

(مسند احمد، شرح احیاء: ص ۴۶۵)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تک حجاج کرام گھر نہ پہنچ جائیں ان کی دعا قبول ہوتی ہے خواہ گھر تاخیر سے پہنچیں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ سواری سے اترنے گھر جانے سے قبل ان کی دعا میں شامل ہونے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ہاں مگر اس امر کا خیال رہے کہ دعا کے لئے لوگوں کے جمع کرنے کا اہتمام پھر مصافحہ کی بھیڑ اکٹھا کرنا پھر مصافحہ کے لئے لمبی قطار کا لگانا۔ اور اس کو شہرت دینا یہ سب امور خلاف سنت نام ونمود کے لئے ہے۔ مصافحہ میں لمبی قطار لگانے کی ضرورت نہیں حسب سہولت مصافحہ کا موقعہ ہو کرلے۔ آپ بتائیے مدینہ منورہ میں جب آپ واپس حج کر کے تشریف لائے تھے تو ہزاروں کی مقدار میں آپ کے احباب تھے۔ کیا مسجد نبوی میں مصافحہ کے لئے قطار لگی تھی؟ لوگوں نے ہار پہنایا تھا۔ آپ نے حج کا سفر نامہ سنایا تھا؟ حج کی کہانی سنائی تھی؟

ہاں ترتیب کے لئے لوگ خود بخود لائن سے ہوجائیں تو امر دیگر ہے مگر باقاعدہ مصافحہ کا اہتمام کرنا بھیڑ کا جمع کرنا لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنا کہ حاجی صاحب آ گئے ہیں دعا اور مصافحہ کے لئے حاضر ہوجائیں یہ ممنوع اور خلاف سنت ہے، ہاں از خود احباب انتظار میں ہوں دعا مصافحہ ہوجائے تو یہ سنت اور مشروع ہے۔

واپسی سفر پر کھانے کی دعوت سنت سے ثابت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر جہاد سے) مدینہ تشریف لائے تو اونٹ یا گائے ذبح کی (اور لوگوں کو کھلایا)۔ (بخاری: ص ۴۳۴، ابوداود: ص ۵۲۶، سنن کبریٰ: ص ۲۴۲)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اہم سفر سے واپسی پر دعوت فرمائی تھی جس میں اونٹ یا گائے کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم سفر ۳ رامر کے لئے ہوا ہے۔ (۱) جہاد (۲) حج (۳) عمرہ۔ یہ جہاد کی واپسی کا واقعہ ہے۔

یہ اس بات پر ہے کہ سفر عموماً پریشان کن بسا اوقات مہلک ہوتا ہے۔ عافیت وخیریت سے پورا ہوگیا

اور اپنے وطن اور اہل عیال میں پہنچ گئے۔ اس کی خوشی میں یہ دعوت ہے۔ لہٰذا حج سے آنے والے حضرات بھی با مشقت طویل سفر سے بخیریت وعافیت وطن آ گئے ہیں اپنی حیثیت کے مطابق بلا جشن منائے لوگوں کی دعوت کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ حج سے فراغت کی یہ دعوت نہیں بلکہ سفر سے بخیریت آنے کی دعوت ہے۔

اسی وجہ سے بیشتر محدثین نے اسے "الاطعام عند القدوم من السفر" کے باب کے ذیل میں بیان کیا ہے۔ یعنی واپسی سفر کی دعوت یہ حاجیوں کے ساتھ خاص نہیں۔ آپ ﷺ نے حج یا عمرہ سے واپسی پر دعوت نہیں فرمائی۔ اگر فرمائی ہوتی تو حضرات صحابہ اس کا ذکر فرماتے۔

خیال رہے کہ یہ دعوت حسب سہولت مالی سادگی سے سنت ہے۔ شادی بیاہ کے جشن کی طرح ہرگز سنت نہیں بلکہ رسم غیر مسلمین ہے جو ممنوع ہے۔ پھر وہ بھی نام نمود ریا، اور شہرت اور ناموری کے لئے ہرگز نہ ہو۔ اگر ایسی بات علامتوں سے پائی جائے تو یہ دعوت خلاف سنت ہی نہیں جائز نہیں ہوگی۔ اس پر مال کا خرچ کرنا اسراف اور ضائع کرنا ہوگا۔ ایسی دعوت میں جانا بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص سفر (مثلاً حج کے سفر) سے آیا اور عار کے خوف سے دعوت کر رہا ہے۔ (کہ اگر دعوت نہ کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے اور تبصرہ کریں گے) تو بالاجماع اس کا قبول کرنا حرام ہے۔ (جمع الوسائل: ۲/۱۷۲)

آج کل عموماً دعوتیں ایسی ہی ہوتی ہیں جس میں جانا سنت سے دور اور شرع سے ممنوع ہوتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ سفر کے بعد تو دعوت کی سنت سے اجازت ہے مگر سفر سے قبل ثابت نہیں یہ ایک رسم ہے۔ چنانچہ بعض دیار میں حج کے سفر سے پہلے اہتمام سے حاجیوں کے یہاں دعوت ہوتی ہے یہ دعوت خلاف سنت اور رسم ہے۔ ایک تو ویسے ہی حج کے وقت مالی اخراجات کا انتظام کرنا پڑتا ہے گھر کا صرفہ اہل وعیال کے نفقہ اور دیگر سفری انتظام میں مال خرچ ہوتا ہے۔ ادھر رسمی دعوت اسے بسا اوقات گراں گذرتی ہے اور اس کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے جو ہرگز صحیح نہیں۔ مزید حج بیت اللہ جو ایک اہم ترین عبادت ہے اس میں نام وشہرت کا ذریعہ بھی یہ دعوت ہو جاتی ہے جو یقیناً زیبا نہیں اور قابل ترک ہے۔ خدا کرے کہ لوگوں کے سمجھ میں آجائے۔ "اللهم وفقنا ما تحب و ترضىٰ."

حجاج کا احباب واعزہ کے لئے کچھ تحفہ وہدیہ لانا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سفر سے آئے تو اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ ہدیہ لے لے۔ اور کوئی خاص چیز لے لے خواہ پتھر ہی صحیح۔ (کنز العمال، دارقطنی: ۳/۳۰۰، ہدایۃ: ۱۴۲۲)

فائدہ: خیال رہے کہ حسب سہولت وموقعہ اپنے اہل وعیال کے لئے یا احباب اعزہ کے لئے کوئی سامان وغیرہ لے آویں تو اس کی اجازت ہے۔ خصوصاً اہل وعیال کو انتظار رہتا ہے کہ وہاں کا کچھ تحفہ ملے گا۔ ہاں مگر اس کا خیال

رہے کہ حرم کے قیمتی اوقات کو عبادت ذکر وتلاوت میں لگانے کے بجائے بازاروں میں لگانا بہت ہی محرومی کی بات ہے۔ اکثر لوگ بازاروں کی سیر اور سامانوں کے خرید وفروخت میں رہتے ہیں اسے سے بچنے کی ضرورت، عمر کا ایک قیمتی وقت اور یہ کثیر مال یہاں کے بازاروں کے لئے نہیں ہے بلکہ حرم کی عبادت کے لئے۔ مغفرت جہنم سے خلاصی کے لئے ہے اور یہ یہاں کے اعمال حسنہ سے متعلق ہے نہ کہ بازاروں کی سیر سے۔

خیال رہے کہ حجاج کرام کا سب سے بہترین تحفہ زمزم اور کھجور ہے۔ بس اسی کو احباب واعزہ میں تقسیم کریں۔ یہی اکابر واسلاف کا طریق رہا ہے۔

واپس آنے پر حجاج کرام کو کیا دعا دے اور کیا کہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حج کر کے واپس آیا۔ سلام کیا، آپ نے سر مبارک اٹھایا اور یہ دعا دی:

''تقبل اللّٰه حجك وكفر ذنبك واخلف نفقتك.''

قبول فرمائے اللہ پاک تیرا حج، معاف فرمائے تیرے گناہ، اور خرچہ کا بدل عطا فرمائے۔ (مجمع الزوائد: ص ۲۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں حضرت جابر کی ایک طویل مفصل روایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نو برس رہے اس عرصہ میں حج نہیں کیا دسویں سال آپ نے حج کی عام اطلاع کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں پس خلق کثیر جمع ہوگئی۔ بس ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے بس جب ہم لوگ ذوالحلیفہ آئے تو اسماء بنت عمیس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرایا کہ (نفاس کی حالت میں ہوں) کیا کروں (یعنی احرام باندھوں یا نہ باندھوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل کرلو۔ کپڑے باندھ لو اور احرام باندھ لو۔

آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز ادا فرمائی (یہ مدینہ والوں کی میقات ہے۔ یہاں آپ نے ظہر کی نماز پڑھی) پھر اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے پھر اونٹنی پر سوار آپ مقام بیداء میں پہنچے تو آپ نے تلبیہ توحید زور سے ادا کیا۔ ''لبیک اللهم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك.''

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم لوگ صرف حج ہی کی نیت کیا کرتے تھے عمرہ کو نہیں جانتے تھے۔ (یعنی حج کے ماہ میں صرف حج کا احرام باندھتے تھے عمرہ نہیں کرتے تھے اور اس ماہ میں عمرہ کو گناہ سمجھا کرتے تھے) یہاں تک کہ ہم لوگ جب آپ کے ساتھ خانہ کعبہ داخل ہوئے تو حجر اسود کا استیلام کیا۔ سات مرتبہ چکر لگایا ۳ر چکروں میں رمل کیا۔ اور آخری کے ۴ر چکروں میں مناسب رفتار سے چلے۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس گئے اور یہ پڑھا۔ 'واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى.'' دو رکعت نماز (طواف کی)، مقام ابراہیم اور بیت اللہ کے مابین نماز

پڑھی۔ایک روایت میں ہے کہ ان دو رکعتوں میں "قل هو الله احد." اور "قل يا ايها الكافرون" پڑھا۔ پھر حجر اسود کی جانب لوٹ کر آئے حجر اسود کا استیلام کیا اور باب صفا سے نکلے جب صفا پہاڑی پر آئے تو۔ "ان الصفا والمروة من شعائر الله" پڑھا اور فرمایا اسی سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ پاک نے آغاز کیا ہے چنانچہ آپ نے صفا سے سعی شروع کی ذرا صفا پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ دکھ گیا۔ پھر قبلہ رخ ہوئے توحید اور تکبیر پڑھی۔ اور یہ پڑھا "لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير لا اله الا الله وحده انجزو عده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده." پھر آپ نے دعا کی اس طرح ۳ر مرتبہ کیا پھر اس سے اترے اور مروہ کی طرف چلے یہاں تک کہ جب بطن وادی میں آئے (جسے اب میلیں اخضرین کہتے ہیں جہاں اب دو سبز ستون ہیں) تو تیز رفتاری سے چلے جب اونچائی پر آئے تو مروہ کی طرف مناسب رفتار چلے پھر مروہ پر اسی طرح کیا جس طرح آپ نے صفا پر کیا (یعنی تکبیر اور دعا) یہاں تک کہ جب مروہ کا آخری چکر ہوا تو آپ مروہ کے اوپر کھڑے تھے اور لوگ آپ کے نیچے تھے۔فرمایا مجھ کو بعد میں معلوم ہوا اگر پہلے معلوم ہوتا تو میں قربانی کا جانور نہ لاتا اور حج کو عمرہ بنا دیتا۔ پس تم میں سے جو شخص اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو وہ (بال منڈا کر) حلال ہو جائے۔اور حج کو عمرہ کر دے۔ یہ سن کر سراقہ بن جعشم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اسی سال ہمارے لئے یہ حکم ہے یا ہر سال۔ یہ سن کر آپ نے تشبیک کی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیا۔ (عربوں کی عادت تھی وہ کبھی ایسا کر لیا کرتے تھے) اب عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ (حج کے موسم میں عمرہ کرنا مشروع ہو گیا پہلے لوگ اسے ناجائز سمجھتے تھے) دو بار فرمایا۔ اسی مرتبہ نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے۔اور حضرت علی یمن سے نبی پاک ﷺ کے لئے اونٹ لے کر آئے تھے (اس وقت حضرت علی یمن کے حاکم تھے) آپ ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا تم نے جب حج کا ارادہ کیا (احرام باندھا) تو کیا نیت کی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے یہ کہا اے اللہ میں اسی کا حرام باندھتا ہوں جس کا احرام تیرے رسول پاک نے باندھا ہے۔تو آپ نے فرمایا میرے پاس تو قربانی کا جانور ہے تم بھی حلال مت ہو۔ (پس میری طرح احرام باندھے رہو) پس قربانی کا وہ جانور جو حضرت علی آپ کے لئے لے آئے تھے اور وہ جو آپ لے کر آئے تھے سب ملا کر سو تھے۔حضرت جابر نے کہا پس تمام لوگ تو حلال ہو گئے اور بال کا قصر کروا لیا سوائے حضور پاک ﷺ کے اور وہ جس کے پاس ہدی کا جانور تھا۔ پھر جب یوم الترویہ (۸ویں تاریخ) ہوا تو لوگوں نے منیٰ کا رخ کیا۔ اور حج کا تلبیہ پڑھا۔آپ سوار ہو کر چلے وہاں (منیٰ میں) آپ نے (اور تمام لوگوں نے) ظہر عصر مغرب عشاء اور فجر پڑھی۔ پھر ذرا دیر رکے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا (عرفات میں) ایک خیمہ کا حکم دیا (تا کہ آپ وہاں کچھ دیر قیام کریں) پس آپ عرفات کی جانب چلے۔قریش نے یہ سمجھا کہ آپ (ایام جاہلیت میں کفار عرفات نہیں جاتے تھے

مزدلفہ ہی میں رہتے تھے) مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس وقوف کریں گے۔ (بجائے عرفہ کے) جیسا کہ ایام جاہلیت میں کفار کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھ گئے (رکے نہیں) اور عرفہ پہنچ گئے آپ نے نمرہ میں خیمہ لگا ہوا پایا۔ آپ وہاں اتر گئے یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا قصوا اونٹنی لانے کا حکم دیا۔ آپ یہاں سے چلے اور وادی کے نشیب میں آئے۔ اور لوگوں کو خطبہ دیا اور اس میں فرمایا تمہارا آپس میں ایک دوسرے کا خون اور مال ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہے جس طرح آج کا دن محترم ہے۔ اس موسم حج میں اس شہر میں۔ خبردار جاہلیت کی تمام چیزیں آج میرے قدموں تلے روندی گئی ہے (یعنی اب یہ سب بالکل ختم) جاہلیت کے تمام خون اب ختم، سب سے پہلا خون جو ربیعہ بن الحارث کا تھا میں اسے ختم کرتا ہوں۔ جو بنی سعد میں دودھ پی رہا تھا جسے ہذیل نے قتل کر دیا تھا اسی طرح جاہلیت کے زمانہ کے تمام سود ختم کر دیئے گئے۔ سب سے پہلے میں اپنے سود کو ختم کرتا ہوں یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود۔ پس یہ سب ختم ہے۔ پس تم لوگ عورتوں کے بارے میں خدا سے خوف کرو۔ تم نے اسے اللہ کے امان سے حاصل کیا ہے۔ اللہ کے کلمہ کے واسطے سے تم نے ان کے ناموس کو حلال کیا ہے تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے کو آنے نہ دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے ہو۔ پس اگر وہ ایسی حرکت کریں تو تم ان کو مارو مگر زیادہ نہ مارو۔ اور ان عورتوں پر تمہارا نفقہ ہے ان کا کپڑا ہے۔ مناسب طور پر میں نے تمہارے بعد اس کو چھوڑا ہے اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے اور تم سے ہمارے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے۔ لوگوں نے کہا ہم لوگ گواہی دیں گے کہ آپ نے پہنچا دیا۔ ہم لوگوں کا حق ادا کر دیا، نصیحت کر دی۔ آپ نے کلمہ شہادت کی انگلی کو آسمان کی جانب اٹھا کر اشارہ کیا اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر کہا۔ اے اللہ آپ گواہ ہو جایئے اے اللہ آپ گواہ ہو جایئے ۳ ر مرتبہ کہا۔ پھر حضرت بلال نے اذان دی۔ تکبیر کہی آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر تکبیر کہی، عصر کی نماز پڑھی دونوں کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔ پھر سوار ہوئے۔ میدان عرفات میں وقوف کی جگہ آئے۔ پھر آپ نے بڑے بڑے چٹان (جہاں تھے) اس کی طرف اونٹ کو کیا (یعنی صخرات کی طرف آئے اور جبل شاۃ کو اپنے سامنے رکھا۔ اور قبلہ رخ اختیار کیا۔ اور غروب شمس تک کھڑے) دعا ذکر وغیرہ میں لگے رہے پھر جب زردی تھوڑی چلی گئی اور سورج ڈوب گیا۔ تو آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ کو بٹھایا۔ اور چل پڑے اور مزدلفہ آئے۔ یہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی ایک اذان اور دو اقامت سے اور دونوں کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔ پھر ذرا لیٹ رہے۔ پھر آپ نے فجر کی نماز پڑھی۔ جب کہ صبح صادق ہو گئی ایک اذان اور ایک اقامت سے پھر آپ قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور مشعر حرام آئے (مزدلفہ کے پہاڑ کا نام ہے) قبلہ رخ ہوئے اور دعا میں لگ گئے کلمہ تکبیر، کلمہ توحید اور کلمہ تہلیل پڑھتے رہے۔

اسی طرح کھڑے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ظاہر ہو گئی تو سورج کے نکلنے سے پہلے یہاں سے چل

پڑے۔ اور اپنے پیچھے حضرت فضل ابن عباس کو بٹھایا۔ یہاں تک کہ وادی محسر آئے (جہاں اصحاب فیل ہلاک ہوئے تھے) تو ذرا ہلکی سی رفتار تیز کر دی۔ پھر بیچ کے راستے سے آئے جو جمرہ کبری کی جانب آتا ہے یہاں تک کہ آپ جمرہ کے قریب درخت کے پاس آئے۔ آپ نے سات کنکریاں ماری ہر کنکری پر تکبیر کہتے جاتے تھے۔ کنکریاں چنے کے برابر تھیں۔ وادی کے نشیب سے مار رہے تھے۔ پھر (فارغ ہونے کے بعد) قربان گاہ کی طرف آئے۔ ۶۳ر اونٹ کی قربانی اپنے دست مبارک سے کی۔

پھر حضرت علی کو دیدی باقی جانور کی قربانی انہوں نے کی۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر جانور سے تھوڑا گوشت لے لیا جائے چنانچہ وہ گوشت لایا گیا اور پکایا گیا دونوں نے اسے کھایا۔ اور شوربہ پیا۔ اس کے بعد آپ سوار ہوئے اور خانہ کعبہ آئے اور طواف زیارت کیا۔ پھر مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر زمزم کے پاس تشریف لائے جہاں حضرت عبدالمطلب کی اولاد زمزم پلا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے عبدالمطلب کی اولاد پانی (زمزم کے کنویں سے) کھینچو اور لوگوں کو پلاؤ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں گے تو میں خود تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پھر عبد المطلب کی اولاد نے پانی کا ایک ڈول آپ کو دیا اور اس سے آپ نے پانی پیا۔ (یہ طویل حدیث ستہ میں ان حضرات نے نقل کی ہے۔) (مسلم: ص ۴۰۰، ابن ماجہ: ص ۲۲۹، ابوداؤد: ص ۲۶۴)

حج سے متعلق چند اہم ترین امور و احکامات

حج میں قران افضل ہے آپ نے قران کیا تھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "لبيك بعمرة وحجة."

(طحاوی: ص ۳۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا قران کیا تھا۔ (طحاوی: ۱/ ۳۷۸)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا اے خاندان محمد تلبیہ میں حج کے ساتھ عمرہ کو شامل کر لو۔ (کہ میں نے شامل کر لیا ہے)۔ (طحاوی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کا قران کیا تھا۔ (طحاوی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی عقیق میں فرما رہے تھے رات میں میرے رب کی جانب سے آنے والا آیا اور اس نے کہا اس وادی میں دو رکعت نماز پڑھئے اور کہئے حج کے ساتھ عمرہ ہے۔ (بخاری: ۲۰۷، طحاوی: ص ۳۷۴)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے (احرام کھول

دیا) اور آپ عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے سر میں گوند لگایا ہے اور ہدی کے جانور میں قلادہ ڈالا ہے۔ جب تک قربانی نہ کردوں گا حلال نہ ہوں گا۔ (اور قران میں احرام) عمرہ کے بعد نہیں کھلتا ہے۔ پس آپ قارن ہوئے۔ (بخاری: ص ۲۱۳، مسلم)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کا قران کیا تھا۔ (مجمع: ۳/۲۳۶)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے نکلے جب ذوالحلیفہ آئے تو آپ مسجد میں داخل ہوئے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر نماز کے بعد عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا۔ (قران کیا)۔ (مجمع: ص ۲۳۶)

...... رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کا ردیف تھا۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور عمرہ وحج کا تلبیہ ساتھ پڑھتے تھے۔ (مجمع: ۳/۲۳۵)

فائدہ: آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر قران کیا تھا۔ صراحۃ اس پر کثرت سے روایتیں ہیں جو کتب حدیث میں پھیلی ہوئیں ہیں۔ اور متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جو حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔

بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ آپ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔ اگر ان کا گمان صحیح بھی مان لیا جائے تو تب بھی آپ نے وادی عقیق میں ایک فرشتہ سے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا گیا تھا ان کے کہنے سے آپ نے حج کے ساتھ عمرہ کی نیت کر لی تھی اور تلبیہ میں حج وعمرہ کو جمع کر لیا تھا صحیح تو یہی ہے کہ آپ نے جب ذوالحلیفہ میں احرام باندھا تھا اسی وقت قران کیا تھا اور شروع تلبیہ میں ہی عمرہ وحج کو جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن قیام زادالمعاد میں لکھتے ہیں۔ "والصواب انه احرم بالحج والعمرة معا من حين انشاء الاحرام ولم يحل حتى حل منهما جميعا." (زادالمعاد: ص ۱۶۵)

علامہ ابن قیم نے ان روایتوں کا تشفی بخش جواب دیا ہے جس میں راویوں نے آپ کے حج کو افراد قرار دیا ہے۔ اور محض تلبیہ میں حج کا ذکر کرنا قران کے منافی نہیں۔

"فمن قال اهل بالحج لا يناقص من قال اهل بهما." (زادالمعاد: ص ۱۷۲)

خود حضرت جابر جو افراد کے راوی ہیں ان سے مروی ہے۔ "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرن فى حجة الوداع." (زادالمعاد: ص ۱۷۲)

علامہ ابن قیم نے دس دلائل اور توجیہات سے آپ کے قارن ہونے کو ثابت کیا ہے۔

"محصل الترجيح لرواية من روى القران لو جوه عشرة." پھر اس کے بعد پانچ دلائل اور بیان کئے، اور قران کو ترجیح دی۔ "وترجيح خامس عشر." پھر اس کے بعد ۳ رمنہا کے ذریعہ سے اسے ترجیح دی۔

پھر آخر میں فرماتے ہیں "فاذا ثبت هذا فالقارن السائق افضل من متمتع لم يسق ومن متمتع يساق الهدى." (زادالمعاد:ص۱۷۴)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ابن حزم صاحب محلیٰ کے قول کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ۱۶؍ ثقہ راویوں نے آپ کے قارن ہونے کی روایت کی ہے پھر ان کے اسماء کو ذکر کیا۔

ابن ہمام نے بھی فتح القدیر میں آپ کے قارن ہونے کی روایتوں کو ذکر کر کے قران کو ترجیح دی ہے۔

(فتح القدیر:۵۳۲/۲)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ امام طحاوی نے دس صحابہ کرام کی روایت سے قران کی افضلیت کو بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ جن میں حضرت عمر، عبداللہ بن عمر، علی بن طالب، عبداللہ بن عباس، عمران بن حصین، ابوطلحہ، سراقہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام سلمہ ہیں۔

ابن حزم نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے صحیح روایت یہ ہے کہ آپ قارن تھے پھر علامہ عینی نے آپ کے قارن ہونے کی روایتوں کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "فقد دلت الاحاديث الصحيحة ان القران افضل وانه صلى الله عليه وسلم كان قارناً." (عمدہ:ص۱۷۸)

علامہ بنوری نے معارف السنن میں لکھا ہے کہ میں نے تلاش کیا تو ۲۰؍ سے زائد صحابہ کرام کی روایت ملی جس میں انہوں نے آپ کے قارن ہونے کو بیان کیا ہے ۳۰؍ احادیث قریب قران کی کتب ستہ طحاوی اور ابن حزم وغیرہ میں ہیں، پھر انہوں نے ان تمام روایتوں کو بیان کیا ہے جس سے آپ کا قارن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(معارف السنن:۵۰/۶)

ابن قیم نے زاد المعاد میں اسی کو درست اور صحیح مانا ہے اور اسے تواتر سے ثابت ہونا ذکر کیا جس کے بعد آپ کے قارن ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ "والصواب انه احرم بالحج والعمرة معا من حين انشا الاحرام ...... كما دلت عليه النصوص المستفيضة التى تواترت يعلمه اهل الحديث."

(زادالمعاد:ص۱۶۵)

بعض ارباب تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد کی نیت کی تھی بعد میں آپ نے وادی عقیق میں قران کی نیت کر لی تھی۔ علامہ ابن قیم اس کا بھی رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ شروع سے جب احرام باندھا تھا قران کی نیت کی تھی اسی کے احناف قائل ہیں اور علماء محدثین و مجتہدین کا ایک جم غفیر بھی اسی کا قائل ہے۔ جس تفصیل علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں کی ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ آپ قارن تھے اور آپ نے قران کیا تھا تو حج کی ۳؍ قسموں میں افراد، تمتع، قران میں قران کرنا افضل ہوگا۔ جو حقیقۃً دو عبادتوں کا مجموعہ ہے۔

چنانچہ شرح لباب میں ہے۔ "افضلها الاول ای القران وهو اختیار الجمهور من السلف وکثیر من الخلف، ثم الثانی ای التمتع ...... ثم الثالث ای الا فراد بالحج." (شرح لباب: ص ۱۵)

پس احناف اور جمہور علماء کے نزدیک قران (ایک میں احرام میں عمرہ اور حج کو جمع کرنا) پھر تمتع ہے جس کی افضلیت کے قائل امام احمد ہیں اس کے بعد افراد ہے جس کی افضلیت کے قائل امام مالک اور امام شافعی ہیں۔

(شرح لباب: ص ۹۵)

پس اگر احرام کی پابندی کو برداشت کرسکے تو حج قران کرے۔ اس کے لئے ایک طریقہ یہ ہے حج کے لئے آخری ایام میں جائے تا کہ احرام زیادہ دنوں تک نہ رہے۔

عموماً آخری جہاز ذی الحجہ کے شروع میں جاتے ہیں اس میں سفر کی کوشش کرے اور سعی کرے تو قران کا احرام طویل نہ ہوگا جس کی وجہ سے سہولت ہوگی۔ اگر اندیشہ ہے کہ احرام کی پابندی کو ادا نہ کرسکے گا تو پھر حج تمتع ہی افضل ہے جیسا کہ موجودہ دور میں رائج ہے قریب قریب تمام لوگ تمتع کرتے ہیں آج کے دور میں ہوائی جہاز سے سفر ہونے کی وجہ سے عموماً دوسرے دن احرام کھل جاتا ہے۔ اور احرام کی پابندی ختم ہوجاتی ہے۔

جسے ایک ہی حج کا ارادہ ہو یا دوبارہ حج کا موقعہ نہ ہو اسے قران یا تمتع بہتر ہے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا تھا۔ اس وجہ سے کہ آپ کو علم تھا کہ میں آئندہ سال حج نہ کرسکوں گا۔ (حاکم: ص ۲۷۴)

فائدہ: حضرت قتادہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ حج کی امید نہیں تھی اس وجہ سے آپ نے عمرہ اور حج کو جمع کیا یعنی قران کیا۔

پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر آئندہ حج کا ارادہ نہ ہو یا حالات اور وسعت نہ ہو کہ آئندہ حج کرسکیں تو ایسوں کے لئے قران یعنی عمرہ اور حج کا جمع کرنا بہتر ہے۔ تا کہ ایک ہی احرام میں دو اہم عبادت ہوجائے۔

لیکن اگر قران نہ ہوسکے تو پھر تمتع کرے۔ یعنی حج کے ارادے سے حرم جانے والے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرلے۔ پھر حج کرے۔ کہ اس صورت میں ایک سفر میں دو اہم عبادتیں ادا ہوجاتی ہیں۔

قران اور تمتع کرنے والے کو اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھانا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قربانی کے بعد) یہ حکم فرمایا کہ ہر اونٹ کے گوشت کو تھوڑا لے کر پکاؤ۔ پس پکایا گیا۔ آپ نے اور حضرت علی نے گوشت کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔

(مسلم: ص ۳۹۹، ابوداؤد: ص ۲۶۴، ابن ماجہ: ص ۲۲۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ یوم النحر میں گائے کا گوشت ہمارے یہاں آیا تو میں نے پوچھا یہ کیا ہے کہا

گیا۔حضور پاک ﷺ نے ازواج مطہرات کی جانب سے (حج میں) گائے ذبح کیا تھا۔(اسی کا گوشت ہے)

(بخاری:ص۲۳۱، مسلم:ص۴۲۴)

فائدہ: آپ ﷺ قارن تھے آپ نے قربانی کے جانوروں کا گوشت نوش فرمایا اسی طرح ازواج مطہرات نے بھی (بیشتر نے) قران کیا تھا۔اور حضرت عائشہ کے پاس گائے کا گوشت بھیجا گیا۔پس معلوم ہوا کہ قران اور تمتع کرنے والے جوشکریہ میں قربانی کریں گے ان کا گوشت کھانا درست ہی نہیں سنت ہے۔

ہاں اگر کوئی دم واجب ہوگیا ہو تو اس کی قربانی کا گوشت خود نہیں کھائیگا بلکہ صدقہ کرنا واجب ہوگا فقراء اور مساکین کو یہ دیا جائے گا۔

قارن کے لئے دوطواف اور دوسعی واجب ہے جوآپ سے ثابت ہے

صبا بن معبد نے قران کیا تھا۔تو انہوں نے دوطواف اور سعی کی۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔تم نے نبی پاک ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔(بنایہ:۳/۶۱۶)

ابراہیم بن محمد نے کہا میں نے اپنے والد کے ساتھ حج کیا انہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا (یعنی قران) تو انہوں نے دوطواف اور دوسعی کی تھی۔اور کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تھا انہوں نے کہا حضرت نبی پاک ﷺ نے بھی اسی طرح (دوطواف اور سعی) کی تھی۔(دارقطنی، بنایہ:۳/۶۱۳، عمدۃ القاری:ص۲۸۰)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قارن دوطواف اور دوسعی کرے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا (یعنی قران کیا) تو دوطواف کیا اور دوسعی کی۔اور کہا کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ قارن کے ذمہ دوطواف اور دوسعی ہے۔ایک عمرہ کا اور ایک حج کا قارن اسے کہتے ہیں جس نے عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا ہو اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام نہ کھولا ہو اسی احرام سے حج کا ارادہ ہو۔

ملاعلی قاری کی شرح مناسک میں ہے۔"ان القارن علیه علیه طوافان وسعیان ...... انه یاتی اولا بطواف العمرة ثم بسعیها ثم بطواف القدوم ثم یسعی الحج موافقا لفعله صلی اللّٰه علیه وسلم."قارن پر دوطواف اور دوسعی ہے کہ پہلے دوعمرہ کا طواف کرے گا جس میں اضطباع اور رمل بھی کرے گا۔اس کے بعد عمرہ کی سعی کرے گا۔یہ عمرہ پورا ہوگیا اس کے بعد حلق یا قصر نہ کرآئیگا چونکہ حج کا احرام بھی ساتھ میں باندھا ہے۔اور عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کرنا ہے لہٰذا وقوف عرفہ سے پہلے ایک طواف طواف قدوم کرے اس کے بعد حج کی سعی کرے یہ افضل ہے اب صرف یوم النحر میں یا اس کے بعد حسب سہولت صرف طواف زیارت

کرے گا اس کے بعد سعی نہیں کرے گا۔ اور اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی تو طواف زیارت کے بعد سعی کرے گا۔ (شرح ملاعلی: ص ۲۶۱)

خیال رہے کہ قارن کا طواف جس کے ساتھ (حج کے پہلے) سعی کرے گا۔ یہ نفلی طواف ہوگا چونکہ سعی بغیر طواف کے نہیں ہے۔ اور اسے حج کے لئے ایک سعی کرنی ہے۔ پس سعی کے لئے یہ طواف کرے گا تا کہ یوم النحر میں صرف طواف زیارت کر سکے سعی نہ کرے کہ یوم النحر میں آپ نے صرف طواف کیا تھا سعی نہیں کی تھی اس وجہ سے فقہاء پہلے کر لینے کو افضل قرار دیتے ہیں۔

بہر حال آپ ﷺ سے اور حضرات صحابہ کرام تابعین عظام سے اور علماء امت کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ قران کی صورت میں دو طواف ایک حج کا دو سعی کا ایک عمرہ کی اور حج کی سعی کیا جائے گی اور یہی اصول ہے۔ (معارف السنن: ص ۴۷۴)

متمتع یا عمرہ کرنے والا سعی سے فارغ ہو جائے تو کیا کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طویل حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں سے جس نے قربانی کا جانور لایا ہے وہ تو حلال نہ ہوگا۔ (جب تک کہ یوم النحر نہ آجائے اور قربانی نہ کرے) اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ خانہ کعبہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کے بعد بالوں کا قصر کٹا لے حلال ہو جائے گا۔ (بخاری: ص ۲۲۲، مسلم: ص ۴۰۳)

تمتع کرنے والا جب طواف سعی اور حلق یا بال کے تراشنے سے فارغ ہو جائے گا تو حلال ہو کر یوم الترویہ تک مکہ میں مقیم رہے گا۔ اس قیام کے درمیان نفلی طواف کرتا رہے اور اس متمتع کے لئے نفلی عمرہ بھی کرنا جائز ہوگا۔ اگرچہ بہت سے لوگ خصوصاً وہاں کے حضرات اس سے منع کرتے ہیں گرچہ یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ سے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد پھر دیگر کوئی عمرہ ثابت نہیں ہے۔ بہت سے بہت سنت نہ ہوگا۔ مگر شرعاً صحیح ہوگا اس میں کوئی قباحت نہیں۔

قارن مفرد سعی سے جب فارغ ہو جائے تو کیا کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہم لوگ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حج کے لئے نکلے تو ہم سے بعضوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا وہ تو حلال ہو گئے۔ اور جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ (افراد کا) یا جنہوں نے قران کیا تھا۔ وہ حلال نہیں ہوئے یہاں تک یوم النحر آ گیا۔

(سنن کبریٰ: ص ۱۱۰، مسلم: ص ۳۸۷، بخاری: ص ۲۱۲)

اگر قارن یا مفرد ہے تو سعی کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد احرام ہی کی حالت میں مکہ مکرمہ میں مقیم رہے گا اور دیگر تمام عبادتوں میں ذکر تلاوت استغفار درود و نوافل میں مشغول رہے۔ اور حسب استطاعت نفل

طواف کرتا رہے۔ اس نفل طواف میں نہ رمل کرے گا نہ اضطباع اور عمرہ بھی نہ کرے گا۔ کہ احرام بندھا ہے۔ اس پر دوسرا احرام باندھنا ممنوع ہے اور تلبیہ بھی کثرت سے حسب موقعہ پڑھتا رہے۔ ہاں مگر طواف میں تلبیہ نہ پڑھے پھر یوم الترویہ ۸ویں تاریخ کو منیٰ جائے جس کا ذکر آ رہا ہے۔

ابن جماعۃ نے بیان کیا۔ "اذا فرغ الناسك من السعی وكان فی احرام بحج مفرد او قران فهو باق علی احرامه الی ان يفضی مناسكه بالوقوف بعرفة وما بعده." (ہدایۃ السالک: ۲/۹۰۰)

یعنی مفرد یا قارن جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے گا تو وہ احرام کی حالت میں باقی رہے گا۔ شرح مسند میں ہے۔ "ان القارن والمفرد بالحج وحده لا يجوز لهما التحلل من الحرام الا بعد الوقوف ورمی الجمار والفراغ من افعال الحج كلها وذلك باتفاق العلماء." (شرح مسند: ۱۲/۹۱)

تمتع کرنے والے سعی اور حلق یا قصر کے بعد حلال ہو جائیں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کا جانور نہیں ہے وہ حلال ہو جائے۔ (بخاری: ص ۲۱۲، بلوغ الامانی: ص ۸۹)

فائدہ: جس نے تمتع کا ارادہ کیا ہے اور تمتع کا احرام باندھا ہے وہ عمر کے امور، طواف، سعی اور اس کے بعد حلق یا قصر کے بعد حلال ہو جائیں گے۔ اور ان کا احرام کھل جائے گا۔ "الجمهو ان التمتع لا يحل حتى يطوف ويسعی ويحلق او يقصر." (بلوغ الامانی: ۱۲/۹۱)

اس کے بعد وہ ۸/ تاریخ کو حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھیں گے۔

مفرد اور قارن اسی احرام کے ساتھ جو پہلے تھا ۸ویں کو منیٰ جائیں گے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب یوم الترویہ ہوا تو لوگ منیٰ کی جانب چلنے لگے۔
(مسلم: ص ۳۹۶، مشکوٰۃ: ص ۲۲۴، سنن کبری: ص ۱۱۲، ابن ماجہ: ص ۲۲۸)

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ ۸/ویں تاریخ ہی کی صبح کو منیٰ کی جانب جائیں گے اس سے پہلے جانا خلاف سنت ہے۔ اسی طرح ۹/ویں کو بھی منیٰ جانا خلاف سنت ہے کہ یہ دن ظہر کے بعد سے وقوف عرفہ کا ہے۔

۸ویں تاریخ کو منیٰ تمام لوگ حالت احرام میں جائیں گے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ جب منیٰ کی جانب جانے لگیں تو احرام باندھ لیں۔ (عمدۃ القاری: ص ۲۹۹)

حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ ۸/ تاریخ کو حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی جانب چلنے لگے۔ (سنن کبری: ۵/۱۱۲)

فائدہ: حج تمتع کرنے والوں کا چونکہ احرام عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد کھل جاتا ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں حلال ہو

کر وقت گذارتے ہیں پس جب ۸ ویں تاریخ کو فجر کی نماز حرم میں پڑھ لیں پھر سورج نکلنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر احرام باندھ لیں اور منیٰ کی جانب روانہ ہو کر اپنے خیموں میں پہنچ جائیں۔ اگر ضعف کمزوری اور بڑھاپا نہ ہو تو پیدل جانا مستحب ہے۔ شرح احیاء میں ہے۔ "ویستحب له المشی من مكة فی المناسك الی انقضاء حجته." (شرح احیاء: ۴/ ۶۱۹)

تمتع اور اس کے متعلق چند اہم مسائل واحکام

حج کے ماہ میں عمرہ اور حج کو ایک ہی سفر میں الگ الگ احرام کے ساتھ جمع کرنا تمتع ہے۔ عموماً اس میں اولاً عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔

ہندوپاک سے جانے والے عموماً تمتع سہولت کی وجہ سے کرتے ہیں تاکہ احرام کی پابندی زیادہ دنوں تک نہ رہے۔ چنانچہ چند گھنٹے سفر کے بعد مکہ مکرمہ پہنچنے میں عمرہ کے احرام سے فراغت ہو جاتی ہے۔ ملا علی قاری شرح مناسک میں اس کے لئے اور شرطیں بیان کی ہیں تب تمتع صحیح ہوتا ہے۔

❶ حدود حرم اور میقات سے باہر کا رہنے والا ہو جسے آفاقی کہتے ہیں پس مکہ مکرمہ کا باشندہ یا میقات کے اندر رہنے والا تمتع نہیں کرے گا۔

❷ اس پر اشہر حج اس حال میں نہ آئے کہ وہ مکہ میں حلال ہو کر رہا ہو۔ (یعنی اشہر حج عمرہ کے احرام میں گذرا ہو)۔

❸ مکہ مکرمہ کو اس دوران وطن نہ بنایا ہو۔ مثلاً ایام حج وعمرہ کیا پھر پختہ اراہ کر لیا کہ مکہ مکرمہ میں وطن بنالیگا تو اس کا تمتع کرنا درست نہ ہوگا۔

❹ عمرہ اور حج دونوں ایک ہی سال میں ہو۔ اگر اس سال ایام حج میں عمرہ کیا اور اگلے سال حج کیا تو تمتع نہیں ہوگا۔

❺ ایک ہی سفر میں دونوں ہو۔ اگر عمرہ کر کے گھر آ گیا پھر حج کو گیا تو تمتع نہ ہوگا۔

❻ حلال ہو کر مکہ میں ہی رہے وطن نہ جائے۔ اگر وطن گیا تو تمتع نہ ہوگا لہٰذا احرام کے بعد طواف نہیں کیا یا طواف تو کیا مگر حلق نہیں کیا حالت احرام ہی میں گھر چلا گیا پھر آ کر ادا کیا اور حلال ہونے کے بعد حج کیا تو متمتع ہو جائے گا۔

❼ حج فاسد نہ کرے اگر حج فاسد کر دیا تو متمتع نہ ہوگا۔

❽ عمرہ کو فاسد نہ کیا ہو۔ اگر عمرہ فاسد ہو گیا تو متمتع نہ ہوگا۔

❾ حج کے احرام باندھنے سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر طواف کر چکا ہو۔

⑩ حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہو۔ ایک ساتھ نہ ہو جیسے قران میں۔
⑪ ایام حج میں عمرہ کا پورا طواف یا اکثر طواف کر چکا ہو جو صحیح ہو۔ (شرح مناسک: ص ۲۷۰)

متمتع کے طواف عمرہ کے متعلق چند مسائل کا بیان

◎ تمتع کرنے والے کا اولا احرام عمرہ کا ہوگا۔
◎ مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد اولاً اس کے ذمہ طواف عمرہ ہوگا۔ طواف قدوم اس کے ذمہ نہیں۔
◎ تمتع کرنے والا کا عمرہ موسم حج اشہر حج میں ہونا ضروری ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۷۰)
◎ تمتع کرنے والوں کے لئے حج سے پہلے عمرہ کا طواف پورا یا اکثر ضروری ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۷۱)
◎ تمتع کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ عمرہ اور حج ایک ہی سفر میں ہو۔ (شرح مناسک: ص ۲۷۲)
◎ اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن چلا آیا پھر حج کا احرام باندھ کر حج کیا تو تمتع کا عمرہ نہ ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۱۷۱)
◎ عمرہ کا پورا طواف حج کے مہینہ میں کیا ہو یا اکثر کیا ہو۔ اگر ایسا نہ کیا تو تمتع کا عمرہ نہ ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۲۷۰)
◎ تمتع کے عمرہ اور طواف کے وہی مسائل واحکامات ہیں جو عام عمرہ اور طواف کے ہیں۔ جو عمرہ اور طواف کے ذیل میں مذکور ہیں۔

قران کے متعلق چند مسائل کا بیان

ایک ہی ساتھ حج وعمرہ کا احرام باندھ کر ایک ہی احرام میں عمرہ وحج کرنا ہے قران کے صحیح ہونے کے لئے ذیل شرطیں ہیں۔

① عمرہ کے پورے طواف یا اکثر طواف سے پہلے حج کا احرام باندھ چکا ہو۔
② عمرہ کے فاسد ہونے یا کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہوا ہو۔ پس اگر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کو فاسد کر دیا پھر حج کا احرام باندھا تو قارن نہ ہوگا۔
③ وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر طواف کر چکا ہو۔
④ عمرہ فاسد نہ ہوا ہو۔
⑤ عمرہ کا پورا طواف یا اکثر طواف حج کے ماہ میں کیا ہو۔
⑥ حج کو فاسد نہ کیا ہو۔ مثلاً وقوف عرفہ سے پہلے کسی امر مفسد کا ارتکاب کرنا جیسے بیوی سے ملنا وغیرہ۔
⑦ قارن پر ایک قربانی قران کے شکریہ میں واجب ہے جیسے متمتع پر۔ (شرح مناسک: ص ۲۱۳)

مکہ مکرمہ سے مدینہ جانے کے بعد مکہ مکرمہ آنے پر تمتع کا مسئلہ

موجودہ دور میں عموماً لوگ تمتع کا احرام باندھتے ہیں۔ یعنی اولاً میقات سے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔ عمرہ

سے فارغ ہوکر حلال ہوجاتے ہیں پھر ۸/تاریخ کو حج کا احرام باندھتے ہیں۔

ہندو پاک سے حجاج کرام حج ویزا یا حج پاسپورٹ سے جو حضرات جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ یہ بات ہوتی ہے اگر مکہ مکرمہ جانے کے بعد ان کے پاس وقت قیام مدینہ کا ہوتا ہے تو عمرہ سے حلال ہونے کے بعد (کہ وہ تو مکہ مکرمہ پہنچتے ہی ہو جاتا ہے) مدینہ منورہ سعودی نظام کے تحت بھیج دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ ۹/۱۰/دن کے بعد پھر مکہ مکرمہ آتے ہیں۔ تو عموماً بیشتر لوگ پھر عمرہ کا احرام باندھتے ہیں عمرہ سے حلال ہوکر پھر ۸/کو حج کا احرام باندھتے ہیں تو اس صورت میں بلاشبہ ان کا تمتع صحیح ہوتا ہے۔ چونکہ اشہر حج میں عمرہ اور حج دونوں ہو رہا ہے۔

"الثانی ان یطوف العمرة کله او اکثر فی اشهرا لحج." (غنیۃ: ص ۲۱۲، مناسک ملا علی: ص ۲۷۰)

اگر اس نے ذوالحلیفہ سے حج کا احرام باندھا تو اس صورت میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متمتع رہے گا

"کذا فی الغنیه ولو عاد من غیر اهله ...... ثم حاج من عام یکون متمتعا عنده لا عندهما."

(غنیۃ: ۳۱۳) پس یہ شخص حضرت امام اعظم کے نزدیک تمتع کرنے والا ہوگا۔ لہٰذا ایک قربانی دم تمتع کا اسے لازم ہوگا۔

بہتر شکل یہ ہے کہ مدینہ منورہ سے آتے وقت ذوالحلیفہ، ابیار علی سے احرام عمرہ کا باندھ کر آئے پھر مکہ المکرّمہ میں عمرہ سے فارغ ہو جائے اور ۸/تاریخ کو حج کا احرام باندھے اس طرح مع اختلاف ہر ایک کے نزدیک متمتع ہوگا۔ اس طرح دو عمرہ اور ایک حج کا ثواب پالے گا۔

جمعہ کے دن حج سے متعلق تفصیل و تحقیق

حج میں عرفہ جمعہ کے دن پڑ جائے تو ستر حج کا ثواب

طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے۔ جب کہ یہ جمعہ کے دن ہو جائے تو یہ ستر اس حج سے افضل ہے جو جمعہ کے علاوہ دن میں ہو۔

(القریٰ: ص ۴۱۰، رزین، شبہ ہدایۃ السالک: ۱۰۹۲/۳، معارف السنن: ۴/ ۴۱۸)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس سال عرفہ جمعہ کے دن پڑتا ہے۔ اس سال حج کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اور اس حج کا ثواب ستر حج کے برابر ہوتا ہے۔ ستر حج کا ثواب ملتا ہے۔ ویسے بھی جمعہ کے دن اعمال کا ثواب ستر گناہ زائد ملتا ہے۔ جو طبرانی کی حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔ بس جمعہ سیّد الایام کی وجہ سے اس کا ثواب ۷۰/ حج کے برابر ہونا دوسری حدیث سے بھی ثابت ہوا۔

علامہ نووی نے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہوتا ہے تو تمام عرفہ میں وقوف کرنے

والے کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ابن جماعہ نے ہدایۃ السالک میں اسے نبی پاک ﷺ کی حدیث قرار دی ہے۔

(ہدایۃ السالک:۱/۹۴)

معارف السنن میں اسے قوت القلوب کے حوالہ سے بعض سلف کا قول قرار دیا ہے۔ (معارف السنن:۶/۴۱۸)

آپ ﷺ کا حج بھی جمعہ کے دن ہوا تھا۔ بس آپ کا حج ستر حج کے برابر ہوا۔

جمع الله سبحانه هذه الفضيلة الشامخة لسيدنا الرسول عليه صلوات الله وسلامه. (معارف:ص۱۱)

آپ ﷺ کا حج اسی جمعہ کے دن ہوا تھا اس موافقت سنت کی جہ سے بھی اس کی فضیلت ہوگی۔

محدث ابن جماعہ نے جمعہ کے دن عرفہ، حج ہونے کی فضیلت اور زیادتی ثواب کو پانچ وجھوں سے ثابت کیا ہے۔ (ہدایۃ السالک:۱/۹۴)

حج اکبر یوم النحر دسویں تاریخ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ یوم النحر میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر جمرات کے پاس کھڑے تھے آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا آج کون سا دن ہے۔ لوگوں نے کہا یوم النحر پھر آپ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے لوگوں نے کہا ''بلد حرام'' پھر آپ نے پوچھا کون سا مہینہ ہے لوگوں نے کہا شہر حرام۔ آپ نے فرمایا آج کا دن حج اکبر ہے۔ تمہارا خون، تمہارا مال تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہے جیسے کہ یہ شہر اور آج کا دن (یعنی ایک دوسرے کا خون بہانا مال ہڑپ کرنا بے عزت کرنا حرام ہے گناہ کبیرہ ہے)۔ (مختصر السنن کبریٰ:۵/۱۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حج اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یوم النحر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت میں ہے کہ حج اکبر یوم النحر دسویں تاریخ ہے۔ (ترمذی:ص۱۴۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو حج کیا ہے اس حج میں آپ جمرات کے پاس کھڑے تھے آپ نے پوچھا آج کون دن ہے؟ لوگوں نے کہا یوم النحر۔ آپ نے فرمایا یہ دن حج اکبر ہے۔ (ابوداؤد:ص۲۶۸)

فائدہ: ''حج اکبر'' یوم النحر دسویں دن ہے۔ اسی دن کو حج اکبر کہا جاتا ہے۔ چونکہ حج کے اہم ارکان زیادہ تر اسی دن ادا ہوتے ہیں۔ مثلاً، رمی، قربانی، حلق، طواف۔ قران پاک میں بھی یوم الحج الاکبر جو کہا گیا ہے سو اسی دن کو کہا گیا ہے۔ اور یہ دن اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ بہر حال یوم النحر کو حج اکبر کہا جاتا ہے خواہ جمعہ ہو یا نہ ہو عوام الناس میں یہ غلط رائج ہے کہ یوم النحر جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تب حج اکبر اسے کہتے ہیں یہ سراسر جہالت کی بات ہے جو رائج ہوگئی ہے قریب قریب تمام عوام الناس کے ذہن میں یہ رائج ہوگئی ہے۔

حج اکبر کا جمعہ کے دن خاص ہونا۔ خلاف شرع ہے۔ ہر سال یوم النحر کا دن حج اکبر ہوتا ہے یا اور وہ دن جو علماء

نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ شرح ترمذی معارف میں عوامی ذہن کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "لیس الحج الاکبر فی تعبیر القران والحدیث ما اشتھر علی السنة العامة من ان الحج الاکبر ماکان فیه الوقوف بعرفة یوم الجمعة." (شرح ترمذی معارف: ص ۴۱۷)

ہاں ثواب زائد ہوتا ہے جس کا بیان مستقل عنوان کے ذیل میں ہے دیکھئے۔

حج اکبر اور اس کی تفصیل اور تحقیق

حج اکبر کے متعلق عوام میں یہ بہت رائج ہے کہ جمعہ کے دن جب عرفہ کا وقوف ہو جائے تو حج اکبر ہے۔ اور اس کے متعلق عرب اور غیر عرب بڑا اہتمام کرتے ہیں کہ اس حج میں اہتمام سے شریک ہوتے ہیں۔ سو اس کی تفصیل کی جارہی ہے کہ جمعہ کے دن عرفہ ہو جائے تو یہ حج اکبر ہے یا نہیں۔ اور سورہ توبہ کے شروع میں جو فی الیوم الحج الاکبر ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے جو عوام نے سمجھا ہے۔

❶ اولاً یہ ذہن نشین رہے کہ عرفہ جمعہ کے دن ہو جائے تو یہ حج اکبر ہے اور ایسے حج کو حج اکبر کہا جائے گا یہ غلط ہے۔ شریعت نے اس دن کا حج کو حج اکبر سے یاد نہیں کیا ہے۔

❷ قرآن پاک میں "اذان من اللہ ورسوله الی الناس یوم الحج الاکبر." ہے اس میں حج اکبر سے کیا مراد ہے۔ اور حج اکبر کس کو کہتے ہیں۔ ارباب علم نے اس کے متعلق کئی اقوال بیان کئے ہیں۔

❸ حج اکبر سے مراد یوم النحر دسویں تاریخ ہے۔ جس دن حج کے مناسک میں سے ۴ اہم مناسک ادا کئے جاتے ہیں۔ رمی، قربانی، حلق، اور طواف زیارت۔

جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ مالکیہ، شافعیہ حنابلہ اور احناف میں علامہ آلوسی نے اسی کو اختیار کیا ہے وجہ ہے کہ حج کے اہم ترین امور اسی دن ادا ہوتے ہیں۔ اس کی رات وقوف عرفہ کو بھی شامل ہے اور مزدلفہ کی نورانی شب بھی اسی کو شامل ہے۔ ابوبکر ابن عربی نے کہا کہ کوئی شک نہیں کہ حج اکبر "یوم النحر دسویں دن ہے۔

(حاشیہ ہدایۃ السالک: ۳/۱۰۸۶)

❹ طواف افاضہ، طواف زیارت، حج اکبر ہے۔ ملا علی قاری نے تاتارخانیہ جو فقہ حنفی کے فتاوی کی ایک کتاب ہے اس کی جانب نسبت کی ہے۔ (ہدایہ: ص ۱۰۸۷)

❺ حج اکبر وہ دن ہے جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ہوا تھا۔ چونکہ اسی دن اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کا ظہور ہوا تھا۔ اور مشرکین کی رسوائی اور ہزیمت ہوئی تھی۔ (ہدایہ: ص ۱۰۸۷)

❻ حج اکبر حج کو کہا جاتا ہے اس کا مقابل عمرہ حج اصغر ہے۔ احناف میں ابوبکر رازی کا رجحان اسی طرف ہے اور طبری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ عطاء بن رباح مکی اسی تاویل کے قائل ہیں۔ (ہدایہ: ص ۱۰۷۹)

❼ حج اکبر قران ہے۔ یعنی جو عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھے۔ اس کے قائل مجاہد تابعی ہیں۔ "قال مجاهد الحج الاكبر هو القران والحج الاصغر هو الافراد." (حاشیہ لباب: ص۴۸۰)

❽ حج اکبر وہ حج ہے جو حج مبرور ہے اور حج مبرور اس حج کو کہا جاتا ہے جس کو سنت کے موافق ادا کیا جائے اور جو رفث، فسوق اور عصیان سے محفوظ رہے۔ یہی حج مقبول ہے جس کا ثواب جنت ہے۔ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد معصیت کا ارتکاب نہ ہو۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حج مبرور کی علامت یہ ہے دنیا سے بے پرواہ آخرت کی جانب راغب ہو کر واپس آئے۔ (ہدایہ: ص۱۰۹۲، ۱۰۹۳)

❾ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ حج اکبر ایک اضافی کلمہ ہے۔ اپنے مقابل کے اعتبار سے یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ① عمرہ کو حج اصغر اور اس کا مقابلہ میں حج کو حج اکبر کہا جاتا ہے۔ ② حج قران حج اکبر ہے حج افراد کے اعتبار سے۔ جمعہ کے دن والا حج اکبر ہے دوسرے دن کے اعتبار سے۔ (ہدایہ: ص۱۰۹۱)

حج اکبر سے مراد یوم عرفہ نواں دن ہے۔ صحابہ کرام میں حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ اسی کے قائل تھے۔ تابعی میں حضرت عطاء، طاؤس، ابن مسیّب بھی یہی کہتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں۔ اس کی شہادت اور تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ عرفہ کا دن سب سے زیادہ فضیلت کا دن ہے اور اسی دن حج کا ایک بڑا رکن وقوف عرفہ ادا ہوتا ہے۔ (ہدایہ: ص۱۰۸۶)

مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یوم عرفہ حج اکبر ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ایک جماعت نے حضرت عمر سے یہی نقل کیا ہے۔ ابن منذر نے حضرت ابن عباس کا ابن جریر نے حضرت ابن زبیر اور حضرت علی کا یہی قول نقل کیا ہے کہ یوم عرفہ حج اکبر ہے۔ (حاشیہ شرح لباب: ص۴۸۰)

حج اکبر سے مراد تمام ایام حج ہیں۔ مجاہد سفیان ثوری اسی کے قائل ہیں۔ احناف میں امام ابوبکر الجصاص بھی یہی کہتے ہیں۔ ملا علی قاری نے بھی اسی کو راجح کہا ہے۔ ابن عطیہ بھی کہتے ہیں حج کے ایام حج اکبر ہیں۔

❿ حج اکبر وہ حج ہے جو حج جمعہ کے دن ہو۔ یعنی جس کا وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو۔ چونکہ اس کا ثواب زائد ہوتا ہے اور اس کی فضیلت ہے اس وجہ سے اکبر کہا جاتا ہے۔ (ہدایۃ السالک: ص۱۰۹۰)

جمعہ کے دن ویسے بھی اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن حج کے ہونے کی فضیلت بھی منقول ہے جس کی تفصیل آ رہی ہے۔

علامہ سیوطی نے بیان کیا ہے کہ چونکہ جمعہ کے دن کی فضیلت ہے جمعہ کے دن فضائل کی وجہ سے اعمال کا

ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس کی تائید متعدد احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ جمعہ کا دن افضل الایام ہے۔ ہفتہ کے اعتبار سے۔ اور عرفہ کا دن افضل ہے پس جب دونوں جمع ہوجائیں گے تو ثواب بڑھ جائے گا۔ جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہورہا ہے۔

۱ جمعہ کا نام "یوم المزید" رکھا گیا ہے۔

۲ جمعہ کا نام "یوم المغفرۃ" ہے عرفہ کے دن کی طرح، طبرانی نے اوسط میں سند جید کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مرفوع نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں سے کسی مسلمان کو جمعہ کے دن مغفرت سے محروم نہیں رکھتے۔

۳ اس کا نام یوم العتق ہے جیسے کہ عرفہ کا دن، ابویعلی نے اور بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جمعہ کے شب وروز میں ۲۴ر گھنٹے میں اس میں کوئی ایسا گھنٹہ نہیں ہے مگر جس میں اللہ پاک چھ سو لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے۔ اسی طرح ابن عدی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ ہر جمعہ میں ۶ر لاکھ لوگ آزاد ہوتے ہیں۔ اور یہ روایت عرفہ کے موافق بھی ہے کہ اہل عرفہ ۶ر لاکھ ہوتے ہیں۔ اگر تعداد اس سے کم ہوتی ہے تو فرشتوں سے اس کی تعداد پوری ہوتی ہے۔

۴ یہ دن فخر ومباہات کا دن ہے عرفہ کی طرح، ابن سعد نے طبقات میں حضرت حسن بن علی سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ پاک عرفہ کے دن فرشتوں سے فخراً فرماتے ہیں کہ میرے بندے پراگندہ غبار آلود حالت میں میرے پاس امید رحمت لے کر آتے ہیں تم گواہ رہو میں نے سب نیکوں کی مغفرت کردی اور نیکوں کی شفارش سے بروں کی مغفرت کردی۔ پھر جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اسی طرح ہوتا ہے (یعنی فخر اور مغفرت)۔

ملا علی قاری اس کے بعد فرماتے ہیں پس یہ واضح دلائل وبراہین ہیں اس بات پر کہ جب عرفہ اور جمعہ جمع ہوجائے مغفرت اور اس کے متعلقات کی زیادتی ہوجاتی ہے۔

۵ جمعہ کے دن نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اعمال نیک کا ثواب جمعہ کے دن بڑھ جاتا ہے اور حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ۷۰ر گنا بڑھ جاتا ہے جیسا کہ حمید بن زنجویہ نے فضائل اعمال میں مسیب ابن رافع سے نقل کیا ہے کہ جو بھی نیک عمل جمعہ کے دن کیا جاتا ہے اس کا ثواب جمعہ کے علاوہ کے اعتبار سے دس گناہ بڑھ جاتا ہے اس پر ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یہ اضافہ ۷۰ر ستر گناہ بھی ہوتا ہے اور سو تک بھی بڑھ جاتا ہے۔ ستر سے مراد متعین عدد نہیں بلکہ کثرت

اور زیادتی ہے۔ پس اس کی موافقت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ عرفہ جب جمعہ کو ہوتا ہے تو یہ حج ستر حج سے افضل ہو جاتا ہے۔

❻ جمعہ کو حج ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی موافقت ہوتی ہے اور آپ کے لئے اللہ پاک افضل اور اکمل امور پسند کرتے ہیں اور اسی کا موقعہ دیتے ہیں اسی افضل اور اکمل کے حصول کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مبارک کو موخر کیا۔ تاکہ دونوں جمع ہو جائے بظاہر آپ کا ارادہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ حج سید الایام میں واقع ہو جائے۔ کہ آپ سیّد الانام تھے سیّد الانام نے ارادہ کیا کہ حج سیّد الایام جمعہ میں ہو جائے۔ تاکہ آپ کا حج ستر حج سے افضل ہو جائے ادھر آپ کا حج بھی ہجرت کے بعد فوت ہو چکا تھا۔ ثواب کی زیادتی سے اس کی تلافی ہو جائے۔

ادھر عرفہ کے جمعہ کے دن ہونے کی وجہ سے دوسرے اور اہم امور بھی اس کے موافق ہو رہے تھے اور اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اور نہ بعد میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دن ۵/عید جمع ہو گئے تھے۔ ① جمعہ، ② عرفہ، ③ عید یہود، ④ عید نصاریٰ، ⑤ عید مجوس۔ ایسا اتفاق نہ کبھی پہلے پیش آیا اور نہ بعد میں ہوگا۔ مزید یہ کہ اہل مکہ کے مہینہ کے الٹ پھیر کرنے کی وجہ سے حج صحیح وقت میں نہیں ہو رہا تھا۔ اس سال عرفہ جمعہ کے دن جب پڑا تو حج کا اصل وقت لوٹ آیا، ۔ دیکھئے نساء کی تعریف اور تفصیل۔

(خط اوفرعن حاشیہ شرح لباب: ص ۴۸۵)

پس ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عرفہ ہو جائے تو یہ حج اور دنوں کے اعتبار سے اکبر اور افضل ہے اور اس کا ثواب مختلف وجوہ کے اعتبار سے زائد ہے۔ اور عوام وخواص میں ایسے حج کی فضیلت اور اہمیت صحیح ہے۔ اور اس دن حج ہونے سے اس کا اہتمام اور اس کو فوقیت دینا صحیح اور مشروع ہے۔

حج بدل کے متعلق آپ کے پاکیزہ ارشادات

میت کی جانب سے حج بدل کی اجازت آپ نے دی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبیلہ جُہینہ کے ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے وہ بہت بوڑھے تھے حج نہیں کر سکے تھے اور نہ ان کو حج کی طاقت تھی۔ آپ نے فرمایا اپنے والد کی جانب سے حج کر لو۔ (ابن خزیمہ: ۴/۳۴۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے پوچھا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا

ہے۔ اور وہ حج اسلام نہیں کر سکے۔ آپ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو اگر تمہارے والد کا کسی پر قرضہ ہو تم ادا کر دو تو ادا ہو جائے گا اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی قرض ہے اس کو ادا کر دو۔ (بلوغ الامانی: ۱۱/ ۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی میت کی جانب سے حج کرے تو اس کی جانب سے ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی کسی کو افطار کرائے تو اسی روزہ دار کی طرح اسے ثواب ملتا ہے۔ اور جو کسی بھلائی کی جانب کسی کو بلائے تو اس بھلائی کرنے والے کی طرح اسے ثواب ملتا ہے۔ (طبرانی، بلوغ الامانی: ۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میت کی جانب سے حج ہے اگرچہ اس کی جانب سے وصیت نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول ہم اپنے وفات شدہ لوگوں کی جانب سے صدقہ کریں۔ ان کی جانب سے حج کریں۔ اور ان کے لئے دعا کریں۔ کیا یہ ان کو پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا ان کو پہنچے گا اور وہ اس سے خوش ہوں گے۔ جیسا کہ ایک طبق ہدیہ سے تم خوش ہوتے ہو۔

(شرح مناسک: ص ۴۳۳)

زندہ معذور شخص کے حج بدل کی آپ نے اجازت دی ہے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ خثعم کا ایک آدمی آیا۔ اور کہا۔ میرے والد نے اسلام کا زمانہ پایا۔ وہ بڑے بوڑھے ہو گئے تھے سواری پر چڑھنے کے قابل نہیں تھے۔ حالانکہ حج ان پر فرض ہو گیا تھا مال کے اعتبار سے۔ کیا میں ان کی جانب سے حج کرلوں۔ آپ نے پوچھا کیا تم ان کے بڑے لڑکے ہو۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ اگر تمہارے والد کا قرضہ ہو؟ اور تم اسے ان کی جانب سے ادا کر دو تو ان کی جانب سے ادا ہو جائے گا کہ نہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا ان کی جانب سے حج کرلو۔

(مرتب، مسند احمد: ص ۴۵، نسائی: ۲/ ۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم النحر کی صبح کو قبیلہ خثعم کی ایک خاتون نے سوال کیا کہ اللہ پاک کے وہ فرائض جو بندوں پر ہیں اس میں حج کا فریضہ میرے والد نے شدید بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ وہ سواری پر رکنے کے قابل نہیں۔ ان کی جانب سے میں حج کرلوں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں کرلو۔ (ابن خزیمہ: ص ۳۴۲)

پہلا اپنا حج پھر دوسرے کی جانب سے حج بدل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا "لبیک عن شبرمہ" آپ نے پوچھا شبرمہ کون ہے تو اسنے کہا میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے آپ نے اس سے پوچھا تم نے حج کرلیا۔ کہا نہیں تو آپ نے فرمایا حج پہلے اپنی جانب سے کرو پھر شبرمہ کی جانب سے کرو۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۳۴۵، ابوداؤد، ابن ماجہ)

فَائِدَہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے اپنا حج کرے پھر دوسرے کے حج بدل پر جائے اسی لئے اس شخص کا حج بدل پر جانا یا بھیجنا خلاف شرع، مکروہ ہے جس نے اپنا حج نہ کیا ہو۔ اگر بھیجے گا اور جائے گا تو کراہت کے ساتھ حج بدل ہو جائے گا۔ (شرح لباب: ص۴۵۲)

عورت اپنی والدہ وغیرہ کا حج بدل کرسکتی ہے

بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ حج نہیں کرسکی۔ کیا اس کو کافی ہو جائے گا۔ (ثواب مل جائے گا) جب کہ میں اس کی جانب سے میں حج کرلوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (مسند احمد مرتب: ص۲۶ مختصراً)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا اے اللہ کے رسول میں اپنی ماں کی جانب سے حج کرلوں کہ وہ وفات پا چکی ہے آپ نے فرمایا اگر تمہاری والدہ کا قرضہ ہو اور تم اسے ادا کردو تو کیا وہ ادا نہیں ہوگا اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا کہ اس کی جانب سے حج کرلو۔ (بلوغ الامانی: ص۲۶)

فَائِدَہ: عورت اپنے والد، اپنی والدہ وغیرہ کی جانب سے حج بدل کرسکتی ہے اس میں کوئی کراہت عورت ہونے کی وجہ سے نہ ہوگی۔ ہاں مگر شرط ہے کہ شوہر ہو تو اس کی اجازت ہو، اور اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔ (شرح لباب: ص۴۵۳)

اور افضل ہے کہ ایسی عورت حج بدل کر رہی ہو جو اس سے قبل اپنا حج کر چکی ہو۔

حج بدل سے متعلق چند اہم مسائل

◎ حج جیسی عبادت میں نیابت درست ہے۔ یعنی دوسرے کی جانب سے بھی ادا ہو جاتا ہے ثواب ملتا ہے اور فرض (شرطوں کے ساتھ) ادا ہو جاتا ہے۔ (درمختار، غنیۃ الناسک: ص۳۲۰)

◎ نفلی حج اور نفلی عمرہ کے لئے نائب بنانا کسی کو اپنی جانب سے نفلی حج عمرہ ادا کرنے کے لئے کہنا بہر صورت جائز ہے۔ اور اس کے لئے کوئی شرط نہیں پس بچہ یا پاگل نہ ہو۔ (غنیۃ)

◎ کسی نے نائب نہیں بنایا کسی کو حکم نہیں دیا یا کرنے کے لئے نہیں کہا۔ پھر اس کی جانب سے کرلیا تو اس کی جانب سے حج نہ ہوگا بلکہ کرنے والے کا ہوگا ہاں اس کو اس صورت میں حج یا عمرہ بخش سکتا ہے تو اس کو ثواب مل جائے گا۔

◎ کسی کی جانب سے نفل حج ادا کیا ہے۔ تو حج اسی کا ہوگا جس نے کیا ہے البتہ حج کا جو ثواب ہوا ہے اسے اد کرنے کے بعد دے دے گا تب اسے ثواب ملے گا اسی طرح حج نفل کا خرچہ اور روپیہ دیا ہے تو اسے اس روپیہ اور خرچہ کا ثواب بھی ملے گا۔ (غنیۃ، ومختار، شرح لباب: ص۴۶۲)

فرض حج کے متعلق حج بدل کے احکام اور شرائط

اگر کسی مرد یا عورت پر حج فرض تھا۔ اور وہ عذر شرعی جس کو شریعت نے عذر اور مجبوری قرار دیا ہے نہ کر سکا یا نہیں کر سکتا ہے تو وہ دوسرے سے حج فرض ادا کرا سکتا ہے۔ (درمختار، غنیۃ)

فرض حج کے حج بدل کے لئے چند شرطیں ہیں اس کے بغیر فرض حج بدل ادا نہ ہوگا۔ ہاں نفل حج بدل کے لئے یہ شرطیں نہیں ہیں۔ (درمختار، غنیۃ، شرح لباب: ص ۴۳۵)

❶ مالی استطاعت اور صحت کی وجہ سے حج فرض تھا۔ یعنی جب حج کا روپیہ اس کے پاس ہوا جس سے حج واجب ہو جاتا ہے تو اس وقت حج کرنے کی طاقت اور صحت بھی تھی مثلاً اندھا نہیں تھا اپاہج نہیں تھا۔ تب معذور ہونے کے بعد یا مرنے کے بعد اس کا حج بدل ہوگا۔ لہٰذا فقیر صحت مند کی جانب سے حج بدل کیا گیا پھر وہ شخص مالدار ہو گیا تو اسے اپنا حج کرنا پڑے گا۔ (درمختار، غنیۃ: ۳۲۰، درمختار)

❷ مال یا صحت کے ختم ہو جانے سے اب لائق حج نہ رہا۔ لہٰذا اگر صحت کی حالت میں حج بدل کرایا تو حج فرض ادا نہ ہوگا۔ اور عاجز ہو جانے کے بعد حج کروایا تو درست ہے یعنی جس وقت حج بدل کروا رہا ہے۔ اس وقت وہ معذور ہو تب حج بدل صحیح ہوگا۔ (درمختار: ص ۵۹۸)

❸ ہر مرض، یا معذوری سے حج بدل نہیں کرا سکتا ہے۔ بلکہ وہ مرض اور معذوری کی وجہ سے حج کرا سکتا ہے جو موت تک چلے ٹھیک ہونے کی غالب امید نہ ہو۔ مثلاً بڑھاپے کا انتہائی ضعف صاحب فراش کہ اب اٹھنے اور چلنے کی طاقت کی امید نہیں یا کمر کا بیکار ہو جانا وغیرہ لہٰذا کوئی معذور ہوا مثلاً کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی نرم ہو گئی پیر کی رگ خشک ہو گئی بظاہر امید نہیں کہ اب ٹھیک ہوگا۔ اس نے حج بدل فرض کا کرا لیا۔ پھر بعد علاج سے یا از خود کسی بھی طرح ٹھیک ہو گیا تو دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔ چونکہ یہ عذر موت تک نہیں رہا۔ (درمختار، غنیۃ: ص ۳۲۱)

◎...... عورت پر حج فرض ہو گیا کہ کوئی محرم اس کو نہیں مل رہا ہے کہ وہ حج اس کے ساتھ کرے۔ تو وہ حج بدل کرانے میں جلدی نہ کرے۔ یہاں تک کہ محرم کے انتظار میں اتنی بوڑھی اور کمزور ہو جائے کہ اب حج کرنے کی طاقت نہیں رہی تب وہ حج بدل کے لئے کسی کو بھیجے۔ (غنیۃ الناسک: ص ۳۲۱)

اگر ایسا مرض تھا ایسا عذر تھا جس کے ختم اور جانے کی امید نہیں ہوتی۔ ۹۰ر فیصد یہ موت تک دبوچے رہتا ہے۔ مثلاً اپاہج تھا۔ ایک زمانے سے اندھا تھا اس پر حج فرض ہو گیا اس نے حج بدل کے لئے بھیج دیا۔ پھر اتفاقاً خلاف عادت یہ صحیح ہو گیا۔ تو اب اس پر حج نہیں ہوگا۔ حج بدل سے فرض ادا ہو گیا۔ چونکہ یہ تو اتفاقی واقعہ ہے۔ (غنیۃ الناسک: ص ۳۲۱)

❹ حج کرنے کا اس کی طرف سے حکم ہو۔ یا اس کے وصی نے حج کا حکم دیا ہو پس بلا حکم اور امر یا وصیت کے حج فرض کا حج بدل نہیں ہوگا۔

◎......اگر وارث نے مورث کی طرف سے یا اولاد نے والدین کی طرف حج بدل کیا اور اسے حکم نہیں دیا گیا تھا تو اس صورت میں حج بدل مورث کا یا والدین کا ادا ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ میت پر حج واجب تھا۔ وہ اس واجب کو زندگی میں ادا نہ کر سکا۔ اور اس نے نہ زندگی میں کسی سے حج کرانے کو کہا نہ مرنے کے وقت وصیت کی۔ اب اگر اس کی اولاد یا وارثین میں سے کوئی اس کی جانب سے حج کر دے تو حج بدل ہو جائے گا۔

(در مختار، غنیۃ الناسک: ص ۳۲۲)

❺ جس کی جانب سے حج بدل کر رہا ہے اس کا مال خرچ کرنا۔ اگر حج بدل کرنے والے نے اپنا ذاتی مال خرچ کیا تو خرچ کرنے والے کا حج ہوگا جس کی جانب سے حج کیا ہے اس کا نہ ہوگا۔ اگر اس نے اکثر مال اور روپیہ جس کا حج تھا اسی کا خرچ کیا اور کچھ اپنا روپیہ لگایا تو کوئی حرج نہیں حج بدل ہو جائے گا۔ (غنیۃ)

◎......اگر حج کرانے والے نے اتنا روپیہ دیا کہ اس سے حج ہو ہی نہیں سکتا تو حج کرنے والے نے اپنا روپیہ لگا کر حج کیا۔ تو دیکھا جائے گا کہ اکثر روپیہ کس کا لگا ہے جس کا ہوگا اسی کا حج ہوگا۔ (غنیۃ)

◎......کسی نے حج بدل کرنے کو کہا۔ اور روپیہ نہیں دیا۔ حج بدل کرنے والے نے اپنا روپیہ لگا کر حج کیا اور اس کے بعد روپیہ مل گیا یا روپیہ مانگنے پر پورا مل گیا تو حج بدل ہو گیا۔ (غنیۃ: ص ۳۲۲)

◎......اگر حج بدل کرانے والے نے کہا میری جانب سے حج کر دو اور میری طرف سے خرچ کر لینا میں دیدوں گا۔ اس نے اپنا روپیہ لگا کر حج کر لیا اور مانگا نہیں اور نہ اس نے دیا۔ تو حج بدل نہ ہوگا۔ (غنیۃ: ص ۱۱)

❻ حج بدل کرنے والا جس کی جانب سے حج کر رہا ہے۔ احرام باندھنے کے وقت نیت کرے کہ میں فلاں کی جانب سے حج کر رہا ہوں۔ (غنیۃ: ص ۳۲۵، در مختار، لباب)

◎......دل سے نیت کرنا احرام کے وقت فرض ہے اور زبان سے ارادہ کرنا کہ فلاں کی جانب سے احرام باندھتا ہوں۔ اور لبیک فلاں کی جانب سے تو یہ افضل ہے۔ (غنیۃ: ص ۱۱)

❼ حج بدل کرنے والا صرف ایک احرام باندھے۔ دو کی جانب سے احرام باندھا تو کسی کا حج نہ ہوگا۔ بس حج بدل ایک ہی کی جانب سے حج کر سکتا ہے۔

❽ اگر حج بدل کرانے والے نے کسی کو نامزد کر دیا ہے تو اسی کے حج کرنے سے حج بدل ہوگا۔

◎......اگر حج کرانے والے نے اختیار دیا کہ خواہ تم کر و یا کسی سے کرا دو تو اب کوئی بھی کرے گا تو صحیح ہوگا۔

◎......حج کرانے والے تو یہ کہا زید ہی میری جانب سے حج کرے۔ پھر زید مر گیا تو دوسرا حج بدل کر سکتا ہے

اگراس نے اس طرح کہا کہ زید کرے کوئی دوسرا نہ کرے تو اس کے مرنے کے بعد کوئی دوسرا حج نہیں کرسکتا۔ (غنیۃ:ص۳۲۹)

❾ جس کا حج کر رہا ہے اسی کے وطن سے سفر کرنا۔

❿ سواری پر حج کرنا اور سواری پر حج کا صرفہ حج کرانے والے کے ذمہ ہوگا۔

⓫ حج کرانے والے کی بات پر عمل کرنا۔ اس نے حج کرنے کہا۔ اوراس نے اولا عمرہ کیا پھر حج کا احرام باندھ کر گیا تو حج بدل نہ ہوگا اوراس کو خرچہ سارا واپس کرنا ہوگا۔

⓬ حج کرانے والے کا جو میقات ہے اسی سے احرام باندھنا۔ اگر میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کرکے مکہ سے حج کا احرام باندھا تو حج بدل نہ ہوگا۔

◎......حج بدل میں حج کرنے والا افراد کا احرام میقات سے باندھے گا۔ اگر حج کرانے والے نے قران کی اجازت دی ہے تو قران کا احرام بھی باندھ سکتا ہے مگر قران کی قربانی حج بدل کرنے والا اپنی رقم سے ادا کرے گا۔ اور تمتع کرنا جائز نہیں اگر اجازت دیدے تب بھی حج بدل میں تمتع نہیں کرسکتا۔ موجودہ دور میں تمتع ہوجائے گا اور قربانی کا خرچہ اس کے ذمہ گا۔ (غنیۃ:ص۳۳۳، معلم الحجاج:ص۴۸۵)

حج بدل کرانے والا حج کرنے والے کو اس زمانہ کا جو مناسب اور متوسط خرچہ ہوگا وہی دے گا۔ اور صرفہ دیتے ہوئے کہہ دے کہ اس خرچہ میں تم کو پورا اختیار ہے اپنی مرضی سے جو بہتر ہو اسے اختیار کرو بچ جائے تو وہ تمہارا ہے۔ اس صورت میں اسے تنگی اور خرچ میں دقت نہ ہوگی اور امانت میں خیانت بھی کسی طرح نہ ہوگی۔ اور بچنے پر واپس نہ کرنا ہوگا۔ (غنیۃ الناسک:ص۳۴۳)

◎......کم سمجھ نابالغ کا اپنا احرام اور حج تو صحیح ہے مگر دوسرے کا حج بدل صحیح نہیں ہوگا مراہق کا جو سمجھدار ہے ہوجائے گا۔

◎......جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس سے حج بدل کرانا مکروہ ہوگا۔ (غنیۃ:ص۳۳۷)

◎......حج بدل مرد اور عورت ہر ایک دوسرے کا کرسکتے ہیں۔ (غنیۃ:ص۱۱، شرح لباب:ص۴۵۴)

◎......صالح عالم حج کے مسائل سے واقف سے حج بدل کرانا افضل ہے۔ (غنیۃ:ص۱۱)

◎......پس رشتہ دار اور اہل تعلقات کے مقابلہ میں کسی صالح عالم دین جو حج کرچکا ہو حج بدل افضل ہے۔

◎......جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس سے حج بدل کرایا تو حج بدل ہوجائے گا اور کرانے والے کا حج فرض ادا ہوجائے گا۔ مگر سنت اور افضلیت کے خلاف ہوگا۔ (شرح لباب:ص۴۵۳)

وصیت کرنے پر اس کی جانب سے حج بدل کی اجازت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جُہینہ قبیلہ کی ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سوال کیا۔

میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور حج نہ کرسکی کہ ان کا انتقال ہوگیا کیا میں ان کی جانب سے حج کرسکتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اچھا بتاؤ تمہاری والدہ پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کردیتی تو۔ اللہ کا حق ادا کرو۔ اللہ پاک زیادہ مستحق ہے کہ اس کے قرض کو ادا کرو۔ (بخاری، عمدۃ: ۲۱۳/۹۰)

فائدہ: حج کسی دوسرے مرد اور عورت کی جانب سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مرد یا عورت نے حج کرنے کی منت مانی تھی اور وہ اسے اپنی زندگی میں خواہ کسی وجہ سے نہ کرسکے تو ان کی جانب سے کوئی دوسرا حج کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر اس شخص نے وصیت کردی ہے کہ نذر کی وجہ سے میرے اوپر حج تھا میں نہ کرسکا لہٰذا تم میری جانب سے کردینا۔ ادھر مال جو میت کے چھوڑا ہے اس کی ایک تہائی اتنی ہے کہ حج کیا جاسکتا ہے تو اس کی جانب سے حج کرنا واجب ہے۔ اگر اتنا مال نہیں چھوڑا تو اس پر عمل کرنا اس کی جانب سے حج کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر مرنے والے نے حج کرنے کی کوئی وصیت نہیں کی ہے تو وارثین کے ذمہ ان کی جانب سے حج کرنا واجب نہیں ہاں اگر اپنے مال سے ان کی جانب سے کردیں تو مرنے والے کی جانب سے حج ادا ہوجائے گا۔

وصیت حج کے متعلق چند مسائل کا بیان

◎ جس آدمی پر مال اور صحت کے اعتبار سے حج واجب ہوگیا اور وہ زندگی میں حج نہ کرسکا تو اس پر مرنے سے پہلے حج کردینے کی وصیت واجب ہے۔

◎ حج کی وصیت کرگیا ہو اور اس کے ترکہ میں مال ہو۔ تو اس کی تہائی مال سے ہی حج کیا جائے گا اگر میت پر حج شرعاً واجب تھا نہ وہ خود حج کرسکا اور نہ اس نے وصیت کسی کو حج کرنے کی اور نہ کرانے کی تو وارث کے ذمہ اس کی جانب سے حج کرنا یا کرانا واجب نہ ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۴۶۳، شرح لباب: ص ۴۶۳)

◎ ہاں اس کی جانب سے وارثین از خود حج بدل کردیں تو بہتر ہے۔

◎ اگر میت نے وصیت نہ کی اور وارث نے اس کی جانب سے حج بدل کردیا تو حج بدل ہوجائے گا۔ اگر میت نے وصیت حج کی نہیں کی اور مرگیا وارثین اولاد نے جو بالغ ہیں مشورہ کرکے مال وراثت سے کسی وارث کو حج کرنے بھیج دیا تو یہ درست ہے۔

◎ اگر تہائی مال کم ہے اس سے حج نہیں ہوسکتا ہے۔ پس بڑے وارثین نے اپنے ترکہ سے اتنا مال دیدیا کہ حج ہوجائے تو یہ درست ہے اور حج بدل ہوجائے گا۔

◎ اگر میت نے اتنا مال حج بدل کے لئے کہہ دیا جو تہائی سے زائد ہے تب بھی ثلث مال سے ہی حج کیا جائے گا۔ (تہائی سے زائد مال وارثین کا ہوگا)۔ (غنیۃ: ص ۳۴۱)

نابالغ اور کمسن چھوٹے بچوں کے حج کے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات کا حج

نابالغ لڑکوں کا حج درست اور باعث ثواب ہے

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی معیت میں مجھے والد کے ساتھ حج کرایا گیا اور میں ۷ رسال کا تھا۔

(بخاری:ص ۲۵۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ حج کیا اور ہم نے اپنے بچوں کی جانب سے تلبیہ پڑھا۔ (ابن ابی شیبہ:ص ۴۲۹)

اور مسند احمد میں ہے کہ ہمارے ساتھ بچے بھی تھے ہم نے ان کی جانب سے رمی کی۔ (مسند احمد:۱۱/۲۰)

قاسم بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے وہ کہا کرتے تھے ان چھوٹے بچوں کو حج کراؤ۔ اگر وفات پاگئے تو حج کئے ہوئے ہوں گے (یعنی حج کا ثواب پائے ہوئے ہوں گے) اگر زندہ رہیں گے تو حج کریں گے (یعنی بڑے ہوکر خود حج کریں گے)۔ (ابن ابی شیبہ:۴/۴۲۷)

فَائِدَہ: متعدد روایتوں میں حضرت سائب بن یزید کا سن بلوغ سے پہلے حج کا ذکر ہے۔ انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ حج کیا تھا۔ ان کے والد یزید بن سعد ہیں۔ مدینہ منور میں ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔ انہوں نے ۹۶ر سال کی عمر پائی۔ (عمدہ:۱۰/۲۱۷)

انہوں نے آپ کے ساتھ حد بلوغ سے پہلے جب سمجھدار ہو چکے تھے حج کیا تھا اور اپنے حج کا واقعہ خود بتایا بس اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ کا بھی حج ہوتا ہے۔ اور اس کا ثواب بچہ کو اور اس کے والدین کو بھی ملتا ہے۔

پھر یہ بچہ اگر بڑا ہوا۔ اور اس پر شرعاً حج وسعت مالی کی وجہ سے فرض ہوا تو یہ نابالغیت کا حج کافی نہ ہوگا۔ حج فرض الگ سے کرنا ہوگا۔ شرح مسند میں ہے۔ "یصح حج الصبی ولا یجزیه عن حجة الاسلام اذا بلغ. قال القاضی عیاض رحمه الله اجمعوا الا انه لا یجزیه اذا بلغ عن فریضة الاسلام."

(شرح مسند:۱۱/۳۱)

امت کا اس پر کثرت سے عمل ہے کہ والدین حسب سہولت اپنے چھوٹے بچے کو حج کے موسم اپنے ساتھ حج کے لئے لاتے ہیں۔ سعودی خطے کے لوگ جن کا پاسپورٹ اور ویزا اور سفر کی دقتوں کا مسئلہ نہیں ہوتا ہے بکثرت

ایسے بچوں کو لاتے ہیں۔ آپ عرفات کے میدان میں دیکھیں گے کہ جہاں مرد و عورتوں کا ایک جم غفیر رہتا ہے وہیں احرام میں ملبوس بکثرت بچے بھی نظر آتے ہیں جن کو دیکھ کر رقت پیدا ہوتی ہے۔ اور عشق محبت الٰہی کا ایک حال قلب میں پیدا ہوتا ہے۔

چھوٹے ناسمجھدار بچے کا حج صحیح ہے آپ نے اجازت دی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت گود میں اٹھائے ہوئے بچے کو لے کر آئی اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کیا اس بچہ کا حج ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اور تم کو ثواب ملے گا۔ (ابن ماجہ، عمدۃ: ۱/ ۲۱۸، ابن ابی شیبہ: ص ۴۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ہم لوگ (صحابہ کرام) بچوں کو لے کر حج کرتے تھے بعض تو رمی کر لیتے اور بعض تو ان کی جانب سے رمی کر دی جاتی تھی۔ (بلوغ الامانی: ۱۱/ ۳۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اس کا حج مشروع ہے۔ اس کا احرام وقوف منیٰ وقوف مزدلفہ اور اسے گود میں لے کر طواف اس کی طرف سے رمی سب صحیح اور قابل ثواب و اجر ہے۔

اور یہ جو فرمایا تم کو ثواب ملے گا۔ اس کا مطلب جمہور علماء نے یہ لیا ہے کہ طاعت و عبادت کا ثواب بچہ کے اعمال میں لکھا جائے گا اور ماں کو اٹھانے کا کرانے وغیرہ کا ثواب ملے گا۔ شرح بخاری میں ہے۔ "ولك اجر ان المراد ان ذلك يسبب حملها له و تجنبها اياه ما يفعله المحرم." (شرح بخاری: ص ۲۱۸)

بالکل چھوٹے دودھ پیتے بچوں کا حج میں لے جانا جلیل القدر صحابہ کرام سے ثابت ہے چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے ابن زبیر کو کپڑے میں لے کر حج کیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ان بچوں کو حج کراؤ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بچوں کو کپڑا کھول کر احرام باندھتے تھے۔ اور عرفہ میں لے جاتے تھے۔ حضرت عائشہ بھی اسی طرح کرتی تھیں (یعنی اپنے رشتہ داروں کے بچوں کو لے جاتی تھیں) اسی طرح عروہ بن زبیر کیا کرتے تھے۔

حضرت عطا کہتے تھے کہ ان کو احرام پہنایا جائے گا اور ان کی جانب سے تلبیہ پڑھا جائے گا۔ اور جس طرح بڑے احرام کی پابندی کرتے ہیں ان کو بھی کرایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۲۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہاں مگر ان سے مناسک حج کے خلاف ہوجائے تو فدیہ یا دم نہیں ہے)۔

بعض لوگوں نے چھوٹے ناسمجھدار بچوں کو حج پر لے جانے پر رد کیا ہے اس پر علامہ نووی نے سخت تردید کی ہے کہ یہ حدیث پاک اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ "وقد ذهب طائفة من اهل البدع الى منع الصغير من الحج قال النووى وهو مردود ولا يلتفت اليه بفعل النبى صلى الله عليه وسلم

واصحابه واجماع الامة على خلاف.“ (بلوغ الامانی: ۱۱/۳۲)

ہاں مگر خیال رہے کہ موجودہ دور میں اژدحام اور دور دراز کے سفر اور سفری مشقتوں کی وجہ سے بالکل چھوٹے گود والے بچوں کو لے جانا بہتر نہیں چونکہ بسا اوقات سفری صعوبتوں کی وجہ سے ان بچوں کو پریشانی ہوتی ہے جس کا اثر بڑوں پر حج کے مناسک ادا کرنے میں پڑسکتا ہے بسا اوقات مناسک چھوٹ جاتے ہیں یا دقت ہوتی ہے۔ خصوصاً طویل مسافت والوں کو اس لئے اس دقت کے پیش نظر نہ لے جانا بہتر ہے۔

نابالغ بچے بھی حج میں احرام باندھ لیں گے اور بڑے حج کے مناسک ادا کریں گے

حضرات ابراہیم فرماتے ہیں۔ بچوں کو اسی طرح احرام باندھا جائے گا جس طرح بڑے مردوں کو اس پر (احرام سے پہلے کی خوشبو) باقی رہے گی۔ ان کو لے کر طواف کرایا جائے گا۔ حج کے مقامات میں لے کر ان کو جایا جائے گا، اور تلبیہ پڑھایا جائے گا۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کا احرام بچوں کے لئے کپڑے اتار کر بندھواتے تھے اور اور لے کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کراتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ بچوں کو بڑوں کی طرح احرام میں پرہیز کرایا جائے گا۔ زینت اور خوشبو کے امور سے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۴۲۹)

فائدہ: بچوں پر بھی اسے طرح مناسک کے امور ادا کئے جائیں گے جس طرح بڑوں سے ہاں مگر اتنی بات ہے کہ ان پر کوئی تاوان فدیہ دم وغیرہ کسی بھی صورت میں واجب نہیں ہوگا چونکہ وہ غیر مکلّف ہیں۔

چھوٹے یا نابالغ بچوں کے احرام وغیرہ کے متعلق چند مسائل

◎ چھوٹے نابالغ بچوں کا حج صحیح اور مشروع ہے۔ ثواب اس بچے کو اور اس کے والدین وولی کو بھی ملے گا۔ (عمدۃ: ۱۰/۳۱۸)

◎ چھوٹے بچوں کو بھی احرام کے دو چادر پہنائے جائیں گے۔ (شرح مناسک: ص۱۱۲)

◎ چھوٹے بچوں کا احرام نفلی حج کا ہوگا۔ باوجود غنی ہونے کے فرض نہ ہوگا۔ (شرح مناسک: ص۱۱۲، ۸۴)

◎ بچہ سمجھدار ہو تو اپنا احرام خود سے باندھے۔ یعنی تلبیہ پڑھے۔ (شرح مناسک: ص۱۱۳)

◎ اگر بچہ سمجھدار ہے۔ مثلاً ۷/۸ سال سے لے کر ۱۴/ سال تک کا ہے تو یہ حج کے تمام امور خود سے ادا کرے گا۔ تلبیہ کہے گا یا ولی اس کی زبان سے کہلوائیں گے۔ طواف کرے گا رمی کرے گا۔ وقوف عرفہ کرے گا اور طواف کرے گا۔ (شرح مناسک: ص۱۱۳)

◎ اور اگر اس قابل نہیں مثلاً دودھ پیتا بچہ ہے یا ۳-۴ سال کا چھوٹا بچہ ہے تو تمام امور اس کی جانب سے والدین یا ولی ادا کریں گے۔ مثلاً اگر طواف میں نہ چل سکے تو گود میں اٹھا کر طواف کریں گے۔ اس کی جانب سے نائب ہو کر رمی وغیرہ کریں گے۔ (شرح مناسک: ص ۱۱)

◎ بالکل چھوٹے بچے جو نماز پڑھنے کے لائق نہیں وہ طواف خواہ اسے ہاتھ پکڑا کر کرائیں یا گود میں لے کر کرائیں۔ اس کے ذمہ طواف کی دو رکعت نہیں اور نہ اس کے ولی کے ذمہ ہے احرام کی تمام پابندی اس کے والدین یا ولی کرائیں گے۔ (شرح مناسک: ص ۱۱)

◎ اگر بچے سے احرام کی پابندی کے خلاف کچھ ہو جائے تو کوئی فدیہ صدقہ وغیرہ نہیں ہے۔ اگر کوئی فرض یا واجب کسی وجہ سے چھوٹ جائے تو نہ گناہ نہ دم نہ قضا واجب ہے۔ نہ بچے پر نہ والدین پر۔

(شرح مناسک: ص ۱۱، غنیۃ: ص ۸۴)

◎ اگر وقوف عرفہ سے پہلے بچہ بالغ ہو جائے تو اس صورت میں احرام کے تجدید یعنی پھر سے باندھنے کی ضرورت نہیں۔

حج وعمرہ سے روک کے متعلق آپ کے سنن وطرق کا بیان

حج یا عمرہ کے احرام کے بعد کوئی بیماری روک بن جائے تو کیا حکم ہے

حضرت حجاج بن عمر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے تو وہ احرام کھول لے اور اس پر دوسرا حج (قضا) ہے۔ (ترمذی، بیہقی: ۵/۲۲۰)

حجاج بن عمر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس کی ہڈی) ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے یا مریض ہو جائے۔ تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے اور وہ آئندہ سال حج کرے۔ (ابوداؤد: ص ۲۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو حج یا عمرہ کرے (احرام باندھے) پھر شدت کی وجہ سے خانہ کعبہ جانے سے رک جائے یا کوئی اور عذر اسے روک دے تو اس پر قضا واجب ہے۔ (اعلاء: ۱۰/۴۱۹)

فائدہ: اگر کسی شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا۔ اور ابھی اس کے ارکان کو ادا بھی نہ کر سکا کہ اسے ایسا عذر اور مرض پیش آ گیا جس کی وجہ سے وہ حج یا عمرہ نہ کر سکا تو وہ اس کی قضا آئندہ کرے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس کو احصار کہا جاتا ہے۔

اگر اس روک کا سبب دشمن ہو جائے مثلاً وہ حج یا بیت اللہ نہ جانے دے یا مرض ایسا ہو جائے کہ وہ اب حج یا

عمرہ نہیں کرسکتا مثلاً ہاتھ پیر شل ہو جائے جسم پر فالج مار دے وغیرہ تو ان سب سے احصار (روک) شرعاً معتبر ہو جاتا ہے۔

علامہ عینی ہدایہ کی شرح بنایہ میں لکھتے ہیں۔ "ان الاحصار متحقق لكل مانع يمنع المحروم من الوصول الى البيت لا تمام خجته اوعمرته من خوف اومرض او منع سلطان او قاهر فى حبس او مدينة حديثة." (بنایہ: ۳/۸۰۸)

ہدایہ میں ہے: "واذا احصر المحرم بعدو او اصابه مرض فمنعه من المضى جاز له التحلل." (ہدایہ: ص ۸۱۷، بنایہ)

عمرہ سے رک جانے پر قربانی کی تب حلال ہوئے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار قریش نے خانہ کعبہ آ کر عمرہ کرنے سے روک دیا تھا تو آپ نے قربانی کی اور حلق کرایا آپ نے بھی اور آپ کے اصحاب نے پھر حلال ہو گئے۔ پھر واپس آ گئے اور آئندہ سال عمرہ کیا۔ (طحاوی: ص ۴۳۱)

فائدہ: امام طحاوی لکھتے ہیں کہ محصر حلال نہیں ہو سکتا جب تک کہ قربانی نہ کرے۔ (طحاوی: ص ۴۳۱)

پس جہاں سے اسے مرض اور عذر پیش آیا ہے وہاں سے کسی کو حرم بھیج کر یا کسی جانے والے سے یہ کہہ دے کہ میری جانب سے ایک بکرے کی قربانی کر دینا اور جس وقت کرے گا اس وقت کے بعد وہ حلال ہو جائے۔

چنانچہ طحاوی میں ہے۔ "يبعث بهدى ويواعدهم ان ينحروعليه فاذا نحر حل." (طحاوی: ۳/۴۳۱)

ہدایہ کی شرح بنایہ میں ہے "ان المحصر لا يتحلل الا بالذبح عندنا." (بنایہ: ۳/۸۰۸)

شرح لباب میں ہے۔ "لايحل ببعث الهدى ولا بوصوله الى الحرم حتى يذبح فى الجرم." (شرح لباب: ص ۴۱۸)

پھر اگر حج قران کا تھا تو دو قربانی منیٰ میں کرنی ہوگی۔ "يبعث القارن بهديين عندنا." (بنایہ: ۳/۸۱۰)

شرح لباب میں ہے۔ "ولو كان المحصر قارنا يبعث بهديين." (شرح لباب: ص ۴۱۸)

پھر یہ کہ جانور کی قربانی حدود حرم ہی میں کرنی ہوگی خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا ہو۔ عینی کی شرح ہدایہ میں ہے "لا يجوز ذبح دم الا حصار الا فى الحرم عندنا فى الحج والعمرة."

پھر امام اعظم کے نزدیک حرم میں ذبح ہونے سے حلال جائے گا حلق ضروری نہیں۔ "كذا فى شرح البدايه. لا يحتاج الى الحلق بل يتحلل بالذبح." (شرح البدایہ: ۳/۸۰۹)

شرح لباب میں ہے۔ "لا يجب عليه الحلق وان فعله فحسن." (شرح لباب: ص ۲۲۴)

عمرہ کا احرام تھا تو صرف عمرہ کی قضا اور حج کا احرام تھا تو حج اور عمرہ دونوں کی قضا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حصر ہوگیا (عمرہ سے روک) تو آپ نے حلق کرایا عورتوں سے ملے۔ اور اپنے ہدی کے جانوروں کی قربانی کی اور سال آئندہ عمرہ کیا۔ (بخاری ص ۲۴۳، بیہقی ص ۲۱۶)

حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرفہ کی رات میں بھی جس کا وقوف فوت ہوگیا اس کا حج فوت ہوگیا۔ عمرہ کر کے وہ حلال ہو جائے اور سال آئندہ حج کرے۔ (بنایہ: ۳/۸۲۷)

فائدہ: اگر عمرہ کا احرام تھا اس سے ''حصر'' روک واقع ہوگیا تو صرف عمرہ ہی کی قضا ہوگی اور اگر حج کا احرام تھا تو حج کے ساتھ عمرہ بھی کرنا ہوگا۔ علامہ عینی کی شرح ہدایہ میں ہے۔ ''المحصر بالحج النفل يجب عليه حجة وعمرة وان كان محصرا بعمرة يجب عليه قضاء عمره لا غير.'' (شرح ہدایہ: ۳/۸۱۸)

ملا علی قاری کی شرح مناسک میں ہے۔ محصر جب ذبح کے بعد حلال ہو جائے تو اگر حج کا احرام تھا تو حج اور عمرہ دونوں بعد میں آئندہ سال کرے گا۔ اور احرام قران کا تھا تو ایک حج اور دو عمرہ کرے گا۔ اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو عمرہ ہی کی قضا کرے گا۔ ''فان كان احرامه فعليه قضاء حجة وعمرة. وان كان قارنا فعليه قضاء حجة وعمرتين. وان كان معتمرا فعليه عمرة لا غير.'' (شرح لباب: ص ۴۲۸)

احصار کی صورت حرم میں قربانی ضروری ہے

عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ نخع سے ایک آدمی نے عمرہ کا حرام باندھا جس کا نام عمر بن سعید تھا۔ اسے سانپ نے کاٹ لیا۔ وہ راستہ میں لیٹا پڑا تھا۔ ایک قافلہ آیا جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ان سے لوگوں نے مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا (حرم میں) قربانی کا ایک جانور بھیج دو اور ان سے دن کی تعین کرالو۔ (ذبح کرنے کا جب وہ دن آجائے (جس دن اس نے قربانی کو کہا ہے) تو احرام کھول لو............ پھر اس پر آئندہ عمرہ کی قضا لازم ہے۔ (طحاوی: ۱/۴۳۲)

فائدہ: خیال رہے کہ احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا اس کے باندھنے کے بعد کوئی ایسا عذر و مرض شدید لاحق ہو جائے کہ وہ خانہ کعبہ تک نہ جا سکے۔ اور اندیشہ ہے کہ حج کی ادائیگی کے زمانہ تک ٹھیک نہ ہو سکونگا تو وہ حرم میں خواہ منیٰ میں یا مکہ میں ایک بکری کی قربانی کروائے اور قربانی کرنے والے سے تاریخ لے لے کہ وہ کس دن قربانی کرے گا جس تاریخ اور دن کو وہ بتائے۔ اسے محفوظ کرے اندازہ لگائے کس وقت قربانی کی ہوگی اس اندازے سے کہ قربانی ہوگئی ہوگی احرام کھول لے۔ اب وہ احرام کی پابندی سے آزاد ہوگیا اس کے بعد حلق کرائے تو سنت اور مستحب ہے۔ پھر صحت جب بہتر اور لائق سفر ہو جائے تو حج یا عمرہ کی قضاء کرے۔ عمرہ کا احرام تھا تو صرف عمرہ کی قضا ہوگی۔ اور اگر حج کا احرام تھا تو حج اور عمرہ کی قضاء ہوگی۔ شرح ہدایہ میں ہے۔ ''المحصر بالحج النفل

يجب عليه حجة وعمره. وان كان محصرا بعمرة يجب عليه قضاء عمرة لا غير.''

(شرح ہدایہ:۳/۸۱۰)

خیال رہے کہ موجودہ دور میں سواری کی بہتر سہولت اور علاج کی آسان شکلوں کی وجہ سے احصار کا تحقق بہت کم ہوتا ہے۔ آسانی سے کار پر چڑھ کر مکہ مکرمہ جاسکتا ہے۔ پھر وہاں گاڑی کرایہ پر اور خریدنے پر مل جاتی ہے اس سے خانہ کعبہ کا طواف اور سعی وغیرہ کرسکتا ہے۔ اور اسی گاڑی پر عرفات مزدلفہ اور منیٰ جا سکتا ہے۔ پس قدیم زمانے میں پریشانی کی وجہ سے احصار ہوجانا تھا اب اس تمدن کے دور میں وہ بات نہیں۔ تاہم پیش آجائیں تو یہ مسائل ہیں۔

احصار سے متعلق چند اہم مسائل

◎ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کسی مرض یا عذر کی وجہ سے حج یا عمرہ سے رک جائے نہ کرسکے تو اسے حصر اور احصار کہا جاتا ہے۔ جس کو یہ بات پیش آجائے اسے محصر کہتے ہیں۔

❶ کسی دشمن کے روک دینے کی وجہ سے یا کوئی سخت مرض پیش آ گیا۔ ہڈی ٹوٹ گئی فالج مار دیا ہاتھ پیر شل ہوگئے۔ جسم میں کوئی بیماری پیش آگئی جس کی وجہ سے نہ چل سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے۔ ایسی بیماری احرام کے بعد طاری ہوگئی۔ جسم حرکت کرنے سے بیٹھ گیا تو ان امور سے حصر ہوجائے گا۔ (بنایہ، شرح لباب، شامی)

❷ احرام کے بعد کسی وجہ سے جیل بھیج دیا گیا۔ اور جیل میں رہنے کی وجہ سے وقوف عرفہ چھوٹ گیا تو یہ بھی حصر کی شکل ہے اور محصر کی طرح احکام نافذ ہوں گے۔ (شرح لباب: ص۴۱۳)

❸ عورت کے شوہر کا اور کسی محرم کا انتقال ہوجائے اور ابھی مکہ مکرمہ شرعی سفر کی مسافت میں ہے تو عورت محصر ہوجائے گی۔ (شرح لباب: ص۵)

◎ عورت شوہر یا محرم کے ساتھ حج کررہی تھی شوہر نے طلاق دیدی تو رک کر عدت گذارنے کی وجہ سے عورت محصر ہوجائے گی۔

❹ محصر دم میں قربانی کا جانور بھی بھیج سکتا ہے۔ اور یا جانور کی قیمت بھی حرم میں بھیج کر قربانی کرسکتا ہے۔

(شرح لباب: ص۴۱۸)

◎ قربانی کا مطلب ایک بکری، یا گائے اونٹ کا سات حصوں میں سے ایک حصہ مراد ہے۔ جیسا کہ قربانی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ (شرح لباب: ص۴۱۷)

❺ صرف قربانی کا جانور بھیجنے سے یا حرم میں جانور آجانے سے حلال نہیں ہوگا جب تک کہ حرم میں ذبح نہ ہوجائے حج افراد ہے تو ایک قربانی واجب ہوگی۔ اگر قران کیا تو دو قربانی واجب ہوگی۔ (شرح لباب: ص۴۱۸)

◎ اگر قارن عمرہ کے امور سے فارغ ہونے کے بعد وقوف عرفہ سے قبل محصر ہوگیا تو ایک ہی قربانی لازم ہوگی۔ (ایضاً)

◎ محصر جب ہدی کا جانور یا قیمت حرم بھیج دے تو وہ اپنے وطن لوٹ سکتا ہے۔ مگر احرام ذبح کے بعد ہی کھولے گا۔ (شرح لباب: ص ۴۱۹)

◎ اگر محصر کے پاس نہ جانور بھیجنے کا حساب ہے نہ قیمت بھیجنے کی سہولت ہے تو وہ اس مجبوری سے حلال نہ ہوگا روزہ یا صدقہ اس کا بدل نہیں ہے۔ (شرح لباب: ص ۱۱)

❻ اگر خدانخواستہ محصر کو قربانی کا جانور حرم میں لے جانے والا نہ ملے اور قیمت بھیج کر حرم میں قربانی کرانے کی کوئی صورت نہ ہو تو مجبوراً ایسی صورت میں قربانی کے جانور کی قیمت کا اندازہ لگائے اس وقت اس علاقے میں ملتا تو کتنے کا ملتا یا حرم میں قربانی کروائی جاتی تو کتنا لگتا اُتنے روپیہ کا گیہوں خریدے اور ایک کلو سات سو گرام ہر فقیر کو دے کر حلال ہو جائے یا گیہوں کی اس مقدار کی نقد قیمت فقیروں پر صدقہ کرے۔

(شرح لباب، معلم الحجاج: ص ۲۷۸، غنیۃ)

◎ احصار کی قربانی حرم میں تو ہونا ضروری ہے مگر یوم النحر دسویں دن ہی ضروری نہیں۔ قران کا احرام تھا۔ صرف ایک جانور کی قربانی سے حلال نہ ہوگا۔ دوسرے جانور کی قربانی کے بعد حلال ہوگا اور احرام کھولنا جائز ہوگا۔

(شرح لباب)

◎ اگر محصر عمرہ کرنے کے بعد حلال ہوا اور حج نہ کر سکا تو ایسی صورت میں سال آئندہ صرف حج کی قضا کرنی ہوگی۔ عمرہ کی نہیں۔ (شرح لباب)

◎ کسی نے قران کا احرام باندھا پھر محصر ہوگیا قربانی کا جانور بھی حرم میں قربانی نہ کر اس کا اور حج بھی فوت ہوگیا۔ تو اس کے لئے بہتر ہے کہ عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے۔ (شرح لباب: ص ۴۲۶)

◎ افراد کا احرام تھا محصر ہوگیا جس کی وجہ سے حج نہ کر سکا۔ تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔ پھر آئندہ حج کی قضا کرے۔ (بنایہ: ص ۸۱۱)

◎ اگر کوئی حاجی وقوف عرفہ کے بعد محصر ہوگیا تو اب وہ قربانی کے جانور کے ذبح کر دینے سے حلال نہ ہوگا بلکہ وہ طواف زیارت سے ہی حلال ہوگا۔ (بنایہ: ص ۸۱۵)

خیال رہے کہ موجودہ دور میں احصار کی شکل بہت کم ہوتی ہے۔ چونکہ آدمی اگر چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا تو حرم میں گاڑی کرایہ پر ملتی ہے وہ لے لے کوئی رفیق یا مصاحب اس گاڑی کو کھینچ کر عمرہ یا حج کے ارکان ادا کرادے۔ وہاں کھینچنے والے آدمی بھی اجرت پر ملتے ہیں۔ ان سے یہ کام ہو سکتا ہے بہترین آرام دہ گاڑیاں بھی

ملتی ہیں جس پر عرفات مزدلفہ منیٰ وغیرہ جایا جاسکتا ہے۔

اس طرح مرض اور عذر کے ساتھ حج اور عمرہ کی ادائیگی وقت پر کرسکتا ہے۔ البتہ اس میں مالی وسعت کی ضرورت ہوگی۔

حج وزیارت سے متعلق چند غلطیاں اور اس کی اصلاح

❶ حج بیت اللہ کے لئے روانگی کا اشتہار دیتے ہیں پھر ملنے جلنے والے سے کہتے ہیں اور کہلواتے ہیں کہ میں فلاں وقت فلاں گاڑی سے جارہا ہوں۔ یہ شہرت اور ریا کی علامت ہے۔ حج جیسی اہم ترین عبادت ریا وشہرت سے پاک رکھے۔ کہ اس سے ثواب بلاوجہ ضائع ہوتا ہے۔ بس حسب ضرورت چند احباب کو سادگی سے اطلاع کردے۔

❷ حجاج کرام روانگی سے قبل اپنے گھر میں دعوت کرتے ہیں۔ یہ دعوت خلاف سنت ہے۔ نام نمود شہرت ریا کو اصل میں دخل ہے یہ دعوت رسم ہے۔ ایک تو حج کا صرفہ، دوسرے رسمی دعوت کا بلا وجہ صرفہ۔ روانگی سے ہفتوں بلکہ مہینوں قبل حج کے احکامات اور مسائل اور طریقہ کا مطالعہ اور اس کا استحضار کرنا چاہئے کہ ان جھمیلوں میں پڑ کر مسائل واحکام سے غافل رہنے کی وجہ سے حج خراب ہوجاتا ہے۔ سنن بلکہ واجبات تک میں گڑ بڑی ہوجاتی ہے۔ یہ سب شیطانی جال اور پھندے ہیں۔ ان سے احتیاط رکھے۔

❸ روانگی کے وقت پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے۔ یہ رسم اور طریقہ غیر مسلموں کا ہے جو ناواقف مسلمانوں اور رسم کے پجاریوں نے ایجاد کرلیا ہے۔ یہ کسی صحابہ تابعین اسلاف صالحین سے ثابت نہیں اور ناوقف حجاج بھی بہت خوشی خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ دونوں غلط طریقہ کے حامل ہیں۔ پہنانے والا، پہننے والا۔

❹ دعا کا اعلان ہوتا ہے لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ یہ بھی خلاف سنت، اتفاقا احباب جمع ہوگئے دعا کرلی گنجائش ہے۔

❺ روانگی کے لئے بے پردہ عورتوں کا اور نوجوان لڑکیوں کا ایک جم غفیر آتا ہے جو جائز نہیں بہت ہی بے حیائی اور بے پردگی کا ظہور ہوتا ہے۔ حجاج کرام کی روانگی ایک جشن اور نمائش کی طرح ہوجاتی ہے کیا عبادت کی یہی شان ہے؟ کیا اسی طرح آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی روانگی ہوتی تھی۔

❻ احرام کی نماز یا تو عموماً بلا سر پر چادر رکھے یا بلا ٹوپی کے پڑھتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے۔

❼ احرام کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں تو سر پر چادر رکھتے ہیں ٹھیک لیکن سلام کے بعد سر سے کپڑا اہٹالینا چاہئے سر پر کپڑا رہتے نیت اور تلبیہ پڑھتے ہیں جو درست نہیں۔

❽ ہوائی جہاز میں کھانے کے بعد کاغذ کا ایک رومال منہ صاف کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ یہ خوشبودار ہوتا

ہے۔احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال درست نہیں لہٰذا ہوائی جہاز کے اس رومال کا استعمال درست نہیں اگر کرلیا تو کچھ صدقہ کرنا پڑے گا۔

٩ ہوائی جہاز پر نماز اپنے وقت پر پڑھنا واجب ہے۔جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی مشکل ہوتی ہے ہوائی جہاز کا اعتدال ختم ہوجاتا ہے۔تنہا پڑھ لیں قضا نہ کریں۔دو رکعت میں کتنی دیر لگے گی۔

١٠ اکثر و بیشتر ہوائی جہاز میں سنیما، ٹی وی چلتی رہتی ہے جس میں فحاشی اور عریاں تصویریں چلتی رہتی ہیں اگر قدرت ہو تو اسے منع کرادیں۔ورنہ نفس کا مجاہدہ کریں سامنے سے نگاہ ہٹا کر نیچی کرلیں اور تسبیح اور تلبیہ میں وقت گذاریں۔ورنہ حرم کے مقدس مقامات پر شیطان یہاں نظروں کے سامنے لائے گا۔

١١ ہوائی جہاز میں بسا اوقات عورتوں کی سیٹ اجنبی مردوں کے بغل میں ہوتی ہے بے پردگی سے شدید طور پر احتیاط کی ضرورت ہے کہ یہ مقدس سفر گناہوں کا پوٹرا نہ جمع کرادے۔گناہوں کا انبار نہ لگادے۔

١٢ جدہ ائرپورٹ پر اترنے کے بعد پاسپورٹ کی کاروائی وغیرہ مشغولیت کے موقعہ پر نماز ہرگز قضا نہ ہونے دیں۔ائرپورٹ پر ساری سہولتیں ہیں۔ہر جگہ احکام الٰہیہ کو دھیان میں رکھیں کہ آزاد رہیں۔مکہ میں باغسل داخل ہونے کے لئے جدہ میں ہی غسل کرلیں۔

١٣ بسا اوقات جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے نماز کا وقت ہوجاتا ہے۔ڈرائیور کو نماز کا خیال تو رہتا نہیں لوگوں کو چاہئے کہ نماز کے وقت ایسی جگہ جہاں وضو کی سہولت ہو نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لیں۔لوگوں کی نمازیں قضا ہوجاتی ہیں۔ہرگز ایسا نہ ہونے دیں ایک فرض کی ادائیگی اور دوسرے فرض کی پامالی۔یہ کیسی بات ہے۔ اگر بس نہ رکے اور نماز قضا ہونے لگے تو وضو ہو تو اشارہ سے نماز پڑھ لیں اور پھر بعد میں اعادہ کرلیں۔

١٤ مکہ مکرمہ میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر سامان کے سجانے اور ترتیب دینے پھر کھانے وغیرہ کے اہتمام میں دیر نہ کریں۔لوگ بڑے مزے سے سامان سجاتے ہیں۔گھر فون کرتے ہیں۔کھاتے پیتے ہیں تب خانہ کعبہ جاکر طواف کرتے ہیں۔سنت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ پہنچتے ہی جلدی سے خانہ کعبہ جائے اور طواف کرے۔ہاں اگر تھکا ماندہ ہو تو سکون کے لئے آرام کرے۔پھر طواف کرے۔

١٥ عموماً لوگ جیسے تیسے طواف ایک دوسرے کا دیکھا دیکھی کرتے ہیں۔طواف کے مسنون طریقہ کو سامنے رکھ کر طواف کیجئے۔

١٦ سعی کے بعد دو رکعت نماز حرم میں پڑھنا مستحب ہے لوگ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

١٧ رمل اور اضطباع شریعت کے مطابق کیجئے۔جب چاہا جہاں چاہا اضطباع کرلیا یہ غلط ہے اضطباع کس طواف میں ہے۔اسے ذہن میں رکھئے۔

۱۸ اکثر لوگ سعی میں بھی بلکہ حرم میں بازاروں میں رہائشی مکانوں میں بھی اضطباع کئے رہتے ہیں بالکل یہ غلط ہے۔آپ اس سے بچئے۔ یہ مکروہ ہے۔

۱۹ طواف کرتے وقت خانہ کعبہ کو دیکھنا مکروہ ہے۔اکثر و بیشتر لوگ دیکھتے رہتے ہیں آپ اس سے بچئے۔

۲۰ جلد فارغ ہو جانے کے لئے لوگ طواف اور سعی دوڑ کر کرتے ہیں آپ اس سے بچئے۔ مناسب رفتار سے کیجئے دوڑنے میں دوسرے کو دھکا لگتا ہے عورتوں سے مس ہوتا ہے یہ کہاں درست ہے؟

۲۱ حجر اسود پر استیلام کے لئے لوگ بھیڑ کی وجہ سے رکے رہتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔طواف کے دوران رکنا منع ہے۔ ہاتھ سے اشارہ کیا کافی نہیں؟

۲۲ طواف کی دو رکعت عصر کے بعد اسی طرح فجر کے بعد ہرگز نہ پڑھئے۔شوافع اور حنابلہ وغیرہ کے مسلک پر ہندو پاک کے لوگ پڑھنے لگتے ہیں۔ جو حنفی کے لئے جائز نہیں۔بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ مکہ اور حرم میں سب جائز ہے یہ غلط ہے۔

۲۳ مکہ مکرمہ اور اسی طرح مدینہ منورہ میں جو حج کمیٹی کی جانب سے رہائشی کمرے ملتے ہیں اس میں عورتیں اور مرد سب ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔اجنبی مرد کے بغل میں اجنبی عورت کی چارپائی ہوتی ہے یہ تو بالکل حرام ہے۔لوگ کوئی پرواہ نہیں کرتے۔اور بغل میں نہیں ہوتی تو اسی کمرے میں ہوتی ہے تب بھی حرام اور ناجائز ہے۔عموماً عورتوں کا سر سے دوپٹہ اور سینے سے کپڑا ہٹا رہتا ہے۔مردوں کی نظر اس پر پڑتی ہے۔ادھر عبادت ادھر گناہ، اور آج کل کے زمانے کی عورتیں پردہ میں کہاں رہتی ہیں۔اس لئے بہتر صورت ہے کہ عورتوں اور مردوں کو الگ کر دیا جائے اور بیچ میں چادر ڈال کر پردہ کر دیا جائے ایسا کرنا واجب ہے۔اور اس میں کوئی پریشانی نہیں۔

۲۴ حرم میں لوگ نماز پڑھنے والے کے بالکل سامنے سے گذرتے ہیں یہاں تک سجدہ اور رکوع کرنا مشکل ہو جاتا ہے گذرنا ہو تو سجدہ کے آگے سے ذرا فاصلہ سے گذریں۔نمازی اور سجدہ گاہ کے درمیان سے گذرنا منع ہے۔

۲۵ بے حیا اور بے پردہ عورتیں حرم میں مردوں کے بغل میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔آپ ان کو منع کریں وہ نہ ہٹیں تو آپ ہٹ جائیں ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۶ آپ جب عمرہ وغیرہ سے فارغ ہو جائیں اور حلال ہو جائیں تو حج سے پہلے نفلی عمرہ کر سکتے ہیں۔وہاں کے سلفی لوگ منع کرتے ہیں۔ان کو منع کرنے دیں احناف کے مسلک میں جائز ہے۔ ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۷ طواف کی دو رکعت نماز مقام ابراہیم کے قریب پڑھنے پر اصرار نہ کریں۔طواف کی بھیڑ کی وجہ سے بسا اوقات

دھکا وغیرہ لگتا رہتا ہے کوئی اس کے بالکل قریب نماز فرض تھوڑے ہی ہے۔ لوگوں کو دیکھیں گے اسی جگہ نماز میں دھکے کھاتے ہیں آگے پیچھے ہوتے ہیں مگر پڑھتے ہیں۔ یہ جہالت ہے۔ آپ ایسا نہ کریں اطمینان سے ذرا فاصلہ سے پیچھے نماز پڑھ لیں۔

۲۸ ۸ر تاریخ کو منیٰ صبح کی نماز کے بعد جانا سنت ہے سرکاری بسیں رات میں عشاء کے بعد پہنچانا شروع کردیتی ہیں۔ لوگ رات کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ اگر عذر نہ ہو ضعف کمزوری بڑھاپا نہ ہو، منیٰ پیدل چلے جائیں بسہولت صبح کے بعد چلنے سے زوال تک پہنچ جائیں گے۔ اور پیدل جانے کا ثواب بھی بہت زائد۔ سات کروڑ ہے۔ یا صبح کے بعد اپنی سواری سے جائیں۔

۲۹ منیٰ کے خیموں میں بھی عورتیں اور مرد ایک ہی خیمہ میں رہتی ہیں آپ مردوں اور عورتوں کے درمیان کپڑے سے پردہ کرلیں یہاں بھی اجنبی مرد عورت کا اختلاط رہتا ہے جو جائز نہیں۔ حج کے موقع پر گناہ سے بچنے کا خوب اہتمام کریں۔

۳۰ منیٰ کے خیموں میں عورتیں جماعت کرتی ہیں۔ عورتوں کے لئے تنہا جماعت نہیں ہے جماعت کے مقابلہ میں تنہا بہتر ہے۔

۳۱ منیٰ کے قیام میں عموماً لوگ بجائے عبادت کے سیر تفریح میں وقت گذارتے ہیں یہ بہت اچھی بات نہیں۔ یہاں کا قیام ذکر عبادت کے لئے ہے۔

۳۲ منیٰ میں لوگ قصر واتمام کے سلسلے بہت غلطی کرتے ہیں۔ بس دوسروں کو جیسا پڑھتے دیکھا اسی طرح کرتے ہیں ہر شخص کا مسئلہ الگ ہے۔ منی، عرفات میں قیام کی صورت میں نماز کے مسئلہ کو مستقل ایک فصل میں بیان کیا ہے۔ وہاں دیکھئے اسے سمجھ کر اسی کے مطابق عمل کیجئے۔ یا کسی محقق عالم سے پوچھ لیجئے۔

۳۳ منیٰ سے معلّموں کی بسیں رات ہی سے عرفات پہنچانا شروع کردیتی ہیں۔ یہ بہت غلط ہے منیٰ کی پانچ نمازیں جس میں فجر بھی ہے سنت ہے فجر پڑھ کر سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفہ کی جانب جانا سنت ہے۔ جس طرح بھی ہو ایسی ترتیب اختیار کرے کے فجر کے بعد عرفہ جائے۔ ہاں عذر و مجبوری ہو تو گنجائش ہے۔

۳۴ عرفات کے میدان میں بھی ایک ہی جگہ عورتوں مردوں کا اختلاط ہو کر دعاء عبادت ہوتی ہے۔ یہ بہت بری بات ہے۔ عورتوں کو مردوں سے الگ ہو کر عبادت کرنی چاہئے۔ یہاں تو اور ہر گناہ سے اہتمام کے ساتھ بچے۔

۳۵ عرفات کے میدان میں غسل خانے کثرت سے ہوتے ہیں۔ وقوف عرفہ کے لئے غسل مسنون ہے سہولت ہو تو غسل کرے۔

۳۶ عرفات کے میدان میں عصر کے بعد سے مغرب تک بہت قیمتی وقت اور خدائے پاک سے مانگنے اور لینے کا وقت ہے۔لوگ اس وقت سامان اٹھانے اور مزدلفہ جانے کی تیاری میں لگادیتے ہیں۔یہی تو وقت ہے جسے کھودیتے ہیں۔

۳۷ عرفہ سے سورج ڈوبنے سے پہلے ہی لوگ نکلنے لگ جاتے ہیں غلط ہے۔اگر حکومت کی جانب سے راستہ بند نہ ہوتو ایک جم غفیر مغرب سے قبل ہی نکل جائے۔اس سے دم واجب ہوجاتا ہے۔ایسا نہ کریں۔اگر نکلیں تو مغرب تک حدود عرفہ میں رہیں۔

۳۸ عرفات سے پیدل جانے والے بہت تیز اور ایک دوسرے کو دھکا اور ڈھکیلتے ہوئے نکلتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ بلاکسی کو تکلیف دیئے ہوئے چلیں۔

۳۹ بعض مزدلفہ کے حدود سے باہر ٹھہر جاتے ہیں۔اگر ایسی نوبت آجائے تو صبح صادق سے پہلے مزدلفہ کے حدود میں آجائے۔خواہ گذرتے ہوئے۔تب بھی واجب ادا ہوجائے گا۔

۴۰ مزدلفہ میں عموماً پانی اور بھیگی جگہ سے کنکریاں چنتے ہیں۔ چونکہ مزدلفہ میں وضو اور پیشاب کی سہولت نہیں رہتی لوگ جہاں تہاں پیشاب کرتے ہیں۔وضو کرتے ہیں ایسی جگہ کی کنکریاں نہ اٹھائیں۔ناپاکی کا غالب گمان رہتا ہے۔

۴۱ پتھر اور چٹان سے کنکریاں توڑتے ہیں۔یہ منع ہے مزدلفہ کے حدود بہت وسیع ہیں کسی مقام سے بھی کنکریاں چن لیں۔

۴۲ مزدلفہ میں بھی عورتیں اور مرد ایک دوسرے کے قریب ہوجاتے ہیں۔عورتیں ایک جانب اور مرد ایک جانب ہوجائیں اور بیچ میں سامان رکھ دیا جائے۔

۴۳ مزدلفہ سے واپس منیٰ آتے ہوئے سیدھے رمی کی لائن میں نہ لگیں۔اس وقت بے تحاشا اژدحام ہوتا ہے ۸؍ سے ۱؍ بجے تک تباہ کن اژدحام ہوتا ہے۔ ہر شخص جلد از جلد رمی کرکے قربانی حلق کرتے ہوئے حلال ہونا چاہتا ہے۔اسی وجہ سے ہمیشہ اس موقعہ پر نامناسب واقعات پیش آتے ہیں اور بعض موقعوں پر کثرت سے جانیں گئی ہیں۔رمی کے لئے صبح صادق تک وقت ہے۔آپ اس وقت خیموں میں چلے جائیں۔وہاں آرام کرکے جائزہ لیں کہ بے پناہ اژدحام ختم یا کم ہوا تب آپ جائیں۔ظاہر ہے کہ ایک جم غفیر یہ چاہے گا کہ ہم جلد از جلد رمی کرکے آزاد ہوجائیں تو یہ کیسے ہوگا۔آپ سہولت اور گنجائش دیکھ لیں۔

۴۴ خیال رہے کہ بہت سے مرد جو کمزور ہوتے ہیں اور بہت عورتوں جو خوف ودہشت کھاتی ہیں۔ان کی جانب سے دوسرا نیابۃً رمی کردیتا ہے یہ جائز نہیں۔رات کے حصوں میں عموماً اژدحام کم ہوتا ہے اس وقت رمی

کریں۔ رمی میں بے انتہاء مجبوری ہوتب جائز ہے نیابت کا مسئلہ رمی کے ذیل میں دیکھئے۔

۴۵ جمرہ عقبہ کی رمی میں کنکری گول دائرہ سے باہر گر جائے تو رمی نہ ہوگی۔ لوگ کنکری مار دیتے ہیں دیکھتے نہیں کہ کہاں گرتی ہے۔ کنکری کا دائرہ کے اندر گرنا ضروری ہے۔

۴۶ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد رک کر دعا مسنون نہیں ہے۔ ہاں چلتے پھرتے ہوئے دعا کر سکتے ہیں رمی کا مسنون طریقہ دیکھ لیں اسی طرح کریں۔

۴۷ اژدحام کی وجہ سے رمی جس جانب سے اور جس طرح سہولت ہو کر لے۔

۴۸ منیٰ کے قیام کے دوران سوائے حج طواف زیارت اور کوئی دوسرا طواف ممنوع سمجھتے ہیں سو ایسی بات نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کے قیام میں رات کو نفلی طواف کیا ہے۔ لہٰذا نفلی طواف کر سکتے ہیں۔

۴۹ منیٰ کے قیام میں سوائے طواف زیارت کے کہیں اور جانا مثلاً مکہ مکرمہ ہی میں آنا کسی ضرورت سے ممنوع سمجھتے ہیں سو ایسی بات نہیں۔ کہیں بھی قرب وجوار جا سکتے ہیں مگر شب میں منیٰ آنا اور قیام کرنا یہ اصل سنت موکدہ واجب کے قریب ہے۔

۵۰ جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد دعا کرنا اور دیر تک دعا کرنی مسنون ہے۔ اس دور میں بہت کم لوگ دعا کرتے ہیں۔ جلدی اور بھیڑ کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں گے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ رمی کے بعد ذرا بھیڑ سے بالکل کنارے ہٹ جائیں پھر دعا کریں۔ صورت نکل آئے گی۔

۵۱ ناواقف اور ان پڑھ لوگ اور کچھ عورتیں رمی کرتے وقت بڑا پتھر اور جوتا وغیرہ اس کی جانب پھینکتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ مارو شیطان کو جوتے سے، ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ شریعت نے صرف کنکری سے مارنے کا حکم دیا ہے۔

۵۲ کنکری مارنے کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر، اور جو دعا ہے وہ پڑھنی چاہئے۔ بعض لوگ شیطان کو گالیاں دیتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں سو یہ جہالت ہے۔ اور ممنوع ہے۔

۵۳ احناف کے یہاں قربانی کے بعد حلق ہے تب احرام کھلتا ہے۔ سو اس کا خیال ضروری ہے کہ قربانی کے بعد ہو۔ قربانی نہ ہوئی اور حلق کرا لیا تو دم لازم ہو جائے گا۔ اچھی طرح اطمینان ہو جائے اور جو وقت دیا ہے۔ اس کے بعد ہی کریں۔ سعودی بینک کے ذریعہ جو قربانی ہوتی ہے چونکہ وہ سلفی مسلک کے ہوتے ہیں اور ان کے یہاں ترتیب نہیں ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے جب چاہیں قربانی کر سکتے ہیں۔ آپ وہاں قربانی کراتے وقت مسئلہ کی تحقیق کر لیں۔

۵۴ حلق کراتے وقت قبلہ رخ ہو کر کرنا سنت ہے۔ بہت کم لوگ اس کا خیال رکھتے ہیں۔ آپ پچھم رخ بیٹھئے۔

نائی کو پورب رخ بٹھائے یہ سنت طریقہ ہے۔

۵۵ حلق کے وقت اللہ اکبر کہے۔ اور حلق کے بعد دعا کریئے۔ یہ سنت قریب قریب بالکل متروک ہے۔ اس میں کوئی پریشانی نہیں اس سنت پر عمل کرے۔

۵۶ بعض عورتیں نائی اور حجام سے بال کٹواتی ہیں یہ حرام ہیں۔ اپنا بال خود سے کاٹ سکتی ہیں اور دوسری عورتیں کاٹ سکتی ہیں۔ قینچی نہ ہونے کا عذر معتبر نہیں۔ وہاں قینچی بکتی ہے خرید لیں۔ حج مبارک کے موقعہ پر مردوں سے زیادہ عورتیں ممنوعات اور ناجائز امور کا ارتکاب کرتی ہیں۔ آپ اپنی عورتوں کو شریعت کا پابند رکھیں۔

۵۷ طواف زیارت کا وقت احناف کے یہاں ۱۲ر کی غروب شمس سے پہلے تک ہے۔ اس کے بعد بلا عذر کرنے سے دم لازم آجاتا ہے۔ وہاں کے سلفی مسلک میں تاخیر سے دم لازم نہیں آتا۔ وہاں کے سعودی علماء اور ذمہ داران حج کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ طواف زیارت میں تاخیر سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ اس پر لوگ عمل کرتے ہوئے طواف زیارت میں تاخیر کو جائز سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ جب آپ احناف کے مسلک کے ہیں اور آپ کا مسئلہ کوئی قرآن وحدیث کے خلاف تھوڑے ہی ہے تو آپ اپنے مسلک کی رعایت نہ کر کے دوسرے کے مسلک کی رعایت کیوں کرتے ہیں اپنے مسلک پر رہیئے اور تاخیر نہ کیجئے۔ اور ہو جائے تو دم دیجئے۔

۵۸ لوگ ۱۱، ۱۲ تاریخ کی رمی زوال سے پہلے کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سعودی حکومت کی طرف سے اعلان یا اجازت ہے۔ چاروں امام میں سے کسی امام کے نزدیک زوال سے پہلے رمی جائز نہیں خود حنبلی مسلک میں بھی صاف لکھا ہے جائز نہیں۔ تو کیسے زوال سے پہلے جائز ہو جائے گا۔ صرف احناف کے ایک قول میں ۱۲ر کو زوال سے پہلے اس کے لئے ہے جو آج منیٰ سے چلا جائے مشہور قول کے خلاف گنجائش ہے۔ اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ ہے جو رمی کے ذیل میں ہے اسے دیکھئے تب آپ کو اطمینان ہوگا۔ کسی کے کہہ دینے سے کوئی چیز جائز و ناجائز تھوڑے ہی ہوتی ہے تاوقتیکہ شریعت سے وہ ثابت نہ ہو جائے۔

۵۹ جو لوگ منیٰ سے ۱۲ر تاریخ کو نکلنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مغرب سے پہلے حدود منیٰ سے نکل جائیں۔ مکہ مکرمہ پہنچنا ضروری نہیں۔ اسی طرح محض خیمہ سے سامان نکال کر چل دینا کافی نہیں۔ بلکہ مغرب سے پہلے منیٰ کے جو حدود ہیں جو بورڈ پر لگے ہوئے ہیں ان سے نکل جانا ضروری ہے۔ ورنہ پھر نکلنا ممنوع اور مکروہ ہے۔

۶۰ منیٰ میں جو سرکاری خیمے آج کل لگتے ہیں وہ منیٰ سے آگے مزدلفہ کے حدود تک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ظاہر بات ہے منیٰ میں قیام سنت ہے مزدلفہ میں نہیں۔ اب حکومت کی وجہ سے مجبوری ہے۔ ایسی صورت میں اگر ایسے احباب واعزہ ہوں جن کے خیمے منیٰ کے حدود میں ہوں اور وہاں اس کی گنجائش ہو تو صرف شب

گذاریں اور باقی اوقات اپنے خیمہ میں گذار لیں تو اس سے سنت ادا ہو جائے گی اگر نہ ہو سکے تو زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اپنے اختیار میں نہ ہو تو گناہ نہیں۔ اس سے دم اور صدقہ وغیرہ لازم نہیں آتا۔ بعض لوگ یہاں حکومت کو برا بھلا کہنے لگ جاتے ہیں سو ہرگز یہ درست نہیں۔ وہ مجبوراً ایسا کرتے ہیں۔

۶۱ طواف وداع میں اصل تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت کرے۔ اور اس کے بعد رخصت ہو جائے۔ مگر طواف وداع کے بعد مکہ مکرمہ سے نکلنا ضروری نہیں۔ اگر طواف کے بعد قیام ہو جائے تو حرم جا کر ہی نماز پڑھے۔ اور نفلی طواف بھی کر سکتا ہے۔ طواف وداع رکنے سے باطل نہیں ہوتا۔

۶۲ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سلے کپڑے میں سعی نہیں ہوتی بلکہ احرام کی حالت میں ہوتی ہے یہ غلط ہے۔ اگر حج کی سعی پہلے یعنی منیٰ آنے سے پہلے نہیں کی ہے تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی اگر یہ طواف زیارت رمی قربانی حلق کے بعد کر رہا ہے تو طواف زیارت سلے کپڑے میں جیسے ہوگی ایسے سعی بھی ہوگی اور سعی کرنی پڑےگی اور اس طواف میں رمل بھی شروع کے ۳؍ چکروں میں کرنا ہوگا۔ تاہم اضطباع نہیں ہوگا۔ چونکہ وہ حالت احرام ہی میں ہوتا ہے۔ اب اس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

۶۳ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کے آخری دیدار کے وقت خانہ کعبہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا الٹے پاؤں دروازے کی طرف آئے۔ خیال رہے کہ نہ یہ سنت رسول سے ثابت ہے اور نہ جلیل القدر صحابہ کرام سے نہ اور ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ اور نہ یہ مستحب ہے آج کل اژدحام رہتا ہے بلاوجہ کسی مرد وعورت سے ٹکرا جائے۔ ایسا نہ کرے تو بہتر ہے۔

۶۴ حج بیت اللہ سے واپسی پر بھی بڑے رسوم اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ عوام میں آمد کا اظہار کرتے ہیں۔ مسجد میں بھیڑ جمع کرتے ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرایا جاتا ہے حاجی صاحب آرہے ہیں لوگ مصافحہ اور دعا کے لئے آجائیں۔ لوگوں کی ایک بھیڑ جمع کی جاتی ہے۔ جس پر حاجی کے اہل واعزہ کو فخر ہوتا ہے۔ پھر دعا کی جاتی ہے اور مصافحہ کے لائن لگائی جاتی ہے۔ حاجی صاحب کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ایک لمبی قطار مصافحہ کی لگائی جاتی ہے۔ تماشا کیا سنت سے ثابت ہے۔ حضرات صحابہ کرام یا ہمارے اسلاف سے یہ طریقہ منقول ہے ہرگز نہیں یہ سب فخر ومباہات کی باتیں ہیں تواضع مسکنت سادگی جو اللہ رسول کو پسند ہے اس کے خلاف بہت سے اہل ذوق کا مزاج لائن میں لگنا اور مصافحہ کرنا نہیں ہوتا کوئی واجب وضروری تھوڑے ہی ہے بلکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ حسب سہولت گھر جا کر یا مسجد میں آکر مصافحہ کر لیں۔ جس کو جب موقعہ ملا حسب سہولت مل لیا اور مصافحہ کر لیا۔ نہ اس میں کسی کو تکلیف نہ فخر ومباہات کا اندیشہ ہے۔

۶۵ حاجیوں کی آمد پر لوگ ان کے گردن میں پھولوں کا ہار پہناتے ہیں جس میں لوگوں کا مال اسراف میں ضائع

ہوتا ہے۔ یہ بھی خلاف سنت ممنوع اور غیر مسلموں کا طریقہ ہے حجاج کرام کی دعوت ہوتی ہے۔ لوگ بے عزتی سے بچنے کے لئے دل نہ چاہنے کے باوجود کرتے ہیں یہ بھی خلاف شرع ہے اور نہ یہ سنت ہے کہ اس کا اہتمام کیا جائے۔ پھولوں کا ہار پہنانا درست نہیں۔ مال کا بیجا خرچ اور اسراف ہے۔ غیر مسلموں اور فساق وفجار، اور نیتاؤں کا طریقہ ہے خوشی کا اظہار شرع کے دائرے کے اندر ہی کیا جاسکتا ہے۔ پھولوں کا ہار اور مالا پہنا کر استقبال کرنا کفار کا طریقہ ہے جس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں۔ نہ معلوم کس شریعت کے آزاد شخص نے اسے رائج کردیا ہے ہمارے اکابر نے اسے ناجائز لکھا ہے چنانچہ علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
حاجیوں کا استقبال تو اچھی بات ہے ان سے ملاقات اور مصافحہ ومعانقہ بھی جائز ہے اور ان سے دعا کرانے کا بھی حکم ہے لیکن یہ پھول اور نعرے وغیرہ حدود سے تجاوز ہے اگر حاجی صاحب کے دل میں عجب پیدا ہوجائے تو حج ضائع ہوجائے گا اس لئے ان چیزوں سے احتراز کرنا چاہئے۔ (آپ کے مسائل: ۴/۱۰۵)
اسی طرح فتاوی محمودیہ میں بھی اس کی ممانعت ہے حاجی کے گلے میں ہار دسہرا ڈالنا ممنوع اور ناجائز ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ (محمودیہ: ص ۳)

۶۶ حجاج کرام کو شروع میں رخصت کرتے وقت اور اسی طرح آتے وقت ائرپورٹ پر یا اسٹیشن پر عورتوں کا کثرت سے جانا ہوتا ہے بیشتر عورتیں تو بے برقعہ بے پردہ ہوتی ہیں جوان اور کمسن لڑکیاں بھی ہوتی ہیں عورتوں کا خواہ شروع میں یا آخر میں لانے کے لئے اس طرح جانا ناجائز اور حرام ہے۔ عورتوں کو نماز کی جماعت کے لئے جانا مسجد میں تو منع ہے جو جماعت عبادت ہے تو یہاں ایئرپورٹ پر اور اسٹیشن پر جانا بے پردگی کا اظہار کرنا، اجانب کے سامنے چہرے کی نمائش کرنا کہاں جائز ہوگا۔ آپ ان جگہوں میں عورتوں کی بے پردگی اجنبی مردوں کے ساتھ مخالطت بھیڑ کے اندر عفت کے خلاف امور دیکھیں تو خود اگر دینداری رکھتے ہوں گے تو شدید انکار کریں گے۔ چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے حج کے منکرات (رسومات بدعات) میں سے ایک حجاج کرام کے جانے اور لوٹنے کے وقت ان کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کے لئے عورتوں کا نکلنا ہے ان کو تو گھروں میں ہی ٹھہری رہنا اور باہر نہ نکلنا ضروری ہے۔ (رحیمیہ: ۸/۱۳۸)

اسی طرح ایک اور جگہ عورتوں کے حجاج کرام کو رخصت کرنے کے لئے جانے کے متعلق سوال کے جواب میں ہے۔ یہ رسم بہت ہی مذموم اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے لہٰذا قابل ترک ہے حج کے نام پر لوگوں نے عورتوں کا اجتماع اور اختلاط وغیرہ بہت سی ناجائز اور مکروہ رسومات ایجاد کر رہی ہے جو بجائے ثواب کے لعنت کے مستوجب بن رہی ہیں۔ (رحیمیہ ۸/۱۳۶)

حج عبادت کا فریضہ اب نمائش، جشن، شہرت، ریاء، فخر، غرور وغیرہ گناہوں کا مجموعہ بن گیا ہے۔ اخبار والے

آتے ہیں ان کا فوٹو لیتے ہیں۔ نیتا لوگ ہاتھ ملاتے رخصت کرنے آتے ہیں۔ کیا یہی طریقہ عبادت کے امور میں ہوتا ہے کیا صحابہ کرام تبع تابعین اور سنت کے پابند بزرگان دین اسی طرح حج مبارک کے لئے آتے اور جاتے تھے؟ خدارا حج جیسی عبادت کو ان امور سے بچائیے تاکہ حج مبرور اور گناہوں کی معافی اور جنت کا حصول آپ کے حق میں ہوسکے۔ اور کثیر مال جو آپ نے خرچ کیا ہے، اس کا بہترین بدلہ آخرت میں ملے۔ "اللھم وفقنا ما تحب و ترضی و اجعل آخرة خیراً من الاولیٰ."

عورتوں کے حج کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات اور تعلیمات کا بیان

آپ کی پاکیزہ بیویوں نے آپ کے ساتھ حج کیا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو اپنی بیویوں کو حج میں اپنے ساتھ لے گئے۔

(ابن سعد: ص ۲۰۶)

فائدہ: عورتیں حج خواہ فرض ہو یا نفل ہو محرم یا شوہر کے ساتھ کرسکتی ہیں، شوہر کے ساتھ حج کرنا سنت ہے، شوہر کو وسعت ہو تو بیوی کو ساتھ لے جانا سنت ہے، اگر شوہر پر ہی حج فرض ہو تو بیوی کے ساتھ لے جانے میں تاخیر کرنا کہ جب روپیہ ہو جاوے گا تو ساتھ جاویں گے درست نہیں، ان پر تنہا حج واجب ہوگا۔

حج عورتوں کا جہاد ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورتوں پر جہاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج وعمرہ یہی عورتوں کا جہاد ہے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۳۵۹، مسند احمد: ۹/۱۸، ابن خزیمہ: ص ۸)

ایک روایت میں ہے کہ عورتوں پر وہ جہاد ہے جس میں قتل وقتال نہیں ہے۔ وہ حج اور عمرہ ہے۔ (ترغیب: ۲/۱۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھوں کمزوروں، اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (ترغیب: ۲/۱۶۴، مجمع: ۳/۲۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے ساتھ ہم غزوہ اور جہاد میں شریک نہ ہوا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن بہترین اور اچھا جہاد حج کرنا ہے جو حج مبرور ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں کبھی حج نہ چھوڑوں گی، اس کے بعد کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن لیا۔ (بخاری: ۱/۲۵۰، مسند احمد: ۱۱/۱۸)

فائدہ: دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سن کر حج پر شیدا ہوگئیں اور نہایت ہی ذوق وشوق سے باوجود مشقت کے حج کرنے لگیں۔اور اکبر حج کیا کرتی تھیں۔دیگر ازواج مطہرات کے معاملے میں آپ کا حج سے شغف زیادہ تھا۔

عورتوں کے لئے جہاد کے بجائے حج کافی ہے

حضرت عائشہ بنت طلحہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد وقتال میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے حج کافی ہے۔(عمدۃ القاری)

فائدہ: ضعیف نازک عورتوں کے لئے قتال مناسب نہیں۔جسم اور اس کی بناوٹی ہیئت بھی ایسی قدرت نے نہیں بنائی ہے کہ جہاد قتال راس آسکے، ہاں سفر کی مشقت اور مناسک کا تعب بھی گویا کہ ایک جسم اور نفس کا جہاد ہے۔اسی لئے آپ نے اس کی تعلیم فرمائی۔

مردوں کے لئے افضل الاعمال جہاد عورتوں کے لئے حج ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے کہا ہم لوگ جہاد کو افضل ترین اعمال سمجھتے ہیں تو ہم لوگ جہاد میں نہ جایا کریں۔تو آپ نے فرمایا افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔(بخاری:ص۲۰۶)

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں فرمایا تھا افضل ترین اعمال جہاد ہے، اسی وجہ سے عورتوں کے ذہن میں بھی یہ بات تھی مگر عورتوں کے خلقی اور پیدائشی ہیئت کے اعتبار سے معرکہ آرائی موزوں نہیں اس لئے افضل الاعمال قتال مردوں کے حق میں باقی رکھتے ہوئے آپ نے عورتوں کو حج کی تعلیم فرمائی۔اور حج مبرور بہترین حج ہے۔حج مبرور کا مفصل بیان شروع میں جہاں حج کے فضائل ہیں ذکر کردیا ہے۔مختصر یہ کہ حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی گناہ کی آمیزش نہ ہو، عموماً عورتوں سے بے پردگی کا گناہ اور زبان کا گناہ ہوجاتا ہے۔اس سے سخت احتیاط کی بات ہے۔حج مبرور اسے بھی کہتے ہیں جس میں حج کے امور کو پورے طور پر ادا کیا گیا ہو۔سنت اور شریعت کی رعایت کی گئی ہو۔حج مبرور اسے بھی کہتے ہیں جس میں کوئی ریاء، دکھاوا، اور شہرت نہ ہو۔لیکن یہ ذرا مشکل کام ہے اس لئے حج مبرور کا ثواب بھی زائد ہے۔(عمدۃ القاری:۱۰/۲۲۱)

عورتوں پر بھی حج ہے آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں عورتیں بھی تھیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے تھے۔(بخاری:ص۲۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تمام بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھیں۔(بخاری:۲۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو نکلے حج کا احرام باندھتے ہوئے ہمارے ساتھ عورتیں تھیں اور بچے بھی تھے۔(القریٰ:ص۷۵)

فائدہ: جس طرح مردوں پر حج ہے اسی طرح عورتوں پر بھی حج ہے اور اس کا بھی عظیم ثواب اسے ملے گا۔حجۃ

الوداع میں آپ کی تمام بیویاں بھی تھیں اور عام عورتیں بھی اپنے شوہروں یا محرم مردوں کے ساتھ تھیں۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی حج ہے۔ دونوں کا مقام دونوں کا زمانہ حج ایک ہے، البتہ عورتوں اور مردوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ جس کا بیان آگے ہے۔

عورتوں کے لئے بار بار حج بہتر نہیں ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی بیویوں سے فرمایا تھا یہ حج ہوگیا۔ اب گھر کو لازم پکڑلو۔ (ابن سعد: ۸/ ۲۰۸)

ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے حج کیا۔ عمرہ کرلیا، اب اپنے گھر بیٹھی رہوں گی (حج نفلی بھی نہ کروں گی) جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے "و قرن فی بیوتکن." (ابن سعد: ص ۲۰۸)

فائدہ: آپ نے حج عورتوں کو کرادیا، اور فرمادیا کہ حج ہوگیا اب گھر میں رہنے کو لازم پکڑلو۔ یعنی نفلی حج کرنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ عورتوں کے لئے سفر مشکل بھی ہے اور بے پردگی کا بھی احتمال رہتا ہے، لہٰذا ایک مرتبہ کے بعد بار بار کرنا درست نہیں ہے، آپ کے نزدیک حج نفلی اچھا ہوتا تو منع نہ فرماتے۔

عورتوں پر حج کب فرض ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ اللہ پاک کے فرمان مبارک "و للّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا." (جس کو راستہ کی استطاعت حاصل ہو ایسے لوگوں پر اللہ کے لئے حج کرنا ہے) کے بارے میں پوچھا گیا کہ "السبیل" (راستہ کی استطاعت کا کیا مطلب ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا سفر خرچ، اور سواری مراد ہے۔ (حاکم: ۱/ ۴۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حج کب فرض ہوجاتا ہے، آپ نے فرمایا راستہ کے خرچ اور سواری (جس پر حج کرے مثلاً جہاز وغیرہ) کی سہولت سے۔ (ترمذی: ص ۱۶۸)

فائدہ: جس سبب سے مردوں پر حج فرض ہوتا ہے اسی سبب سے عورتوں پر فرض ہوتا ہے۔ مگر تھوڑا سا فرق ہے۔

1. اگر عورت مالدار ہو اس کی اپنی ملکیت میں اتنی رقم ہو جس سے اس دور میں حج ہوتا ہو تو عورتوں پر بھی حج فرض ہوجاتا ہے۔ مثلاً موجودہ دور میں قریب ۷۰ ہزار روپیہ ہوجانے پر حج فرض ہوجاتا ہے۔ (ہند میں) یہی اس دور کا زاد اور راحلہ ہے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب فرمایا ہے۔ عورت نے ایک لاکھ روپیہ بچی کی شادی کے لئے رکھا ہے تو اس پر حج فرض ہے۔
2. مگر عورتوں کے لئے حج کی ادائیگی اور سفر حج پر جانے کے لئے شوہر یا کسی محرم رشتہ دار کا ہونا شرط واجب ہے بلا اس کے حج کے لئے جانا گناہ کبیرہ اور ناجائز ہے۔ (شرح لباب: ص ۵۵)

❸ اگراس کا شوہر یا کوئی محرم حج کے لئے جارہا ہے تو یہ عورت ان کے ساتھ حج فرض ادا کرنے جائے گی۔ اگر عورت کے لئے شوہر ہے یا کوئی محرم ہے مگر ان لوگوں کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ حج فرض ہو اور اس کے لئے جائیں۔ تو عورت انتظار کرے کوئی محرم حج کے لئے جانے والا مل جائے تو اس کے ساتھ جائے، بلا محرم کے سفر حج گناہ کبیرہ ہے۔ (شرح لباب: ص ۵۷)

❹ اگر حج پر جانے کے لئے کوئی محرم نہیں مل رہا ہے کہ مالدار نہیں ہے اور نہ شوہر مالدار ہے تو عورت کے پاس اپنے خرچہ کے علاوہ شوہر یا محرم کا بھی خرچہ حج ہونا چاہئے۔ یعنی ڈبل خرچ تا کہ اس کو رقم دے اور حج کو اس کے ساتھ جائے۔ گویا ہندی رقم ڈیڑھ لاکھ روپیہ۔ (معلم الحجاج: ص ۸۵، شرح لباب: ص ۵۵)

❺ اگر عورت کو محرم مل رہا ہے مگر غیر محتاط آزاد مزاج ہے عورت کو بھی اطمینان نہیں ہے تب حج کے لئے جانا درست نہیں ہے۔ (شرح لباب: ص ۵۷)

❻ اگر عورت کا نہ شوہر ہے اور نہ کوئی محرم ہے، تو عورت کسی سے شادی کرے اور اس شوہر کے ساتھ حج کو جائے۔ "یجب علیها ان تتزوج بمن یحج معها اذا کانت موسرة." (شرح لباب: ص ۵۷)

❼ اگر حج کا روپیہ ہو گیا نہ کوئی محرم مل رہا ہے اور نہ شوہر ہی ہے، تو عورت پر موت سے پہلے وصیت کرنا فرض ہوگا کہ میرے رقم سے میرے جانب سے کوئی حج بدل کر دے، اس طرح وہ فریضہ سے سبکدوش ہو جائے گی۔

(شرح لباب: ص ۶۴)

❽ اگر عورت کا شوہر بھی ہے یا محرم بھی ہے، باوجود حج کا روپیہ عورت دے رہی ہے لیکن وہ حج کے لئے تیار نہیں تو عورت پر حج کی ادائیگی واجب نہیں۔ حج بدل کی وصیت واجب ہوگی۔

❾ عورت پر رقم ہونے کی وجہ سے حج فرض ہے اور حج پر جانے والا محرم بھی مل گیا تو شوہر کو حج فرض کی ادائیگی سے روکنا جائز نہیں ہے۔ ہاں محرم نہ ہو یا حج نفل ہو تو شوہر روک سکتا ہے۔ (معلم الحجاج)

❿ اگر عورت مالدار ہے حج واجب ہو گیا ہے مگر سخت مریضہ ہے تو حج بدل کرانا واجب ہوگا۔ (شرح لباب: ص ۵۳)

⓫ اگر سفر حج کے وقت عورت عدت طلاق یا عدت وفات میں ہو تو حج کے لئے جانا جائز نہیں۔ (شرح لباب: ۵۸)

شوہر ہو تو عورت بلا اجازت کے حج کو نہیں جاسکتی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا شوہر موجود ہے، عورت مالدار ہے، وہ عورت کو حج کرنے کے لئے نہیں جانے دے رہا ہے تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ بغیر شوہر کی اجازت کے حج کرے۔ (کسی محرم کے ساتھ) چلی جائے۔ (القریٰ: ص ۲۷، دارقطنی، بیہقی، عمدۃ القاری: ص ۲۲۲)

ابراہیم نخعی سے پوچھا گیا کہ عورت نے اپنے شوہر سے اجازت چاہی کہ حج کرے (کسی محرم کے ساتھ) اس

نے اجازت نہیں دی انکار کردیا تو وہ کسی بھی محرم کے ساتھ حج کو نہیں جاسکتی۔ شوہر کی موجودگی میں شوہر عورت کا والی اور ذمہ دار ہے۔ عورت اس کے ماتحت ہے۔ (القریٰ: ص۲۷)

اگر شوہر عورت کو حج کرنے کی اجازت نہ دے تو بلا اجازت کے عورت اپنے والد اور بھائی کے ساتھ بھی حج کے لئے نہیں جائے گی اور حج کے ترک کا گناہ شوہر کو ہوگا انہیں روکنا جائز نہیں۔ (غنیۃ: ص۲۸)

اگر عورت پر حج فرض تھا اور نہ جاسکی تو اسے حج بدل کی وصیت واجب ہے۔ اگر عورت حج فرض کو ادا کرنے بلا اجازت کے جائے گی تو گناہ نہ ہوگا آپ نے منع جو فرمایا ہے وہ اخلاقاً اور معاشرتی اعتبار سے فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں "لاطاعة المخلوق فی معصیة الخالق اللّٰہ" کے فرائض میں شوہر کی اطاعت نہیں لہٰذا شرعاً جانا جائز ہوگا گو گھریلو فتنہ کی وجہ سے نہ جاوے یہ دوسری بات ہے۔

عورت پر بھی حج بدل ہے

حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا میری والدہ بوڑھی عمر دراز ہے، (اتنی کمزور ہے کہ) اسے سواری پر اٹھاؤں تو رک نہ سکے، اگر جسم باندھ دوں تو موت کا خطرہ ہے (گر جائے اور اسی میں گردن لگی رہ جائے) آپ نے فرمایا اگر تمہاری والدہ پر قرضہ ہو اور تم ادا کردو تو ادا ہو جائے گا یا نہیں کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اپنی ماں کی جانب سے حج کرلو۔ (نسائی: ۲/۴)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حج بدل عورت کی جانب سے بھی ہوسکتا ہے، پس اگر کسی عورت پر حج فرض تھا مالدار بھی تھی اور حج کرنے کے لائق بھی تھی اپاہج لنگڑی اندھی نہیں تھی مگر کسی وجہ سے حج نہ کرسکی تو وہ وصیت کرے گی کہ میری جانب سے کرادیا جائے تو اس عورت کا حج بدل ہو جائے گا۔ اسی طرح سے عورت کی جانب سے حج بدل نفلی بھی ہوسکتا ہے، اس طرح کہ اولاد کو خوشحالی اور مالداری ہوئی اس نے اپنا حج کرلیا اب اس نے سوچا کہ والدہ ہوتیں تو اس کو بھی حج کرادیتا۔ اور والدہ وفات پاچکی ہیں تو یہ شخص یا کسی کو ان کی جانب سے حج بدل کے لئے بھیج سکتا ہے۔ اور حج کا پورا پورا ثواب ان کی والدہ کو ملے گا۔

کسی کی طرف سے عورت بھی حج بدل میں جاسکتی ہے

حضرت فضیل بن عباس کی روایت میں ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہوگئے ہیں۔ سواری پر بیٹھنے کی طاقت ان میں نہیں ہے، کیا میں ان کی جانب سے حج کرلوں آپ نے فرمایا ہاں۔ (نسائی: ۲/۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عورت اپنا حج خواہ فرض ہو یا نفل کرسکتی ہے اسی طرح اپنے والد اپنی والدہ

اور کسی بھی آدمی کی طرف سے حج کر سکتی ہے یہ نہیں ہے کہ مرد کا حج بدل مرد ہی کر سکتا ہے عورت نہیں کر سکتی بلکہ عورت بھی کر سکتی ہے ہاں مگر شوہر یا محرم کے ساتھ۔

عورت اپنے نابالغ چھوٹے حتیٰ کہ گود کے بچہ کو بھی ساتھ میں لے جا سکتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے (حج میں) گذرے جو پردے میں تھی ایک کے ساتھ اس کا بچہ تھا، اس نے کہا اس بچہ کا حج ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کا تجھ کو ثواب ملے گا۔

(نسائی: ۲/۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورت حج میں اپنے ساتھ اپنے چھوٹے دودھ پیتے یا گود کے بچے کو لے جائے تو جائز ہے۔ اس میں کوئی کراہت اور قباحت نہیں ہے رہی بات بچے کی وجہ سے پریشانی تو اس کا تعلق الگ ہے، اور اس کا ثواب بھی ملے گا۔

مالی وسعت اور گنجائش ہو تو بیوی کے ساتھ حج کرنا سنت ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج حجۃ الوداع کیا تو تمام بیویوں کو اپنے ساتھ حج میں لے گئے۔ انہوں نے ہودج میں (پردہ کے ساتھ) حج کیا۔ ہم لوگ رات میں ذوالحلیفہ (جہاں سے احرام باندھا گیا تھا) پہنچے۔ (ابن سعد: ص ۲۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں آپ کی تمام بیویاں تھیں۔ (بخاری: ۱/۲۱۳)

فائدہ: اگر شوہر کے پاس اتنی ضرورت سے زائد رقم ہو کہ وہ اپنے حج کے خرچہ کے علاوہ اپنی بیوی کو اپنے خرچہ سے اور اپنی رقم سے لے جا سکتا ہے، تو بیوی کو لے جانا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کیا تو اپنی تمام بیویوں کو اپنے ساتھ حج کرایا۔ ہاں اگر عورت کے پاس ذاتی رقم اتنی مقدار میں ہو کہ وہ خود بھی حج کر سکے اور اپنے شوہر کا یا کسی محرم کے سفر حج کا خرچہ برداشت کر سکے تب حج واجب ہوتا ہے۔ چونکہ عورت کے سفر حج کے لئے محرم شرط ہے۔ اور اگر عورت کو مال ہے جس سے حج واجب ہو رہا ہے ادھر شوہر یا کوئی محرم بھائی والد وغیرہ جا رہے ہیں تو عورت انہیں کے ساتھ حج کو چلی جائے۔

ایک عورت کا حد درجہ شوق حج جس پر آپ کو بھی تعجب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ کیا تو ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرا دو، تو شوہر نے جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تم کو حج کرا دوں۔ تو بیوی نے کہا کہ مجھے اپنی اونٹنی پر حج کرنے دو۔ تو شوہر نے کہا اس پر تو میں اور تمہارا لڑکا جو ہے جاؤں گا۔ تو اس نے کہا تو فلاں اونٹ جو تمہارا ہے اس پر مجھے حج کے لئے جانے دو۔ اس پر شوہر نے کہا وہ تو اللہ کے راستہ

میں وقف ہے۔ تو اس پر بیوی نے کہا کھجور فروخت کر دو (اور اس کے مال سے زادِ راہ مجھے دے دو) شوہر نے کہا وہ تو تمہارے اور ہمارے کھانے بھر کا ہے۔ (چنانچہ یہ عورت نہ جاسکی) جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے (حج کر کے لوٹے) تو اس عورت نے شوہر کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور کہا جاؤ میری جانب سے حضور پاک ﷺ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہو، اور پوچھو کہ آپ کے ساتھ حج کرنے کی فضیلت کیسے حاصل ہوگی۔

چنانچہ اس کا شوہر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میری بیوی آپ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتی ہے اور یہ کہ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے ساتھ حج کرے گی تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ میرے پاس گنجائش نہیں کہ آپ کے ساتھ حج کرے۔ تو اس نے کہا کہ فلاں اونٹ جو تمہارا ہے اسی پر ہمیں حج کرنے دو۔ تو میں نے کہا وہ تو فی سبیل اللہ وقف ہے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا اگر تو اس پر حج کر دیتا تو وہ فی سبیل اللہ ہوتا۔ تو کہا اپنے اونٹ ہی پر حج کرنے دو۔ تو میں نے کہا اس پر تو میں اور تیرا بیٹا رہوں گا۔ تو اس نے کہا پھر کھجور کو بیچ دو (اور میرا زادِ راحلہ تیار کرو) تو میں نے کہا وہ تو ہماری تیری خوراک غذا ہے۔ پس اس پر حضور پاک ﷺ مسکرانے لگے اس کے حد درجہ حج کے شوق پر۔ پھر اس نے کہا کہ میری بیوی نے آپ سے پوچھا کہ میں آپ کے ساتھ حج کا ثواب کیسے پاؤں گی تو آپ نے فرمایا اسے میری جانب سے سلام اور رحمت پہنچا دو اور اسے بتا دو کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۳۶۱)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عورت بلا شوہر کی اجازت ومعیت کے حج نہیں کرسکتی ہے۔ اگر شوہر نہ جانے دے تو عورت حج کو نہیں جاسکتی۔ اگر مرد کے پاس اتنا مال ہوجائے جس کی وجہ سے اس پر حج واجب ہوجائے تو مرد حج کرے عورت کے انتظام میں نہ رکے اور نہ تاخیر کرے بہت سے لوگ بیوی کے ساتھ جانے کے انتظام میں رکے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دونوں ساتھ جائیں گے یہ درست نہیں۔ عورت کسی صالح نیک کو سلام بھیجوا سکتی ہے۔ عورت شوہر کے واسطے سے مسائل اور دینی باتیں معلوم کرے۔ کسی مسئلہ اور بات سے پہلے سلام بھیجے۔ عورت کے سلام کے جواب میں صالح نیک مرد بھی سلام کہلوا سکتا ہے۔ عورت حج نہ کرسکے تو شوہر یا محرم کے ساتھ عمرہ کرلے۔

سفر حج کے سلسلے میں عورتوں کے محرم کے متعلق چند اہم مسائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ، اور کسی عورت کے پاس کوئی نہ جائے مگر یہ کہ اس کے پاس کوئی محرم ہو۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا میں تو جہاد میں نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج پر جانے کا ارادہ کر رہی ہے تو آپ نے فرمایا اب تم عورت کے ساتھ جاؤ (یعنی تم محرم ہو اس کے ساتھ جاؤ تاکہ بلا محرم اس کا سفر نہ ہو) (بخاری، عمدہ: ص ۲۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایک دن رات کا سفر بلا محرم کے کرے۔ (بلوغ الامانی: ص ۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ عورت مال دار ہے، شوہر والی ہے، شوہر اسے حج پر جانے نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا بلا شوہر کی اجازت کے حج پر نہیں جاسکتی۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۲۲۲)

بکثرت احادیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت کا بلا محرم کے سفر کرنے پر سخت وعید اور ممانعت مذکور ہے۔ حج کا سفر بھی ایک شرعی سفر ہے۔ یہ بھی بغیر محرم کے ناجائز اور حرام ہے۔

اس دور میں عام مسلمانوں کا غیر مسلموں کے اختلاط اور اس کے طور وطریقہ کے اختیار کی وجہ سے پردہ اٹھ گیا ہے۔ حج تک میں جو ایک اہم ترین عبادت ہے بلا محرم کے اجنبی مردوں کے ساتھ یا غیر محرم رشتہ داروں کے ساتھ حج کرنے چلی جاتی ہیں اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتی ہیں۔ عورت پر حج اسی وقت فرض ہوتا ہے جب اس کے پاس محرم کے جانے کا بھی روپیہ ہو یا کوئی محرم مثلاً بھائی حج کو جا رہا ہے تو اس کے ساتھ جاسکتی ہے ورنہ کوئی محرم جس کے ساتھ جاسکتی ہے اس کے حج کا خرچہ عورت کے ذمہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر عورت مالدار ہے شوہر غریب ہے تو عورت شوہر کے حج کا خرچہ دے گی اگر عورت کے پاس اپنے خرچہ کے علاوہ خرچہ نہیں ہے تو عورت پر حج واجب نہیں۔ اے ماؤں اور بہنو خوب سمجھ لو۔ کیوں ایسی عبادت کرتی ہو جس میں گناہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے روزہ بھی رکھے۔ افطاری شراب سے کرے۔ ایک جانب روزہ کا ثواب دوسری جانب حرام کا گناہ۔ جیسے ہی بلا محرم کے حج کو نکلی گناہ شروع ہو گیا۔ اب جب تک وطن گھر واپس نہ آجائے گی تب تک گناہ ہوتا رہے گا۔ محرم بھی وہ ہو جو عاقل اور بالغ پاگل اور چھوٹے کے ساتھ جائز نہیں۔

مکہ مکرمہ سے جن کا وطن شرعی مسافت پر ہے۔ ایسے مقامات سے حج کے لئے عورتوں کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے۔ (شرح مناسک: ص ۵۱)

عورت کا شرعی محرم وہ ہے جس سے ان کا نکاح کبھی بھی جائز نہ ہو، خواہ وہ رشتہ خون کی وجہ سے ہو جیسے بھائی والد دادا، لڑکا وغیرہ۔ یا رضاعت دودھ پلانے کی وجہ سے ہو جیسے رضاعی باپ، رضاعی بیٹا رضاعی بھائی وغیرہ۔ یا صہرائی دامادی رشتہ کی وجہ سے ہو، جیسے داماد، خسر وغیرہ۔ (شرح مناسک: ص ۵۵)

پھر محرم بھی ایسا ہو جس کی عادت بد نہ ہو، فسق یا بزنا نہ ہو۔

اگر ایسا محرم مل رہا ہے جس کی عادت ٹھیک نہیں ہے فاسق فاجر ہے عفت پر خطرہ ہے تو پھر عورت پر حج واجب نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۱۱)

محرم ہے مگر وہ سفر حج کے لئے تیار نہیں، تو مجبور کر کے بھیجنا ضروری نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۵۷)

عورت حج کرنا چاہتی ہے عورت پر مالی استطاعت کے اعتبار سے واجب ہے شوہر پر نہیں ہے۔شوہر سفر حج کے لئے تیار نہیں ہے تو عورت اسے مجبور نہیں کرسکتی۔ (شرح مناسک)

اگر محرم یا شوہر عورت کے ساتھ اپنے خرچہ کے ساتھ حج کرے تو ٹھیک ہے۔ (شرح مناسک)

اگر محرم یا شوہر پر حج واجب نہیں وہ عورت سے خرچہ کا مطالبہ کرے تو عورت کو خرچہ دینا لازم ہوگا۔اگر عورت کا محرم ہے مگر غریب ہے وہ حج کرنے نہیں جارہا ہے بس اگر عورت کے پاس محرم کا بھی خرچہ ہو تب عورت پر حج کا ادا کرنا واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ (شرح مناسک:ص۵۷)

کوئی بیوہ عورت ہو، اس پر مال کی وجہ سے حج فرض ہو مگر اس کا محرم نہیں ہے تو اس پر حج واجب نہیں، ایسی عورت پر شادی کرنا پھر شوہر کے ساتھ حج کرنا واجب نہیں۔ (شرح مناسک:ص۵۷)

اگر عورت عدت میں ہو، خواہ وفات کی یا طلاق کی اور حج میں جانے کا وقت آگیا تو اس حالت میں عورت پر حج واجب نہیں ہے۔ (شرح مناسک:ص۵۷)

اگر عورت قریب البلوغ ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو بالغ عورت کا ہے اسی طرح عورت بوڑھی ہو تب بھی محرم کا ہونا ضروری ہے۔ (غنیۃ المناسک:ص۲۶)

عورت کا بلا شرعی محرم کے حج کرنے چلی گئی تو حج فرض ادا ہو کر ذمہ سے قرض ساقط ہوجائے گا۔مگر بلا محرم کے سفر کرنے کا کبیرہ گناہ ہوگا۔مزید مسائل اہل علم سے پوچھیں۔

اگر عورت کا ہو تو شرعی محرم مثلاً بھتیجا مگر آزاد مزاج کا ہو عورتوں کے سلسلے میں نہ ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر جائز نہیں۔فقہاء کرام نے فاسق وفاجر محرم کے ساتھ سفر کو ممنوع قرار دیا ہے۔

عورت کا حقیقی داماد محرم ہے۔مگر آج کل کے فتنہ کی وجہ سے سسرالی محرم کے ساتھ سفر نا جائز قرار دیا ہے۔
(معلم الحجاج:ص۹۵)

عورت کا جیٹھ، دیور، بہنوئی غیر محرم ہے، اس کے ساتھ عورت کا سفر جائز نہیں۔

بعض عورتیں کسی کو اپنا بھائی بنالیتی ہیں پھر کہتی ہیں کہ میں نے بھائی بنالیا ہے۔سو یہ جائز نہیں۔ایسے بھائی بہن کے ساتھ سفر حج حرام ہے۔

متبنّیٰ، منہ بولا بیٹا اس کے ساتھ بھی سفر حج جائز نہیں۔محرم وہ ہوگا جسے شریعت محرم بنائے، اپنے سے بنا لینے سے تھوڑے جائز ہوگا۔

عورت کو کوئی محرم نہ مل سکے، اور عورت پر حج فرض ہو تو عورت حج بدل کی وصیت کر جائے اور حج کی رقم حج بدل کرنے والے کے لئے رکھ جائے۔شرعاً اسے پورے حج کا ثواب ملے گا۔

اگر عورت مالدار ہے حج فرض کی مقدار روپیہ ہے، مگر محرم کے حج کا روپیہ نہیں ہے، صرف اپنا روپیہ ہے۔ اور محرم حج کرنے والا ملا نہیں تو اس پر حج بدل کی وصیت لازم ہے کہ میری جانب سے میری رقم سے حج کرا دیا جائے۔

(امداد الفتاویٰ: ۲/۱۵۶)

عورتوں کا حج سے متعلق ایک عظیم فتنہ

چند عورتیں جمع ہو جاتی ہیں اور حج کا قافلہ بنا لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ عورتوں کی جماعت کی وجہ سے اب کوئی فتنہ کا اندیشہ نہیں۔ یہ طریقہ بھی ناجائز اور حرام ہے، سب عورتیں اپنے اپنے محرم کی محتاج ہوں گی۔ سب کو بلا محرم سفر حج کا گناہ ہوگا۔ یہ طریقہ کسی جاہل مذہب سے آزاد کا نکالا ہوا ہے، اس کی اتباع مذہب کی آزاد عورتیں کر رہی ہیں۔ ایسی عورتیں فاسقہ ہیں۔ ان کا سفر سفر حج نہیں بلکہ مغربی یورپی عورتوں کی طرح سفر تفریح ہے۔

بلا محرم کے حج کا مزاج کیوں ہو رہا ہے

عورتوں کا پردہ اس موجودہ دور میں ختم ہوتا جا رہا ہے۔ فحش بے پردگی کی وجہ سے عورتیں خود جہنم خرید رہی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں بلا محرم کے چلی جاتی ہیں۔ ٹی وی کے پردوں پر عورتوں کی آزادی بے پردگی دیکھتی رہتی ہیں۔ ماحول میں بے پردگی کا مظاہرہ دیکھتی رہتی ہیں۔ پردہ سے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں اس سے جاہل رہتی ہیں۔ اس لئے اس کا اثر حج کے سفر میں بھی نمایاں ہو جاتا ہے اور بلا محرم کے سفر حج کر لیتی ہیں اور گناہ کا احساس تک نہیں ہوتا۔

حیض اور نفاس والی عورت کو بھی احرام سے قبل غسل کرنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ میں کیا کروں (یعنی حج کا احرام کیسے باندھوں کہ ناپاک ہوگئی) تو آپ نے فرمایا غسل کر لو، کپڑے لگا لو پھر احرام باندھ لو۔ (ابن خزیمہ: ص ۱۶۱، تلخیص: ۳/۸۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفاس اور حیض والی عورت بھی غسل کرے اور حرام باندھے وہ حج کے تمام ارکان کو ادا کرے گی ہاں بیت اللہ کا طواف نہ کرے گی، تاوقتیکہ پاک نہ ہو جائے۔

(مسند احمد مرتب: ۱۱/۱۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ (انہوں نے حائضہ ہونے کی شکایت کی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رمایا غسل کر لو اور حج کا احرام باندھ لو، چنانچہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ (حیض ہی کی حالت میں احرام ندھ لیا)۔ (بلوغ الامانی: ۱۱/۱۲۹)

ائدہ: احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا حائضہ کے لئے بھی سنت ہے، چونکہ اس سے مقصد نظافت اور صفائی

ہے، شرعی طہارت نہیں ہے۔ اس وجہ سے نابالغ بچے کو بھی مستحب ہے۔ (شرح احیاء: ص ۵۶۱، شرح مناسک: ص ۱۲۶)

خیال رہے کہ اگر غسل نہ کرسکے تو تیمم معتبر نہیں ہے، چونکہ اس سے نظافت اور صفائی حاصل نہیں ہوتی "کذا فی الاتحاف و لذا قالوا لا یعتبر التیمم." (اتحاف: ۴/۵۶۳)

ہاں البتہ غسل پانی کی کمی یا اور کسی وجہ سے نہ کرسکے تو وضو پر اکتفا کرے۔ (ہدایہ شرح احیاء: ص ۵۶۳)

عورتوں کے لئے بھی احرام کے وقت ہلکے خوشبو کا لگانا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ (ازواج مطہرات) مکہ مکرمہ کی جانب (حجۃ الوداع کے وقت) چلے ہم لوگوں نے اپنی پیشانیوں کو مشک کی خوشبو سے چپکا دیا تھا۔ بس ہم میں سے جس کو پسینہ آتا تو وہ مشک چہرے پر بہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے اور کچھ نہ منع فرماتے۔ (سنن کبریٰ: ۵/ ۴۸، فتح القدیر: ۲/۴۳۱)

عبداللہ بن دینار نے کہا احرام کے وقت عورتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو مہندی سے رنگے۔

(دار قطنی: ۲/۲۷۲، سنن کبریٰ: ۵/۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ احرام سے پہلے ہم لوگوں نے مشک خوشبو اپنی پیشانیوں پر چپکا رکھا تھا پھر احرام باندھا پھر پسینہ نکلا تو ہمارے چہروں پر بہتا ہم لوگ آپ کے پاس تھے اور آپ نے ہمیں منع نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری: ۱۱/ ۱۵۸، فتح الباری: ۳/۳۱۱)

فائدہ: پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی احرام کے غسل کے بعد وہ خوشبو جس میں ہلکی مہک ہو اور رنگ ذرا تیز ہو لگائیں گی۔ چنانچہ ان کے لئے عطر حنا بہتر ہے۔ جس میں خوشبو ہلکی ہوتی ہے۔

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں اس میں مرد عورت دونوں برابر ہے۔ (شرح ہدایہ: ۳/۴۶۳)

اعلاء السنن میں ہے کہ احرام سے قبل عورت حنا وغیرہ کو مل لے یہ سنت ہے۔ (اعلاء السنن: ۱۰/۲۲۴)

حاشیہ ہدایۃ السالک میں ہے "الحنا عندالحنفیة داخلة فی عموم تطیب البدن المسنون عندالاحرام." (ہدایۃ السالک: ۲/۴۹۶)

خیال رہے کہ احرام کے بعد عورتیں بھی تلبیہ پڑھیں گی عورتوں پر تلبیہ پڑھنا آہستہ سے ہے۔ وہ ہر موقعہ پر آہستہ آہستہ تلبیہ پڑھیں گی۔ چنانچہ موطا امام مالک میں ہے "لیس علی النساء رفع صوت التلبیة."

(موطا امام مالک: ص ۱۲۹

خیال رہے کہ احرام کے بعد جس طرح مردوں کو عطر اور خوشبو لگانے اور استعمال کرنا ممنوع اور حرام ہے اسی طرح عورتوں کو بھی احرام کے بعد خوشبو اور خوشبودار اشیاء کا استعمال کرنا حرام ہے۔ دونوں کا حکم یکساں ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ حافظ کی شرح بخاری میں ہے "اجمعوا علی ان الرجال والنساء سواء فی تحریم

استعمال الطیب اذا کانوا محرمین." (شرح بخاری:۳/۳۱۱)

عورتیں احرام کی حالت میں حسب معمول سلے کپڑے زیور وغیرہ پہن سکتی ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا عورتیں احرام کی حالت میں کیا پہن سکتی ہیں فرمایا ریشمی لباس اور رنگین کپڑے اور زیور پہن سکتی ہیں۔ (سنن کبریٰ:۵/۵۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں خوشبو دار کپڑے تو نہیں پہنیں گی ہاں رنگین (جو عصفور سے رنگے ہوئے ہوں) لباس پہن سکتی ہیں۔ (سنن کبریٰ:۵/۵۹)

فائدہ: خیال رہے کہ عورتوں پر مردوں کی طرح احرام کی پابندی نہیں۔ عورتیں ہر طرح کے رنگین پرنٹ عمدہ وغیر عمدہ سلے کپڑے، کرتہ پاجامہ شلوار، کپڑے کی تمام قسمیں اور زیورات وغیرہ بغیر کراہت کے پہن سکتی ہیں۔

ابن ہمام لکھتے ہیں "یجوز للمحرمۃ ان تتحلی بانواع الحلی و تلبس الحریر." (ص۲۴۲)

شرح مسند احمد میں ہے کہ اجماع ہے کہ عورتیں احرام کی حالت میں کرتہ، جمپر، پاجامے، دوپٹے، موزے پہن سکتی ہیں۔ (شرح مسند احمد:ص۲۰۳)

عورتوں کو حالت احرام میں موزہ اور ٹخنے چھپے چپل کی اجازت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو موزہ پہننے کی اجازت دی ہے۔ (ابوداؤد، نیل الاوطار:۳/۵)

فائدہ: مردوں کو نہ موزہ پہننے کی اور نہ ایسے چپل و جوتے کی اجازت ہے جس سے ٹخنے چھپ جاتے ہوں، البتہ عورتوں کو اجازت ہے۔ وہ موزہ پہن سکتی ہیں۔ کسی چپل و جوتے سے ٹخنے چھپ جائیں تو کوئی حرج نہیں، چونکہ عورتوں کا پردہ ہے، اس پردے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔

عورت کو حالت احرام میں چہرے پر ایسا کپڑا لگانا جو چہرے کو چھوئے منع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا عورت کا احرام نہیں ہے مگر چہرے میں۔ (سنن کبریٰ:۵/۴۷، القریٰ:ص۱۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالت احرام والی عورت چہرے پر نقاب نہیں لگائے گی۔ (بخاری:۱/۲۴۸، ترمذی:۲/۸)

فائدہ: اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو احرام کے بعد پردہ نہیں، اور تمام لوگوں کے سامنے وہ چہرہ کھولے آزادانہ پھرتی رہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا نقاب نہ چہرے پر لٹکائیں جو چہرے کو چھوتا رہے بلکہ چہرے پر کپڑا اس طرح ڈالیں کہ پردہ بھی رہے، اور چہرے پر مس نہ کرے۔ دیکھئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کپڑا اوپر سے اس طرح ڈالیں کہ چہرے سے الگ رہے، حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے سر

کے اوپر سے کپڑا ڈال لیتی تھیں۔

اس کے لئے بہتر شکل یہ ہے کہ سر کے اوپر پیشانی پر کوئی لکڑی ڈال لیں اور ایسا سخت ٹوپ ڈال لیں جو ذرا پیشانی سے آگے ہو اس کے اوپر سے نقاب ڈال لیں تو ناک اور چہرہ کو کپڑا نہیں لگے گا۔ اس کے لئے ایسی لکڑی یا ٹوپ کی شکل میں کوئی چیز بازار میں ملتی ہے، جس سے کپڑا چہرے سے الگ الگ رہتا ہے۔ یا کسی دیندار حج کی ہوئی عورت سے معلوم کرے اس سے بھی اس مسئلہ میں رہنمائی ہوگی۔

عورتوں کے حالت احرام میں چہرہ چھپانے کے متعلق مسائل

حالت احرام میں عورت اپنے چہرے پر ایسے طور پر کپڑا یا نقاب نہیں ڈالے گی کہ چہرے پر کپڑا یا نقاب لگا رہے بلکہ چہرے سے الگ رہے۔

حالت احرام میں بالکل چہرے کو کھولے رکھنا اور کھلے چہرے کے ساتھ چلنا پھرنا ناجائز ہے۔ اجانب سے پردہ واجب ہے۔ (غنیۃ الناسک: ص ۹۴)

یہ بھی درست ہے کہ محرم لوگوں کے درمیان چہرہ کھلا رکھے اور اجانب اور غیر محرم کا جب سامنا ہو تو چہرہ پر کپڑا ڈال لے۔ (غنیۃ الناسک)

عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ ہونا (چہرہ کھلا رکھنا) منع ہے۔ اس لئے کوئی ایسی چیز پیشانی کے اوپر مثلاً ٹوپ وغیرہ ایسی طرح لگا کر نقاب ڈالے کہ وہ نقاب چہرے کو نہ لگے۔ (غنیۃ الناسک)

پس معلوم ہوا کہ آج کل جو عورتیں حج کے دوران بے پردہ چہرے کو کھولے رکھتی ہیں اور پردہ کا کوئی اہتمام نہیں کرتی ہیں۔ اور سمجھتی ہیں کہ حالت احرام میں چہرہ کھلا رہنا جائز ہے۔ سو یہ درست نہیں کھلا رکھ سکتی ہیں مگر اجنبی مردوں کے سامنے نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہمارا گذر جب اجنبی مردوں کے قریب سے ہوتا تو چہرہ چھپا لیتیں، پس معلوم ہوا کہ غیر محرم اور عام لوگوں کے سامنے چہرہ کا پردہ واجب ہے۔

چونکہ عورتوں کو حالت احرام میں ناک منھ پر کپڑا یا نقاب نہ پڑے اور نہ لگنے کا حکم ہے۔ لہٰذا اگر عورت کے چہرے پر کپڑا یا نقاب ایک گھنٹے سے کم لگا ہو تو پونے دو کلو گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔ اگر ہوا سے بار بار پڑے مگر مسلسل نہ لگا رہا تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ کر دے۔ یہی حکم ہے سوتے میں چادر وغیرہ چہرہ پر لگنے کا۔ (احسن الفتاویٰ: ۴/ ۵۳۵)

عورتوں کے احرام کے متعلق چند مسائل

◎ عورتیں بھی مردوں کی طرح غسل و نماز کے بعد احرام باندھیں گی۔

◎ عورتیں حیض کی حالت میں ہوں تب بھی غسل کریں گی اور احرام باندھیں گی۔

◎ عورتیں نیت کرنے کے بعد تلبیہ زور سے نہ پڑھ کر زبان سے آہستہ پڑھیں گی۔ (شرح لباب: ص ۱۱۵)

◎ عورتیں سلے کپڑے پہنیں گی کرتہ، جمپر پائجامہ سوئٹر وغیر سب پہن سکتی ہیں۔ (شرح لباب: ص۱۱۵)

◎ عورتیں خوشبودار عطر لگے کپڑے احرام کے وقت یا اس کے بعد نہیں پہنیں گی۔

◎ عورتیں موزہ پہن سکتی ہیں، ہاتھ کا دستانہ بھی پہن سکتی ہیں۔

◎ عورتیں اپنے سر بالوں کو کپڑے سے چھپائیں گی۔

◎ عورتیں احرام میں زیور وغیرہ پہن سکتی ہیں۔ (غنیۃ الناسک: ص۹۴)

◎ عورتیں دوپٹہ، برقعہ وغیرہ سے سر کو منھ چھوڑ کر ڈھک سکتی ہیں۔

عورتیں طواف میں رمل نہیں کریں گی

عورتوں پر اضطباع نہیں ہے۔ بھیڑ میں عورتیں حجر اسود کا استسلام نہ کریں گی، بلکہ اشارہ کریں گی۔

عورتوں پر سعی کے درمیان میلین اخضرین کے درمیان دوڑنا نہیں ہے۔

عورتوں پر سر کا منڈانا نہیں ہے بلکہ قصر ہے۔ یعنی ایک انگل چھوٹا کرنا۔

بھیڑ کے وقت عورتیں کعبہ کے قریب نہ رہیں گی۔ بھیڑ کے وقت صفا کے اوپر نہ چڑھیں گی۔ بھیڑ کے وقت مقام ابراہیم کے پاس طواف کی دو رکعت نہ پڑھیں گی۔ بلکہ فاصلہ پر جہاں مردوں کی بھیڑ نہ ہو نماز پڑھیں گی۔

طواف زیارت اگر حیض کی وجہ سے ایام نحر سے موخر ہو جائے تو کوئی دم واجب نہیں۔ حیض کی وجہ سے طواف وداع چھوٹ جائے اور وطن روانہ ہو جائے تو دم واجب نہیں ہے۔ حائضہ عورت حج کے تمام ارکان اور مناسک ادا کرے گی صرف بیت اللہ کا طواف۔ (شرح ملا علی قاری: ص۱۱۵)

اور سعی حیض کی حالت میں نہ کرے گی۔ (غنیۃ الناسک: ص۹۴)

حالت احرام میں عورتوں کے سر کے متعلق ہدایات

عورت کو چاہئے کہ سر پر ایک چھوٹا سا رومال باندھ لے تا کہ سر نہ کھلے اور سر کی بے ستری کا گناہ نہ ہو، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سر کے بال نہ ٹوٹیں، چونکہ بلا باندھے سر پر سے کپڑا اٹھتا رہے گا اور سر کی بے ستری کا گناہ ہوگا۔ پھر یہ کہ کپڑا اٹھنے سے عموماً بالوں کے ٹوٹنے اور گرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ اس لئے سر پر کپڑا باندھا جاتا ہے۔ اس کپڑے کا وضو کے وقت کھول کر یا ہٹا کر بالوں پر مسح کرنا واجب ہے۔ بعض عورتیں یہ بہت بڑی غلطی کرتی ہیں کہ اسی کپڑے کے اوپر سے سر کا مسح کر لیتی ہیں۔ اس پر مسح درست نہیں۔ بالوں پر مسح کا حکم ہے۔ کپڑے پر نہیں۔ کپڑے پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوگا۔ اور جب وضو نہ ہوگا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ طواف صحیح نہیں ہوگا۔ عورتیں ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کر لیتی ہیں۔ خدا کرے ان کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے۔

اس سر کے کپڑے کو عموماً عورتیں سر کا احرام کہتی اور سمجھتی ہیں۔ یہ غلط ہے عورتوں کے سر کا احرام نہیں ہے۔

بالوں کا چھپانا واجب ہے۔ اس کے لئے ہے۔ لہٰذا سر سے اس کا کھولنا ہٹانا درست نہیں۔ عورتیں اس سر میں بندھے کپڑے کو احرام سمجھنے کی وجہ سے نہیں کھولتی ہیں کہ کھولنے یا کھلنے سے دم واجب ہو جائے گا۔ یہ غلط ہے۔ اس کے کھلنے سے کوئی دم واجب نہیں۔ ہاں اجنبی کے سامنے سر کھلے گا تو گناہ ہوگا۔ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔ کہ چہرے پر اس طرح کپڑا نہ رہے کہ چہرے کو چھوئے اور ناک گالوں پر لگے۔

خیال رہے کہ یہ کپڑا سر پر جو باندھے گی یہ پیشانی تک آئے اوراور پیشانی نہ چھپے ورنہ جزا دینی ہوگی۔ چونکہ پیشانی چہرہ میں داخل ہے اور چہرے پر کپڑے کا لگنا جائز نہیں۔

عورتوں کے لئے جوں سے متعلق چند مسائل

عموماً عورتوں کے سر میں جوئیں رہتی ہیں۔ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ عورتیں سر کے جوؤں کو نکال کر مارتی رہتی ہیں۔ بسا اوقات سر کے بالوں میں عورتیں ہاتھ ڈال کر جوں تلاش کرتی ہیں اور نکال کر مار دیتی ہیں یا باہر ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے اس کے متعلق مسائل کا جاننا ضروری ہے۔

حالت احرام میں اپنے سر، یا بدن، یا کپڑے کے جوؤں کا مارنا منع ہے۔ اوراس کے مارنے پر سزا ہے۔ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے یا کہا ہے کہ جوں مارنے سے کچھ لازم نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ حج سے متعلق بعض کتابوں میں لکھا دیکھا ہے وہ غلط اور تحقیق کے خلاف ہے۔

اگر اپنے سر، یا بدن، یا کپڑے پر سے ایک جوں کو مارا ہے، ایک روٹی صدقہ کرے اگر دو یا تین جوؤں کو مارا ہے، تو ایک مٹھی صدقہ کرے۔ اور اگر ۳ر سے زائد مارا ہے تو ایک کلو سات سو گرام گیہوں یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ جب کہ اپنے بدن یا کپڑے پر سے مارا ہے۔ ”ان قتل محرم قملة تصدق بكسرة و ان كانت اثنتين او ثلاث فقبضة من طعام و فى الزائد على الثلاث بالغاً ما بلغ نصف صاع.“

(شرح مناسک: ص ۳۷۸)

اگر جوں والے کپڑے کو دھوپ میں ڈال دیا تا کہ جوں مرجائے یا صاف پانی یا گرم پانی یا کسی طرح صابن یا مصالحہ پاؤڈر وغیرہ لگا کر دھویا تا کہ جوں مرجائے تو اس صورت میں اس کے ذمہ نصف صاع پونے دو کلو گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔ ضرورت سے ایسا کرنا جائز ہے مگر صدقہ دینا ہوگا۔ ”ولو القى ثوبه فى الشمس او غسل لقصد هلاكها فعليه الجزاء و هو نصف صاع من حنطة.“ اگر جوں والے کپڑے کو کہیں رکھ دیا۔ اس کپڑے پر دھوپ آگئی اس سے جوں مر گئے تو کچھ واجب نہیں۔ اگر اپنے بدن پر جوں کو دیکھا یا کپڑے پر دیکھا اور اسے خود سے پھینک دیا تو اوپر کے ذکر کردہ ترتیب سے صدقہ کرنا ہوگا۔ ”و القاه القملة كقتلها.“

(شرح مناسک: ص ۳۷۸)

اگر کسی نے اپنے بدن یا کپڑے پر جوں کے بارے میں دوسرے سے کہا اسے ماردو۔ یا اسے اشارہ کیا تو اس نے ماردیا تو ایسی صورت میں حکم دینے والے یا اشارہ کرنے والے پر جزا ہوگی۔ (شرح مناسک: ص ۳۷۸)

اگر کسی عورت نے دوسرے کے کپڑے پر جوں دیکھا اور اسے مارڈالا تو کسی پر کچھ نہیں۔ (شرح مناسک: ۳۷۸)

اگر کسی عورت نے زمین پر یا دیوار پر جوں چلتے دیکھا اور مارڈالا تو اس پر کچھ نہیں۔ جو جوں کا حکم ہے وہی کھٹمل کا حکم ہے۔ (شرح مناسک: ص ۳۷۸)

اگر عورت نے بال یا بدن یا کپڑے خواہ اپنے یا دوسرے کے اوپر چیونٹی یا اور کوئی کاٹنے والا کیڑا دیکھا اور اسے مارڈالا تو یہ درست ہے، اس پر کوئی جزا نہیں۔ (شرح مناسک: ۳۷۹)

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے عورتوں کے لئے بھی غسل مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق مروی ہے کہ مکہ مکرمہ آتے وقت ذی طوی میں غسل کرلیتی تھیں۔

(اتحاف السادۃ: ۵/۵۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل مقام فخ میں غسل کیا ہے۔ (شرح احیاء: ۵/۵۷۵)

فائدہ: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرلینا جہاں مردوں کو مسنون ہے وہاں عورتوں کو بھی مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی عمل تھا۔ چونکہ یہ غسل مکہ کے احترام اور عظمت کی وجہ سے ہے۔ اس لئے سب کے لئے خواہ بچہ ہو یا بوڑھا عورت پاک ہو یا حیض ونفاس کی حالت میں ہو۔ سب کے لئے مستحب ہے۔ "و هو مستحب لكل محرم حتى الحائض و النفساء و الصبى." (شرح مسند: ۱۲/۸)

اوجز میں ہے "هذا الغسل مستحب لكل احد حتى الحائض و النفساء و الصبى." (اوجز: ۶/۱۶۴)

"والمرأة كالرجل و ان كانت حائضة او نفساء لقوله صلى الله عليه وسلم لعائشة و قد حاضت افعلى ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفى فى البيت و لان الغسل يزداد التنظيف و هذا يحصل مع الحيض فاستحب لها." (اوجز المسالک: ۶/۵۶۱)

جدہ میں ایئرپورٹ پر عورتوں کے لئے پاخانے اور غسل خانے مردوں سے الگ بنے ہیں۔ صاف وشفاف ہوتے ہیں۔ سہولت اور آسانی ہو تو غسل کرے، البتہ بالوں کو نہ چھیڑے، خوشبودار صابن نہ لگائے، صرف پانی بہالے، کپڑے بدل بھی سکتی ہے، اور وہی کپڑے بھی پہن سکتی ہے۔ غسل کی سہولت نہ پاسکے تو مکہ میں داخل ہونے سے پہلے وضو ہی کرے آخری درجہ میں اس کی بھی اجازت ہے۔ شرح مسند میں ہے "و اكثرهم يجزى منه الوضوء." (شرح مسند احمد: ۱۲/۸، فتح الباری: ص ۳۴۱)

ملا علی قاری کی مناسک میں ہے کہ یہ (مکہ میں داخل ہونے سے پہلے) غسل طہارت اور نظافت کے لئے

مستحب ہے۔ حتیٰ کہ حائضہ اور نفساء کے لئے بھی۔ (اوجز:ص۱۶۴)

اسی طرح درمختار میں بھی ہے۔ "و یسن الغسل لدخولها وهو للنظافة."

عورتوں سے متعلق طواف کے بارے میں چند اہم احکام و مسائل

ابن منذر نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چہرے پر نقاب ڈالے طواف کیا کرتی تھیں۔ (ہدایہ:ص۸۶۷)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں اچھی عورت اگر دن میں طواف کرے تو چہرے پر پردہ ڈال کر طواف کرے۔ (ہدایہ:ص۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں حجر اسود پر بھیڑ میں نہ جائیں۔ اگر بالکل خالی دیکھیں تو استیلام کرلیں۔ بھیڑ دیکھیں تو طواف کے دوران حجر اسود کے سامنے سے گذرتے ہوئے صرف تکبیر اور لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں۔ (ہدایۃ السالک:ص۸۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی باندی آئی کہا میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور حجر اسود کا دو یا تین مرتبہ بوسہ بھی لیا۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا خدا تجھے ثواب نہ دے۔ خدا تجھے ثواب نہ دے۔ مردوں میں گھسی، کیوں نہ صرف تکبیر کہہ کر گذر گئی۔ (کتاب الام:۱/۱۷۲، ہدایہ:۴/۸۶۷)

حضرت عطاء نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کا استیلام (چھونا) چاہتی تھی تو حضرت عطا نے خوب زور سے چلا کر کہا اپنے ہاتھ کو چھپاؤ تم کو حجر اسود کے استیلام کا حق نہیں۔ (بیہقی، ہدایہ ایضاً)

امام مالک نے فرمایا جب عورت دن کو (مکہ مکرمہ) آجائے تو وہ طواف کو رات تک موخر کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ہدایہ:ص۴۷)

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے ہٹ کر کہ مردوں کے ساتھ خلط نہ ہو طواف کرتی تھیں۔ ایک عورت نے ان سے کہا چلئے اے امیر المؤمنین حجر اسود کا استیلام کرلیں۔ (ہاتھ سے چھوکر چوم لیں) حضرت عائشہ نے اس سے فرمایا تم جاؤ اور استیلام سے انکار کردیا۔ عورتیں رات میں طواف کرتی تھیں مرد بھی ان کے ساتھ طواف کرتے تھے مگر ان کے ساتھ خلط نہیں ہوتا تھا۔ (عبدالرزاق:۱/۶۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورت طواف کے دوران تیز نہیں چلے گی۔ (ہدایہ:ص۸۶۷)

پس اس زمانہ میں جو عورتیں حجر اسود کے پاس بھیڑ لگائے رہتی ہیں۔ اور مردوں کو دھکا دے کر چیر پھاڑ کر آگے بڑھتی ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے۔ بسا اوقات مردوں سے لڑتی ہیں، کہنیاں مارتی ہیں یہ حرام اور خلاف شرع غضب الٰہی کا سبب ہے۔

طواف میں گھنٹوں رک کر حجر اسود کو بوسہ دے پاتی ہیں طواف بھی مکروہ اور یہ بوسہ دینا بھی ممنوع کہاں ثواب

ہوگا۔

بہت سی عورتیں خانہ کعبہ کا طواف مردوں کے مجمع میں گھس کر کرتی ہیں ان کا کپڑا مردوں سے لگتا رہتا ہے یہ بھی جائز نہیں۔

بہت سی عورتوں کو آپ دیکھیں گے اسی طرح مردوں کو بھی طواف کے دوران مقام ابراہیم کو چھوتے ہیں۔ مقام ابراہیم کو چھونا اور بوسہ لینا ناجائز ہے۔ صرف اسے دیکھ سکتے ہیں۔

بہت سی عورتوں کو آپ دیکھیں گے کہ طواف کی دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس مردوں کی بھیڑ میں گھس کر پڑھتی ہیں۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ جہاں خالی ہو مردوں کی بھیڑ نہ ہو وہاں پڑھ لینی چاہئے اسی طرح نماز جب کھڑی ہو جاتی ہے تو عورتیں مردوں کے آگے، مردوں کے صف میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان کو مردوں سے بالکل آخر میں اجازت ہے۔ ان کو چاہئے کہ بالکل آخر میں رہیں۔

اسی طرح عورتیں مردوں کی طرح طواف میں دوڑتی ہیں یہ بھی ممنوع ہے وہ مردوں کو دیکھا دیکھی ایسا کرتی ہیں۔

اے عورتوں کی جماعتو! طواف اور خانہ کعبہ میں بے پردگی مت کرو۔ خلاف شریعت اپنے نفس پر یا دوسری عورت کا دیکھا دیکھی مت کرو۔ کتنی مشکل سے کتنی تمناؤں کے بعد لاکھ روپیہ قریب خرچ کر کے آئی ہو۔ خدا کی مغفرت معافی اور رحمت کے لئے آئی ہو، لہٰذا ایسا کام نہ کرو جو مغفرت اور رحمت میں روک بنے۔ شیطان اور نفس کو موقعہ مت دو۔ دوسروں کو دیکھ کر اس پر عمل مت کرو۔ خدا رسول اور حکم شریعت کو دیکھو۔ گناہ اور نفس کی من مانی سے بچو تا کہ مغفرت رحمت جنت حاصل کر سکو۔ مغفرت اور رحمت اور رضامندی الٰہی کی دولت کے ساتھ لوٹو۔ آج تھوڑی نفس کی مشقت برداشت کر لو کل جنت کے مزے لوٹو۔

ان روایتوں سے عورتوں کے متعلق چند اہم مسائل معلوم ہوئے

❶ عورتیں چہرہ کھولے طواف نہیں کریں گی منہ پر نقاب گرا کر طواف کریں گی۔

❷ عورتوں کے لئے افضل ہے کہ وہ طواف رات میں کریں

❸ عورتیں ایسے وقت میں طواف کریں گی جب کہ مردوں کا اژدحام کم ہو۔

❹ اگر عورتیں دن میں بھی مکہ مکرمہ آجائیں تب بھی وہ رات میں طواف کریں تو بہتر ہے۔ یعنی اس کے لئے رات تک کی تاخیر مکروہ نہیں بخلاف مردوں کے کہ وہ آتے ہی کریں گے۔

❺ عورتوں کو حکم ہے کہ مردوں کے بیچ مردوں کے درمیان طواف نہ کریں۔

❻ عورتوں کو حکم ہے کہ وہ طواف بالکل کنارے کریں جہاں اژدحام نہیں ہوتا۔

❼ عورتیں طواف میں مردوں کے کپڑے سے مس کرتے ہوئے نہیں چلیں گی۔
❽ عورتیں حجر اسود پر بھیڑ نہیں لگائیں گی۔
❾ عورتیں حجر اسود کو ہاتھ سے چھو کر چوم نہ سکیں بھیڑ کی وجہ سے تو وہاں گھسنے اور دھکا دیتے ہوئے جانے کی اجازت نہ ہوگی ایسا کرنا ان کے لئے حرام ہوگا۔
❿ طواف میں بھیڑ ہو حجر اسود کی طرف اشارہ اور چومنے کا بھی موقعہ نہ ہو تو وہ کالی پٹی یا سبز روشنی (حجر اسود کے مقابل) پر نہ رکیں گی بلکہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے ہوئے گذر جائیں گی۔
⓫ عورتیں طواف میں نہ رمل کریں گی اور نہ اضطباع کریں گی۔
⓬ مقام ابراہیم پر یا اس کے قریب بھیڑ ہو تو عورتیں مقام ابراہیم سے ہٹ کر جہاں بھیڑ نہ ہو طواف کی نماز پڑھیں گی۔
⓭ عورتیں خوشبودار تیل یا چہرے کو سنوار کر نفل طواف نہ کریں گی۔ (ہدایہ: ص ۸۶۸)
⓮ عورتیں طواف میں تیز رفتاری سے نہیں چلیں گی بلکہ دھیمی رفتار سے چلیں گی۔

اس زمانہ میں عورتوں سے طواف کے دوران اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے دوران بہت سے ناجائز اور حرام امور کا صدور ہوتا ہے وہ بجائے ثواب کے گناہ اور وہ بھی گناہ کبیرہ کماتی ہیں۔

حج جیسی اہم عبادت مغفرت کے بجائے معصیت گناہ اور غضب الٰہی کا سبب اختیار کرتی ہیں۔ جب گناہ کریں گی خدا کے گھر میں نافرمانی کریں گی تو مغفرت معافی اور رحمت کیسے پائیں گی۔

حبس حیض کی دوا کا استعمال تا کہ طواف سہولت سے کرے جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ عورت کوئی ایسی دوا پی لے جس سے حیض کا خون رک جائے (اور وہ طواف کے بعد) سفر کرے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(القریٰ: ص ۵۶۵، ہدایۃ السالک: ۳/ ۲۳۷، سعید بن منصور)

فَائِدَہ: اگر عورت کو اندیشہ ہو کہ کہیں ماہواری کا خون نہ آجائے کہ اس کے آنے کا وقت قریب ہو رہا ہے، اور طواف زیارت یا طواف وداع میں پریشانی نہ ہو جائے یا دوران طواف ہی خون نہ آجائے یا استحاضہ ماہواری کے علاوہ بیماری سے خون آنے کا اندیشہ ہو، اور کپڑے میں خون لگ کر طواف وغیرہ میں پریشانی کا باعث ہو تو وہ خون رکنے کی دوا کھا سکتی ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ایسا کرنا درست ہے تا کہ طواف کے مسئلہ میں کوئی دقت نہ ہو۔

اگر عورت نے تمتع یا قران کیا پھر مکہ میں طواف سے پہلے خون آگیا تو کیا کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہوگئی میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا اپنا

عمرہ چھوڑ دو...... اپنا سر جھاڑ لو، اور حج کا احرام باندھ لو۔ پھر جب محصّب کی رات (حج سے فارغ ہونے کے بعد) آئی تو مجھے تنعیم بھیج دیا گیا میں نے عمرہ کا احرام باندھا اس عمرہ کی جگہ (جو حیض کی وجہ سے چھوٹ گیا تھا پورا کیا)

(بخاری: ۱/ ۲۳۹)

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے کہا میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے حائضہ ہوگئی یہاں تک کہ عرفہ کا دن آگیا اور میں حائضہ ہی رہی، آپ سے میں نے (۸؍ تاریخ کو منیٰ نکلنے سے پہلے) ذکر کیا تو آپ نے فرمایا عمرہ چھوڑ دو سر سنوار لو کنگھی کرلو (احرام کھولدو) اور حج کا احرام باندھ لو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (مسند احمد، بلوغ الامانی: ۱۱/ ۱۲۹)

فَائِدَۃ: پس اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کے امور کو چھوڑ کر حج کا احرام باندھ کر تمام حج کے امور سوائے طواف زیارت کے ادا کرے گی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے جیسا کہ ہمارے دیار میں رائج ہے۔ مرد ہو یا عورت ہو تمتع کا احرام باندھتی ہے۔ یعنی پہلے عمرہ کر کے حلال ہوجانا پھر ۸؍ کو حج کا احرام باندھنا۔ پس عورت نے تمتع کا احرام باندھا، اسے مکہ مکرمہ پہنچتے ہی ماہواری کا خون آگیا۔ تو اب عمرہ کے طواف سے رکی رہے گی۔ اب اگر وہ ۸؍ تاریخ تک یا اس سے قبل رات میں پاک ہوگئی تو ۸؍ تاریخ کی صبح کو عمرہ کا طواف اور سعی کر کے بال کترو اکر حلال ہوجائے اور پھر حج کا احرام مکہ سے ہی باندھ لے جو احرام باندھنے کا طریقہ ہے۔ اور پھر منیٰ چلی جائے گی۔ اور اگر ۸؍ ذی الحجہ آگیا منیٰ جانے کا وقت ہوگیا۔ یعنی اشراق کا وقت ہوگیا اور وہ ناپاک ہی رہی تو وہ عمرہ کا احرام کھولنے کی نیت کرلے اور حسب سہولت غسل اور کنگھی وغیرہ کر کے حج کا احرام باندھ لے گی، اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ کی رمی وغیرہ کرے گی۔ پھر جب پاک ہوجائے گی تو طواف زیارت کرلے گی۔ اس کا حج ہوگیا۔ اس عورت پر اس حج کی قربانی نہ ہوگی چونکہ حج تمتع نہ رہا بلکہ حج افراد ہوگیا۔ اور حج افراد میں قربانی نہیں ہے۔

حج سے مکمل فارغ ہونے کے بعد اب عمرہ جس کا احرام ناپاکی کی وجہ سے چھوڑا تھا اس کی قضا کرے اس طرح کہ تنعیم مسجد عائشہ جا کر احرام باندھے اور آکر عمرہ کے ارکان ادا کرے اور پہلا عمرہ جس کا احرام توڑ کر حج کا احرام باندھا تھا اس کے کفارہ میں ایک قربانی بکرے یا گائے کا ایک حصہ کرے۔ اور یہ حرم میں کرنا ہوگا۔ چونکہ یہ کفارہ کا دم ہے اس لئے اس کا گوشت نہیں کھا سکتے صدقہ کرنا ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت نے قران کا احرام باندھا تو یہی ترتیب اور حکم ہے۔

اگر عورت تمتع کے احرام میں حیض کی وجہ سے عمرہ نہ کرسکی تو حج کے بعد کرے گی اور دم دے گی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے تمتع کیا تھا تو حائضہ ہوگئیں (مکہ میں آنے کے وقت) تو

آپ ﷺ نے حکم دیا کہ عمرہ چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے، جب وہ حج سے فارغ ہوگئیں تو آپ نے فرمایا عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم چلی جاؤ۔ (عمرہ کا احرام باندھ لو)۔ (اعلاء السنن: ص ۳۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عمرہ (حیض آجانے کی وجہ سے) چھوڑنے پر گائے ذبح کی۔

(اعلاء السنن: ص ۳۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عمرہ ترک کرنے کی وجہ سے دم (گائے کی قربانی) ادا کیا۔ (اعلاء السنن)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔

(بیہقی: ۵/ ۲۳۸)

فائدہ: خیال رہے کہ محقق قول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اولاً عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ یعنی تمتع کا احرام، ادھر مکہ مکرمہ میں آتے ہی حائضہ ہوگئیں اور یہ سلسلہ وقوف عرفہ تک چلا۔ جب حضور پاک ﷺ سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو آپ نے حکم دیا عمرہ چھوڑ دو اور حج کا احرام باندھ لو۔ "ان عائشة رضی اللّٰه عنها اهلت بالعمرة اولاً ثم ترکتها و حجت مفردة." (اعلاء السنن: ۱۰/ ۳۲۰)

چونکہ عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ترک کرنا پڑا گو عذر کی وجہ سے بس احرام کی وجہ سے عمرہ واجب، اس کا ترک ہوگا تو گناہ تو نہ ہوگا مگر دم ایک قربانی لازم ہوگی چنانچہ آپ ﷺ نے اس کا دم ادا کیا گائے کی قربانی کی اور یہ قربانی اس گائے کے علاوہ تھی جو آپ نے تمام ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی تھی۔

بس ایسی صورت میں کوئی عورت جس نے تمتع کا احرام باندھا اور مکہ میں آکر عمرہ کے ارکان ادا نہ کرسکی کہ حائضہ ہوگئی یہاں تک کہ ۹ر تاریخ عرفہ کا دن آگیا پس ایسی صورت میں وہ حج کا احرام باندھ لے گی صرف حج کا تلبیہ پڑھے گی اور وقوف عرفہ کرے گی۔ اور تمام ارکان ادا کرے گی اور طواف زیارت ادا کرنے کے بعد عمرہ ادا کرے گی جو پہلے عمرہ کی قضا ہوگی اور ایک دم ادا کرے گی۔ اعلاء السنن میں شرح لباب کے حوالہ سے ہے "ان من لزمه رفض العمرة فعليه قضاء ها و دم لرفضها." (اعلاء السنن: ۱۰/ ۳۲۰)

اسی طرح معارف السنن میں ہے "فان كانت اهلت بعمرة فخافت فوت الحج فلتحرم بالحج و تقف بعرفة و ترفض العمرة فاذا فرغت من حجها فقضت العمرة لما قضتها عائشة و ذبحت ما استكثر من الهدى بلغنا ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ذبح عنها بقرة."

(معارف السنن: ۶/ ۳۶۳)

پس ایسی عورت ۹ر تاریخ کی صبح تک پاکی کا انتظار کرے گی پاک ہوگئی تو عمرہ کے ارکان طواف وسعی وقصر

ادا کرے گی۔ اگر پاک نہ ہوئی تو صبح عرفہ کوچ کر جائے گی تا کہ سہولت کے ساتھ ساتھ عرفہ پہنچ کر وقوف کرلے اور حج کے ارکان ادا کرے۔

حیض کے علاوہ استحاضہ بیماری کے خون میں عورت طواف کعبہ کرے گی

عبداللہ بن سفیان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت یہ سوال کرنے آئی کہ میں جب طواف کے ارادے سے خانہ کعبہ آنا چاہتی ہوں تو جیسے ہی مسجد حرام کے دروازے پر آتی ہوں تو خون جاری ہوجاتا ہے۔ واپس چلی جاتی ہوں، جب خون بند ہوجاتا ہے تو پھر میں آتی ہوں تو جیسے ہی مسجد کے دروازے پر آتی ہوں خون جاری ہوجاتا ہے۔ تو واپس چلی جاتی ہوں پھر جب خون بند ہوجاتا ہے تو آتی ہوں، خون دروازہ مسجد پر پھر شروع ہوجاتا ہے۔ (ایسی حالت میں میں کیا کروں) حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ شیطان کا ایڑ لگانا ہے۔ تم غسل کرلو، کپڑا مضبوطی سے باندھ لو اور طواف کرو۔ (بیہقی: ۵/۸۸)

فَائِدَہ: حیض اور نفاس کی وجہ سے عورت نماز روزہ تلاوت قرآن اور مسجد میں نہیں داخل ہوسکتی اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرسکتی ہے، بخلاف وہ خون حیض کی مدت کے علاوہ ہو جسے استحاضہ کہا جاتا ہے۔ یہ مرض اور رحم کی خرابی سے نکلتا ہے، اس سے نماز روزہ ممنوع نہیں ہوتا ہے، نماز اور تلاوت اور خانہ کعبہ کا طواف سب جائز ہوتا ہے۔ البتہ وضو معذور کی طرح وقت گذرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی عورت اپنے مقام پر مضبوطی سے کپڑا باندھ لے تا کہ خون سے مسجد ملوث نہ ہو اور تمام امور عبادت کرے اور خانہ کعبہ کا طواف بھی کرے۔

لہٰذا حیض ماہواری کے علاوہ کا خون ہو تو وہ طواف قدوم، طواف عمرہ، طواف زیارت، اور طواف وداع اور اسی طرح نفلی طواف بھی کرے گی۔

بعض جاہل اور نادان عورت اس خون کو بھی حیض کے خون کی طرح سمجھتی ہیں، اور نماز تلاوت اور حج کے موقعہ پر طواف وغیرہ چھوڑ دیتی ہیں سو یہ صحیح نہیں، مسئلہ کسی اچھے عالم سے پوچھ لیا کریں یا کتاب دیکھ لیا کریں۔

جسیم اور لحیم موٹی عورت مزدلفہ سے رات میں ہی منیٰ جاسکتی ہے

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے شب مزدلفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ وہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے وہ (منیٰ) چلی جائیں اور ذرا بھاری جسم والی تھیں۔ تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

سنن نسائی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ کو مزدلفہ سے قبل الصبح اس لئے اجازت دے دی تھی کہ وہ بھاری جسم والی عورت تھیں۔ (ہدایۃ السالک: ۳/۱۰۵۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ مزدلفہ کا وقوف مرد اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مگر حد درجہ کمزوری کی وجہ سے یا ضعف و پیری کی وجہ سے یا مریض ہونے کی وجہ سے مزدلفہ وقوف کرکے اژدحام میں اور بھیڑ میں جانے کی طاقت نہیں رکھتا

خطرہ گرنے کا یا بے ہوش ہونے کا یا اور کسی ناقابل برداشت تکلیف کا، یا عورت موٹی ہونے کی وجہ سے بھیڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی تو ان صورتوں میں مزدلفہ کا وقوف معاف ہوجاتا ہے۔

عورتوں کے لئے دن کے بجائے رات میں رمی بہتر ہے

حضرت عطاء کی راویت میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رمی جمرہ کیا۔ رات میں اور ہم (عورتیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی طرح رات میں کیا کرتی تھیں۔ (سنن ابوداود: ص ۲۶۸، سنن کبریٰ: ۵/۱۳۳)

فَائِدَہ: عموماً رات میں اژدحام کم ہوتا ہے، بیشتر لوگ آخری دن تک فارغ ہوجاتے ہیں، مزید یہ کہ رات میں عورتوں کے حق میں ستر پردہ کی رعایت زیادہ ہے، اس لئے بمقابلہ دن کے بہتر ہے، اگرچہ دیکھا گیا ہے کہ عموماً رات میں بھی بھیڑ ہوجاتی ہے، مگر اکثر و بیشتر یہ اژدحام عورتوں کا اور ضعیف کمزور بوڑھوں کا ہوتا ہے یا جو عورتوں کے ساتھ ہوتے ہیں، بہتر تو یہی ہے کہ عورتیں شب میں صبح صادق تک کرلیں۔ ویسے جس وقت مقامی حالت کے اعتبار سے سہولت اور بھیڑ کم دیکھیں اس وقت کرلیں، سب کی اجازت ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو رمی کی تھی اس سے مراد یوم النحر دس تاریخ کے دن کے بعد جو رات ہے وہ مراد ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں کو رات میں ہی مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا ان سے صاف صاف فرما دیا تھا کہ دیکھو رات میں رمی نہ کرنا جب تک کہ سورج نہ نکل جائے۔

چنانچہ متعدد روایت میں ہے "لا ترموا الجمرة حتى تطلع الشمس ان لا يرموا الجمرة الا مصبحين." (سنن کبریٰ: ۵/۱۳۲)

جب آپ نے صاف واضح کردیا تھا کہ شب مزدلفہ میں رمی نہ کرنا اگرچہ تم لوگ رات میں پہنچ جاؤ گے۔ تو پھر یہ حضرات باوجود منع کرنے کے مزدلفہ والی رات کو جو ۹/کو دن کے بعد آتی ہے کیسے کرتے پس یہاں رات سے مراد یوم النحر ۱۰ کے دن کے بعد والی رات ہے۔ لہٰذا عورتوں کے لئے دن کے بجائے رات میں رمی کرنا سنت افضل ہے۔ اور دن میں اگر موقعہ اور سہولت دیکھے اور کرے تو یہ بھی صحیح اور جائز ہے کوئی کراہت نہیں ہے۔ "كذا في فتح القدير الا انه لا شيء فيه سوى ثبوت الاساءة و ان لم يكن لعذر."

خیال رہے کہ اس حدیث پاک کی شرح میں حضرات شوافع وغیرہ کہتے ہیں کہ یہاں رات سے مراد شب مزدلفہ کی رات کا آخری حصہ ہے۔ اسی بنا پر ان کے یہاں صبح صادق سے قبل بھی رمی کرلے تو جائز ہے مگر احناف کے یہاں دن کے بعد والی رات مراد لیتے ہیں جیسا کہ حاشیہ بذل میں ہے "و ظاهر ما سياتي في (باب طواف الافاضة) من حديث قصة ابن زمعة ان ليلتها كانت ليلة الحادي عشر فتامل و يمكن ان يوجه ان الليلة كانت تابعة لليوم السابق كما هو معروف في ليالي الحج." (بذل مصری: ۱۰/۵۲۱)

حج کے رات سے مراد دن کے بعد والی رات مراد ہوتی ہے، جیسا کہ رائج ہے اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے "فالليالي فی الرمی تابعة للايام السابقة للاحقة." (فتح القدیر:۲/۵۰۰)

عورتوں کے لئے رات میں طواف کرنا افضل اور مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا کہ وہ ۱۰ رتاریخ کو ظہر کے وقت طواف کرلیں اور آپ نے اپنی بیویوں کو طواف زیارت رات میں کرایا۔ (سنن کبریٰ:۵/۴۸)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ طواف فرض رات میں کیا تھا۔ (سنن کبریٰ:۵/۴۸)

ابن جریج کی روایت میں ہے کہ عورتیں (صحابیات) کپڑے میں چھپی ہوئی یعنی پردے کے ساتھ رات میں نکلتی تھیں اور طواف کرتی تھیں۔ مرد بھی طواف کرتے تھے، مگر ایک دوسرے کا خلط نہیں ہوتا تھا۔

(مصنف ابن عبدالرزاق:۵/۶۷)

حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عشاء کے بعد ایک طواف یا دو طواف کرتی تھیں۔

(مسند احمد، اعلاء السنن: ص ۲۲۷)

حضرت عطاء کی روایت میں ہے کہ عورتیں رات کو بھی پردہ کرتی ہوئیں (نقاب اور برقعہ کے ساتھ) مردوں کی موجودگی میں اس طرح طواف کرتی تھیں کہ مردوں کے ساتھ ان کا خلط اور ساتھ نہیں ہوتا تھا (بالکل الگ کرتی تھیں)۔ (ابن عبدالرزاق:۵/۶۶)

یحییٰ بن کثیر نے کہا کہ وقرۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رات میں طواف کرتی تھیں۔ (عمدۃ القاری:۹/۲۶۱)

فائدہ: ازواج مطہرات، اپنی بیویوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں طواف کرایا، اور اپنا طواف آپ نے دن میں کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابیات رات میں طواف کرتی تھیں۔

پس عورتوں کے لئے رات میں طواف کرنا بہتر اور افضل اور سنت ہے، گو اس زمانہ میں رات میں روشنی بہت ہوتی ہے پھر بھی دن کے مقابلہ میں رات میں کچھ فرق تو رہتا ہی ہے۔ اور یہ پردے کی وجہ سے ہے، حضرات صحابہ کی عورتیں رات میں چادر اوڑھے طواف کرتی تھیں۔ اور چہرے پر نقاب بھی رہتا تھا۔ اگر دن میں عورت مکہ میں آجائے تو رات تک طواف میں تاخیر افضل ہے۔ اس کے مقابل مردوں کو مکہ مکرمہ میں آتے ہی طواف قدوم سنت ہے، تاخیر خلاف سنت ہے، ہاں مگر تعب اور تھکن سے پریشان ہو جیسا کہ آج کل کے دور میں تو کچھ آرام کے بعد کرلے تو یہ بھی ٹھیک ہے تاکہ اطمینان سے ادا کرنے کا موقعہ ملے۔ عورتوں کو طواف کا یہ حکم اس کے پردہ کی وجہ سے ہے۔ افسوس در افسوس کہ آج کل حج کے سفر میں اس قدر بے پردگی اور بے حیائی اختیار کرتی ہیں کہ دیکھ کر دل کڑھتا

ہے، اور رنج ہوتا ہے، جس طرح اپنے وطن میں بے پردگی کرتی ہیں اسی طرح یہاں بلکہ اس سے زائد، الامان و الحفیظ، اسی طرح عورتوں کو بالکل کنارے طواف کرنا سنت ہے، مردوں کے بیچ میں منع ہے، کہ عبادت میں مردوں کی خلط قبیح اور بری بات ہے۔

چنانچہ محدثین نے باب قائم کیا ہے عورت بہتر شکل وصورت والی ہو یا نئی عمر کی ہو تو طواف رات میں کرے۔

(بیہقی: ۵/ ۴۸، ہدایۃ السالک: ۱/ ۴۷۷)

طواف میں عورتوں پر حجر اسود کا استیلام اور بوسہ دینا نہیں ہے

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کررہی تھی۔ اس نے کہا چلئے اے ام المؤمنین حجر اسود کا استیلام کرلیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر اسود کے استیلام کے لئے جانے سے انکار کردیا اور کہا کہ تم جاؤ (زجراً ڈانٹتے ہوئے کہا نہ کہ اجازت دی)۔

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ایک عورت نے حجر اسود کا استیلام کرنا چاہا۔ تو خوب زور سے چیخے اور کس کر ڈانٹا، اور کہا اپنے ہاتھ کو چھپاؤ، حجر اسود کے استیلام کا عورتوں کو کوئی حق نہیں ہے۔ (اخبار مکہ، القریٰ: ص۲۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی حضرت عائشہ کے پاس آئی اور کہا اے ام المؤمنین میں نے طواف کیا، دو تین مرتبہ حجر اسود کا استیلام کیا، (یعنی سات چکروں میں ۲-۳ مرتبہ اس کا موقعہ ملا) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خدا تجھے ثواب نہ دے، مردوں میں گھستی ہے، کیوں نہیں تکبیر کہہ کر گذر گئی۔ (کیا ضرورت تھی حجر اسود کے استیلام کی)۔ (القریٰ: ص۲۹۱)

فائدہ: طواف کے چکروں میں حجر اسود کا استیلام سنت ہے، حجر اسود کے پاس ہمیشہ اجتماع اور بھیڑ رہتی ہے، بھیڑ اور اژدحام میں جانا عورتوں کے پردے اور شرافت وعفت کے خلاف ہے، استیلام کے لئے دونوں ہاتھ باہر کرنے پڑیں گے اور حجر اسود پر رکھ کر چومنا ہوگا۔ اس سے ہاتھ نظر آئے گا گو ہاتھ کی ہتھیلی میں پردہ نہیں پھر بھی احتیاط کے خلاف ہے، اسی وجہ سے تو حضرت عطاء نے ڈانٹا اور کہا ہاتھ اندر کرو۔ تم پر استیلام نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باندی پر جس نے استیلام کرنے کی خبر دی تھی ڈانٹا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود پر جو عورتیں بھیڑ لگاتی ہیں، بے حیاء ہوکر مردوں کے ساتھ کھڑی ہوکر انتظار کرتی ہیں۔ بلکہ مردوں کو دھکے دے کر آگے بڑھتی ہیں حرام ہے گناہ کبیرہ ہے، حج جیسی عبادت میں گناہ کبیرہ حج کے مقصد دخول جنت اور ثواب کو ضائع کردیتی ہے۔ نیکی کے امور وہ ہیں جو شرع کے موافق ہوں، جو شریعت اور سنت کے خلاف، اس میں ثواب کہاں، یہ سب مغرب کا فتنہ ہے، جو عورتوں میں بے حیائی بے پردگی آئی ہے، حج جیسی عظیم ترین عبادت کو ملیامیٹ کرتی ہیں۔ خود بھی گناہ کرتی ہیں اور دوسرے کے لئے بھی گناہ کا باعث بنتی ہیں۔

عورتوں کو اپنا منہ و چہرہ ڈھانکے طواف کرنے کا حکم

حضرت صفیہ بنت شیبہ نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ نقاب میں چہرہ چھپائے طواف کررہی ہیں۔ تو انہوں نے اس خیال سے رجوع کرلیا کہ عورتوں کو بے نقاب طواف کرنا چاہیئے۔ (اخبار مکہ:۲/۱۴)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر عورت احرام کی حالت میں ہے، مثلاً تمتع کی وجہ سے عمرہ کا طواف کررہی ہے، تو کسی طرح پیشانی پر کوئی چیز اس طرح رکھ لے کہ کپڑا یا نقاب چہرے پر نہ لگے، اور چہرہ چھپا رہے، چونکہ بہرصورت عورتوں کو اجانب سے پردہ ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی طرح طواف کیا کرتی تھیں۔ اگر نفلی طواف ہے تب تو اور سہولت ہے جس طرح چاہے منہ کو کپڑے سے چھپالے۔

فائدہ: عورتوں کو دیکھئے وہ طواف بڑی آزادی سے منہ کھلے چہرہ کھولے کرتی ہیں یہ درست نہیں۔ حرم میں گناہوں کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے، جیسے نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اے عورتو! اس سے احتیاط کرلو۔ اللہ کے گھر میں گناہ اور بے پردگی کی جرأت نہ کرو۔ برقعہ کے ساتھ چہرہ چھپا کر حرم میں رہو، کسی کی بدنظری کا گناہ کیوں لو؟

عورتوں کے لئے کہاں پر طواف مسنون ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مردوں سے پیچھے (دور) ہوکر طواف کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری:ص۲۲۰)

ابن جریج اور حضرت عطاء کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کے ساتھ مخلوط ہوکر طواف نہ کرتی تھیں۔ مردوں سے علیحدہ ہٹ کر طواف کرتی تھیں۔ (بخاری:ص۲۱۹)

فائدہ: عورتوں کو آپ نے مرد سے ہٹ کر کنارے طواف کا حکم دیا ہے۔ کعبہ کے قریب اور بیچ میں مردوں کا اژدحام ہوتا ہے۔

عورتوں کو طواف مردوں کے بیچ میں جہاں مرد کررہے ہوں منع ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا ہے کہ مرد عورتوں کے ساتھ طواف کریں، ایک آدمی کو عورتوں کے ساتھ طواف کرتے ہوئے دیکھا تو درہ سے مارا۔ (فتح الباری:۳/۳۷۷، عمدۃ القاری:۹/۲۶۱)

حضرت عطاء نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پردہ میں سوار ہوکر نمازیوں سے پیچھے طواف کرو۔ (فتح الباری:ص۳۷۷)

عبدالرحمٰن بن حسن نے بیان کیا کہ عورت اور مرد ملے جلے طواف کرتے تھے۔ پھر مکہ کے حاکم خالد بن عبداللہ ہوئے تو انہوں نے مردوں اور عورتوں کو طواف میں الگ الگ کردیا۔ اور ہر کونے پر کوڑے کے ساتھ سپاہی مقرر کردیا تھا۔ جو مردوں اور عورتوں کو طواف میں ملنے نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ یہ سلسلہ علامہ ازرقی کے زمانہ تک

تھا۔ (القریٰ: ص۳۱۹، عمدۃ القاری: ص۲۶۱)

لیکن ۱۵ویں صدی میں تو نہایت ہی بے باکی اور بے مروتی کے ساتھ عورتیں مردوں میں گھس کر طواف کرتی ہیں جو دونوں کے لئے گناہ کا باعث ہے۔

فائدہ: عورتوں کو مردوں کے ساتھ، مردوں کے بیچ اور مردوں کی بھیڑ میں طواف کرنا مکروہ اور ممنوع ہے، شرح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ لوگوں سے پیچھے طواف کریں، عورتوں کے لئے سنت ہے کہ مردوں سے دور ہو کر طواف کریں۔ (عمدۃ القاری: ۲۶۲/۹)

آج کل عورتیں مردوں کے بیچ میں مردوں کے ساتھ دھکا کھاتی ہوئیں طواف کرتی ہیں۔ یہ مطاف کے بیچ میں بلکہ خانہ کعبہ کے قریب جہاں مردوں کا اژدحام اور خوب بھیڑ رہتی ہے، طواف کرتی ہیں۔ یہ خلاف سنت مکروہ اور ممنوع ہے۔ ہرگز ایسا کرنا عورتوں کے لئے درست نہیں وہ بالکل مردوں سے پیچھے مطاف کے کنارے طواف کریں۔ تاکہ مردوں سے مخالطت نہ ہو۔

ازواجِ مطہرات نے رات کو طواف ادا کیا تھا

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے ساتھ طواف زیارت رات میں کیا تھا۔

(اعلاء السنن: ص۲۱۱)

حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کے طواف کو رات تک موخر کیا (ازواجِ مطہرات کے طواف زیارت کو)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اجازت دے دی تو انہوں نے یوم النحر کے ظہر کے وقت طواف کرلیا اور آپ نے اپنی بیویوں کے ساتھ رات میں طواف کیا۔ (زاد المعاد، اعلاء السنن: ۱۶۷)

فائدہ: روایتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے رات میں طواف زیارت کی۔ تمام صحیح روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے طواف زیارت ظہر سے پہلے دن میں کرلیا تھا۔ پھر دوبارہ ازواج مطہرات کے ساتھ رات میں طواف کیا آپ کا طواف تو نفل تھا اور بیویوں کا طواف زیارت تھا۔ پس عورتوں کے لئے طواف دن میں بہتر نہیں ہے۔ خیال رہے کہ رات میں عورتوں کے طواف کی دو جہیں تھیں۔ ① دن میں اکثر مرد کیا کرتے تھے تو رات میں ان کا اژدحام کم رہا کرتا تھا۔ ② رات میں تاریکی رہتی تھی جس سے پردہ ہو جاتا تھا۔ آج کل کی طرح روشنی کا ایسا انتظام نہیں تھا جس سے رات بھی روشنی کی وجہ سے دن ہو جائے۔ آج کل رات میں بہت بھیڑ ہوتی ہے، اور روشنی کی وجہ سے دن کا منظر رہتا ہے۔ پس حسب سہولت بھیڑ کی کمی کی رعایت کرتے ہوئے طواف کرے۔ تاہم رات میں عورتوں کے لئے طواف مستحب ہے۔

عورتوں کے لئے طواف فرض جلد از جلد یوم النحر ہی میں کر لینا افضل ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ جب حج کرتیں اور ان کے ساتھ عورتیں ہوتیں تو ان کو خون آنے کا اندیشہ ہوتا تو طواف فرض کو وہ یوم النحر کے دن کر لیتیں پس اگر اس کے بعد حیض آجاتا تو رکنے کا انتظار نہ کرتیں (طواف وداع کے لئے)۔ (موطا، استذکار: ۱۳/ ۲۶۱، ہدایۃ السالک: ص ۱۲۳۸)

فائدہ: جلدی اس وجہ سے کر لینی چاہئے کہ ماہواری آجائیں نیز یہ کہ عموماً عورتیں کمزور اور ضعیف ہوتی ہیں ممکن ہے تکان سفر کی وجہ سے بیمار ہو جائے۔ یا آخر میں اژدحام زیادہ ہو جائے اس وجہ سے جب طواف زیارت کا وقت ہو جائے تو بہتر ہے کہ فارغ ہو جائے۔

اگر رمی یا قربانی نہ ہوئی ہو تب بھی کر سکتی ہیں چونکہ طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں۔ دس کی صبح صادق سے وقت شروع ہو جاتا ہے، ادھر مردوں کے لئے رمی کی بھیڑ ہوتی ہے، اپنی سواری کی سہولت ہو تو جلد حرم پہنچ کر طواف کر سکتی ہیں۔ دوپہر اور شام کے بعد تو بہت اژدحام ہو جاتا ہے، پھر دوسرے یا تیسرے دن اول وقت میں کر لیں اول وقت کے مقابلہ میں شام و رات کو زیادہ بھیڑ ہوتی ہے۔ اور اژدحام میں عورتوں کے لئے طواف بہت مشکل ہوتا ہے۔

حیض کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی تو بلا طواف کئے نہ وطن جا سکتی ہے نہ شوہر کے لئے حلال ہوگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو (روانہ ہونے سے پہلے) حیض آگیا، آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا اس نے ہم کو روک دیا، (کہ طواف زیارت کئے بغیر وہ جا نہیں سکتی) تو کہا وہ طواف زیارت کر چکی ہے، تو آپ نے فرمایا پھر اس کی وجہ سے رکنے کی ضرورت نہیں (کہ طواف وداع حائضہ سے معاف ہے)۔ (بخاری: ص ۲۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت نے اگر حج یا عمرہ اپنی قوم کے ساتھ کیا حائضہ ہو گئیں اور طواف فرض ادا نہ کر سکیں، تو وہ لوگ نہیں (اسے لے کر جا سکتے) جب تک کہ یہ پاک نہ ہو جائیں یا یہ رک جائیں (طواف کے لئے) اور ان کو جانے کی اجازت دے دیں۔ (القری: ص ۴۶۰)

فائدہ: طواف زیارت حج کا ایک فرض ہے نہ اس کا بدل ہے، نہ اس کی تلافی ہے اس کو بہر صورت ادا کرنا ہے، حیض کی وجہ سے عورت طواف زیارت نہ کر سکی اور خدانخواستہ اس کے وطن کا وقت ہو گیا، تو کسی بھی صورت میں یہ وطن نہیں جا سکتی۔ اگر چلی گئی تو دوبارہ واپس آکر یہ طواف کرنا ہوگا۔ اور جب تک کہ یہ طواف نہ کر لے گی شوہر کے لئے کسی بھی طرح حلال نہ ہوگی۔ بڑا نازک مسئلہ ہے، عورت کو پاکی تک رکنا ہوگا اور طواف کر کے جانا ہوگا اور رکنے

کی صورت نکالنی ہوگی۔ اگر رکنے کی صورت نہ نکلے تو اس کی صورت آگے بیان کی گئی ہے۔ دیکھئے اسی لئے عورت کو اس مسئلہ میں سمجھ بوجھ کر کرنا ہوگا اور وہ اس فریضہ سے پہلی فرصت میں فارغ ہو جائے۔

طواف کے بعد اگر ماہواری آجائے تو سعی کرسکتی ہے یا نہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حج کے موقعہ پر) مکہ مکرمہ آئی تو مجھے ماہواری شروع ہوگئی، نہ طواف کرسکی، نہ سعی کرسکی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا حجاج کرام کی طرح تمام حج کے امور ادا کرو صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرنا۔

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ماہواری کی حالت میں صرف خانہ کعبہ کا طواف منع ہے، چونکہ یہ مسجد حرام میں ہوتا ہے، اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ (عمدۃ: ۹/۹۹۳، بنایہ: ۳/۶۵۹)

باقی حج کے تمام امور کہ اس میں پاکی شرط نہیں ہے ادا کرے گی، مثلاً منیٰ جانا، اور قیام کرنا، عرفات جانا اور ذکر دعا میں لگنا، مزدلفہ جانا ذکر دعاؤں میں لگنا، رمی، قربانی، اور بالوں کو کاٹنا وغیرہ اسی طرح سعی کے مقام پر جاکر سعی کرنی۔ (بنایہ: ۳/۶۵۹)

چونکہ سعی کی جگہ میں سعی کرنے کے لئے طہارت جمہور علماء کے نزدیک شرط اور ضروری نہیں۔ البتہ چونکہ سعی طواف کے بعد اور طواف کے تابع ہے جب طواف نہیں کرے گی تو سعی بھی نہیں کرپائے گی۔ ہاں اگر اتفاقاً ایسا ہوا کہ طواف سے فارغ ہوئی اب سعی کرنے جارہی تھی معلوم ہوا کہ ماہواری شروع ہوگئی تو مضبوط کپڑا باندھ کر سعی کرسکتی ہے، سعی عبادت نہیں ہے، حضرت ہاجرہ کی ایک تاریخی نقل ہے۔ اس لئے عمرہ اور حج کے علاوہ کوئی نفلی سعی نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورت جب طواف کرلے اس کے بعد حائضہ ہو جائے سعی کرنے سے پہلے تو یہ عورت سعی کرسکتی ہے۔ (فتح الباری: ۳/۳۹۷)

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ جب عورت بیت اللہ کا طواف کرلے اور دو رکعت نماز (طواف بھی) پڑھ لے پھر اسے ماہواری آجائے تو صفا اور مروہ کی سعی کرلے۔ (سعید بن منصور، القریٰ: ص ۳۷۲)

فَائِدَہ: خلاصہ یہ نکلا کہ طواف خواہ عمرہ کا ہو یا حج کا ایسا اتفاق ہوا کہ طواف تو کرلیا مگر سعی سے پہلے ہی ماہواری آگئی۔ تو سعی کرے چونکہ سعی کے لئے پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر موجودہ دور میں ایک مسئلہ کا خیال رہے کہ سلفی مسلک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سعی کرنے کی جگہ اب مسجد حرام میں شامل ہوگئی ہے۔ اس لئے مسجد ہونے کی وجہ سے سعی کرنا گناہ ہوگا۔ ''شوقی خلیل کی اٹلس سیرت نبوی میں ہے سعی کی جگہ ملک سعود کی توسیع کے وقت مسجد حرام میں شامل کردی گئی ہے۔'' (سیرت نبوی: ص ۵۰۵)

اس لئے حرم کے ذمہ داروں سے اور حرم کے ارباب انتظام سے معلوم کر لے کہ مسعیٰ (سعی کی جگہ) مسجد حرام میں داخل ہے یا نہیں پھر اس پر عمل کرے چونکہ اس سلسلے میں وہاں کے ارباب انتظام ہی کا قول معتبر ہے۔

عورتوں کو سعی میں صفا و مروہ کی اونچائی پر چڑھنا اور آواز سے تلبیہ منع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورت (سعی کرنے کے درمیان) صفا اور مروہ پر نہیں چڑھے گی اور نہ تلبیہ میں آواز بلند کرے گی۔ (دار قطنی: ۱/ ۲۸۷)

فائدہ: سعی کرتے ہوئے مرد تو ذرا سا صفا اور مروہ کی اونچائی پر جائیں گے۔ بالکل اوپر جہاں پتھر ابھرے ہیں نہیں جائیں گے۔ صفا اور مروہ پر چڑھنا مسنون ہے۔ (معلم الحجاج) زیادہ اوپر چڑھنا منع ہے۔

(معلم الحجاج: ص ۱۲۴، شرح مناسک: ص ۱۷۱)

اس کے برخلاف عورت سعی کے درمیان صفا اور مروہ پر جو اونچائی ہے نہیں چڑھیں گی بلکہ نیچے سے ہی صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی جانب چلی جائیں گی۔

مگر افسوس اکثر عورتیں صفا اور مروہ کی اونچائی پر چڑھ جاتی ہیں اور بلا جھجک مردوں کے سامنے مردوں کے بغل میں چہرے کھولے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ہیں۔ عورتوں کو اس طرح اوپر چڑھنا منع ہے۔

اصل میں عورتیں حج سے پہلے مسائل نہ سیکھتی ہیں اور نہ معلوم کرتی ہیں اس وجہ سے جہالت کے امور کا ان سے ارتکاب ہوتا ہے اور ساتھ میں جو مرد ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ناواقف ہوتے ہیں۔

دو سبز ستونوں کے درمیان عورتیں تیز رفتار سے بالکل نہیں چلیں گی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ عورتیں دو سبز ستونوں کے درمیان تیز نہیں چلیں گی۔

(سنن کبریٰ: ۵/ ۴۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورتوں پر نہ تو طواف میں رمل ہے اور نہ سعی کے درمیان تیز رفتاری سے (دو سبز ستونوں کے درمیان) دوڑنا ہے۔ (دار قطنی: ۱/ ۲۸۷، اعلاء السنن: ص ۲۲۴)

فائدہ: سعی جہاں کی جاتی ہے وہاں دو سبز ستون لگے ہوئے ہیں، یہاں سعی میں ذرا تیز چلنا مردوں کے لئے سنت ہے، عورتوں کے لئے نہیں ہے جیسا کہ شرح مناسک میں ہے "السعی المخصوص بالرجال هو الاسراع بین المیلین." (شرح مناسک: ص ۱۷۲)

مگر سعی کے درمیان دیکھا جاتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی تیز رفتاری سے بلکہ دوڑنے لگتی ہیں یہ منع ہے۔ یہاں تیز رفتاری سے چلنا صرف مرد کے لئے مسنون ہے وہ دوڑنا نہیں، جیسا کہ شرح مناسک میں ہے۔ "... دون العدو." (شرح مناسک: ص ۱۷۳)

اصل میں عورتیں مردوں کا دیکھا دیکھی کرتی ہیں یہ غلط ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد کے ساتھ سعی کرتی ہیں اور مرد اس مقام پر تیز رفتاری سے چلتے ہیں تو عورتیں بھی ساتھ ہونے کی وجہ سے دوڑنے لگ جاتی ہیں۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ دونوں کے احکام الگ ہیں۔

طواف میں عورتیں رمل نہیں کریں گی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے عورتوں کی جماعت تم پر بیت اللہ کے طواف میں رمل نہیں ہے۔

(سنن کبریٰ: ۵/۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورتوں پر نہ رمل ہے اور نہ ملیین اخضرین کے درمیان تیز چلنا ہے۔

(القریٰ: ص ۲۹۰)

فَائِدَہ: رمل کے معنی میں ذرا تیز رفتاری سے گردن ہلاتے ہوئے چلنا دوڑنا نہیں۔ شرح احیاء میں ہے "الاسراع فی المشی مع تقارب الخطا و هو دون الوثوب و العدد." (شرح احیاء: ۵/۵۹۶)

عمدہ شرح بخاری میں ہے "هو سرعة المشی مع تقارب الخطوة ...... ان یحرك الماشی منکبیه لشدة الحرکة فی مشیته." (شرح بخاری: ۹/۲۴۸)

عورت کی پردہ نشینی کے یہ خلاف ہے اس لئے دوڑنا کندھے کو ہلانا منع ہے۔

بعض عورتیں طواف میں مردوں کا دیکھا دیکھی رمل کرتی ہیں اور دوڑتی ہیں، یہ ممنوع ہے۔ اسی طرح سعی میں بھی عورتوں پر تیز رفتاری نہیں ہے۔ عموماً عورتیں سعی میں مردوں کی طرح دوڑتی ہیں۔ سو یہ بھی حرکت جہالت پر مبنی ہے۔ عورتوں کو چاہئے کہ حج کے مسائل خصوصاً جو عورتوں سے متعلق ہیں سیکھ لیں۔ تا کہ حج سنت اور شریعت کے مطابق ہو۔

عورتوں کا حجر اسود کے بوسہ کے لئے مردوں کے مجمع میں گھسنا اور جانا قبیح اور ناجائز ہے

منبوذ کی والدہ کہتی ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں، ان کی ایک باندی ان کے پاس آئی اور کہا اے ام المؤمنین میں نے خانہ کعبہ کا طواف سات چکر کیا، اور دو مرتبہ یا تین مرتبہ میں نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ تو حضرت عائشہ نے اس پر فرمایا۔ خدا تجھے ہرگز ثواب نہ دے، خدا تجھے ثواب نہ دے۔ تو مردوں میں گھسی ہوگی، کیوں نہیں تکبیر کہتی ہوئی گذر گئی۔ (سنن کبریٰ: ۵/۸۱)

فَائِدَہ: دیکھئے اس روایت میں باندی نے بوسہ حجر اسود کا ذکر اس امید پر کیا کہ حضرت ام المؤمنین تعریف کریں گی، شاباشی دیں گی، چلو تم نے مجمع میں گھس کر بوسہ لے لیا، بڑا اچھا کام کیا، لیکن بجائے شاباشی کے سخت ڈانٹ پڑی اور کہا کہ مردوں کی بھیڑ میں گھس کر بوسہ، بالکل خدا ثواب نہ دے گا، اس لئے کہ یہ فضول اور گناہ کا کام ہے۔

عورتوں کا مردوں کے مجمع اور بھیڑ میں گھسنا مردوں کو ہٹا کر یا ان کی بھیڑ میں مردوں کے ساتھ بوسہ لینا ممنوع اور قبیح حرکت ہے، مردوں کو جب منع ہے تو عورتوں کو کہاں اجازت، اور ممنوع اور قبیح حرکت پر ثواب کہاں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض ملک کی عورتیں حجر اسود کے بوسہ کے لئے بھیڑ اور مجمع میں گھستی جاتی ہیں۔ مردوں کو ہٹا کر دھکے دے کر، لڑ جھگڑ کر اپنا بھی اور دوسروں کا سر پھوڑ کر، چوٹ کھا کر بڑی مشکلوں سے بوسہ لیتی ہیں۔ پولیس اور ارباب انتظام تک کو پریشان کرتی ہیں۔ اور ان کی اس حرکت سے ان کو انتظام میں پریشانی ہوتی ہے۔ اللہ اللہ یہ کہاں جائز ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ وہ اسے ایک قابل تعریف امر سمجھتی ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسی حالت کے بوسہ کو وہ قابل تعریف سمجھ کر لوگوں سے فخر اً ذکر کرتے ہیں، خدا کی پناہ، گناہ اور فخر، اگر یہ کوئی اچھی بات ہوتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجمع میں گھس کر بوسہ لیتے۔ اور دور سے استیلام پر اکتفا نہ فرماتے۔

پس اے مردوں عورتوں کی جماعت حج جیسی عظیم دولت کو جس پر ایک بڑی رقم خرچ کیا ہے، سفر کے تعب کو برداشت کیا ہے، ناجائز خلاف شرع خلاف سنت طریقے سے حج کے مناسک اور امور کو مت ادا کرو۔ دھکے دے کر، پریشان ہو کر حجر اسود کا بوسہ لینا ثواب کا کام نہیں ہے۔ اس سے بچو، سنت طریقہ سے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے استقبال کر لو اور گذر جاؤ۔

عورت سے متعلق طواف زیارت کے مسائل

عورتوں پر بھی بہر صورت خواہ حائضہ ہو یا نفساء ہو یہ طواف فرض ہے جس کو پاک ہونے کی صورت میں ادا کرنا ضروری ہے۔

◎ اگر ایام نحر میں جو طواف زیارت کا وقت ہوتا ہے حائضہ ہوگئی تو دوسری پاک عورت کو نائب بنا کر طواف نہیں کرواسکتی اس میں نیابت جائز نہیں ہے۔ پاکی کے بعد خود کرے گی۔

◎ ایام نحر میں حیض آجائے تو عورت کو پاکی کا انتظار کرنا اور پاک ہونے کے بعد طواف سے فارغ ہو کر ہی جانا ہوگا۔ طواف رخصتی کی طرح یہ حائضہ سے ساقط معاف نہیں ہوتا۔ اس کا کسی نہ کسی وقت کرنا ضروری ہوتا ہے۔

◎ عورت کو اندیشہ ہے کہ ایام النحر میں حیض نہ آجائے عموماً عورتوں کو اندازہ ہو جاتا ہے، تو اسے چاہئے کہ یوم النحر میں صبح صادق کے بعد جب بھی موقعہ ملے جلد طواف زیارت سے فارغ ہو جائے تاکہ حیض آجانے سے دقت نہ ہو۔ چونکہ اس طواف کے لئے ترتیب نہیں اس لئے وہ رمی قربانی اور قصر سے پہلے بھی طواف کرسکتی ہے۔ (شرح مناسک: ص ۲۳۳)

◎ عموماً رمی اور قربانی میں دیر ہو جاتی ہے، ادھر اندیشہ ہو کہ وسط دن میں یا شام تک کہیں حیض نہ آجائے، تو وہ رمی

وغیرہ سے پہلے طواف زیارت کر سکتی ہے، چونکہ اس کا وقت صبح صادق کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

(شرح مناسک: ص۲۳۳)

◎ عورت باوجود ایام نحر میں پاک رہنے کے طواف نہیں کیا یہاں تک کہ ۱۲ر تاریخ کی مغرب کا وقت گذر گیا تو دم واجب ہو جائے گا اور طواف بھی کرنا ہوگا۔ تاخیر سے دم واجب ہو جاتا ہے مگر طواف ساقط نہیں ہوتا۔

(شرح مناسک: ص۲۳۳)

◎ اگر عورت کو ایام نحر میں صبح صادق سے پہلے یا صبح صادق کے بعد متصلاً حیض آ گیا جس کی وجہ سے وہ ۱۲ کی شام تک طواف نہ کر سکی تو اس تاخیر سے کوئی دم واجب نہیں ایام نحر کے بعد جب بھی پاک ہو جائے طواف کرے۔

◎ اگر دس سے بارہ کی شام تک خواہ شروع یوم النحر میں یا آخر یوم النحر میں اسے پاکی کا اتنا وقت ملا کہ وہ عورت چاہتی تو غسل اور طواف کر سکتی تھی، مگر نہیں کیا تو دم واجب ہو گیا اور طواف بھی پاکی کے بعد کرنا ہوگا۔

◎ اگر عورت کو آدھا طواف سے زائد ۴ر چکر طواف کا موقعہ ملا مگر اس نے نہیں کیا تو اس پر دم واجب ہو گیا۔

◎ اگر عورت کو ۱۲ر تاریخ کی شام کو اتنا پہلے ختم ہو گیا کہ وہ غسل کر کے طواف کر سکتی تھی اگر پورا نہیں کیا تو اکثر طواف ۴ر بھی کر سکتی تھی پھر بھی نہیں کیا، سوچا کہ چلو مغرب کے بعد نہا دھو کر کر لیں گے یا کل اطمینان سے کر لیں گے تو اس پر تاخیر کی وجہ سے دم واجب ہو جائے گا بعض عورتوں کو ایسی صورت پیش آتی ہے اس کا خیال رہے، اگر چار چکر کا وقت تھا طواف کر لیا تو دم واجب نہیں ہوگا اور اکثر کو کل مان لیا جائے گا۔

(شرح مناسک: ص۳۵۰)

◎ اگر کسی عورت کو ۱۲ر کی شام کو اتنا وقت حیض ختم ہونے کے بعد ملا کہ وہ غسل کے بعد طواف کے چار پھیرے بھی نہیں کر سکتی تھی تو اس صورت میں ایام نحر کے بعد طواف کرنے سے دم واجب نہ ہوگا۔ گو بہتر تو یہ تھا کہ پاکی کے بعد جس قدر بھی کر سکتی تھی کر لینا تھا۔ (شرح مناسک: ص۳۵۰)

◎ عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ طواف رات میں کرے گو دن میں بھی بلا قباحت کے کر سکتی ہے، ازواج مطہرات سے طواف رات میں کرنا منقول ہے، مردوں کے اژدحام کے وقت عورتوں کا طواف نہ کرنا بہتر ہے، عموماً آج کل رات میں اژدحام زائد ہوتا ہے، اور دن کے شروع حصہ میں کم ہوتا ہے، وہاں مقیم حضرات کو اندازہ ہو جاتا ہے۔

◎ اگر کوئی عورت نے طواف زیارت نہیں کیا اور روانگی کا وقت آ گیا اگر اس کے محرم اور دیگر رفقاء سفر اس وقت تک رک سکتے ہیں کہ عورت کا حیض ختم ہو جائے اور پاک ہو کر طواف کرے تو ان کا رکنا واجب ہوگا تا کہ

عورت اس فریضہ سے سبکدوش ہوجائے ورنہ اگر بغیر طواف کئے روانہ ہوگئی تو حج نہ ہوا اور زندگی بھر اپنے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔ (شرح مناسک: ص۳۴۲)

◎ روانگی کے وقت عورت حائضہ تھی، اس کے پاس مزید ٹھہرنے کا وقت نہیں تھا اس نے حالت حیض ہی میں طواف کرلیا، اور روانہ ہوگئی، تو اس عورت پر ایک اونٹ کی قربانی حرم میں کرنی واجب ہوگئی۔ اور فرض طواف ذمہ سے ساقط ہوگیا اور اپنے شوہر کے لئے بھی حلال ہوگئی۔ (شرح مناسک: ص۳۴۴)

◎ اگر عورت حیض سے دس دن پہلے پاک ہوگئی اس نے جب دیکھا کہ پاک ہوگئی تو غسل کرکے طواف زیارت کرلیا پھر اسے دس دن سے قبل خون آگیا مثلاً ایک دو دن پاک رہی پھر خون آگیا تو یہ پاکی کا دن حیض ہی کا شمار ہوگا تو یہ طواف حیض کی حالت میں ادا کیا، اس کے ذمہ ایک اونٹ کی قربانی واجب ہوگئی۔

بشرطیکہ اس طواف کے بعد وطن روانہ ہوجائے اور کوئی طواف پاکی کی حالت میں نہ کیا ہو۔ مثلاً طواف وداع بھی نہیں کیا۔ تو یہ طواف فرض حیض کی حالت میں ہونے کی وجہ سے اونٹ کی قربانی واجب ہوجائے گی۔ اگر اس عورت نے پاکی کے بعد دس دن کے بعد نہا دھوکر طواف زیارت دوبارہ کرلیا تو طواف بھی ہوگیا اور اس کے ذمہ دم جو تھا وہ بھی ساقط اور معاف ہوگیا۔ (شرح مناسک: ص۳۵۰)

اسی طرح طواف وداع حالت ناپاکی میں کرلیا تو دم واجب ہوگا (ایک بکری یا بڑے جانور کا ایک حصہ) اگر دوبارہ اعادہ کرلیا خواہ واپس آکر تو دم ساقط ہوگیا۔ (شرح مناسک: ص۳۵۱)

اگر عورت حیض ونفاس میں نہ ہو تو طواف وداع لازم ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف رخصتی نہیں کیا تھا اس کا ذکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اس وقت لوگوں کے پیچھے طواف کرلیں جب کہ (فجر کی) نماز کھڑی ہوجائے، چنانچہ جب جماعت کھڑی ہوگئی تو سواری پر لوگوں کے پیچھے طواف (وداع) کرلیا۔ (کنز العمال: ۶/۳۴۳، نسائی)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت پاک ہے حائضہ نہیں ہے اور روانگی کا ارادہ اور وقت ہو رہا ہے تو سفر سے پہلے اس پر طواف وداع لازم ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو اب تک طواف نہ کرسکی تھیں طواف کرنے کہا، اور سہولت کے لئے فرمادیا کہ جب مرد فجر کی جماعت میں ہوں تو تم پیچھے سے طواف کرلینا کہ مردوں کے ازدحام میں عورتوں کو طواف کرنا بہتر نہیں۔

عورت کو طواف مردوں کے کنارہ کرنا چاہئے یہ جو عورتیں مردوں کے بیچ میں گھس کر طواف کرتی ہیں اور مردوں سے ان کا مس ہوتا ہے یہ ممنوع ہے۔

عورت روانگی کے وقت حالت حیض میں ہوجائے تو طواف وداع معاف ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام سلیم طواف زیارت کے بعد حائضہ ہوگئیں تو آپ نے حکم دے دیا کہ وہ کوچ کرلیں (روکا نہیں)۔ (مجمع:ص ۲۸۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو حج بیت اللہ کرے وہ آخری کام طواف کرے سوائے اس کے کہ عورت کو حیض آجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کو اجازت دے دی ہے۔ (کہ بلاطواف کئے روانہ ہوجائیں)۔
(ابن خزیمہ: ۴/ ۳۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کو طواف وداع کئے بغیر روانگی کی اجازت دے دی ہے اگر اس نے طواف زیارت کرلی ہو تب۔ (مسند احمد مرتب: ۱۲/ ۲۳۴)

فائدہ: طواف وداع جسے رخصتی طواف بھی اور طواف صدر بھی کہا جاتا ہے یہ احناف اور بیشتر علماء کے یہاں جو مکہ مکرمہ سے باہر کے رہنے والے ہیں یہ واجب ہے۔ البتہ اس عورت پر جو طواف زیارت کرچکی ہو اور روانگی کے وقت حائضہ ہوجائے اس سے یہ طواف معاف ہے بلاطواف کئے وہ وطن روانہ ہوسکتی ہے اس طواف کے لئے حیض کے ختم ہونے کا انتظار کرنا واجب نہیں۔

شرح لباب میں ہے کہ حائضہ پر یہ طواف نہیں ہے۔ (شرح لباب: ص ۲۵۲)

معارف السنن میں ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ عذر حیض کی وجہ سے یہ طواف وداع ساقط ہے۔ یہی تمام علما کا مذہب ہے۔ (معارف السنن: ۶/ ۳۵۶)

ہاں اگر مکہ مکرمہ کی آبادی میں کسی مقام پر تھی کہ حیض بند ہوگیا تو لوٹ کر طواف وداع کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر حدود مکہ سے نکل گئی پھر پاک ہوگئی تو لوٹ کر آنا اور طواف کرنا واجب نہیں۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۳)

مزید تفصیل احکام وداع کے ذیل میں ملاحظہ کریں۔

حیض کی وجہ سے طواف وداع نہ کرنے پر آپ روانگی اور جانے کا حکم فرمادیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت صفیہ کو (روانگی کے وقت) حیض آگیا، اس کا ذکر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ آپ نے فرمایا اس نے ہم کو روک دیا کیا۔ (آپ نے سمجھا کہ طواف زیارت نہیں کیا اور حائضہ ہوگئی) تو حضرت عائشہ نے کہا وہ طواف زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہوئی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں وہ روانہ ہوجائے۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۳۲۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ کو جب کہ وہ طواف فرض کرلیتیں سفر کی اجازت دے دیتے۔ (بلوغ الامانی: ۱۲/ ۲۳۶)

حضرت ام سلیم کہتی ہیں کہ میں طواف (فرض) کے بعد حائضہ ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی کہ میں چلی جاؤں۔ (ابوداؤد، طیالسی، شرح مسند احمد: ۱۲/ ۲۳۷)

فائدہ: اگر عورت نے فرض طواف، طواف زیارت کرلیا ہے، اور پھر اس کے بعد یہ روانگی سے قبل حائضہ ہوگئی تو اس سے یہ طواف معاف ہے اس طواف کے لئے نہیں رکیں گی بلکہ وطن روانہ ہوسکتی ہے، اس کے برخلاف اگر فرض طواف ادا نہیں کرسکی اور حائضہ ہوگئی تو رکنا اور طواف زیارت پاکی کے بعد کرکے جانا فرض ہوگا۔ بغیر طواف زیارت کئے وطن جانا درست نہ ہوگا۔ اور چونکہ طواف فرض کے بعد ہی حلال ہوتی ہے لہٰذا بغیر طواف زیارت کے چلی گئی تو فرض باقی رہا اور شوہر کے لئے جب تک طواف زیارت نہ کرے گی حرام رہے گی۔ خیال رہے کہ طواف وداع کے لئے عورت رکے اور اس کے لئے رکنا آسان ہو کوئی پریشانی نہ ہو۔ تو رکنا جائز ہے۔ یہ اس کے محرم کے اوپر ہے۔ جیسا موقعہ اور وقت ہو گنجائش ہے۔ معارف السنن میں ہے "و هذا علی سبيل الاختيار فی الحائض اذا كان فی الزمان نفس و فی الوقت مهلة فاما اذا اعجلها السير كان لها ان تنفر من غير وداع بدليل خبر صفية." (معارف السنن: ۶/ ۳۵۷)

علامہ ابن منذر نے اس پر تمام فقہاء کا اجماع ثابت کیا ہے کہ طواف زیارت کے بعد حائضہ عورت پر طواف وداع نہیں ہے۔ (شرح مسند: ص ۲۳۶)

خیال رہے کہ اگر عورت پاکی تک رک سکے اس کے پاس وقت ہو جانے پر مجبور نہ ہو تو بہتر ہے کہ پاک ہونے کے بعد طواف وداع کرکے جائے۔ (اعلاء السنن: ۱۰/ ۱۹۸)

طواف وداع سے متعلق عورتوں کے خاص مسائل

◎ روانگی کے ارادہ کے وقت عورت اگر حائضہ ہوجائے تو اس سے طواف ساقط ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں بغیر طواف کئے وطن روانہ ہوسکتی ہے اور کوئی دم یا صدقہ وغیرہ واجب نہیں۔

◎ طواف زیارت کے بعد عورت کو حیض آگیا اسی مدت مکہ میں قیام رہا، قیام ہی کے دوران عورت پاک ہوگئی تو اب اس پر طواف وداع واجب ہوگیا۔

◎ حائضہ عورت بلا طواف کئے مکہ سے روانہ ہوگئی ابھی مکہ مکرمہ کی آبادی کے دوران ہی تھی کہ حیض بند ہوگیا عورت پاک ہوگئی تو حرم واپس آکر غسل کے بعد طواف وداع کرنا ہوگا۔ اگر مکہ کی آبادی اور تعمیرات سے گذر گئی تب حیض بند ہوگیا اور عورت پاک ہوگئی تو اب مکہ مکرمہ لوٹنا واجب نہ ہوگا۔ (شرح مناسک: ص ۲۵۴)

◎ اگر عورت دس دن سے کم مدت میں پاک ہوگئی مگر نہ تو غسل کرسکی اور نہ نماز کا وقت گذرا اور اسی حالت میں مکہ مکرمہ سے چلی گئی۔ تو اس صورت میں بھی طواف معاف ہے اور مکہ مکرمہ لوٹنا اور طواف کرنا واجب نہ ہوگا۔

لیکن اگر وہ لوٹ آئے گی تو پھر طواف وداع واجب ہو جائے گا۔ (شرح مناسک: ص۲۵۴)

◎ اگر عورت نے غسل کر لیا اور نماز کا وقت گذر گیا تو اب لوٹ کر طواف کرنا واجب ہے

موجودہ دور کے مسائل

آج کل سرکاری بس سے مکہ سے جدہ کا سفر ہوتا ہے جو سعودی حکومت کی جانب سے ہوتا ہے عورت بس پر چڑھنے سے قبل حائضہ تھی بس پر چڑھنے کے بعد حیض آ گیا اور وہ مکہ کی آبادی سے حیض کے ختم کی حالت میں گذری تو اس پر نہ لوٹنا اور نہ طواف کرنا واجب ہوگا۔ چونکہ اترنا اور غسل کرنا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ جدہ میں بس سے اترنے کے بعد قیام رہتا ہے، اور وہاں غسل خانے بھی ہوتے ہیں۔ غسل کر کے نماز شروع کر دے ناپاکی کی حالت میں رہ کر نماز قضا نہ کرے۔

اگر بس پر چڑھنے کے بعد عورت پاک ہوگئی بس مکہ میں حدود حرم میں آبادی کے درمیان رکی رہی اور اس پر نماز کا وقت مکہ میں ہی گذر گیا، اس پر طواف واجب ہو گیا۔ لیکن چونکہ بس سے اتر کر لوٹنا اور غسل کرنا اس کے اختیار میں نہیں لہٰذا یہ دم ایک قربانی کی قیمت صدقہ کرے گی اور اسے کوئی گناہ نہ ہوگا۔

حائضہ کے متعلق رخصتی کے آداب

اگر عورت مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت حالت حیض میں ہو تو طواف وداع کرنے حرم میں نہیں آئے گی۔ وہ روانگی سے کچھ پہلے مسجد حرام کے کسی دروازے کے پاس آجائے، اور دعا کر کے واپس آجائے، اور روانہ ہو جائے۔
(شرح لباب: ص۲۵۶)

طواف وداع کے متعلق عورت کو ایک مشورہ

عورت کو اگر اندازہ ہو خواہ تجربہ سے یا اپنی طبیعت سے کہ روانگی کے وقت حیض بند ہو جائے گا ادھر بس لگی ہوئی تیار ہوگی اور وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ غسل کر کے حرم میں طواف کر لوں گی اس کے لئے کم از کم دو تین گھنٹے چاہئے۔ اس صورت میں بہتر تو یہ ہے کہ حیض کے بند ہونے کی شکل میں جلدی سے غسل اور طواف کر لوں گی تو ایسا کرے۔ لیکن وہ سمجھتی ہے کہ ایسے وقت میں بند ہوگا کہ بس لگی تیار ہوگی۔ اور ادھر اندازہ ہے کہ مکہ ہی کے اندر غسل اور ایک نماز کا وقت گذر جائے گا تو وہ خون حیض کے بڑھنے کی دوا کھالے، جس سے خون کچھ دیر تک آہستہ آہستہ آتا رہے، اور اسی حالت میں مکہ مکرمہ کی آبادی گذر جائے تو یہ بہتر تاکہ طواف کے وجوب یا اس کے احتمال سے نکل جائے۔

عورت کو معلوم ہو جائے جیسا کہ اس دور میں روانگی کی تاریخ اور وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں فراغت حج کے بعد جلد ہی روانہ ہو جانا ہے۔ ادھر خطرہ ہو کہ حیض روانگی کے وقت پر نہ منقطع ہو جائے تو وہ طواف زیارت کے بعد

طواف وداع کرے۔ چونکہ اس کا وقت طواف زیارت کے بعد ہی سے شروع ہوجاتا ہے البتہ روانگی سے متصلاً پہلے سنت ہے۔ بہت سے بہت ایسی صورت میں مستحب کے خلاف ہوگا۔ پھر اگر روانگی کے وقت حیض منقطع ہوجائے اور یہ انقطاع حیض کی حالت مکہ مکرمہ میں بس پر گذرے تو کوئی پریشانی نہیں۔ ویسے یہ بات عمومی نہیں تاہم بعضوں کو ایسی صورت اتفاقاً پیش آجائے تو اس کا یہ حل ہے۔

مسئلہ: فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی کے اندر اگر حیض منقطع ہوکر پاک ہوجائے تو لوٹ کر آنا ہوگا اور طواف وداع کرنا ہوگا۔ چونکہ پاک ہوگئی اور مکہ میں ہے، جیسا کہ شرح مناسک میں ہے "و اذ طهرت الحائض قبل ان تفارق بنيان مكة يلزمها طواف الصدر." (شرح مناسک: ص ۲۵۴)

لہٰذا اب اس دور میں بس پر چڑھتے ہی حیض ختم ہوجائے یا روانگی کے قریب تو عود الی الحرم (حرم لوٹنا) چونکہ اس کے اختیار میں نہیں لہٰذا طواف وداع کرنا واجب نہ ہوگا۔

موجودہ دور میں حائضہ عورت کے طواف زیارت سے متعلق ایک پیچیدہ مسئلہ کا حل

آج کل دوسرے ملکوں سے جانے والے حجاج کی روانگی کی تاریخ اور ٹکٹ پہلے ہی سے متعین ہوتا ہے اس میں تبدیلی ناممکن ہوتی ہے۔ بالفرض شدید کوششوں سے تاریخ بدل بھی جائے تو عورت کے محرم اور علاقے کے رفقاء کا مسئلہ ہوتا ہے۔

اول تو تاریخ متعین ہوتی ہے بدلتی ہی نہیں اب اس موجودہ دور میں کوئی عورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت نہ کرسکی اور روانگی کا وقت آگیا اس کی سیٹ بک ہے بہرحال نکلنا ہے، اب ایسی صورت میں اگر عورت چلی جاتی ہے تو حج ناقص الگ رہا زندگی بھر وہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی دوسری طرف دوبارہ آنا اور طواف زیارت کرنا عورت اور اخراجات کی وجہ سے یہ مشکل ترین بلکہ ناممکنات میں سے ہے۔ ایسی صورت میں اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ وہ لنگوٹ کی طرح کپڑا مضبوط اور کس کر باندھ لے تاکہ مبادا خون مطاف میں نہ گرے اور اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے ندامت اور توبہ اور استغفار کے ساتھ طواف زیارت کرلے۔ اب ایسی صورت میں یہ حلال ہوجائے گی اور اس کے ذمہ ایک اونٹ کی قربانی حرم میں واجب ہوجائے گی لہٰذا اونٹ کی قربانی خواہ حرم میں کرادے یا کسی کو وکیل بنا کر اس کی رقم دے دے تو اس طرح فرض بھی ساقط ہوجائے گا اور شوہر کے لئے حلال بھی ہوجائے گی۔ (اعلاء السنن: ص ۳۴۰، شرح مناسک: ص ۳۴۴، معارف السنن: ۶/ ۵۸ تا ۳)

اگر حیض یا کسی بھی وجہ سے طواف زیارت نہیں کیا اور وطن چلی آئی میقات سے باہر آگئی تو حج کا یہ رکن باقی رہا حج نہ ہوا۔ اور نہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہوئی۔ اس کی تلافی دم وغیرہ سے بھی نہ ہوگی۔ طواف کرنا ہوگا لہٰذا وہ عمرہ کی نیت سے احرام عمرہ کا باندھ کر مکہ آئے اولاً عمرہ کرے عمرہ کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد طواف

زیارت کرے۔ (غنیۃ المناسک :ص ۲۷۲)

عورتوں کے حج کا ایک خاکہ کچھ مسائل واحکام

◎ عورت پر حج فرض (جب کہ مال اور صحت ہو) ہے جب کہ اس کے پاس محرم کا خرچہ ہو یا کوئی محرم یا شوہر اس کے ساتھ جا رہا ہو۔ ورنہ جائز نہیں۔

◎ عورت نفلی حج کر سکتی ہے۔ (محرم کے ساتھ)

◎ عورت کے پاس اپنا بھی صرفہ حج کا ہے اور محرم کا بھی صرفہ ہے حج ادا کر سکتی ہے، اس کا شوہر نہیں ہے اور کوئی محرم نہیں ہے یا محرم جانے کو تیار نہیں ہے۔ تو عورت پر حج واجب نہیں ہے، اگر حج کرنا چاہتی ہے تو کسی سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ سفر حج کرے۔

◎ عورت اگر عدت کی حالت میں ہو تو اس کے لئے سفر حج جائز نہیں خواہ عدت وفات ہو یا عدت طلاق۔

◎ عورتوں کی خواہ کتنی ہی بڑی جماعت ہو اس کے ساتھ حج کرنا درست نہیں ہے اور ساری عورتیں گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوں گی۔

◎ عورت حج کی تینوں قسمیں حج افراد، حج تمتع، اور حج قران کر سکتی ہے۔

◎ جب حج کا سفر شروع ہو رہا ہو اور روانگی کا وقت آ گیا ہو، اور سفر ہوائی جہاز کا ہو تو ہوائی جہاز پر جانے سے پہلے احرام باندھ لے۔

◎ احرام سے پہلے بہر صورت غسل احرام سنت ہے خواہ حیض کی حالت میں کیوں نہ ہو۔

◎ بالوں کی صفائی اور ناخن وغیرہ خوب اچھی طرح کاٹ لے۔

◎ خوب اچھی طرح صابن وغیرہ لگا کر میل کچیل صاف کرے غسل کر کے غسل کے بعد ہر دن کی طرح سلے کپڑے پاجامہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ پہن لے۔

◎ عورتوں کے لئے احرام کی دو چادر نہیں ہے وہ سلے کپڑے پہنیں گی۔ اور پیر کا موزہ بھی پہن سکتی ہیں۔

◎ عورت ایسا چپل پہنیں گی جس سے ٹخنے چھپ جائیں عورت چوڑی زیور وغیرہ بھی پہن سکتی ہے۔

◎ عورتوں کو احرام میں سر کا چھپانا واجب ہے۔

◎ ایک رومال چھوٹا سا سر پر پیشانی کے اوپر سے بالوں تک باندھ لیں تا کہ سر نہ کھلے اور سر کے بال نہ ٹوٹیں۔ اور وضو کرتے وقت اس کپڑے کو ہٹا کر مسح کرنا ہوگا۔

◎ غسل سے فارغ ہونے کے بعد اور کپڑے پہن لینے کے بعد دو رکعت احرام کی نیت سے نماز پڑھیں۔ جس طرح عورتیں نماز پڑھتی ہیں اسی طرح نماز پڑھیں صرف چہرہ کھلا رہے۔

◎ سلام سے فارغ ہونے کے بعد جون ساحج کرنا ہے اس کی نیت دل سے کریں اور زبان سے کہیں اے اللہ میں حج کی نیت کرتی ہوں، اسے میرے لیے آسان فرما اور قبول فرما یا اللہ اسے اپنی رضامندی کا ذریعہ بنا۔

◎ نیت کرنے کے بعد ہلکی آواز سے تلبیہ کے الفاظ ادا کریں۔اب عورت احرام میں داخل ہوگئی ایسا بھی کرسکتی ہے کہ غسل اور کپڑے وغیرہ پہن کر ہوائی جہاز پر چڑھ جائیں۔اور غسل کا وضو باقی رکھیں۔اور جب ہوائی جہاز پر میقات کے آنے کا اعلان ہو تو جون ساحج کرنا ہو نیت کرلیں۔اور اس کے بعد تلبیہ ذرا ہلکی آواز سے پڑھ لیں۔عورتوں کو زور سے تلبیہ پڑھنا گناہ ہے۔اس کے بعد ذکر کرتی رہیں اور ہلکی آواز سے تلبیہ پڑھتی رہیں۔

◎ عورتیں چلتے پھرتے یا اس مقام پر جہاں اجنبی مرد ہوں، مثلاً ہوائی جہاز وغیرہ میں چہرے پر نقاب ڈالی رہیں۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سر پر ایک جس کے آگے کا حصہ پیشانی کے جانب نکلا اور بڑھا ہوا جیسا کہ انگریزی ٹوپ ہوتا ہے اسے پہن لیں اور اس کے اوپر سے نقاب ڈالیں، یہ اس لئے ہے تاکہ اجنبی سے پردہ بھی ہوجائے۔ اور کپڑا چہرے پر نہ لگے، چونکہ کپڑے کا منھ پر لگنا اور سٹنا منع ہے۔ چہرہ کھولے اجنبی مردوں کے سامنے رہنا حج اور احرام کی حالت میں بھی جائز نہیں۔

اے ماؤں بہنو! اس مسئلہ میں شریعت اور سنت دیکھو دوسری عورتوں کو مت دیکھو جو چہرے کھولے دوسرے مردوں کو گناہ گار بناتی رہتی ہیں۔خود بھی گنہگار دوسرے کو گنہ گار بناتی ہیں۔ حج جیسی عظیم عبادت حرم جیسا کہ محترم مقام، یہاں ہرگز بے پردگی کا گناہ مت کرو۔ پھر مکہ میں داخل ہونے لگو تو حسب سہولت غسل کرلو۔ جدہ ایئرپورٹ پر عورتوں کا غسل خانہ ہے۔ سہولت ہو تو غسل کرو۔ دیکھو خوشبودار صابن مت لگاؤ اور نہ میل چھڑاؤ کہ تم احرام کی حالت میں ہو۔ حدودِ حرم میں داخل ہونے کی دعا پڑھو، مکہ میں داخل ہونے کی دعا پڑھ لو۔

دعا کی کتاب ''حج وعمرہ کی مسنون دعاء'' اپنے ساتھ رکھو۔ دعا زبانی یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لو۔

◎ جب مکہ مکرمہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جاؤ۔ تو جلدی سے سامان وغیرہ اپنی رہائش گاہ پر محفوظ طریقہ سے رکھو۔ کھانے کی ضرورت ہو تو کھانا یا ناشتہ کرلو۔ وضو وغیرہ کرلو۔ فوراً اپنے محرم کے ساتھ خانہ کعبہ طواف کے لئے جاؤ۔ اس میں تاخیر نہ کرو کہ حج کے لئے آنے والوں کا سب سے پہلا کام مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی طواف کرنا ہے۔

سہولت ہو سکے اور معلومات بھی ہو تو باب بنی شیبہ سے یا باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو۔ ورنہ جس دروازے سے آسانی ہو۔

◎ مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت دایاں پیر اندر رکھو اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھو۔ جیسے ہی خانہ کعبہ نظر آئے ہاتھ اٹھا کر دعا جو اس وقت کی ہے کرلو۔ پھر سیدھے حجر اسود کی جانب جاؤ۔ آج کل مردوں کا تو حجر اسود پر جانا ہوتا ہی نہیں۔ عورتیں کہاں جا سکتی ہیں۔

◎ حجر اسود کے سامنے ہو جاؤ اس کی علامت سبز روشنی ہے۔ یہ روشنی حجر اسود کا سیدھ اور سامنا بتاتی ہے۔ نیت کر کے استیلام کر کے طواف شروع کردو۔ اس کے لئے دیکھو طواف کا مسنون طریقہ اس کے مطابق طواف کرلو۔

◎ طواف کنارے سے کرو۔ بیچ میں جہاں مردوں کا زیادہ ہجوم ہو نہ کرو۔

◎ بہتر ہے کہ رات کو طواف کرو۔ عورتوں کے لئے یہی وقت بہتر ہے۔

◎ طواف کے چکر میں حجر اسود کے سامنے آتے ہوئے مت رکو۔ صرف اتنا کہ دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے چوم لو، اور دعا پڑھ لو۔

◎ طواف میں رمل مت کرو۔ یہ مرد کے لئے ہے (یعنی شروع کے ۳ر چکر میں ذرا تیز رفتاری سے چلنا)

◎ دوسری عورتوں کو طواف میں دیکھ کر نہ دوڑو۔ اور نہ مجمع کے بیچ میں گھسو، نہ مردوں سے ٹکراؤ۔

◎ سات چکر جب پورے ہو جائیں تو استیلام کر کے طواف ختم کردو۔

◎ سات چکروں کو یاد رکھنے کے لئے سات دانے کی تسبیح کا استعمال کرو۔

◎ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے آجاؤ جہاں مردوں کی بھیڑ نہ ہو۔ زیادہ پیچھے ہو جاؤ یہاں بھیڑ نہیں ہوتی ہے۔ طواف کی دو رکعت نماز پڑھو۔ دعائیں مانگو۔ ”دعائے آدم“ بھی مانگو یہ مستحب ہے حج و عمرہ کی مسنون دعا میں اس کا ذکر ہے۔

◎ طواف کے بعد بہتر ہے کہ زمزم پی لو۔

◎ عموماً ہند و پاک کی عورتیں تمتع کرتی ہیں۔ لہٰذا پہلے عمرہ کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا عمرہ کا احرام ہے، تو طواف کے بعد سعی کرنی ہوگی۔

◎ سعی کرنے کے لئے حجر اسود کے سامنے آکر استیلام کریں، اس کے بعد باب الصفا سے صفا کی طرف نکل جائیں۔

◎ حجر اسود کے سامنے اونچائی پر ایک بورڈ بھی لکھا ہے۔ ”باب الصفا“ اسی طرف سے نکل کر صفا کی جانب چلی جائیں۔ اور سعی کا جو طریقہ لکھا ہے، اس کے مطابق سعی کریں۔

◎ دو سبز ستونوں کے درمیان مرد ہلکی رفتار سے دوڑیں گے عورتیں بالکل نہیں دوڑیں گی، بالکل چلنے کی رفتار سے

چلیں۔عورتوں کے لئے یہ منع ہے۔ جاہل عورتوں کو دیکھ کر ہرگز یہاں پر تیز نہ چلیں۔

◎ سعی کرتے وقت مردوں کے ہجوم میں نہ گھسیں مردوں سے الگ کنارے کنارے سعی کریں۔

◎ سعی سے فارغ ہونے کے وقت اپنے بالوں کو ایک پوروے کے برابر کاٹ لیں۔

◎ عورتوں کا کسی اجنبی مرد سے بال کٹوانا حرام ہے۔عورتیں بال کاٹنے کے لئے سیلون میں نہیں جاسکتیں یہ حرام ہے۔

◎ مروہ کے پاس بہت سے نائی عورتوں کے بال کاٹتے ہیں عورتیں ان سے بال کٹاتی ہیں۔ یہ درست نہیں۔ شوہر ہوتو شوہر سے کٹائے یا خود اپنے سے چوٹی کے کنارے سے ایک انگل کاٹ لے۔

◎ اب عورت کا احرام کھل گیا۔عمرہ پورا ہوگیا۔

◎ اگر عورت کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے حیض آگیا تو طواف وسعی نہ کرے گی۔اپنی رہائش گاہ پر ذکر تلبیہ کرتی رہے جب پاک ہوجائے تب طواف اور سعی کر کے عمرہ سے حلال ہوگی۔

◎ پھر ۸/تاریخ کو حج کا احرام باندھے، یہ احرام اپنی رہائش گاہ پر باندھ لے۔

◎ عورت جس حال میں بھی ہو، احرام باندھے گی حج کی نیت اور تلبیہ پڑھیں گی۔البتہ ناپاکی کی حالت میں ہوتو نماز احرام نہیں پڑھیں گی۔

◎ ۸/کی صبح اپنے محرم کے ساتھ منیٰ چلی جائیں گی۔اور وہاں ۹/کی صبح تک رکیں گی اور ظہر عصر مغرب عشاء فجر پڑھیں گی۔

◎ منیٰ کے خیمے میں مرد سے الگ پردہ ڈال کر رہیں گی۔تا کہ بے پردگی کا گناہ نہ ہو۔

◎ اگر عورت شرعاً مسافرت کی حالت میں ہے قصر کرے گی ورنہ پوری نماز پڑھے گی۔اپنے محرم سے دریافت کرے۔

◎ منیٰ کے خیموں میں عورتیں جماعت کرتی ہیں، اگر صرف عورتوں کی جماعت ہوتو عورت امام ہوتو یہ درست نہیں، اور اگر مردوں کے پیچھے پڑھتی ہیں تو جائز ہے۔مگر عورتوں کو تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے۔ جماعت کے ساتھ نہ پڑھے جیسے اپنے وطن میں گھر میں تنہا پڑھتی تھیں۔اسی طرح یہاں بھی۔

◎ ۹/تاریخ کی صبح کو اپنے محرم کے ساتھ عرفات جائیں گی۔

◎ وقوف عرفہ کے لئے عورتوں کو بھی زوال یا ظہر سے قبل غسل کرنا مستحب ہے۔

◎ عرفات کے بعد ان میں وقوف کا وقت زوال کے بعد سے مغرب کے بعد تک ہے۔

◎ اپنے اپنے وقت پر ظہر عصر کی نماز پڑھیں گی۔

◎ مغرب کے بعد عرفات میں ذکر دعا اور وظائف میں لگی رہیں گی۔
◎ عورتوں کے لئے بھی کھڑے ہوکر وقوف کرنا، دعا وغیرہ میں لگنا سنت ہے۔ (ہدایۃ السالک: ۳/۱۰۱۵)
◎ ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہوکر دعا کرنا عورت کے لئے بھی سنت ہے۔ تھوڑی دیر کھڑی ہوکر دعا کرے تو بھی سنت ادا ہوجائے گی۔
◎ گناہ کی بات ہے کہ عرفات کے میدان میں عورتیں بڑی آزادی سے مردوں سے مخلوط ہوکر ذکر دعا میں لگی رہتی ہیں۔ عورتوں کو چاہئے کہ مردوں سے الگ مثلاً چادر وغیرہ کا کوئی پردہ ڈال لے اور دعاؤں میں رہیں۔
◎ اگر عورت ناپاکی کی حالت میں ہے صرف نماز اور قرآن پاک کی تلاوت نہ کریں باقی دعا وظیفہ میں مشغول رہیں اپنے محرم کے ساتھ مغرب کے بعد مزدلفہ کی جانب روانہ ہوجائیں۔
◎ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ عورتیں بھی پڑھیں گی۔
◎ یہاں مزدلفہ میں بھی عورتوں اور مردوں کا خلاف شرع خلط ہوتا ہے۔ بسا اوقات اجنبی مردوں کے بغل میں عورتیں بیٹھی لیٹی ہوتی ہیں۔ ساتھ میں جو عورتیں ہیں وہ مردوں سے الگ ہوکر لیٹے سوئیں ذکر عبادت میں رہیں۔
◎ صبح صادق کے بعد سے سورج نکلنے تک ذکر دعا میں لگی رہیں۔ اس وقت مزدلفہ میں رہنا واجب ہے۔
◎ مزدلفہ میں صبح کی نماز عورتیں بھی بالکل صبح ہوتے ہوئے ہی پڑھیں گی۔ اس کے بعد ذکر دعا میں لگیں گی۔
◎ مزدلفہ سے سورج نکلنے میں چند منٹ باقی ہوں تو منیٰ کی طرف نکل جائیں گی۔
◎ اگر عورت کمزور بیمار ہو یا مٹاپے وغیرہ کی وجہ سے بھیڑ کے ساتھ چلنا مشکل ہو تو رات کے اخیر میں صبح صادق سے پہلے بھی عورتیں کسی کے ساتھ جاسکتی ہیں۔
◎ مزدلفہ کا وقوف عورتیں عذر مذکور کی وجہ سے چھوڑ سکتی ہیں۔ مرد پر بہر صورت واجب ہے۔
◎ منیٰ سے تلبیہ پڑھتے ہوئے عورتیں اپنے خیمہ میں محرم مرد کے ساتھ چلی آئیں گی۔
◎ عورتیں رات میں رمی کریں گی۔ ان کے لئے رات میں رمی بہتر ہے۔ دن میں مردوں کی بھیڑ میں بہتر نہیں۔
◎ رمی سے فارغ ہونے پر عورت نے اگر تمتع کیا ہے تو قربانی کرائے۔
◎ معلوم ہوجائے کہ قربانی ہوگئی ہوگی تو عورت اپنے سر کے بالوں کو چوٹی کے پاس سے ایک انگل یا بہتر ہے کہ اس سے زائد قینچی سے کاٹ لے۔
◎ اگر پورے سر سے بال کا کاٹنا ہوسکے تو صرف ایک پوروے ایک انچ کے برابر کاٹے۔ اگر چوتھائی سر کے بال

کو لے کر کاٹے تو پھر ایک انگل یا اس سے کچھ زائد کاٹے۔

◎ لڑکی کا بھی یہی حکم ہے اگر وہ حج کر رہی ہو۔

◎ اس کے بعد طواف زیارت کرے خواہ دن میں یا رات میں۔

◎ سنت اور بہتر ہے کہ طواف رات میں کرے۔

◎ اگر حج کی سعی پہلے کر چکی ہے تو اب صرف طواف کرے۔

◎ اگر حج کی سعی پہلے نہیں کر سکی ہے تو طواف کے بعد سعی بھی کرنا واجب ہے۔

◎ یہاں بھی سعی میں دو سبز ستونوں کے درمیان دوڑنا عورتوں پر نہیں ہے۔

◎ طواف کرنے کے بعد اب یہ عورت پورے طور پر حلال ہوگئی۔ احرام سے مکمل طور پر آزاد ہوگئی۔ اب اس پر احرام کی کوئی پابندی نہیں۔ ہاں مگر شوہر طواف نہ کر سکا ہو تو اسے بیوی سے ملنا جائز نہیں۔

◎ اگر طواف زیارت کے موقع پر عورت کو حیض آ گیا تو رک جائے اور پاکی کے بعد کرے۔

◎ اگر عورت طواف زیارت ۱۲ر تاریخ کی شام تک حیض آجانے کی وجہ سے نہ کر سکے تو جب پاک ہو جائے تب کرے اس صورت میں تاخیر کی وجہ سے کوئی دم نہیں۔ ہاں جب تک طواف نہ کرلے گی نہ حج ہوگا۔ نہ احرام سے آزادی ہوگی اور نہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔

◎ پھر بہر صورت طواف کرے یا نہ کرے منیٰ کے خیمے میں رہے، رات کو منیٰ میں ۱۰/۱۱/۱۲ کو رہنا سنت موکدہ ہے۔

◎ ۱۱/۱۲ر کی رمی زوال کے بعد سے حسب سہولت جب چاہے کرے۔ رات کو کرنا بہتر ہے۔

◎ ۱۱/۱۲ر کو تینوں جمرات کی رمی کرنی ہے۔

◎ اگر ۱۳ر کو منیٰ میں قیام کا ارادہ نہیں ہے تو اپنے محرم کے ساتھ ۱۲ر کی رمی کر کے مغرب سے پہلے پہلے حدود منیٰ سے نکل جائے۔ اگر مغرب کا وقت منیٰ میں ہو جائے تو پھر نکلنا مکروہ ہوگا۔

◎ منیٰ سے مکہ مکرمہ اپنی رہائش گاہ میں آجاؤ۔ اور باقی اوقات وطن روانگی تک ذکر تلاوت میں گذارے۔ نفل اعتکاف اور نفل عمرہ بھی اس درمیان کر سکتی ہے۔

◎ تم عورتوں کے لئے حرم کی نماز سے بہتر اپنے گھر کی نماز ہے۔ لاکھ نماز مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں۔ اگر حرم جاؤ تو عورتوں کی جگہ پردے سے عبادت تلاوت میں لگی رہو۔ بے پردہ حرم میں ہر طرح آزاد بے حیا عورتوں کی طرح چکر نہ کاٹو۔ بلاضرورت بے پردہ بازاروں کی سیر نہ کرو۔

◎ حرم میں جماعت میں شرکت کی نیت کے بجائے خانہ کعبہ دیکھنے کی نیت سے جاؤ۔ خانہ کعبہ دیکھنے کا بھی

ثواب ہے۔ اور یہ صرف یہاں آ کر ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہاں آ کر پردہ کے ساتھ منہ پر نقاب ڈالے ہوئے یا عورتوں کی جگہ سے خانہ کعبہ کو دیکھتی رہو۔

◎ جب وطن روانگی کا وقت آجائے تو نہایت ہی رنج وحسرت کے ساتھ طواف وداع، رخصتی کا طواف کرو۔ اور حسرت بھری نگاہ سے دعا وداع پڑھتے ہوئے آؤ حرم سے آتے وقت خانہ کعبہ کو دیکھتی ہوئی نکلو اور رہائش گاہ پر آجاؤ۔ اور سفر کی نماز و دعا کے بعد محرم کے ساتھ وطن کی جانب روانہ ہوجاؤ۔ اور مسجد حرام کے گنبد نظر آئیں تو حسرت بھری نگاہ سے اسے دیکھتی جاؤ۔

◎ اگر رخصت و روانہ ہوتے وقت حیض کی حالت ہوجائے تو کوئی غم نہیں۔ حرم مت جاؤ طواف مت کرو۔ ایسی حالت میں طواف وداع تم سے معاف ہے۔ اور نہ طواف وداع کے لئے رکنے کی ضرورت ہے۔ بہت سے بہت شوق ہوتو مسجد حرام میں باب الوداع پر چلی جاؤ یا مسجد حرام کے کسی بھی دروازے سے جہاں سے خانہ کعبہ نظر آئے باہر کھڑی ہوکر خانہ کعبہ کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھ لو اور خانہ کعبہ کے رب سے دعا کرلو۔

عورتوں کو مسجد حرام کے بجائے بلڈنگ میں نماز پر ایک لاکھ کا ثواب ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے ان سے پوچھا گیا حرم کی ایک نیکی کا کیا ثواب ہے۔ تو فرمایا حرم کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ (حاکم: ص ۶۳۱، ترغیب: ص ۱۶۷، سنن کبریٰ: ۴/۲۳۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک دن کے روزہ کا ثواب ایک لاکھ روزے کے برابر ہے۔ اور ایک درہم کا ثواب ایک لاکھ درہم کے برابر ہے۔ اور ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ (القریٰ: ص ۱۵۸)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں مسجد حرام کے علاوہ مکہ مکرمہ میں کسی بھی مقام پر اپنے جائے قیام پر پڑھ لے تب بھی ہر نماز خواہ فرض ہو یا نفل ہو ایک لاکھ کا ثواب ملے گا۔

اسی طرح ایک ختم قرآن پاک کا ثواب گویا کہ ایک لاکھ ختم قرآن کے برابر ہے۔ اسی طرح ایک ریال خرچ کرنے کا ثواب ایک لاکھ ریال خرچ کرنے کے برابر ہے۔

غرض کہ ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ یہ حرم کی برکت ہے۔

پس جو عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ مسجد حرام میں خانہ کعبہ میں جا کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ اور کمرے میں یہ ثواب نہیں ہے۔ یہ خیال غلط ہے نادانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے مکہ مکرمہ میں حدود حرم میں جہاں کہیں پڑھ لو۔ ایک لاکھ کا ثواب لے لو۔ پھر یہ کہاں سے آگیا کہ کمرہ اور جائے قیام اور بلڈنگ میں پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نہیں۔ عورتوں کے لئے تو ویسے بھی مسجد (خواہ مسجد حرام کیوں نہ ہو) سے بہتر گھر میں

کمرے میں نماز پڑھنے کا ثواب ہے۔

عورتوں کو پردہ میں رہ کر نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔

اژدحام اور بھیڑ میں عورتوں کا بار بار مسجد حرام جانا بہتر نہیں ہے۔ بسا اوقات بے پردگی کا گناہ ہوتا ہے۔ مسجد حرام میں بھی چہرہ کھولے پھرتی رہتی ہیں۔ اجنبی مردوں کو اپنے چہرے کا حسن دکھلاتی ہیں۔ جو گناہ سے خالی نہیں۔ اور حرم میں جیسے ثواب زیادہ ہے ویسے گناہ کی سزا بھی زیادہ ہے۔ پس عورتوں کو جب مسجد حرام میں جانا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بہتر نہیں اور لاکھ کا ثواب کمرے میں ہی مل جاتا ہے تو پھر جانے سے گریز کرنا چاہئے۔ ہاں خانہ کعبہ کو دیکھنے کی نیت سے کبھی کبھی چلی جائیں تو یہ ثواب ہے۔ چونکہ خانہ کعبہ کو دیکھنا ثواب ہے۔

احرام کی حالت میں بھی عورتوں کو چہرے کے پردہ کا حکم ہے اور اس کا ترک گناہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حج) میں تھے۔ اور ہم سب احرام کی حالت میں تھے۔ جب مردوں کا قافلہ ہمارے (قریب) سے گذرتا تو اپنے کپڑے کو سر پر سے نیچے (چہرہ پر لٹکا لیتے تھے، جب وہ قافلہ گذر جاتا تھا تو چہرے پر سے کپڑا اٹھالیا کرتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ص ۲۰۲، ابوداؤد: ص ۲۵۴، ابن ماجہ: ص ۲۱۶، سنن کبریٰ: ۵/۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ جب مردوں کا قافلہ گذرتا تو اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیتے تھے۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۰۳)

حضرت فاطمہ بنت منذر نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ "كنا نغطى وجوهنا من الرجال." ہم لوگ (عورتیں) مردوں کی وجہ سے اپنے چہروں کو چھپالیا کرتی تھیں۔ (ابن خزیمہ: ۴/۲۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورت اپنے چہرے پر چادر لٹکالے اور وہ اس کے چہرے پر نہ لگے۔ (اعلاء السنن: ۱۰/۲۲۳)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حالت احرام میں اپنے چہرے کو ڈھانکے رہتی تھیں۔ (بلوغ الامانی: ۹/۲۰۴)

اسماعیل بن خالد کی والدہ نے کہا کہ ہم لوگ ۸ویں تاریخ کو حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ میں نے کہا اے ام المؤمنین یہاں ایک عورت ہے، جو احرام کی حالت میں چہرے پر کپڑا ڈالنے سے منع کرتی ہے انکار کرتی ہے۔ (اس وجہ سے چہرے پر لگنا اور سٹنا منع ہے لہٰذا سیدھا کپڑا ڈالنے سے انکار کرنے لگی) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سینہ پر سے دوپٹہ اٹھایا اور اپنے چہرے پر ڈال دیا۔ (دکھایا کہ اس طرح چہرے پر ڈالا جائے اور چہرے پر لگے نہیں)۔ (اعلاء السنن: ۱۰/۲۲۳)

فائدہ: معزز خاتون ان روایتوں پر غور کیجئے۔ یہ روایتیں اور آپ کی بیویوں کا عمل صاف صاف ظاہر کرتا ہے کہ

حالت احرام میں بھی پردہ چہروں کا اجنبی مردوں سے ہے۔ آزادی سے ہر وقت چہرہ کھولے نہیں رہا اور چلا پھرا جائے گا۔ جیسا کہ عموماً منیٰ عرفات مزدلفہ جاتے ہوئے عورتیں اپنا چہرہ آزادی کے ساتھ ہر وقت کھولے رکھتی ہیں۔ خلاف شریعت ہے۔ جہاں اجنبی اور غیر مرد ہوں۔ وہاں چہرے کو چھپایا جائے گا۔ تاکہ چہرے پر اجنبی مرد کی نگاہ نہ پڑے۔ کہ یہ بے پردگی کا گناہ ہے۔ پس جو لوگ یا جو عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ احرام کی حالت میں چہرے کا پردہ نہیں ہے۔ وہ بالکل جہالت اور غلط ہے۔ وہ ان روایتوں کا جواب دیں۔ ہاں یہاں ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے۔ احرام کی حالت میں چہرے پر کسی کپڑے کا لگنا، چھونا اور سٹنا منع ہے۔ کپڑا یا نقاب ایسے طور پر ڈالنا کہ چہرے کے سامنے لٹکا رہے، باہر سے چہرہ نظر نہ آئے، اور چہرہ پر لگے اور سٹے نہیں بالکل جائز درست سنت سے ثابت ہے اور اجنبی مردوں کے سامنے ایسا کرنا واجب ہے۔ اس کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ سر پر ٹوپ ڈال لیں جس کا اگلا حصہ تھوڑا باہر ہوتا ہے، اس پر سے نقاب ڈال لیں تو اس طرح چہرے کو کپڑا نہیں لگے گا۔ اور پردہ بھی ہو جائے گا۔

اے معزز خاتون! بے پردگی میں دوسری عورتوں کی نقل مت کرو۔ آپ کی پاک بیویوں کی طرح چہرہ کا پردہ کرلو۔ حج مبرور کا ثواب پاؤ گی یہ کوئی مشکل نہیں ارادہ کرو گی تو آسان ہو جائے گا۔

عورتوں کو سفر حج میں خاص کر کے پردہ کی تاکید اور اس کا اہتمام اور اجانب سے احتیاط کا حکم

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے ازواج مطہرات کے ساتھ اس سال بھیجا جس سال حضرت عمر کی وفات ہوئی کہ ان کو حج کرا دیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے آگے چلتے تھے۔ اور وہ کسی بھی آدمی کو ان کے قریب نہ ہونے دیتے تھے اور نہ ان کو کوئی دیکھ سکتا تھا۔ مگر منتہائے نظر سے (یعنی بہت دور دراز سے نظر پڑ سکتی ہو) اور عبدالرحمٰن کو ان ازواج مطہرات کے پیچھے رکھا وہ بھی اسی طرح کرتے تھے (یعنی کسی اجنبی آدمی کو بالکل قریب نہیں آتے تھے بس دور دراز سے ان کا قافلہ معلوم ہوتا تھا) اور ان کو ہودج میں (اونٹ کے اوپر چاروں طرف سے گھرے کپڑے) رکھا، اور وہ ان کو کسی نشیبی سایہ میں ہی اتارتے تھے اور ان کے قریب سے کسی کو گذرنے آنے جانے نہیں دیتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم بن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان ان ازواج مطہرات کے آگے اور حضرت عبدالرحمٰن ان کے پیچھے چلتے تھے اور یہ دونوں حضرات کسی بھی فرد بشر کو ان کے قریب ہرگز آنے جانے نہیں دیتے تھے اور حضرت عمر تو ہر پڑاؤ میں ان کے پاس رہتے تھے۔ (ابن سعد: ۸/۲۰۹)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو کس قدر پردے کے اہتمام کے ساتھ حج کرایا گیا کہ کوئی فاصلہ سے ان کو تو کیا ان کے سایہ کو بھی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ کتنا اہتمام سامنے اور پیچھے سے کیا گیا تھا کہ ان کے قریب سے بھی کوئی نہ گذرے وہ بھی اس بات کے ساتھ کہ اونٹ پر چہار جانب کپڑوں کے پردوں میں تھیں۔ پردہ کا یہ اہتمام سفر حج

میں کیا جارہا ہے۔ پردہ کا اس درجہ اہتمام کرانے والے خلفائے راشدین حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جیسی بلند پایہ ہستی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو سفر حج خاص اہتمام اور تاکید سے پردہ کرنا چاہئے، اجنبی مردوں کے قرب سے اور ان کے خلط سے بچانا چاہئے۔ اجنبی مردوں کو اپنا چہرہ ہرگز دیکھنے کا موقعہ نہ دینا چاہئے۔ افسوس در افسوس کہ آج کل عورتوں نے حج جیسے عظیم ترین سفر میں پردے کو بالائے طاق رکھ دیتی ہیں۔ اپنے چہرے کے حسن کا نظارہ غیر مردوں کو بلا جھجک دکھلاتی ہیں۔ اور سمجھتی ہیں کہ حج میں پردہ نہیں۔ یہ غلط ہے۔ حج کے موقع پر تو اور پردہ چاہئے کہ حج جیسی عظیم عبادت جس کا موقع بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ بے پردگی کی گناہ سے اس میں فتور اور نقصان نہ شامل ہوجائے۔ اور بے پردگی کا گناہ نیکی اور مغفرت میں حائل نہ ہوجائے۔ کہ یہ بڑے گھاٹے کی بات ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ حج میں لوگوں کی نگاہ نگاہ بد نہیں ہوتی یہ غلط ہے حج کی وجہ سے آدمی کا نفس تھوڑے ہی ختم ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں آدمی سے مطلب نہیں اچھی نگاہ ہو یا بری۔ ہمیں اللہ کا حکم رسول کی سنت صالحین کا طریقہ دیکھنا چاہئے۔ عورتوں کو چاہئے کہ اس واقعہ کو بار بار پڑھیں۔

پس اے حج کو جانے والی عورتوں! آزاد عورتوں کا دیکھا دیکھی بے پردگی مت اختیار کرو۔ خواہ محلے اور رشتہ دار اور غیر محرم کیوں نہ ہوں ان سے پردہ کا اہتمام، کمرے میں چادر گھیر کر پردہ کرلو۔ اجنبی سے چہرے کا بھی پردہ کرو۔ ازواج مطہرات کے اس واقعہ کو سامنے رکھو اور اس سے سبق حاصل کرو۔ اور حج جیسی عبادت کو بے پردگی کی گناہ سے فاسد نہ کرو۔ خود بھی گناہ سے اور دوسرے کو بھی گناہ سے بچاؤ۔

عورت کو حج کے بعد کسی دوسرے دنیاوی سفر سے آپ نے منع فرمایا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا یہ ہوگیا (حج ہوگیا) اس کے بعد چٹائی کو (گھر کی چہار دیواری کو) لازم پکڑلو۔ (ابن سعد، عمدۃ القاری)

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی عورتوں سے فرمایا تھا، یہ حج کرادیا، اب گھر کو لازم پکڑو۔ (ابن سعد: ۸/ ۲۰۸)

ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ نے کہا میں نے حج کرلیا اور عمرہ کرلیا اب اپنے گھر بیٹھوں گی (کہیں نہیں جاؤں گی) جیسا کہ اللہ پاک نے ہمیں حکم دیا ہے۔ (قرن فی بیوتکن میں)۔

(ابن سعد: ۸/ ۲۰۸)

موسیٰ بن یعقوب کی روایت میں ہے کہ حضرت زینب بنت جحش نے جو حج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا، یہاں تک کہ خلافت فاروقی ۲۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوگیا۔ (ابن سعد: ۸/ ۲۰۸)

فَائِدَہ: آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ حج کرا دیا۔ اور یہ فرمایا کہ اب حج کا سفر ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے گھروں کو لازم پکڑ لینا۔ یعنی کوئی سفر یا ادھر ادھر دور دراز نہ جانا۔ چنانچہ حضرت سودہ اور حضرت زینب تو اس پر اس شدت سے عمل کرتی تھیں۔ گھر کے علاوہ کہیں نہیں جاتی تھیں حتیٰ کہ حج و عمرہ تک نہیں کرتی تھیں۔ اور آپ کے منع کرنے کا گھر پکڑنے کا یہی مطلب سمجھ کر عمل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کر لیا کرتی تھیں۔ اور سمجھتی تھیں کہ حج کی گنجائش ہے اور دیگر سفر سے آپ نے منع کیا ہے۔ اس وجہ سے مسند بزار مرتب میں باب قائم کیا ہے عورت حج کے بعد دوسرا سفر نہ کرے۔

بہرحال آپ ﷺ نے حج کے بعد دیگر کسی سفر سے جو بلا ضرورت شدیدہ کے ہو منع فرمایا ہے۔ تاکہ حج کی برکت اور نیکیوں پر قائم رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جائے۔

لہٰذا عورتوں کے لئے ازواج مطہرات کی طرح بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ حج کے بعد کوئی دنیاوی سفر جیسے سیر و تفریح کے لئے بلا ضرورت خاص کر کے رشتہ داروں کے پاس بھی جانے کا سفر اختیار نہ کرے بعض عورتیں حج کے بعد بڑی آزادی کے ساتھ ادھر ادھر رشتہ داری میں، شہروں اور دیہاتوں میں گھومتی پھرتی ہیں یہ بہتر نہیں اس سے بسا اوقات ماحول کی برائیوں کی وجہ سے حج کی نیکیاں اور برکات جاتی رہتی ہیں۔ ویسے بھی عورتوں کو گھروں کے اندر ہر اعتبار سے بہتر ہے کہ گھر کے باہر شیطان اس کا طالب رہتا ہے۔

حج مبرور جس کی جزا جنت ہے بسا اوقات لوگ حاصل نہیں کر پاتے خاص کر۔ کے عورتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ "اجمله الحج حج مبرور." "بہترین حج حج مبرور ہے۔

(بخاری: ص ۲۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "افضل الجهاد حج مبرور."

(بخاری: ص ۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

(بخاری: ص ۲۳۸، مسلم: ص ۴۳۶، ترمذی: ص ۱۶۷، ابن ماجہ: ص ۱۶۱، ترغیب: ۲/ ۱۶۳)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ حج جس کی فضیلت اور منقبت ہے اور جو مطلوب ہے جس کے لئے اتنی جانی اور مالی مشقت برداشت کی جاتی ہے۔ وہ شریعت میں حج مبرور ہے۔ اسی حج مبرور کا بدلہ مغفرت گناہوں کی معافی اور جنت ہے۔ اب حج مبرور کی تعریف دیکھئے کسے کہتے ہیں۔

پھر حج مبرور کی تعریف سامنے رکھتے ہوئے دیکھئے کون حضرات اس کے حاصل کرنے والے اور اس کے مصداق ہوتے ہیں اور کن حضرات کا حج "حج مبرور" کی تعریف کے موافق ہوتا ہے۔

حج مبرور کی تعریف "الحج المبرور الذی لا یخالطه شیء من الاثم" حج مبرور وہ ہے جس میں کسی بھی گناہ کی آمیزش نہ ہو۔ مراد گناہ سے گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا جو حاجی احرام کے بعد سے حج کے موقع پر ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہے گا وہ اس فضیلت کو حاصل کرے گا۔

عموماً حج کے سفر میں جو گناہ ہوتے ہیں اس کا مختصر ذکر

۱ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت ہم سفر رفقاء کی برائی اور مذمت اور تحقیر کے فقرے۔ یہ گناہ عام ہے اور حج کے موقعہ پر زائد ہو جاتا ہے۔

۲ اصحاب اور رفقاء کی باہمی لڑائی ایک دوسرے کی تذلیل اور لعن وطعن۔

۳ مال کے خرچ میں بے احتیاطی اور امانت ودیانت داری کے خلاف باتیں۔

۴ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے دنیاوی باتیں بازار کی خرید وفروخت، اور بھاؤ قیمت وغیرہ کی باتیں۔ اور اصحاب و رفقاء کی شکایتیں اور برائیاں وغیرہ۔

۵ بدنظری کا گناہ، حج کے موقعہ پر پوری دنیا کے مرد عورت آتے ہیں، پوری دنیا میں پردے کا رواج اٹھ چکا ہے۔ عموماً عورتیں چہرہ کھولے بے پردہ پھرتی رہتی ہیں۔ شیطان ان کو دیکھنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور خیالات شیطانیہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور عورت کے چہرے کو دیکھنا اس پر نظر کرنا اس کی ہیئت جسمانیہ کو دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔

۶ اہل عرب میں بعض بے دینی کے امور رائج ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے نہ تو کوئی ان کی اصلاح ہوتی ہے اور نہ ان کو کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ پس یہ بھی بلاوجہ گناہ ہے۔

۷ حج سے متعلق امور انتظام میں کسی کمی یا کوتاہی پر ارباب انتظام اور حکومت کو ملامت اور برا بھلا لعن طعن کرنے لگ جاتے ہیں یہ بھی گناہ ہے۔

۸ چلنے پھرنے اور حج کے مناسک کے ادا کرنے میں کسی کو دھکا دینا، کسی بھی قسم کی اذیت وتکلیف پہنچا کر مناسک کو ادا کرنا، اس سے آگے بڑھنا اور سبقت کرنا۔ جیسے عرفات سے مزدلفہ آنے میں اور مزدلفہ سے منیٰ جانے میں اور رمی جمرہ کرنے میں وغیرہ یہ اذیت پہنچانے والے امور گناہ کبیرہ ہیں۔ عموماً عوام حجاج ان امور میں احتیاط نہیں کرتے۔

۹ آج کل کے دور میں دوسرے کے موبائل کو بغیر ان کی رضا کے استعمال کر لیتے ہیں۔ لحاظاً اور وقاراً اعتراض نہ کرنا یہ رضا کی علامت نہیں۔ اور کسی کے مال اور چیز کو بلا اس کی دلی رضامندی کے برتنا گناہ ہے۔ آج کل یہ مرض عام ہو گیا۔ محض تعلق اور ربط رضامندی کی دلیل نہیں۔ یہ گناہ بھی ہر جگہ عام ہے۔ اور حج کے دوران

بھی عام ہے۔

⑩ عورت بے پردہ رہتی ہے۔ اور چہرہ کھولے حرم میں اور راستوں میں پھرتی رہتی ہیں۔ ایک کمرہ میں اجنبی مرد اور عورت رہتے ہیں۔ اور عورت اور مرد پر پردہ کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر ایک کمرہ میں رہنا ہو جائے تو عورتیں ایک طرف ہو کر رسی باندھ کر چادر ڈال کر پردہ کرلیں یہ واجب ہے۔ مگر عموماً ایسا نہیں ہوتا عورتیں سر کھولے، گردن کلائی کھولے پھرتی رہتی ہیں اور کھانے پکانے و دیگر کام میں لگی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ وضو تک میں بے پردگی ہوتی ہے۔ عورتیں وضو کرتی ہیں مرد پیچھے انتظار میں رہتے ہیں۔ عورتیں کپڑے صاف کرتی رہتی ہیں مرد آتے جاتے رہتے ہیں، عورتوں کے سر کے بال اور کلائی وغیرہ پر اجنبی مردوں کی نظر پڑتی رہتی ہے۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہے۔ اور گناہ کبیرہ کے ساتھ حج مبرور نہیں ہوتا۔

دیکھئے غور کیجئے یہ عام وبا ہے کہ نہیں۔ ۹۰ فیصد عورتیں بے پردگی کی گناہ میں مبتلا رہتی ہے۔ اس سے ان کا حج مبرور جس کی جزاء جنت اور مغفرت ہے حاصل نہیں ہوتی۔

اے ماؤں اور بہنو! حج میں خاص کر کے پردہ کا اہتمام کرلو۔ شیطان اور ماحول و رواج اسے مشکل دکھلائے تو کچھ مشقت اٹھا کر پردہ کا اہتمام کرلو۔ تا کہ حج مبرور کی فضیلت پالو۔ جس طرح قیمتی دنیا بلا مشقت اور قربانی کے حاصل نہیں ہوتی اسی طرح قیمتی ثواب بھی بغیر مشقت اور قربانی کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور حج مبرور قیمتی ثواب ہے۔

حج مبرور کی ایک تعریف یہ ہے کہ جس میں حج کے امور اور مناسک کو مکمل طور پر ادا کیا گیا ہو۔ "الحج الذی وفیت احکامه." (فتح الباری، شرح بخاری: ۳/۲۹۳)

اور حج میں مکمل طور پر مناسک کی ادائیگی اس وقت ہوتی ہے جب کہ حج کے فرائض، واجبات اور اس کے ساتھ سنت کی بھی رعایت کی جائے، اور حج کے باب میں جو امور سنت ہیں اس کی بھی رعایت کی جائے۔

پس وہ لوگ جو حج میں کسی واجب کو چھوڑ دیتے ہیں کہ گو اس کے بدلے میں دم ادا کرتے ہیں مثلاً رمی جمرہ چھوڑ دیا اس کے بدلہ دم دیا۔ اس سے گو حج کا فریضہ تو ادا ہو جاتا ہے مگر حج مبرور کی تعریف میں یہ ہے "الحج الذی وفیت احکامه." یہ نہیں پایا گیا۔ (فتح الباری: ۳/۲۲۷)

عموماً لوگ کہتے ہیں کہ بھائی صاحب فرائض واجبات ادا ہو جائے بڑی بات ہے، سنتوں پر عمل کرنا، کہاں، بہت مشکل ہے۔ خیال رہے کہ ایسا نظریہ اور ذہن ٹھیک نہیں۔ سنن کی رعایت اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ فرائض اور واجبات کی کمی کو مکمل کرتی ہیں۔ اور ہمارے فرائض و واجبات عموماً ناقص رہتے ہیں۔ مزید سنن اور مستحبات سے ثواب اور مقبولیت کی شان پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے رضا اور قرب الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ عموماً محض فرائض و واجبات پر اکتفا کرنا امراء اور راحت پرستوں کا ذہن رہتا ہے۔ یہ امراء رخصت پسند بہت ہوتے ہیں۔ جو

عالم ان کے سامنے رخصت کی باتیں کرتے ہیں۔ ان سے یہ امراء بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور ان سے یہ مربوط ہوتے ہیں۔ عبادت میں ثواب بقدر مشقت ہے اور یہ تنعّم کی وجہ سے راحت پرست ہوتے میں عبادت میں مشقت کو برداشت نہیں کرتے۔ پس یہ لوگ سنت کے مقابلہ میں رخصت کے طالب ہوتے ہیں۔ حج کے مناسک میں سنتوں کے خلاف رخصتوں کو تلاش کر کے عمل کرنا حج مبرور کے خلاف ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے مناسک کو مکمل طور پر کیا ہے پس آپ کے حج کے تمام مناسک کو اختیار کرنا حج کے مناسک کو کامل کرنا ہے۔ اس کے خلاف کرنا، حج کے مناسک کو مکمل ادا نہ کرنا بلکہ اس میں کمی کرنا ہے۔ جس سے ثواب میں کمی ہوتی ہے اور حج مبرور کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ مثلاً ایام تشریق میں ۱۲ ر کی رمی زوال سے پہلے کرنا، منیٰ میں پانچ نمازوں کا نہ پڑھنا، منیٰ سے صبح کے بعد کے بجائے رات میں چلے جانا۔ سنت کے خلاف ہے۔ گو اس سے دم واجب نہیں ہوتا اور حج ہو جاتا ہے۔

حج مبرور کی تعریف ہے جس میں ریاء شہرت نام نمود نہ ہو۔ "الذی لا ریاء فیه ولا سمعة." (مرقاۃ: ۶/۱۹۱)

عموماً حج جیسی عظیم عبادت میں نفس اور شیطان ریاء کاری اور شہرت کا دھیان اور اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ بیشتر لوگ اس شیطانی باتوں کو سمجھ نہیں پاتے ہیں۔ مثلاً حج کے متعلق لوگوں میں مشہور کرنا کہ میں فلاں تاریخ کو حج کے لئے جا رہا ہوں۔ اخبار میں اعلان کرانا کہ فلاں تاریخ کو میری روانگی ہے، یہ کہلوانا کہ فلاں گاؤں یا علاقے کے لوگوں کو کہلا دینا کہ میں فلاں تاریخ کو حج کے لئے جا رہا ہوں۔

جاتے وقت بھیڑ اور ازدحام کے اسباب پیدا کرنا، زیادہ سے زیادہ لوگوں کے جمع ہونے کی صورت پیدا کرنا، بھیڑ اور ازدحام سے خوش ہونا، سفر حج سے پہلے دیگ چڑھانا لوگوں کو دعوت دینا، لوگوں سے کہلوانا گاڑی اور احباب کو لے کر روانگی کے وقت آجائیں دعا ہوگی۔ پھولوں کا ہار اپنے گلے میں ڈالنے دینا اور اس سے خوش ہونا۔ عام لوگوں سے ذکر کرنا کہ یہ میرا تیسرا حج ہے چوتھا حج ہے، مضمون میں لکھنا کہ میں نے اتنے اتنے حج کئے ہیں۔ بلا وجہ عام لوگوں سے عام مجلسوں میں حج کی تعداد کا ذکر کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ریاء اور شہرت کی علامتیں ہیں۔ اس کی بڑی سخت وعید ہے، اس سے آخرت کا ثواب اکارت اور برباد ہو جاتا ہے۔ اور اللہ پاک کہہ دیتے ہیں کہ جاؤ اس کا بدلہ جو تم نے دنیا میں چاہا مل گیا، اب یہاں کوئی بدلہ نہیں۔ پس ریا اور شہرت کی وجہ سے حج مبرور کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ کس قدر خسارہ کی بات ہے، جتنی بڑی عبادت ہوتی ہے اسی قدر شیطان اس کے برباد کرنے میں کوشش کرتا ہے۔

ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے میں شیطان ریا اور شہرت کے جال میں نہیں ڈالتا، بخلاف حج جیسی عظیم عبادت میں ہر چہار جانب سے اس میں پھندا اور جال ڈالتا ہے۔ کسی سے فرائض واجبات چھڑواتا ہے۔ کسی سے سنت کی اہمیت

نکلوا کرا سے چھڑواتا ہے۔ کسی کو ریا اور شہرت کے بھنور میں ڈال کر حج مبرور کی فضیلت سے محروم کر دیتا ہے۔

عموماً دو وجہوں سے عورتیں حج مبرور کی فضیلت نہیں حاصل کر پاتیں

اوپر گذرا کہ حج مبرور کی ایک تعریف ہے۔ ”المبرور الذی لا یخالطه شیء من الاثم“ جس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۳۳)

پس جس حج میں گناہ کبیرہ کی آمیزش ہوگی اور گناہ کبیرہ کا صدور ہوگا حج مبرور کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

❶ چونکہ حج میں عورتیں بکثرت رہتی ہیں، علاقے رشتہ دار کی عورتیں بھی عموماً ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے معمولی بات پر لڑ لیتی ہیں طعنہ دینے لگ جاتی ہیں۔ غیبت کرنے لگ جاتی ہیں بلاوجہ ایک دوسرے کی شکایتیں کرنے لگ جاتی ہیں اور فقرے کستی ہیں۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہے۔ اور زبان کی آفت ہے۔

❷ چہرہ کھولے پھرتی رہتی ہیں۔ اجانب مردوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ ان سے خلط ملط بلاضرورت باتیں کرتی ہیں۔ جس کا بیان اوپر گذرا۔ یہ بے پردگی کا گناہ ہوا۔ اور غیر مردوں سے بے پردگی گناہ کبیرہ ہے۔

یہ وہ دو اہم اور رائج گناہ ہیں جس میں بیشتر عورتیں گرفتار ہوتی ہیں اور حج کی عظیم فضیلت کو کھو بیٹھتی ہیں۔

پس اے عورتو! کتنی جانی اور مالی مشقت سے تم حج میں آئی ہو، اس کے عظیم ترین ثواب کو ان کوتاہیوں کی وجہ سے ضائع و برباد نہ کرو۔ یہ قیمتی موقع بار بار نہیں ملتا ہے۔

پس اپنی زبان کی حفاظت کا اہتمام کرو اور اجنبی مردوں سے شرعی پردہ کرو اور چہرہ کھولے پھرنے سے بچو۔ حج مبرور سے جنت کا ٹکٹ حاصل کر لو۔

القول المحکم فی تحقیق سفر العجوز للحج بلامحرم

کیا ضعیفہ بوڑھی عورت بلامحرم کے حج کو جاسکتی ہے گنجائش ہے کہ نہیں؟

خواہ عورت بوڑھی ہو یا جوان۔ ۴۰ سال کی ہو یا ۶۰ سال کی بغیر محرم کے اس پر نہ حج واجب ہے اور نہ وہ بلامحرم کے حج کے لئے جاسکتی ہے۔ اس پر فقہاء احناف کا اتفاق اور اجماع ہے۔ نہ کوئی گنجائش ہے کہ وہ سفر حج بوڑھی ہونے کی بنیاد پر بلامحرم کے کرے۔ اسی کے قائل تمام متقدمین ومتاخرین علماء ہیں۔ یہی مسئلہ ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ یہی قول ہمارے دور کے تمام علماء کرام اور مفتیان عظام کا ہے۔ اس کے خلاف جس نے گنجائش نکالی ہے۔ (جیسا کہ بعض کتاب میں بوڑھی عورت کی گنجائش دی گئی ہے) وہ حدیث پاک جمہور علماء ارباب فتاویٰ اور علماء ہند

وپاک کے خلاف ہے۔ اصول فتاویٰ کے خلاف ہے۔ اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ ممکن ہے اس گنجائش سے کوئی عورت بلامحرم کے حج کا جواز نکال لے وہ بعض اہل علم جو لوگوں کو خوش کرنے کے لئے سہولت اور گنجائش کا مزاج رکھتے ہیں۔ لوگوں میں نہ پھیلا دیں۔ اس کی مفصل تحقیق کی جاتی ہے تا کہ احناف کے یہاں اس گنجائش کا غلط ہونا دلائل کی روشنی میں واضح ہوجائے۔ اور شریعت کا حکم اچھی طرح معلوم ہوکر تشفی ہوجائے۔

احادیث پاک جس میں ہر عورت کو بلامحرم سفر سے منع کیا گیا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ (بخاری: ص ۲۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی عورت سفر نہ کرے تاوقتیکہ اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۴۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایک دن یا اس سے زائد کا سفر بغیر محرم کے کرے۔ (طحاوی: ص ۳۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک برید (ڈاک کی مسافت ۱۲/میل) بلامحرم کے سفر نہ کرے۔ (طحاوی: ص ۳۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ ۳/دن یا ۳/رات کا سفر بلا کسی محرم کے کرے۔ (ابن خزیمہ: ص ۱۳۶، مسلم)

دیکھئے اوپر کی حدیث۔ آپ نے ایک دن کی جو مسافت ہے اس کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔ اسی روایت کے پیش نظر امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی ایک روایت میں ہے کہ بلامحرم کے سفر ایک دن کا بھی درست نہیں۔ موجودہ دور میں بے دینی اور فحاشی اور فسق اور فجور کے عام ہونے کی وجہ سے اسی قول پر احتیاطاً فتویٰ دینا چاہئے۔ چونکہ فتویٰ کے اصول میں ہے کہ زمانہ کے مصالح اور حالت کی رعایت کی جائے۔ "اوفق للزمان" کا خیال کیا جائے۔

چنانچہ اعلاء السنن میں ہے "و ینبغی ان یکون الفتویٰ علیه لفساد الزمان و استحسن العلماء الا فتاء علیه لفساد الزمان." (اعلاء السنن: ص ۹)

چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے ایک دن کے سفر کی بھی اجازت بلامحرم کے نہیں دی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری اور حضرت طاؤس کا یہی مسلک ہے، "ان مذهب هذین طاؤس و الظاهریة عدم جواز سفر المرأة مطلقاً سواء کان السفر قریباً او بعیداً الا و معها ذومحرم لها." (عمدۃ القاری: ۱۰/۲۲۴)

یہی مسلک امام اعظم اور ان کے استاد ابراہیم نخعی کا ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۲۲۱)

یہی قول امام ابویوسف کا بھی ہے۔ "و روی عن ابی حنیفة و ابی یوسف کراھة خروج مسیرة یوم واحد لغیر محرم او زوج." (اعلاء السنن: ص۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ فرمایا کوئی عورت بلامحرم کے سفر نہ کرے اور نہ کوئی عورت کے پاس بلامحرم کے آئے، اس پر ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے فلاں غزوہ میں اپنا نام لکھا دیا ہے اور ارادہ کیا ہے کہ عورت کو حج کروادوں۔ (یعنی عورت کو کسی کے ساتھ حج میں بھیج دوں) آپ نے فرمایا اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔ (غزوہ میں مت جاؤ)

دیکھئے شوہر جہاد میں اور بیوی حج میں۔ آپ نے شوہر کو جہاد سے ہٹا کر بیوی کے ساتھ حج کرنے کہا، عورت کو بلامحرم یا شوہر کے جانے نہیں دیا۔ دیکھئے جہاد کی کتنی فضیلت ہے اور آپ کے زمانہ میں اس کی کتنی سخت ضرورت تھی آپ نے جہاد کے بجائے عورت کے ساتھ جانے کہا، چونکہ عورت کا بلاشوہر و بلامحرم جانا گناہ کا باعث تھا۔ حج کا سفر چونکہ ۳ دن سے زائد کا ہے۔ اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں ۳/دن سے یا اس سے زائد کی مسافت کے سفر سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ چونکہ یہ روایت کثرت کے ساتھ مروی ہے۔ اسی روایت کے ۳/دن کو حلال و حرام کا معیار بنایا ہے۔

اعلاء السنن میں ہے "و اتفقت الروایات عن ابن عمر بذکر الثلث و المعتمد علیھا و ھی الاصل فی الحکم." (اعلاء السنن: ص۹)

پس متقدمین و متاخرین کا مفتی بہ قول یہی ہے کہ ۳/دن کی مسافت کا سفر بلامحرم کے حرام ہے۔ عنایہ میں ہے "ولا یجوز للمرأ ة ان تحج اذ لم یکن لھا محرم او زوج اذا کان بینھا و بین مکة ثلاثة ایام."
(عنایہ: ۲/۴۲۰، علی فتح القدیر)

اسی وجہ سے فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ اجماع ہے بوڑھی عورت بلامحرم کے نہیں جاسکتی۔ "و اجمعوا علی ان العجوز لا تسافر بغیر محرم." (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۶۱)

فقہاء و محققین کے اقوال کہ بوڑھی عورت اس حرمت میں داخل ہے

علامہ عینی عمدة القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں حدیث پاک میں تمام عورتوں کے بارے میں خواہ بوڑھی ہو حرمت اور ممانعت شامل ہے کوئی تخصیص نہیں۔ "و فیہ ان النساء کلھن فی منع المرأة عن السفر الا ذی محرم." (عمدة القاری: ص۲۲۲)

ملا علی قاری شرح مشکوٰة میں لکھتے ہیں۔ بوڑھی عورت بھی شامل ہو۔ "امرأة شابة او عجوزة."
(شرح مشکوٰة: ۵/۲۶۸)

ہدایہ کی شرح بنایہ میں ہے "سواء كانت المرأة شابة او عجوزة." (شرح بنایہ:۳/۴۳۹)
عنایہ میں علی شرح الہدایہ میں ہے "شابة كانت او عجوزة." (شرح الہدایہ:۲/۴۲۰)
ابن ہمام فتح القدیر میں بھی یہی صاف لکھتے ہیں۔ "و ان كانت عجوزة." (فتح القدیر:۲/۴۱۹)
ابن نجیم بحرالرائق میں لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں سب عورت خواہ بوڑھی کیوں نہ ہو حرام ہونے میں شامل ہے۔ "و اطلق فشمل المشائخ و العجوز لاطلاق النصوص." (بحرالرائق:۲/۲۳۸)
طحاوی علی الدر میں علامہ طحطاوی لکھتے ہیں "و لو عجوزا لاطلاق النصوص." (طحاوی علی الدر:۱/۴۸۴)
مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے حکم سب کو شامل ہے۔ "للمرأة الشابة والعجوز."
(شرح ملتقی الابحر:۱/۲۶۲)

محیط برہانی جو فقہ حنفی کی بڑی مشہور کتاب ہے اس میں ہے "و المحرم فى حق المرأة شرط شابة لو كانت عجوزة اذا كان بينها و بين مكة ثلاثة ايام." (محیط برہانی:۳/۹)
مرعاۃ المفاتیح میں ہے ممانعت کی حدیث میں لفظ "امرأة" ہے جوان بوڑھی سب کو شامل ہے۔
لفظ "امرأة فى الحديث عام يشمل الشابة و العجوز." (مرعاۃ المفاتیح:۶/۲۲۷)
علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کی شرح ردالمحتار میں لکھتے ہیں "و لو عجوزا" خواہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو، اس کے ساتھ محرم واجب ہے۔ پھر ایک شبہ کا دفاع کرتے ہیں کہ بوڑھی عورت کے بارے میں عفت کے خلاف کا کوئی اندیشہ نہیں میلان طبیعت کا جوان کی طرف ہوتا ہے یہی غلط فہمی تو گنجائش دینے والے کو ہوئی ہے کہ نہیں' بوڑھی کو بھی فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے یہ بھی محل فتنہ ہے۔ اس کا بھی کوئی طالب ہوگا۔ فرماتے ہیں "لكل ساقطة لاقطة و كل كاسدة يوم يوم لها سوق" اور تجربہ بھی شاہد بوڑھے ضعیف حتیٰ کہ بعض ادھیڑ عمر والے اس کے طالب ہوتے ہیں خصوصاً اگر بہتر صورت والی ہو۔
اسی طرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس قائل کے قول کو رد کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ بوڑھی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ "و تعقب بان لكل ساقطة لا قطة." (عمدۃ القاری:۱/۲۲۲)
ابن نجیم اور علامہ شامی اس قول پر رد کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں بوڑھی عورت اس وجہ سے کہ بوڑھی ہے مستثنیٰ نہیں ہوگی جب شارع نے مطلقاً بلاکسی تخصیص کے منع کیا ہے تو کیسے اسے نکالا جائے گا۔ "لا طلاق النصوص." (۲/۴۶۴)
پس جب شارع نے نہیں نکالا ہے تو ہمیں اس کا اختیار نہیں۔ یعنی جس طرح اردو زبان میں عورت سب کو شامل ہے اسی طرح عربی زبان میں امرأۃ سب کو شامل ہے۔

مناسک حج کی کتاب میں بھی بوڑھی عورت کو بلامحرم کے اجازت نہیں دی ہے

شرح مناسک میں ملا علی قاری کے حاشیہ میں ہے "المرأة عجوزاً کانت المرأة از شابة او صبية بلغت حدالشهوة." (شرح مناسک: ص۵۶)

غنیۃ الناسک فی بغۃ المناسک میں ہے "الرابع المحرم اوالزوج لامرأة بالغة و لوعجوزاً او معها غيرها من النساء الثقات و الرجال الصالحين." (غنیۃ الناسک فی بغۃ المناسک: ص۲۶)

چوتھی شرط حج کے لئے محرم کا ہونا ہے عورت خواہ جوان ہو یا بڑھیا ہو اس کے ساتھ عورتوں کی جماعت ہو یا صالحین کی جماعت ہو پھر بھی بلامحرم یا شوہر کے جائز نہیں۔

مفتیان پاکستان کے نزدیک بھی خواہ کتنی بوڑھی ہو بلامحرم کے جائز نہیں

جن صاحب نے یہ گنجائش نکالی ہے کہ ۶۰ سالہ بوڑھی عورت بلامحرم کے جب کہ کوئی خطرہ نہ ہو حج کے لئے جاسکتی ہے، اس گنجائش کا کسی نے بھی فتویٰ نہیں دیا ہے۔ جمہور علماء احناف کے خلاف ہے۔ علماء پاکستان نے بھی خواہ کسی عمر کی عورت ہو ۶۰ سالہ ہو ستر سالہ ہو گنجائش نکال کر اجازت نہیں دی ہے۔ دیکھئے فتاوے۔

سؤال: کیا ۵۰/سال ۶۰ سال یا ۷۰ سال کی نامحرم عورت ۷۰/سال کے نامحرم مرد کے ساتھ حج وعمرہ کرسکتی ہے؟

جواب: نامحرم کے ساتھ حج وعمرہ کا سفر بوڑھی عورت کے لئے بھی جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل: ۴/۵۱)

یہاں جواب دیکھئے۔ ۶۰ سالہ ستر سالہ بوڑھی عورت بظاہر شہوت ختم ہو جاتی ہے عمر اور حالت کے اعتبار سے زنا وغیرہ کا اندیشہ نہیں ہوتا مگر پھر بھی سفر جائز نہیں۔ شریعت نے بوڑھی ہو یا جوان بلامحرم کے سفر شرعی کی اجازت نہیں دی ہے۔

مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے فتاویٰ میں ہے:

عورت چاہے کتنی بوڑھی ہو اس کے لئے بلامحرم سفر حج حرام ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں اپنے محارم کے ساتھ ہوتو بھی جائز نہیں۔ اگر مرتے دم تک محرم میسر نہ ہو تو حج بدل کی اس پر وصیت فرض ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ۴/۵۲۳)

فتاویٰ خیریہ میں بھی بوڑھی عورت کو جائز قرار نہیں دیا ہے کہ وہ سفر کرے۔ بوڑھی عورت بھی بغیر محرم کے عمرہ کا سفر نہ کرے۔ (خیر الفتاویٰ: ۴/۲۲۶)

مفتیان ہند اور اس کے متعلق ان کے فتاوے

فتاویٰ رحیمیہ میں ایک سوال جواب کے ذیل میں یہ فتویٰ ہے:

سؤال: ایک بڑی عمر کی خاتون ہے، وہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ جوان کا بہنوئی بھی ہے حج ادا کرنے

جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عورت جوان ہو یا ضعیفہ اس کے لئے محرم کے بغیر حج کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ۸/۷۰)

اسی طرح ایک اور سوال کے ذیل میں ہے:

بڑھیا بغیر محرم کے حج کرسکتی ہے یا نہیں۔ ایک عورت کی عمر پچاس ساٹھ برس کی ہے۔ دو تین برس سے اس پر حج فرض ہوا ہے۔ شوہر اور شرعی محرم نہ ہونے کی وجہ سے فی الفور حج ادا نہ کرسکی۔ نیک دیندار معتمد پڑوسی حج کے لئے جاتا ہے اس کے ہمراہ جائے تو حج ادا ہوگا یا نہیں۔

جواب: (جواب طویل ہے، چند اہم عبارتیں جو محل کے مناسب ہیں ذکر کی جاتی ہیں) عورت اور مکہ معظمہ کے درمیان ۳ر دن ۳ر منزل کا فاصلہ ہو تو محرم کا ہمراہ ہونا ضروری ہے، عورت معمرہ بڑھیا ہو یا جوان۔ (۱/ ۲۱۸)

اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے " و اجمعوا علی ان العجوز لا تسافر بعیر محرم ......" فقہاء کا اجماع ہے کہ بڑھیا عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بدون خاوند و محرم کے حج کے جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ (فتاوی قاضی خاں: ۸/ ۵۷)

ایک اور جگہ پر بوڑھی عورت کے بلا محرم کے سفر حج کے متعلق سوال پر یہ جواب ہے۔ حج کے شرائط وجوب ادا میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عورت کے ساتھ چاہے وہ ضعیفہ ہو یا جوان پورے سفر میں محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے اگر محرم نہ ملے تو بلا محرم حج کے لئے جانا گناہ ہے۔ محرم نہ مل سکے تو حج بدل کی وصیت کرے اور رقم نکال کر الگ کردے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے "واجمعوا علی ان العجوز لا تسافر بغیر محرم و لا تخلو برجل شابا کان او شیخاً۔" یعنی فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ضعیفہ عورت بھی بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اور نہ کسی اجنبی کے ساتھ تنہائی اختیار کرے۔ وہ اجنبی جوان ہو یا بوڑھا۔ (رحیمیہ: ۸/ ۶۱، قاضی خاں: ۱/ ۸۹)

مزید مفتی عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ اس اعتراض پر کہ اس سے تو بہت سی عورتیں حج سے محروم ہوجائیں گی۔ جواب دیتے ہیں" تو محرم یا شوہر کی شرط محرومی کے لئے نہیں بلکہ عورتوں کی عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے ہے۔ اس کے بلا عورت کی کوئی قیمت نہیں۔

محرم کی شرط ظلماً نہیں ہے بلکہ اس کی عفت کی بقا کے لئے ہے

عورت کے حق میں محرم کی شرط اور ضرورت حج سے محرومی کا باعث نہیں بلکہ اس کی عصمت و ناموس کی حفاظت اور بدگمانی بدنامی اور تہمت سے بچانے کے لئے ہے جس کے بغیر عورت کی کوئی قیمت نہیں لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ احکام شرعیہ کی قدر کریں اور شریعت کو محسن سمجھیں رہا حج کا معاملہ تو کوئی محرم نہ ملے تو شریعت نے حج بدل کی بھی اجازت دے دی ہے جس میں وہ پورے ثواب کی مستحق ہوگی اور مزید برآں شرعی حکم کی تابعداری کرنے

والی اور مستحق۔ اجر عظیم ہوگی۔ (رحیمیہ: ۸/۲۹)

بوڑھی عورت کو بلا محرم کے سفر حج کی اجازت وگنجائش اجماع کے خلاف ہے

خیال رہے کہ علماء احناف کا، احادیث ممانعت کے پیش نظر اتفاق ہے کسی بھی محقق عالم نے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا ہے اسی وجہ سے قاضی خاں میں ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ (قاضی خاں: ۱/۸۹)

اور قاعدہ ہے کہ اجماع کے خلاف فتویٰ دینا مردود ہے: "حتی شرط للمفتی ان لا یفتی بقول یخالف اقوال جماعة العلماء و المتقدمین." (اعلاء السنن: ص ۲۳۰)

اصول بزدوی میں ہے "بل خلاف الواحد لا یعتبر و لا خلاف الا قل لأن الجماعة احق بالاصابة." (اصول بزدوی: ص ۲۴۳)

جب کہ تمام علماء احناف کا اس پر اجماع ہے کوئی بوڑھی عورت کو بھی بلا محرم کے سفر کی اجازت نہیں دے رہیں تو کسی کا جواز کی شکل ڈھونڈ نا گنجائش نکالنا جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگا۔ اور جن عورتوں نے بلا محرم کے سفر کیا ہوگا ان کا گناہ گنجائش دینے والے کے ذمہ ہوگا۔

گنجائش نکالنا مصالح زماں، عقل اور تفقہانہ امور کے بھی خلاف ہے

خیال رہے کہ بوڑھی عورت کے لئے گنجائش نکالنا جہاں حدیث پاک اور فقہاء اور علماء کے خلاف ہے۔ وہاں مصالح زمان کے بھی خلاف ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ گنجائش نکالنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ بوڑھی عورت سے فتنہ نہیں ہے، یہی بنیادی غلطی ہے۔ فتنہ ہو یا نہ ہو شارع اور شریعت نے بیان کیا ہے۔ علت اور وجہ ہماری تلاش کردہ ہے۔ ضروری نہیں کہ اسی علت پر حکم کا مدار ہو۔ تاہم بوڑھی عورت بھی محل فتنہ اور محل شہوت ہے۔ اگر عورت گو بوڑھی ہو۔ مگر خوبصورت ہو، ملیحہ ہو، صحتمند ہو، بہتر لباس کی عادی ہو تو جوان کی طرح محل فتنہ اور محل شہوت ہے۔ جیسا کہ عموماً خوشحال اور مالدار گھرانے کی عورت ہوتی ہے۔

بوڑھی عورت کا آخر کیا معیار ہوگا۔ اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ غریب گھرانے کی عورت جس کی صحت کمزور ہو، بسا اوقات جوانی میں اور متوسط عمر میں چہرے اور جسم کی نشو ونما کے اعتبار سے بوڑھی معلوم ہونے لگتی ہے۔ مسلسل مرض کا شکار ہو، کھانا پینا بہتر نہ ہو تو بیچ عمر میں بوڑھی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور صحت کی رعایت کرنے والی صحتمند خوش لباس عمدہ کھانے پینے والی ۵۰-۶۰ سال کی عورت بھی متوسط عمر کی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق کہاں تک اور کس معیار پر کی جائے گی۔

عموماً بدنما صورت کمزور مریض گندی اور پلید رہنے والی جوان عورت محل فتنہ نہیں ہوتی ہے۔ تب تو فتنہ نہ ہونے

کی وجہ سے ایسی عورت کو اجازت ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں۔

مزید دوسرا فتنہ یہ ہوگا کہ متوسط طبقہ کی عورت بھی اپنے آپ کو بوڑھی کے زمرہ میں داخل کر لے گی۔ لہٰذا بوڑھی عورت کو گنجائش دے کر ایک عظیم فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث پاک میں مطلقاً عورت ذکر کیا گیا ہے۔ جو سب کو شامل ہے۔ لہٰذا ۶۰ سال کی عورت کو گنجائش دینا فتنہ سے خالی نہیں چونکہ تجربہ اور مشاہدہ ہے خوشحال مالدار گھرانے کی صحتمند عورت خوبصورت خوش لباس ہوتی ہے یہ بھی محل فتنہ ہو جاتی ہے۔

پس جمہور علماء کا فیصلہ ہے کہ خواہ عورت بوڑھی ہو بلا محرم کے سفر حج نہیں کر سکتی۔ یہ عقل اور مصالح زمان کے بھی موافق ہے۔ اور ایک فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔

بلا محرم کے جانے کا وبال تجربہ میں آ چکا ہے

مولانا یوسف صاحب لدھیانوی اسی قسم کے سوال کے جواب میں ایک بوڑھی عورت عبادت گذار بغیر محرم کے ادائے فریضہ حج بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے جدہ روانہ ہوتی ہیں .... لکھتے ہیں جب تک محرم میسر نہ ہو عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوتا اس لئے نہ کریں۔ اور اگر بہت ہی شوق ہے تو نکاح کر لیا کریں۔ میرے علم میں ایسے کیس موجود ہیں کہ عورت محرم کے بغیر حج پر گئی اور وہاں منہ کالا کر کے آئی۔ دیکھنے میں ماشاء اللہ حجن ہے، لیکن اندر کی حقیقت یہ ہے کہ اس لئے خدا کے قانون کو محض اپنی رائے اور خواہش سے ٹھکرا دینا اور ایک پہلو پر نظر کر کے دوسرے سارے پہلوؤں سے آنکھیں بند کر لینا دانشمندی نہیں افسوس ہے آج یہ مذاق عام ہو گیا ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۱/۴) لہٰذا اللہ کے بندو اور بندیو! ہرگز ایسی بات مت مانو جو حدیث پاک اور جمہور علماء کے خلاف ہو، جس میں شریعت کے بجائے مالداروں دنیاداروں کے ذوق کی رعایت کرتے ہوئے عورتوں کے نفسانی مزاج کی رعایت کرتے ہوئے حدیث اور فقہاء جمہور کے قول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے گنجائش نکالنے کی غلط سعی کی گئی ہو۔ و ما ارید الا الاصلاح

عمرہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل وطریق وتعلیمات کا بیان

آپ ﷺ نے حج سے پہلے عمرہ کیا

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حج سے پہلے عمرہ کیا۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے۔ (بخاری: ص ۲۳۸، ابویعلی، عمدۃ: ۱۱۵/۱۰)

ابواسحٰق سے مروی ہے کہ میں نے حضرت مسروق عطاء مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے حج سے پہلے ذی قعدہ میں عمرہ کیا۔ (بخاری:۱۰/۲۳۹)

حضرت براء بن عاذب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حج سے پہلے دومرتبہ ذیقعدہ میں عمرہ کیا۔ (بخاری)

فائدہ: تمام حضرات انبیاء کرام نے اور خدا کے برگزیدہ بندوں نے ہر دور میں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حج اور عمرہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی نبوت سے پہلے حج اور عمرہ کیا ہے اور نبوت کے بعد ہجرت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں حج اور عمرہ کرتے رہے۔ ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ "قال ابن حزم حج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قبل النبوة و بعدها. قبل الهجرة حججا و عمرا لا يعرف عددها." (ہدایۃ السالک:۱/۱۹)

آپ نے کتنی مرتبہ عمرہ کیا

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کتنی مرتبہ عمرہ کیا ہے کہا کہ چار مرتبہ۔ ایک عمرہ حدیبیہ سے ذی قعدہ میں کہ جس میں مشرکین نے روک دیا تھا اس سے اگلے سال آپ نے ذی قعدہ میں کیا جس کی مصالحت ہوئی تھی (کہ اس سال چلے جائیں عمرہ نہ کریں اور اگلے سال آکر کریں) اور جعرانہ مقام سے جب کہ حنین کے موقع پر غنیمت تقسیم فرمارہے تھے اور میں نے پوچھا حج کتنی مرتبہ کیا۔ کہا ایک مرتبہ۔

(بخاری:ص۲۳۹)

فائدہ: بیشتر روایتوں میں آپ ﷺ کے ۴ر عمرے کا ذکر ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ان عمروں کی تفصیل اس طرح ہے (۱) عمرہ حدیبیہ آپ اس مرتبہ بیت اللہ خانہ کعبہ سے روک دیئے گئے تھے اسی حدیبیہ کے مقام پر آپ نے قربانی کی حلق کرایا اور حلال ہوکر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (۲) عمرۃ القضاء۔ آئندہ سال عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اسے عمرۃ القضاء اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ نے پچھلے عمرہ کی جسے بیت اللہ سے روک دیئے جانے کی وجہ سے ادا نہ کر سکے اس کی آپ نے قضا کی تھی۔ (۳) تیسرا عمرہ ذیقعدہ سنہ ۸ ہجری میں آپ نے کیا تھا۔ اسے عمرہ جعرانہ کہتے ہیں۔ یہ تینوں عمرے ذیقعدہ میں ہوئے تھے۔ (۴) چوتھا عمرہ حج کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا دیا تھا۔ وادی عقیق میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ عمرہ حج کے ساتھ کر دیجئے۔ اس طرح چار ہو گئے۔ علامہ عینی کہتے ہیں جن لوگوں نے تین عمرہ ہونا ذکر کیا ہے انہوں نے حج کے عمرہ کو چھوڑ دیا۔ جنہوں نے دو عمرہ کہا انہوں نے حج کے ساتھ عمرہ کو اور پہلے عمرہ حدیبیہ والے کو چھوڑ دیا اس لئے کہ عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے روک دیئے گئے تو عمرہ ہوا ہی نہیں۔ صرف عمرۃ القضاء اور عمرہ جعرانہ کو شامل کیا۔ (عمدۃ القاری:۱۰/۱۱۲)

خلاصہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ نے مستقلاً دو ہی عمرہ کیا۔ عمرۃ القضاء، عمرہ جعرانہ۔

حج کے علاوہ آپ نے ۳ مرتبہ عمرہ کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حج کے علاوہ) ۳ عمرہ کیا۔ ایک عمرہ شوال میں دو ذیقعدہ میں۔ (بیہقی، عمدۃ القاری: ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ عمرہ کیا اور یہ سب ماہ ذی قعدہ میں کیا تھا۔

(بیہقی، عمدۃ القاری: ۱۰/۱۱۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ مرتبہ احرام باندھا ہے۔ اولاً آپ نے حدیبیہ سے عمرہ کا احرام باندھا مگر اہل مکہ نے آپ کو روک دیا اور مکہ مکرمہ میں جانے سے منع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے حدیبیہ ہی میں جو حدود حرم میں داخل تھا، قربانی کی حلق کرایا اور حلال ہو گئے، پھر آئندہ سال آپ نے عمرہ ادا کیا جسے عمرۃ القضاء کہتے ہیں۔ اصل تو عمرہ ۳ رہی ہے۔ پہلا عمرہ صرف احرام ہی تک رہا، اس کو بھی عمرہ میں شامل کر لیا گیا ہے جس کی وجہ سے عمرہ ۴ ہو گئے۔ اسی وجہ سے بعض روایتوں میں ۳ رہے۔ بعض روایتوں میں ۲ عمرہ کا ذکر ہے۔ اس میں حدیبیہ کے عمرہ کو اور وہ جو حج کے ساتھ کیا تھا اسے شامل نہیں کیا گیا۔ حقیقت میں مستقل عمرہ دو ہی ہے۔ ایک عمرۃ القضاء دوسرا جعرانہ سے عمرہ۔ پس حج کے علاوہ حقیقت میں دو ہی عمرے ہوتے ہیں۔

آپ نے رمضان میں عمرہ کیا کہ نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ رمضان میں کیا۔ (دارقطنی، عمدۃ القاری: ص ۱۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے قبل دو یا تین عمرہ کیا۔ اس میں ایک عمرہ رمضان میں کیا۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۱۱)

فائدہ: بیشتر صحیح روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ہی میں عمرہ کیا ہے۔ رمضان میں نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں ”فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعتمر فی رمضان قط و عمرہ مضبوطۃ العدد و الزمان.“

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ذیقعدہ کے اور کسی ماہ میں عمرہ نہیں کیا۔

(زاد المعاد: ص ۱۳۹)

ابن قیم سختی سے رمضان کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں ”و لا خلاف ان عمرہ لم تزد علی اربع فلو کان قد اعتمر فی رجب لکان خمساً و لو کان لقد اعتمر فی رمضان لکانت ستا.“ (زاد المعاد: ۱۳۹)

”ان عمرہ کلھا کانت فی اشھر الحج.“ (زاد المعاد: ص ۱۴۰)

پس معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ رمضان مبارک میں نہیں کیا ہے۔

علامہ ابن قیم نے رمضان میں عمرہ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کیا ہے کہ رمضان میں آپ عبادت میں بہت مبالغہ کیا کرتے تھے۔ عمرہ کا سفر رمضان کی عبادت میں حائل ہوجاتا اور عبادت میں حرج واقع ہونے کی وجہ سے آپ نے عمرہ نہیں فرمایا، کہ عمرہ سے زیادہ حیثیت واہمیت رمضان کی عبادت کی ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں "ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یشتغل فی رمضان من العبادات مما هو اهم من العمرة و لم یکن الجمع بین تلك العبادات و بین العمرة فاخر العمرة الی اشهرالحج وقر نفسه علی تلك العبادات فی رمضان مع ما فی ترك ذلك من الرحمة بامته و الرأفة بهم فانه لو اعتمر فی رمضان لبادرت الامة الی ذلك و کان یشق علیها الجمع بین العمرة و الصوم. (زادالمعاد: ص ۴۱)

آپ نے شوال میں عمرہ نہیں کیا

حضرت عائشہ حضرت ابن عباس حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ نے تمام عمرہ ذی قعدہ ہی میں کیا۔ (زادالمعاد، خبر حجۃ الوداع: ص ۳۱۳)

حضرت مجاہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ر عمرہ کیا سب ذی قعدہ میں ہی کیا۔
(بیہقی، عمدۃ القاری: ۱۰/۱۱۳)

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شوال میں بھی عمرہ کیا ہے۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ یا مؤول ہے۔ چنانچہ عروہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ر عمرہ کیا ایک شوال میں کیا ہے۔ (موطا: ص ۱۳۲)

تمام اصحاب حدیث واصحاب سیر روایتوں کے پیش نظر اس امر کے قائل ہیں کہ تمام عمرہ آپ کا ذی قعدہ ہی میں ہوا۔ شوال میں نہیں ہوا۔ جس نے کہا کہ شوال ہی میں کیا ہے اس کو وہم ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیحین میں ہے تمام عمرہ آپ نے ذی قعدہ میں ہی کیا۔

حضرت ابن قیم زادالمعاد میں حضرت عائشہ کے ایک قول جو ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں عمرہ کیا ہے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے اور تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عمرہ جعرانہ والا ہے۔ اس میں چونکہ شوال میں نکلے تھے، اس لئے کہہ دیا کہ شوال میں کیا ورنہ احرام آپ نے ذی قعدہ میں باندھا تھا۔ (زادالمعاد: ص ۱۳۹)

یہ عمرہ جعرانہ ہی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شوال میں کہہ رہی ہیں شاہ محمد اسحٰق دہلوی نے اس کی توجیہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ چونکہ حنین کی جانب شوال میں نکلے تھے واپسی میں آپ نے ذیقعدہ میں کیا تھا اس لئے شوال کہہ دیا۔ (جزء حجۃ الوداع: ص ۳۱۳)

ابن قیم نے تمام ان روایتوں کی تحقیق کرتے ہوئے کہ جس میں شوال میں عمرہ کا ذکر ہے راوی حضرت عروہ

حضرت، شام کا وہم قرار دیا ہے اور اسے مرسل قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں "ثم خرج الی حنین فی ست من شوال و هزم الله اعداء ه فرجع الی مکة و احرم لعمرة و کان ذلك فی ذی قعدة کما قال انس و ابن عباس فمتی اعتمر فی شوال." (زادالمعاد:ص۱۴۲)

آپ نے رجب میں بھی عمرہ نہیں کیا

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا انہوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ (بخاری:۱/۲۳۹)

عروہ بن زبیر کہتے ہیں میں اور ابن عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے سہارے بیٹھے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے تو میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا انہوں نے کہا ہاں کیا تو میں نے حضرت عائشہ سے کہا اے اماں نہیں سنا آپ نے، یہ ابوعبدالرحمٰن کیا کہہ رہے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت کرے قسم عمر کی آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا۔ آپ کوئی عمرہ نہیں کیا مگر یہ کہ میں آپ کے ساتھ تھی۔ حضرت ابن عمر سن رہے تھے انکار کیا اور نہ ہاں کیا خاموش رہے۔ (عمدۃ القاری:ص۱۱۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی پر مصر ہیں۔ اور حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ آپ نے رجب میں عمرہ کیا۔ دراصل حضرت ابن عمر کو وہم ہوا۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں "فوجب المصیر الی قول عائشة .... فکان اثبات عائشة مع ابن عباس اقوی من اثبات ابن عمر وحده." (شرح بخاری:ص۱۱۳)

علامہ ابن قیم نے بھی حضرت ابن عمر کی اس رائے کو رد کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں "فاما قول عبدالله بن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم اعتمر اربعاً احداهن فی رجب فوهم منه رضی الله عنه قالت عائشة لما بلغها ذلك عنه یرحم الله ابا عبدالرحمن ما اعتمر رسول الله صلی الله علیه وسلم عمره الا هو شاهد و ما اعتمر فی رجب قط." (زادالمعاد:ص۱۳۹)

اگرچہ صحیح روایت سے رجب میں آپ کا عمرہ نہ کرنا ثابت ہے تاہم رجب میں عمرہ کرنا حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ چونکہ یہ شہر حرام ہے اور وسط سال میں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر سال میں رجب میں عمرہ کرتے تھے۔ حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما رجب میں عمرہ فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی مدینہ منورہ سے رجب میں عمرہ کیا تھا۔

سلف صالحین کی ایک جماعت سے رجب میں عمرہ کرنا ثابت ہے۔ اور بہتر بھی ہے کہ یہ اشہر حرم میں ہے اور اس میں اللہ کے حرمات کی تعظیم ہے۔ (معارف السنن: ۶/ ۳۳۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے کا بیان و تفصیل

عمرہ حدیبیہ

اس عمرہ کو عمرہ حدیبیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسی مقام پر آنے کے بعد آپ کو عمرہ کرنے سے کفار مکہ نے روک دیا تھا۔ اسی مقام پر آپ نے بیعت رضوان کی اسی مقام پر قربانی اور حلق کے امور پیش آئے تھے اور یہیں سے واپس مکہ تشریف لے گئے تھے۔

اس مقام کے حرم ہونے کے سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ پورا مقام حدیبیہ حرم ہے یا کچھ حرم اور کچھ حل ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورا حصہ حرم ہے۔ امام شافعی اور امام اعظم نے نزدیک بعض حل ہے اور بعض حرم ہے۔ امام طحاوی نے حضرت مسور سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ تو حل میں تھا اور نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں داخل تھا۔

اسی مقام پر ایک ببول کا درخت تھا جس کے نیچے آپ نے بیعت فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن پاک "يبايعونك تحت الشجرة" میں۔ اسی وجہ سے اسے شجرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس جگہ ایک مسجد بنادی گئی ہے جسے تاریخ میں مسجد شجرہ کہا جاتا ہے اسی کو مسجد حدیبیہ سے بھی یاد کیا جاتا ہے مکہ سے ۹ رمیل کے فاصلہ پر ہے۔

سنہ ۶ ذی الحجہ میں آپ عمرہ کرنے تشریف لائے تھے۔

اس عمرہ کرنے کا سبب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں طواف کیا۔ عمرہ کے ارکان ادا کئے بعض نے حلق کیا اور بعضوں نے قصر کیا اور خانہ کعبہ کی کنجی آپ نے حاصل کی۔ چنانچہ آپ نے اس خواب کا ذکر اپنے اصحاب سے کیا۔ تو بڑے خوش ہوئے چنانچہ سفر کی تیاری شروع کردی قرب و جوار کے لوگ بھی آپ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ صرف عمرہ زیارت بیت اللہ کا تھا قتال کا ارادہ نہیں تھا لیکن آپ نے خدشہ ظاہر کردیا تھا کہ کفار بیت اللہ کی زیارت سے روک نہ دیں۔ اور قتال پر نہ اتر آئیں۔ آخر یہ خدشہ محقق ہو کر سامنے آگیا کہ کفار مکہ نے خانہ کعبہ جانے سے روک دیا۔

چنانچہ آپ نے عمرہ کا ارادہ کرلیا کہ ایک مدت سے آپ نے اور اصحاب نے بیت اللہ کی زیارت نہیں کی تھی آپ اور حضرات صحابہ بہت مشتاق اور زیارت بیت اللہ کے گرویدہ تھے۔

چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے کہ آپ نے غسل کیا کپڑا پہنا اور قصویٰ اونٹنی پر سوار ہوگئے، اور مدینہ منورہ میں اپنا

نائب حضرت عبداللہ بن مکتوم کو مقرر فرمایا۔

آپ مدینہ منورہ سے سنہ ۶ ہجری کے شروع ذیقعدہ دوشنبہ کے دن نکلے۔ آپ کے ساتھ قریب ۱۴ر سو صحابہ ساتھ ہو گئے۔ اور بعض روایت میں ۱۵ر سو کی تعداد ہے اور یہی زیادہ معتبر ہے۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۰ر ستر اونٹ قربانی کے لئے لے گئے تھے اس میں ابوجہل کا بھی ایک اونٹ تھا جس کی ناک میں سونے کی نکیل تھی۔

آپ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو یہاں دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا۔ (زرقانی، خمیس)

ذوالحلیفہ یہ مدینہ سے آنے والوں کی میقات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام اسی مقام سے باندھا ہے۔ اس لئے اہل مدینہ کے لئے یہاں عمرہ اور حج کا احرام باندھنا افضل ہے۔ (ماخوذ جزء حجۃ الوداع)

روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحلیفہ سے خزاعہ کے ایک شخص کو کفار کے حالات کا جائزہ لینے بھیجا اس نے آکر راستہ میں آپ کو اطلاع دی کہ قریش تو جنگ اور قتال کی تیاری میں ہیں۔ کعب نے لڑاکو لوگوں کو جمع کر لیا ہے۔ مقام عسفان میں آپ کو خبر دی گئی کہ خالد بن ولید مقام غمیم میں جنگ کے لئے آچکا ہے۔ ابن شہاب زہری نے نقل کیا ہے کہ عسفان میں آپ کو بتایا گیا کہ قریش نے آپ کی آمد کی خبر کو سن کر جنگی سامانوں کے ساتھ اونٹنی، عورتوں کو مع بچوں کو لے کر قتال کا ارادہ کر چکے ہیں تاکہ لڑائی میں طویل مدت صرف ہو تو رسد اور سہولت کی وجہ سے کوئی پریشانی نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جانبین سے مختلف دور کے گذرنے کے بعد مصالحت ہوئی اس سال عمرہ سے آپ روک دیئے گئے اور اگلے سال آنے کی بات طے ہوئی۔ اور اس کے متعلق بہت سی باتیں ہوئیں بہت سے مراحل سے گذرنا پڑا آپ ان امور کی تفصیل کے لئے سیرت میں صلح حدیبیہ کا طویل اور مفصل واقعہ دیکھیں۔ بڑا عجیب دلکش واقعہ ہے۔

اس حدیبیہ کے موقعہ پر بڑے عجائبات اور چند معجزاتی واقعات بھی پیش آئے۔

اس موقعہ پر پانی کی بڑی قلت ہو گئی تھی۔ ایک موقعہ پر وضو کرنے کے لئے پانی نہیں تھا، آپ نے ایک برتن میں دست مبارک ڈالا انگلیوں سے پانی کا فوارہ نکلنے لگا۔ لوگوں نے پیا۔ وضو کیا اور برتنوں میں حسب ضرورت رکھا۔ "فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یفور من بین اصابعہ."

(جزء حجۃ الوداع: ص ۲۳۴)

اسی طرح کنویں کا بھی واقعہ ہے۔ آپ نے ڈول میں وضو کیا اور ڈول کا پانی کنویں میں ڈال دیا اور ایک تیر ترکش سے نکال کر ڈال دیا دعا کی تو کنویں سے پانی ابلنے لگا۔

بہرحال آپ ﷺ صلح سے فارغ ہوگئے جس کا حاصل یہ تھا کہ امسال نہیں اگلے سال بلا ہتھیار عمرہ کرنے آئیں گے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا جانوروں کی قربانی کرلو اور حلق کر کے احرام سے آزاد ہو جاؤ۔ (اور واپس چلو)

حضرات صحابہ کو عمرہ نہ کرنے کا اتنا رنج تھا کہ نہ احرام کھول رہے تھے نہ حلق کرا رہے تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا آپ اب کسی سے کچھ نہ کہیں خود قربانی فرما کر حلق کرالیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ صحابہ نے جب آپ کو دیکھا تو انہوں نے بھی قربانی کرلی کسی نے حلق کسی نے قصر کرالیا۔ آپ کو حضرت ام سلمہ کا یہ مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب واپس ہوگئے۔ راستہ میں "کراع الغمیم" میں سورہ فتح کی ابتدائی آیتیں "انا فتحنالك" نازل ہوئی۔ یعنی اس مصالحت کو اللہ پاک نے فتح مبین قرار دیا۔ چونکہ یہی فتح مکہ کا سبب بنا۔ ابن قیم نے اور دیگر تمام اصحاب سیر نے بیان کیا کہ بظاہر تو یہ صلح کمزوری اور ناکامیابی اور مغلوبیت کی علامت سمجھی جارہی تھی مگر اللہ پاک نے اپنی قدرت سے اس صلح کو فتح عظیم کا ذریعہ بنا دیا۔ اس صلح کے بعد آپ نے حاکموں اور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی اور مختلف قبائل اور علاقے کے لوگوں نے اسلام کو قبول کرنا شروع کیا اور سنہ ۸ ہجری میں اس صلح کے دو سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اس کے دو سال بعد سنہ ۱۰ ہجری میں آپ نے حجۃ الوداع فرمایا اس کے بعد ربیع الاول میں خدائے پاک سے جا ملے۔

عمرۃ القضاء

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ سنہ ۶ ہجری میں آپ ﷺ مع اپنے قریب ۱۵۰۰/ اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لئے آرہے تھے تو حدیبیہ میں آپ کو روک دیا گیا تھا۔ اور آپ قربانی کے ذریعہ حلال ہو کر مصالحت کے بعد واپس مدینہ تشریف لے گئے پھر اگلے سال سنہ ۷ ہجری میں آپ نے عمرہ مذکورہ کی قضا فرمائی۔ اسی وجہ سے اس کو عمرۃ القضا کہتے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ۷ ہجری ذیقعدہ میں حضور ﷺ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے یعنی اسی مہینہ میں جس میں مشرکوں نے آپ کو اس کے پہلے سال مسجد حرام سے روکا تھا۔ جب حضور پاک ﷺ مقام یاجج میں پہنچے تو تمام آلات حرب کو وہیں رکھ دیا۔ ساتھ صرف سلاح راکب تلوار تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو صحابہ سے فرمایا مونڈھوں کو کھولدو۔ (اضطباع کرلو) اور پھیل کر طواف کرو۔ تاکہ کفار مسلمانوں کی قوت اور دلیری کو دیکھیں۔ کفار عورت مرد لڑکے سب کھڑے ہو کر دیکھتے رہے جس وقت رسول اللہ اور مسلمان طواف کررہے تھے اور عبداللہ بن رواحہ آپ کے سامنے رجز پڑھ رہے تھے۔ کچھ مشرکین غصہ اور عداوت سے رسول اللہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے وہ وہاں سے کہیں غائب ہوگئے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ۳/ روز مکہ میں قیام فرمایا۔

(اصح السیر: ص ۲۲۲)

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس عمرہ میں آپ کے ساتھ وہ سب نکلے جو اس سے پہلے روکے گئے تھے اور قریش کہتے تھے کہ محمد اور ان کے اصحاب کی حالت بھوک اور مدینہ کے بخار اور گندگی کی وجہ سے خراب ہوگئی ہے۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ مشرکین دار الندوہ کے پاس صف باندھ کر رسول اللہ اور ان کے اصحاب کی حالت دیکھنے کے لئے کھڑے تھے۔ حضور جب مسجد میں داخل ہوئے تو چادر اسی طرح اوڑھ لی کہ دہنا بازو کھل گیا (اضطباع کیا) اور آپ نے فرمایا خدا اس پر رحم کرے جو کفار کے سامنے قوت کا اظہار کرے۔ (اصح السیر: ص۲۲۳، جز حجۃ الوداع: ص۲۹۷)

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں مدینہ میں آپ نے ابورہم غفاری کو خلیفہ بنایا۔ دو ہزار آدمی ایک سو گھوڑے ساٹھ ہدی قربانی کے جانور کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے بعض روایت میں اسّی ہدی ہے۔ اور حضور نے حکم دیا جتنے لوگ حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب چلیں۔ جب حضور ذوالحلیفہ پہنچے.......... احرام باندھا تلبیہ پڑھا ....تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے.......... یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچے آپ نے سواری پر سے حجر اسود کا استیلام کیا.......... پھر سواری ہی پر طواف کیا اور طواف میں اضطباع کیا یعنی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ داہنا مونڈھا کھل گیا۔ اور پہلے ۳ شوط چکر میں رمل کیا۔ اور باقی آخر کا ۴؍ شوط چکر معمولی چال سے پورا کیا۔ پہلے تین شوط میں بھی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آہستہ چلنے کا حکم دیا کیوں کہ وہاں سے کفار نظر نہ آتے تھے وہ لوگ جبل قعیقعان کی طرف تھے اور وہاں سے رکن شامی اور رکن عراقی نظر آتا تھا.......... مسلمانوں کو آپ نے یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا "لا الٰه الا اللّٰه وحده و انجز وعده و نصر عبده و حزم الاحزاب وحده." اس کے بعد آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور وہ بھی سواری پر پھر مروہ کے قریب نحر کیا اور فرمایا کہ یہ سب جگہ منحر قربانی کرنے کی جگہ ہے۔ (اصح السیر: ص۲۲۵)

آپ ﷺ نے اس عمرۃ القضا میں تمام ان لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا جو عمرہ حدیبیہ میں آئے تھے۔ چنانچہ آپ کے ساتھ تمام لوگ سوائے ان لوگوں کے جو خیبر میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا گئے تھے۔

"و خرج معه قوم من المسلمين عماراً غير الذين شهد الحديبية و كانوا في عمرة القضاء الفين." پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اور صحابہ نے یہ عمرہ قضاءً ادا کیا تھا۔ چونکہ اس سے قبل عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ نہ کر سکے تھے۔ بس اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام باندھے اور کسی بھی عذر خواہ غیر اختیاری ہو عمرہ نہ کر سکے تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ اور اسے حسب موقعہ ادا کرنا ہوگا۔ اور ایک قربانی کرنی ہوگی۔ چونکہ آپ نے عمرہ بھی کیا قربانی بھی کی۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ (جزء حجۃ الوداع: ص۲۸۹)

اس موقعہ پر آپ ﷺ نے مکہ میں ۳؍ دن قیام فرمایا اور خانہ کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوئے اسی وجہ سے کہ اندر بت رکھے ہوئے تھے اس کی موجودگی میں آپ نے جانا پسند نہ کیا۔ اس کے برخلاف فتح مکہ کے موقعہ پر بت کو

نکال دیا گیا خانہ کعبہ کو غسل دیا گیا پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ (جزء حجۃ الوداع:ص۲۹۹)

تاریخ خمیس میں ہے کہ جب آپ ﷺ عمرہ سے فارغ ہوگئے اور ۳/دن قیام کو ہو گئے (۳ ہی دن کے قیام پر مصالحت ہوئی تھی) تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور کہا کہ اگر تم چاہو تو اور ۳/دن رک جاؤں میں نے شادی کی ہے۔ (حضرت میمونہ سے) تمہیں ولیمہ کھلا دوں۔ آپ نے عمرہ سے پہلے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اور رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ تو مکہ والوں نے کہا ہمیں آپ کے ولیمہ کی ضرورت نہیں۔ آپ یہاں سے نکل جائیے .... چنانچہ آپ ﷺ نے ابورافع کو حکم دیا کہ کوچ کرنے کا اعلان کردو۔ (تاریخ خمیس، طحاوی:۲/۴۴۲)

زرقانی نے ذکر کیا کہ مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام ان دنوں چمڑے کے قبہ میں تھا جو مقام ابطح میں تھا۔ مکہ میں کسی کے گھر آپ نے قیام نہیں کیا تھا۔ (جزء حجۃ الوداع:ص۳۰۰)

ہجرت کے بعد آپ ﷺ جب بھی مکہ مکرمہ تشریف لائے کسی کے مکان میں قیام نہیں فرمایا۔

عمرہ جعرانہ —— بڑا عمرہ

آپ ﷺ طائف سے لوٹتے ہوئے جعرانہ میں قیام فرمایا اور حنین سے ملے ہوئے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ آپ کا قیام یہاں ۱۳/دن رہا۔ (شفاء الغرام:۱/۲۹۳)

مکہ مکرمہ سے ۱۸/میل کے فاصلہ پر ہے۔ ابن قیم کی رائے ہے کہ آپ نے یہ عمرہ اول ذیقعدہ میں کیا۔ بہر حال آپ نے ماہ ذیقعدہ ہی میں احرام باندھا اور عمرہ کیا۔ رہی بات کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے شوال میں عمرہ کیا، سو یہ صحیح نہیں، اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوال میں خروج کیا تھا۔ یعنی حنین کی جانب شوال میں اور عمرہ کے لئے خروج ذیقعدہ میں۔ آپ رات میں ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور رات ہی میں طواف کیا سعی کی اور سر کا قصر کیا اور مکہ سے نکل آئے۔ مروہ کے پاس حضرت امیر معاویہ نے سر کا بال قینچی سے تراشا، اور حجۃ الوداع میں آپ نے منیٰ میں حلق کرایا تھا۔ یہاں سے پھر آپ مقام سرف تشریف لے گئے۔ یہ سرف مکہ مکرمہ اور جعرانہ سے آنے والوں کا جو مدینہ جاتے ہیں راستہ ہے ترتیب یہ ہوئی تھی مکہ مکرمہ سے حنین گئے۔ فراغت پر جعرانہ گئے یہاں پھر مناسک عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ گئے۔ پھر مکہ مکرمہ سے سرف آئے اور یہاں سے مدینہ منورہ حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ یہ سفر ۸۰ دن کا ہو گیا تھا۔

اس سفر میں آپ نے غزوہ حنین پھر طائف کا محاصرہ کیا۔ ۱۸/یوم کے محاصرہ کے بعد واپس آ گئے، اور جعرانہ میں تقسیم کا کام شروع فرمایا۔ ہر آدمی کو ۴/اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں۔ بعض لوگوں کو جعرانہ کے اس عمرہ کا پتہ نہیں چل پایا اس وجہ سے کہ رات میں نکلے، اور شب آخر میں عمرہ ادا کر کے واپس آ گئے۔ یہ وہ متبرک مقام ہے جہاں سے ۳۰۰/سو انبیاء کرام نے احرام باندھا ہے۔ (شفاء الغرام:ص۲۹۳، حجۃ الوداع:ص۳۱۰)

احناف کے یہاں کسی بھی مقام سے جو حل سے خارج حرم ہو برابر ہے۔ خواہ تنعیم سے کرے یا جعرانہ سے اور شوافع کے یہاں جعرانہ سے افضل ہے۔ (جزء حجۃ الوداع)

خیال رہے کہ آپ ﷺ نے تنعیم سے عمرہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کروایا۔ اور جعرانہ سے کیا پس سنت سمجھ کر کرے گا تو سنت کا ثواب ملے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جعرانہ دور ہے، لہٰذا حالت احرام میں دیر تک رہنے سے احرام کی پابندی کی مشقت کا ثواب ملے گا۔ چونکہ "الجزاء بقدر المشقة."

اس اعتبار سے جعرانہ کا ثواب بڑھ سکتا ہے، ورنہ تو نفس عمرہ ہر جگہ سے برابر۔ عمرہ کا ثواب کم زائد نہیں۔ اسے بڑا عمرہ مسافت کی زیادتی کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جعرانہ سے عمرہ کرنے کا ثواب زیادہ نہیں ہے یہ غلط ہے جعرانہ سے عمرہ کرنے میں صرفہ بھی زائد ہے اور وقت زائد لگنے کی وجہ سے تعب ہے اور آپ نے فرمایا ہے عمرہ میں خرچ اور تعب کے اعتبار سے ثواب ہے۔ (حاکم: ۱/۲۱۲)

علامہ اذرقی نے بیان کیا ہے کہ آپ شام کو جعرانہ سے نکلے، رات میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ عمرہ ادا کیا رات ہی میں واپس ہوآئے صبح جعرانہ میں کیا زوال شمس کے بعد جعرانہ سے نکلے سرف کے راستہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ (۲/۲۰۸)

آپ کے عمرہ جعرانہ کی تفصیل

محرش کعبی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ رات کو جعرانہ سے نکلے عمرہ کے لئے، آپ نے عمرہ کیا اور رات میں (فارغ ہونے کے بعد) نکل گئے۔ (ترمذی: ص ۱۸۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ہوازن کی جانب نکلے، پھر وہاں جو ہوا سو ہوا۔ (مال غنیمت حاصل ہوا) لوٹتے ہوئے جعرانہ پہنچے وہاں مال غنیمت تقسیم فرمایا وہیں سے عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ گئے۔ اور یہ نکلنا آپ کا شوال میں ہوا۔ (الاحسان، ابن حبان: ۱۳/۲۶۱)

فائدہ: جعرانہ، جیم اور عین کے زیر کے ساتھ اور را مشدد ہے۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے جو مکہ مکرمہ سے قریب ۱۸ر میل کے فاصلے پر ہے۔

غزوہ حنین سے واپسی پر آپ قرن المنازل نخلہ ہوتے ہوئے مقام جعرانہ تشریف لائے، ذی قعدہ کی ۶ر تاریخ تھی۔ آپ کا قیام یہاں قریب ۱۳ر دن رہا، آپ نے یہاں غزوہ حنین کے قیدیوں کو اور مال غنیمت کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقام جعرانہ میں آپ نے مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم فرمائی۔ چنانچہ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جعرانہ سے جہاں آپ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا

تھا عمرہ کیا۔ حنین سے واپس ہوئے اولاً آپ نے طائف کا محاصرہ کیا تھا اس کے بعد آپ جعرانہ تشریف لائے یہاں آپ نے مال غنیمت تقسیم فرماتے ہوئے ہر شخص کو ۴۰/ اونٹ اور چالیس بکریاں دیں جو باقی بچ گیا اسے آپ نے مدینہ منورہ لے جانے کا حکم دیا۔

آپ نے جعرانہ میں مسجد کی جگہ تشریف لائے، نماز پڑھ کر آپ نے احرام باندھا۔

واقدی کا بیان ہے کہ آپ نے ذی الحجہ کی بارہ کی رات میں احرام باندھا تھا۔ ابن قیم کی رائے ہے کہ ذی قعدہ کے آغاز میں آپ نے احرام باندھا تھا۔

اس عمرہ کے ارکان کو آپ نے رات میں ادا کیا تھا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں رات کو داخل ہوئے۔ طواف وسعی رات ہی میں فرمائی۔ اور بالوں کا قینچی سے قصر کیا۔ پھر آپ رات کے اخیر میں مکہ مکرمہ سے نکل کر سرف کے راستے سے مدینہ تشریف لے آئے۔ (خیر حجۃ الوداع: ص ۲۰۷)

حج کرنے سے قبل عمرہ کرنا صحیح ہے اور سنت سے ثابت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ ادا کیا۔ (بخاری: ص ۲۳۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد صرف ایک حج جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے کیا اور اس سے پہلے آپ نے مستقل طور پر دو عمرہ کیا۔ پس حج سے پہلے عمرہ ثابت ہوا۔

لہٰذا اگر کسی شخص پر حج فرض نہ ہو، حج کی استطاعت نہ ہو، اور عمرہ کی رقم ہو اور عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو حج سے پہلے عمرہ کرسکتا ہے، عمرہ کے سفر میں کوئی پریشانی نہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج نہیں کیا ہے جو حج اکبر ہے تو عمرہ کیسے کرسکتا ہے، جو حج اصغر ہے سو یہ غلط ہے۔ عمرہ کرنا ہمارے یہاں سنت ہے، اگر عمرہ کی استطاعت ہو وہ عمرہ کرے۔ تاکہ خدائے پاک کے گھر پہنچ کر معافی مانگنے کی سعادت حاصل ہو، اور خدائے مالک حقیقی کے گھر چکر لگانے اپنی مغفرت کی درخواست اس کے گھر پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے۔ حج کا صرفہ نہ ہو تو عمرہ کی سعادت حاصل کرے کہ اس کی بھی بڑی فضیلت ومنقبت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے عمرہ کس طرح ادا کیا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ ادا کیا۔ چنانچہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کیا۔ آپ صفا مروہ آئے (اور سعی کی) ہم بھی آئے، آپ کے ساتھ (اور سعی کی)۔ (بخاری: ص ۲۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وہ عمرہ کرلیں۔ اور طواف کریں۔

(خانہ کعبہ کا اور سعی کریں) پھر قصر (بالوں کو تراش لیں) اور حلال ہو جائیں۔ (بخاری: ۱/۲۲۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد اولاً طواف خانہ کعبہ کا کیا پھر صفا اور مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد حلق یا قصر کروایا۔ عمرہ کے احرام سے حلال ہو گئے۔ پس انہیں ۳؍ امور کے انجام دینے کا نام عمرہ کرنا ہے۔

چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کے ۴؍ ارکان ہیں۔ احرام، طواف خانہ کعبہ، صفا و مروہ کی سعی اور حلق یا تقصیر۔ (عینی: ۱۰/ ۱۲۷)

عمرہ کرنا اسلام کے اہم ترین فرائض اور دین کی اساس میں ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول ہمیں نصیحت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو کسی کا شریک نہ بناؤ۔ نماز کو قائم کرو۔ زکوۃ ادا کرو۔ بیت اللہ کا حج کرو۔ اور عمرہ کرو۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۲۵۳)

کثرت سے اور بار بار عمرہ کرنے کی آپ نے ترغیب فرمائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (بخاری: ص ۲۳۸، ترمذی: ص ۱۸۶، موطا: ص ۱۳۴، نسائی: ۲/ ۳)

شقیق بن عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یکے بعد دیگرے حج عمرہ کرو۔ یہ دونوں فقر کو دور کرتے ہیں اور گناہوں کو اس طرح جھاڑتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے سونے چاندی کے میل کو۔ (ترمذی: ص ۳۱۷، نسائی: ۲/ ۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یکے بعد دیگرے ــــ حج اور عمرہ کرو۔ یہ فقر و تنگدستی دور کرتے ہیں اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح لوہے کی بھٹی زنگ کو۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ہمیشہ حج و عمرہ کرتے رہو۔ یہ فقر کو بھی دور کرتے ہیں اور گناہوں کو بھی جس طرح لوہے کے زنگ کو بھٹی۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۷۸)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے حج اور عمرہ کی کثرت اور بار بار کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی اسی وجہ سے احناف کے نزدیک سال میں ایک مرتبہ سے زائد عمرہ کرنا باعث ثواب ہے مکروہ نہیں ہے۔ یہی مذہب حضرت امام شافعی کا بھی ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک سال میں ایک سے زائد عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

(معارف السنن: ۶/ ۳۲۴، عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۰۸)

ابن قدامہ نے بیان کیا کہ ایک ماہ میں ایک سے زائد عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ احناف کے نزدیک پانچ دن کے علاوہ جب چاہے جتنا چاہے عمرہ کرے۔ (عمدۃ القاری: ص ۱۰۸)

عمرہ ضعیف کمزوروں بوڑھوں اور عورتوں کا جہاد ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھوں بچوں کمزوروں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔
(نسائی:۲/۲، مجمع، ابن ماجہ، ہدایہ:۱/۱۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر کمزوروں کا جہاد حج وعمرہ ہے۔ (ابن ماجہ:ص۲۱۴)

فائدہ: چونکہ یہ اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے قتال نہیں کر سکتے اس وجہ سے ان لوگوں کے جہاد کا ثواب حج و عمرہ میں ہے۔ تاکہ جہاد کے ثواب عظیم سے محروم نہ رہیں۔

عمرہ حج اصغر ہے

ابوبکر ابن محمد بن عمرو بن حزم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط جو ان کے دادا کو لکھا تھا اس میں ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے۔ (دارقطنی:۲/۲۸۵، ہدایہ:ص۱۵)

فائدہ: چونکہ مشقت اور سفر اور زمانہ اور وقت کے اعتبار سے حج سے کم ہے۔ اسی وجہ سے حج کو حج اکبر اور عمرہ کو حج اصغر کہا گیا ہے۔

عمرہ جہاد ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم زین کس لو اور سفر کا سامان حج یا عمرہ کے لئے باندھ لو تو یہ بھی ایک جہاد ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق، ہدایہ:ص۱۵)

فائدہ: یعنی جہاد کی طرح مشقت اور ثواب ہے۔

آپ نے حج کے ساتھ عمرہ کیا پس حج کے ساتھ عمرہ کرنا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کیا۔ (بخاری:ص۲۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کیا۔ (الاحسان:۱۳/۲۶۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقل طور پر دو عمرہ کیا۔ ایک عمرۃ القضاء، دوسرا جعرانہ، اور تیسرا عمرہ آپ نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا۔ چونکہ آپ قارن تھے۔ آپ نے اولاً عمرہ ادا کیا۔ پھر چونکہ ہدی کا جانور ساتھ لائے تھے اس لئے عمرہ کے احرام سے حلال نہ ہوئے بلکہ یوم النحر میں قربانی کے بعد حلال ہوئے۔ ویسے اولاً آپ نے شروع سفر میں افراد کا احرام باندھا تھا۔ پھر مقام عقیق میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا تھا آپ حج کے ساتھ عمرہ داخل فرمالیجئے۔ بس آپ نے اولاً عمرہ کے ارکان ادا کئے۔ (عمدۃ القاری:۱۰/۱۱۲)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ بھی کیا تھا۔ پس حج کے ساتھ عمرہ کرنا سنت ہوا، خواہ تمتع کے ساتھ عمرہ کرے، خواہ قران کے ساتھ عمرہ کرے۔ اس کے مقابلہ میں افراد افضل نہیں چونکہ اس میں آپ کی ایک سنت کم

ہوتی ہے۔

بہتر ہے کہ حاجی اگر ایک ہی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتا ہے یعنی دوسرے حج کا موقعہ نہیں تو پھر تمتع یا قران کا احرام باندھے تاکہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا ہو جائے۔ اور اگر حج کے بعد کر رہا ہے تو پھر حسب سہولت جیسا مناسب سمجھے۔ پس پہلی مرتبہ حج میں تمتع یا قران کی نیت کرے۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد جس قدر چاہے عمرہ کرے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذی الحجہ میں (حج سے فارغ ہونے کے بعد) عمرہ کروایا۔ (ابن خزیمہ: ص ۳۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرات صحابہ کرام حج میں حلق کراتے تھے، پھر وہ جانے کے وقت عمرہ کرتے تھے۔ تو پوچھا گیا پھر سر کیسے منڈاتے تھے۔ (کہ اتنی جلدی بال تو اگتے نہ ہوں گے) تو ہم کہتے استرا سر پر پھیر لو۔ (خواہ بال ہوں یا نہ ہوں)۔ (ابن خزیمہ: ۴/ ۳۲۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حج کر کے ایام تشریق کے عمرہ کیا جائے تو اس میں انہوں نے کوئی حرج نہیں کہا اور اس میں قربانی بھی نہ ہوگی۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۳۱)

حضرت مجاہد سے پوچھا گیا کہ حج کے بعد عمرہ کیسا ہے فرمایا اس میں ثواب ہے کوئی حرج نہیں۔

(ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۳۱)

حضرت سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذی الحجہ کے آخر میں عمرہ کرتی تھیں۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۳۱)

محدث ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمرہ تنعیم سے یہ باب قائم کیا ہے کہ اسی سال حج کرنے کے بعد عمرہ کرنا جائز ہے۔ اور صحابہ کرام کے عمل سے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد کوچ کرتے ہوئے عمرہ کرتے تھے۔ پس حج سے جب فارغ ہو جائے طواف زیارت اور رمی سے فارغ ہو جائے تو رخصت سے پہلے جب تک مکہ مکرمہ میں قیام ہو عمرہ نفلی ہر وقت کر سکتا ہے۔ تنعیم جا کر احرام باندھ لے۔ اور عمرہ کے ارکان کو ادا کرے۔ مکہ مکرمہ میں بعض سلفی حضرات شدت سے حج کے بعد عمرہ کرنے سے منع کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

بعض حضرات سے جو منع منقول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف حج ہی کے موقعہ پر عمرہ پر اکتفا نہ کرو۔ موسم حج کے بعد بھی عمرہ کیا کرو تاکہ سالوں بھر خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ آباد رہے۔ ورنہ تو شارع سے اس سلسلہ میں کوئی ممانعت منقول نہیں۔

مزید یہ کہ مکہ والوں کے لئے حج کے ماہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ان کو کوئی سفر کی زحمت تو ہے

نہیں۔شرح لباب میں ملا علی قاری لکھتے ہیں "یکرہ فعلھا فی اشھر الحج لاھل مکۃ و من بمعناھم" پس حج کے بعد عمرہ کرنا منع ہے بہت سے بہت مکہ والوں کے لئے ہے۔ باہر سے آنے والوں کے لئے نہیں اس لئے کہ ان کا دور دراز سے آنا مشکل ہے۔

حج کے بعد عمرہ کرنے پر قربانی نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (حج کے بعد) حضرت عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم بھیجا انہوں نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور میں نے عمرہ کا تلبیہ پڑھ لیا تھا۔ عمرہ کے بدلہ (جو عمرہ حیض کی وجہ سے چھوٹ گیا تھا) پس اللہ نے حج اور عمرہ دونوں کرادیا۔ اور نہ قربانی کا جانور لگا نہ صدقہ اور نہ روزہ۔ (بخاری: ۱/۲۴۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا حج کے بعد عمرہ کرنے کے بارے میں تو اس میں انہوں نے کوئی حرج نہیں کہا، اور کہا کہ اس میں قربانی نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۱۳۱)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ کیا تھا۔ حج سے پہلے عمرہ نہ کر سکی تھیں۔ اس عمرہ میں انہوں نے کوئی قربانی یا صدقہ یا روزہ وغیرہ نہیں ادا کیا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ حج وقوف عرفہ اور ایام تشریق کے بعد کوئی عمرہ کرے گا تو صرف عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے وہ حلال ہو جائے گا اسے قربانی نہیں کرنی ہوگی۔ ہاں مگر اس نے اگر تمتع کیا ہے۔ حج کے ماہ میں عمرہ کا احرام باندھا ہے تو عمرہ کے احکام ادا کرنے کے بعد اسے قربانی کرنی ہوگی چونکہ متمتع ہو گیا۔ اور متمتع پر قربانی ہے۔

علامہ عینی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں "لا خلاف بین العلماء ان من اعتمر بعد انقضاء الحج و خروج ایام التشریق انہ لا ھدی علیہ فی عمرتہ لانہ لیس بتمتع انما المتمتع من اعتمر فی اشھر الحج و طاف للعمرۃ قبل الوقوف." (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۲۳)

عمرہ بھی اسی طرح جس طرح حج ہے

صفوان بن یعلی ابن امیہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے عمرہ کو اسی طرح انجام دو جس طرح حج کو انجام دیتے ہو۔ (بخاری: ص ۲۴۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے احرام میں بھی اسی طرح پابندی ہوگی جس طرح حج کے احرام میں ہوتی ہے۔ مثلاً سر اور چہرے کو نہ ڈھانکنا۔ ٹخنے کھلے چپل کا پہننا خوشبو استعمال نہ کرنا، عورت سے نہ ملنا وغیرہ اسی طرح طواف سعی اور حلق یا قصر ہے۔ ہاں مگر وقوف عرفہ، مزدلفہ، قیام منیٰ اور رمی جمرات نہیں ہے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: "الا الوقوف فلا وقوف فیھا و لا رمی و ارکانھا اربعۃ الاحرام و الطواف و السعی و الحلق او التقصیر." (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۲۷)

طواف خانہ کعبہ کے ساتھ سعی بین الصفا والمروۃ عمرہ کے ارکان میں ہے سعی کے بغیر عمرہ ادا ہی نہیں ہوسکتا۔

شرح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے "ما اتم اللّٰہ حج امرئی ولا عمرتہ لم یطف بین الصفا و المروۃ." (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۲۷)

چنانچہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "باب یفعل فی العمرۃ ما یفعل فی الحج" اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عمرہ بھی حج کی طرح ہے یعنی احرام کی پابندی طواف اور سعی اور حلق میں۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۲۶)

خیال رہے کہ عمرہ ان چیزوں میں حج سے الگ ہے۔ ① حج کے لئے وقت اور ماہ متعین ہے عمرہ کے لئے نہیں پانچ دنوں کے علاوہ سالوں بھر کیا جاسکتا ہے۔ ② حج استطاعت پر فرض ہے عمرہ فرض نہیں ③ مکہ مکرمہ والوں کو حج کا احرام مکہ ہی سے باندھنا پڑے گا بخلاف عمرہ کا احرام مکہ والوں کو بھی خارج حرم حدود سے باندھنا ہوگا۔ ④ حج میں وقوف، قیام منیٰ، رمی ہے، عمرہ میں یہ امور نہیں ہیں۔ ⑤ حج میں طواف قدوم اور طواف وداع ہے اور عمرہ میں یہ دونوں نہیں ہے۔ ⑥ حج میں تلبیہ جمرہ کی رمی پر ختم ہوجاتا ہے۔ اور عمرہ میں تلبیہ بیت اللہ کا طواف شروع کرتے ہی ختم کردیا جاتا ہے۔ (شرح لباب: ص ۴۶۴)

گو آپ نے عمرہ کو واجب نہیں فرمایا مگر اس کی تاکید فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا عمرہ کرنا واجب ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ عمرہ کیا کرو وہ باعث فضیلت ہے۔ (ترمذی: ص ۱۸۶، مسند احمد، ابن خزیمہ: ۴/ ۳۵۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرو۔ پس یہ دونوں فقر بھی دور کرتے ہیں اور گناہوں کو بھی، جیسا کہ بھٹی لوہے سونے چاندی کے میل کو دور کرتا ہے۔

(ترمذی: ص ۱۶۷، ابن حبان، نسائی: ۲/ ۲)

عمرہ واجب ہے یا سنت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ دونوں فرائض میں سے ہیں کوئی حرج نہیں جس کو تم پہلے کرو۔ (دار قطنی، عمدۃ: ۱۰/ ۱۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حج اور عمرہ دونوں فرائض میں سے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج و عمرہ دونوں فرائض اور واجبات میں سے ہیں۔

(عمدۃ القاری: ص ۱۰۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا حج کی طرح عمرہ فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ عمرہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۰۸)

طلحہ بن عبید اللہ کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا حج جہاد ہے۔ عمرہ نفل ہے۔ (عمدہ)

فائدہ: بیشتر روایتوں میں آپ ﷺ سے عمرہ کرنے کی ترغیب فضائل وتاکید منقول ہے۔ بعض روایتوں سے عمرہ کے وجوب کا علم ہوتا ہے اور بعض روایتوں سے سنت ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عمرہ کے واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، تابعین میں عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر، حسن ابن سیرین وغیرہ وجوب کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۰۷)

اسی طرح حضرت امام شافعی امام احمد کے نزدیک بھی واجب ہے۔ اس کے برخلاف حضرت امام اعظم امام مالک اور ابوثور کے نزدیک یہ سنت اور نفل ہے۔ (معارف السنن: ۶/ ۳۲۴)

حضرت امام شافعی امام احمد کا ایک قول واجب نہ ہونے کا بھی ہے، امام تیمیہ بھی واجب ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ علامہ شوکانی صاحب نیل الاوطار بھی وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ ”قال الشوکانی و الحق عدم وجوب العمرة.“ (مرعاۃ: ۱۰/ ۲۹۷)

احناف کے یہاں گو عمرہ واجب نہیں مگر پھر بھی وسعت پر اس کی فضیلت وثواب کے پیش نظر ضرور کرے۔

رمضان مبارک کا عمرہ حج کے برابر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے انصار کی ایک عورت سے پوچھا جس کا نام ابن عباس نے لیا تھا مگر میں (راوی ابن جریج) بھول گیا۔ تم نے میرے ساتھ حج کیوں نہیں کیا (جب کہ انصار کی عورتیں اس حج میں کثرت سے تھیں) تو انہوں نے کہا ہمارے اونٹ پر شوہر اور اس کے لڑکے سوار ہو کر گئے ایک اونٹ سیرابی کے لئے چھوڑ گئے۔ تو آپ نے فرمایا جب رمضان آجائے تو عمرہ کر لو رمضان میں عمرہ کرنا حج ہے۔ (بخاری: ۲۳۸، مسلم: ۱/ ۴۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ ابوطلحہ اور اس کے لڑکے حج کرنے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے ام سلیم رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ (الاحسان: ۹/ ۱۲، عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۱۶، ترغیب: ۲/ ۱۸۲)

اُمّ معقل کہتی ہیں کہ آپ ﷺ جب حجۃ الوداع کو گئے تو ہمارے پاس ایک اونٹ تھا ابو معقل نے اسے فی سبیل اللہ دے دیا تھا۔ ہمارے یہاں بیماری آئی ابو معقل وفات پاگئے، اور آپ ﷺ حج کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ حج سے فارغ ہو کر آئے تو آپ کے پاس میں گئی۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کس چیز نے تم کو میرے ساتھ حج کرنے سے روکا۔ تو میں نے کہا ہم تو تیار تھے۔ مگر ابو معقل کی وفات ہوگئی، اور جس اونٹ پر حج کرنے ابو معقل گئے تھے۔ اس کے بارے میں وصیت کردی تھی وہ راہ خدا میں ہے۔ تو آپ نے فرمایا حج بھی تو فی سبیل اللہ

ہے۔تو تم اس پر کیوں نہ حج کو گئی۔ (یعنی فی سبیل اللہ کر دیا گیا تھا تو حج بھی تو فی سبیل اللہ میں داخل ہے اس پر حج کر سکتی تھی) اب جب، کہ تم میرے ساتھ حج نہ کر سکی تو رمضان میں عمرہ کرلو رمضان میں عمرہ کرنا حج ہے۔

(زاد المعاد: ص ۲۹۹، ابوداؤد: ص ۲۷۳، ترغیب: ۲/ ۱۸۲)

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت اُمّ معقل نے کہا کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تھا۔ میرا اونٹ گم ہوگیا تھا میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ماہ رمضان میں عمرہ کرلو کہ ماہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔

(مسند احمد: ۶/ ۴۰۶، حاشیہ زاد: ص ۲۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کا عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۱۷)

وہب بن خنیش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے مثل ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۱۸)

عبداللہ بن یوسف رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ انصار کے ایک مرد اور ایک عورت سے فرمایا ماہ رمضان میں عمرہ کرلو کہ اس میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ (نسائی، عمدۃ القاری: ۱۰/ ۱۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۸۰)

حضرت عروہ بارقی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۲۸۰)

فائدہ: متعدد طرق اور متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ یہ روایتیں صحیح بخاری صحیح مسلم اور ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ، نسائی، صحاح ستہ اور اس کے علاوہ متعدد کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

چنانچہ امام ترمذی نے سنن ترمذی میں اُمّ معقل کی روایت ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے مزید یہ روایت حضرت ابن عباس حضرت جابر حضرت ابو ہریرہ حضرت انس وہب ابن خنیش سے ثابت ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱/ ۱۸۶)

چنانچہ علامہ عینی نے ان راوی کی روایتوں کو عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کی روایتوں کو ہم نے عمدہ کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا ہے۔ مزید اور دیگر راوی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن یوسف اور عروہ بارقی کی روایت کو بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی جماعت سے یہ روایت ثابت ہے۔

حج کے برابر ہونے کا مطلب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل حج کے حکم اور ثواب کی طرح ہے، اگر حقیقتاً ایسا ہوتا تو فرض حج اس سے ساقط ہو جاتا جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے، امام ترمذی اس کا مطلب بتاتے ہوئے کہتے ہیں جیسے کہ آپ نے فرمایا قل ھو اللہ احد جس نے پڑھا اس نے ایک تہائی (۱۰) پارے پڑھ لئے۔ (پس جس طرح ۱۰ پارے پڑھنے کا ثواب اور ایک مرتبہ قل ھو اللہ کا پڑھنے کا ثواب بالکل حقیقت میں یکساں نہیں اسی طرح یہاں بھی یکساں نہیں بلکہ تشبیہ اور تمثیل ہے۔ (ترمذی: ۱/ ۱۸۶)

ابن عربی نے بیان کیا کہ رمضان کی برکت کے مل جانے کی وجہ سے اس نے حج کا درجہ پالیا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ عمل کا ثواب وقت کی شرافت کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے، جیسا کہ حضور قلب اخلاص کی وجہ سے ثواب بڑھ جاتا ہے۔ (پس رمضان کے شرف وفضیلت کی وجہ سے ثواب بڑھ گیا)۔ (عمدۃ القاری: ص ۱۱۷)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ یہ صرف اس عورت کے لئے خاص تھا جس نے آپ کے ساتھ حج نہ کرنے کا افسوس ظاہر کیا تھا۔ سب کے لئے نہیں۔ لیکن علامہ عینی نے سب کے لئے عام لکھا ہے۔ جو بھی کرے گا یہ ثواب پائے گا۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۱۷)

معارف السنن میں ہے کہ بعض متقدمین علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ صرف اس عورت کے ساتھ خاص ہے، جیسے سعید بن جبیر کا قول، مگر اسے عام ہی قرار دیا ہے۔ "و الظاهر حمله علی العموم."

علامہ بنوری نے تحقیق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح ماہ مبارک میں دیگر عبادتوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اور رمضان المبارک کو بعض اعتبار سے خصوصیت حاصل ہے، مثلاً قرآن پاک کا نزول، شب قدر کا وقوع، اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر۔ وغیرہ۔ پس جس طرح یہاں ثواب کی زیادتی اور وہ فضیلت حاصل ہوتی ہے جو غیر رمضان میں نہیں ہوتی اسی طرح عمرہ کا ثواب بھی بڑھ جائے تو کیا بعید ہے۔ (۳۴۲/۶)

بظاہر یہی ہے کہ ماہ مبارک کی وجہ سے ثواب بڑھ جاتا ہے۔ مشہور روایت تو یہی ہے کہ نفل کا درجہ فرض کا اور فرض کا درجہ ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ مگر ترمذی شریف کی ایک تعلیق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیکی کا ثواب ماہ مبارک میں ایک لاکھ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ترمذی کی کتاب الدعا میں فضل تسبیح کے ذیل میں ہے "عن الزهری قال تسبیحه فی رمضان افضل من الف تسبیحة فی غیره." (کتاب الدعا: ۱۸۵/۲)

ابن شہاب زہری مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ پس اس کے پیش نظر رمضان المبارک کے عمرہ کا ثواب بھی بڑھ کر حج مبارک کی طرح ہو جائے تو اصول کے موافق ہے۔

مزید یہ بات بھی ہو سکتی ہے اولاً آپ ﷺ نے عورت کی طلب اور خلوص کی بنیاد پر فرمایا تھا کہ عورت تنہا تو جائے گی نہیں محرم کا صرفہ بھی اس کی وجہ سے لگے گا۔ اس طرح دو عمرہ کا ثواب ہوگا۔ جو حج کے مثل ہو جائے گا یا اولاً تو اس عورت کے حق میں تھا پھر بعد میں اس کی عمومیت ہوگئی۔ شان ورود حدیث تو خاص تھا مگر حکم اب سب کے لئے عام ہو گیا۔ "و الله اعلم ان کان الخطا فمنیٰ و الصواب من الله."

خیال رہے کہ رمضان کا عمرہ گو حج کے مانند ہے مگر اس عمرہ رمضان سے فرض حج ساقط نہ ہوگا۔ یہ صرف ثواب میں ہے نہ کہ فریضہ حج کے ساقط ہونے میں۔ تمام فقہاء اسی کے قائل ہیں اور اس پر اجماع ہے۔

لہٰذا کوئی شخص رمضان میں عمرہ کرلے اور اسے حج فرض کی جانب سے کافی سمجھتے ہوئے حج نہ کرے تو ایسا شخص فرض حج کا تارک ہوگا۔ اور اسے حج کرنا واجب ہوگا۔ (عمدۃ القاری، معارف السنن: ص۳۴۲، مرعاۃ: ۱۰/۱۹۷)

رمضان کا عمرہ کن حضرات کے لئے افضل ہے

خیال رہے کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ ابن قیم اور دیگر علماء اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ رمضان کے روزے اور دیگر عبادت کی اہمیت کی وجہ سے نہیں کیا۔ پس وہ لوگ جو ماہ مبارک میں عبادت کی مشغولیت اعتکاف تلاوت وغیرہ زائد رکھتے ہیں اور سفر کی وجہ سے ان مشاغل میں کمی وخلل کا اندیشہ ہو اسی طرح وہ مشائخ جن کے توسط سے ایک جم غفیر اعتکاف وعبادت میں مشغول رہتا ہو عمرہ نہ کریں کہ آپ ﷺ بھی اصحاب کے ساتھ اعتکاف اور عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ باقی عام حضرات کے لئے رمضان کا عمرہ دیگر ماہ سے افضل ہے۔

رمضان کا عمرہ آپ کے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے

ابو طلیق کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کون سا عمل آپ کے ساتھ حج کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا۔ (عمدۃ القاری: ص۱۱۸، ترغیب: ۲/۱۸۳، بزار، طبرانی، مجمع الزوائد: ۳/۲۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (عمدۃ القاری: ص۱۱۷، مجمع الزوائد: ص۲۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انصار کی ایک عورت کو جسے ام سنان کہا جاتا ہے فرمایا میرے ساتھ حج کرنے سے تم کو کس چیز نے روکا۔ (یعنی میرے ساتھ حج کو کیوں نہ گئی) اس نے (معذرت کرتے ہوئے) کہا میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں ایک پر شوہر اور اس کے لڑکے نے حج کیا دوسری اونٹنی میرے خادم نے سیرابی کے لئے رکھ لیا۔ تو آپ نے فرمایا عمرہ رمضان میں حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔
(مسلم: ص۴۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت میں ہے کہ اس عورت کو (جس نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کے ساتھ حج کا ثواب کیسے ہوگا) کہہ دو کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(ابن خزیمہ: ۴/۳۶۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ماہ مبارک میں عمرہ کرنا بڑی عظیم فضیلت کا باعث ہے۔ ایک تو حج کے برابر حج کا ثواب رکھتا ہے وہ بھی آپ کے ساتھ حج کا ثواب۔ اس سے اور فضیلت زیادہ ہوگئی۔ آپ کے ساتھ حج کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا حج مقبول ہو۔ لہٰذا گویا کہ حج وہ بھی حج مقبول کا ثواب۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ آپ کا

حج جمعہ کے دن ہوا تھا۔ اور جمعہ کے حج کا ثواب ستر حج کے برابر ہے۔ لہٰذا عمرہ رمضان کا ثواب ستر حج کے برابر ہے۔

رمضان کا عمرہ کس قدر عظیم ثواب کا باعث ہے۔ مگر خیال رہے کہ رمضان کے عمرہ کی وجہ سے ماہ مبارک کے روزے میں جو فرض ہے اور تراویح جو سنت موکدہ ہے اور دیگر تلاوت وعبادت کا اہتمام سنت ہے۔ ان میں خلل اور نقصان نہ ہو۔ کہ نفل کی ادائیگی میں فرائض کا خلل ہو تو فرض کی اہمیت کی وجہ سے نوافل اور مستحب کو موخر کر دیا جائے گا۔ ابن قیم کی رائے ہے کہ اسی وجہ سے باوجود فضیلت کے اہتمام رمضان کی وجہ سے آپ نے رمضان میں عمرہ نہیں کیا۔

رمضان میں عمرہ کرنا سنت نہیں مگر فضیلت ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے قبل ۳ رعمرہ کیا جو ذیقعدہ میں تھے۔

(مجمع الزوائد: ص ۲۷۹، طبرانی، کنز العمال: ص ۳۰۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمرہ ذیقعدہ ہی میں کیا ہے۔ رمضان میں یا شول میں کوئی عمرہ آپ نے نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ آپ نے سب ذی قعدہ ہی میں کیا۔

چنانچہ علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں "اثبت عائشة كون الثلاثة فى ذى القعدة، خلا التى فى صحته." (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۱۳)

پس معلوم ہوا کہ رمضان مبارک میں آپ نے عمرہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ رمضان میں عبادت کے ساتھ مشغول ہونے کی جو اہمیت تھی اس کی وجہ سے آپ نے نہیں کیا۔ مزید اس وجہ سے بھی نہیں کیا کہ رمضان میں عمرہ روزہ جو فرض ہے اس میں خلل اور نقصان کا باعث نہ ہو۔ اور اس وجہ سے بھی نہیں کیا کہ رمضان میں آپ اگر عمرہ فرماتے تو آپ کی سُنّیت کی وجہ سے لوگ اس کی طرف تیزی سے رغبت کرتے اور امت کا رمضان کے مشاغل کی وجہ سے عمرہ کرنا مشکل اور مشقت کا باعث ہوتا اور روزے کے امور میں خلل پڑتا۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يشتغل فى رمضان من العبادات بما هو اهم من العمرة .... و ربما لا تسمح اكثر النفوس بالفطر فى هذه العبادة حرصا على تحصيل العمرة و صوم رمضان." (ص ۱۴۱) اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اشہر حج میں عمرہ اس وجہ سے کیا ہے کہ جاہلیت کے ذہن کی تردید ہو جائے وہ اس ماہ میں عمرہ کرنا برا مانتے تھے۔ (حجۃ الوداع: ص ۲۰۵)

پس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ رمضان میں نہیں کیا۔ رمضان کی عبادت کے پیش نظر پس معلوم ہوا کہ رمضان کے روزہ اور عبادت میں کوتاہی ہونا بہتر نہیں، لہٰذا اگر رمضان میں عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو بہتر ہے کہ

رمضان کے قبل ہی سفر کرے اور واپسی بھی رمضان کے بعد کرے۔ تاکہ روزے اور ماہ مبارک کی عبادت میں خلل پیدا نہ ہو۔ اور اس دور میں آسان بھی ہے چونکہ ہوائی جہاز کا سفر ہوتا ہے اور ایک ماہ کا ویزا بھی ملتا ہے۔

حافظ نے لکھا ہے کہ امت کے لئے رمضان میں عمرہ کرنا افضل ہے۔ اور آپ کے حق میں اشہر حج میں افضل تھا۔ (حجۃ الوداع: ص۲۰۴)

عمرہ کے طواف میں بھی آپ رمل کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ کے سب طواف میں رمل فرماتے۔

(مسند احمد: ۲/۲۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کا طواف فرماتے تو طواف کے ۳ر چکروں میں رمل فرماتے باقی ۴ر چکروں میں حسب سابق چکر لگاتے۔ پھر دو رکعت نماز (طواف) ادا فرماتے، پھر صفا اور مروہ کی سعی فرماتے۔ (بخاری: ص۲۱۹، مسلم، ہدایۃ السالک: ص۱۲۶۹)

فائدہ: عمرہ کے طواف کا وہی طریقہ ہے جو حج کا طریقہ ہے۔ حجر اسود کے استیلام سے شروع کیا جائے گا۔ جیسے طواف کی ابتدا استیلام سے ہوگی ویسے تلبیہ پڑھنا بند ہوجائے گا۔ اور شروع کے ۳ر چکروں میں رمل ہوگا۔ اور اضطباع بھی ہوگا۔ یہ دونوں امور عمرہ میں مسنون ہے۔ شرح لباب میں ہے "و طاف برمل و اضطباع و قطع التلبية اول استيلام الحج." (شرح لباب: ص۳۶۵)

عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا افضل ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت عائشہ کو تنعیم لے جاؤں عمرہ کے لئے۔ (عمرہ کے احرام باندھنے کے لئے)۔ (بخاری: ص۲۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ اپنی بہن کو خارج حرم لے جاؤ۔ (عمدۃ القاری: ص۱۲۰)

فائدہ: عمرہ کا احرم حل خارج حرم سے باندھا جائے گا۔ خواہ وہ مکہ کے باشندہ ہوں، یا باہر دوسرے ممالک کے ہوں۔ (شرح لباب: ص۴۶۷)

مکہ سے احرام باندھنے والوں کے لئے بہتر ہے کہ تنعیم، مسجد عائشہ سے باندھیں۔ (شرح لباب: ص۴۶۷)

مکہ والوں کے لئے جعرانہ سے بھی احرام باندھنا جائز ہے۔ (شرح لباب: ص۴۶۷)

علامہ عینی نے کہا کہ اصل یہ ہے کہ عمرہ کا احرام خارج حرم سے باندھا جائے گا چونکہ مقام تنعیم قریب تھا اس وجہ سے سہولت کے لئے آپ تنعیم کا انتخاب فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ تین سونبیوں نے عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھا ہے۔ (ہدایۃ السالک: ص۱۲۶۴)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ عمرہ کا احرام تنعیم سے باندھے، اس کے بعد جعرانہ افضل ہے۔ اس کے بعد حدیبیہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ تو حکم اس کا ہے، جو کہ مکرمہ میں ہو۔

اگر ہندوپاک سے کوئی عمرہ کے لئے جائے گا تو وہ عمرہ کا احرام اپنے میقات سے اسی طرح باندھے گا جیسا کہ حاجی باندھتے ہیں۔ پس خواہ ہوائی جہاز پر سوار ہونے سے پہلے احرام باندھ لے یا ہوائی جہاز پر جب جہاز میقات سے گذرنے لگے تو اس سے قبل احرام باندھ لے۔ اور عمرہ کا احرام اسی طرح باندھا جائے گا جس طرح حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔

سال میں پانچ دن کے علاوہ ہر دن عمرہ کرنا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سال بھر عمرہ کرنا درست ہے جب چاہو کرو۔ سوائے پانچ دن کے یوم عرفہ، یوم النحر، اور ایام تشریق۔ (اعلاء السنن: ص۴۴۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سال کے تمام دنوں میں خواہ حج سے قبل کے ایام ہوں یا حج کے بعد کے ایام ہوں عمرہ کر سکتا ہے۔ صرف ان پانچ دنوں میں عمرہ کرنا ممنوع ہے۔ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کو چونکہ یہ ایام حج ہیں۔ ان دنوں حج کی اہم ترین مشغولی رہتی ہے۔ شرح لباب میں ہے عمرہ کا کوئی وقت متعین نہیں ہے سوائے پانچ دن کے۔ "لیس لها وقت معین بل جمیع السنة وقت لها الا انه تکره فی خمسة ایام."

(شرح لباب: ص۴۶۴)

ہاں خیال رہے کہ جس نے حج افراد کیا ہے میقات سے صرف حج کا احرام باندھا ہے وہ مکہ مکرمہ میں ۸/ تاریخ سے پہلے بھی آجائے گا تو حج کے احرام میں رہے گا۔ دیگر عبادت نفلی طواف وغیرہ کرتا رہے گا۔ مگر عمرہ نہیں کر سکتا ہے۔ چونکہ وہ حج کے احرام میں ہے لہٰذا وہ حج ارکان سے فارغ ہو کر ہی عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے اگر عمرہ کرے گا تو حج کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا پڑے گا۔ اور یہ جائز نہیں۔ چنانچہ شرح لباب میں ہے "لا یجوز و لا یصح فسخ احرام الحج الی العمرة." (شرح لباب: ص۲۹۷)

ہاں البتہ متمتع جب اپنے عمرہ سے فارغ ہو جائے اور حلال ہو جائے اور مکہ مکرمہ میں مقیم رہے تو اس کو نفلی عمرہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ شرح لباب میں ہے "و هو التمتع المذکور بعد حلقه یفعل کما یفعل الحلال و الظاهر انه یجوز له الاتیان بالعمرة." (شرح لباب: ص۱۸۲)

سال میں ایک مرتبہ سے زائد عمرہ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عمرہ کیا ایک عمرہ ذی قعدہ میں ایک شوال میں (یعنی

شوال میں نکلے تھے اور احرام ذی قعدہ میں باندھا تھا)۔ (ابوداؤد: ص ۲۷۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عمرہ مستقل کیا۔ مگر ایک سال میں دو عمرہ کبھی نہیں کیا۔ ابن قیم زادالمعاد میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں (جس نے سمجھا آپ نے سال میں دو مرتبہ عمرہ کیا ہے) یہ وہم ہے کہ آپ نے سال میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے ۴؍عمرے کئے ہیں۔ پہلا عمرہ ذیقعدہ میں حدیبیہ سے کیا تھا۔ (جس میں آپ مکہ مکرمہ جانے سے روک دیئے گئے تھے، پھر ایک سال تک آپ نے کوئی عمرہ نہیں کیا۔ پھر دوسرا عمرہ آپ نے عمرۃ القضا کیا (سال گذشتہ کی قضاء) یہ بھی ذیقعدہ میں تھا۔ حدیبیہ سے کیا تھا (جس میں آپ مکہ مکرمہ جانے سے روک دیئے گئے تھے پھر ایک سال تک آپ نے کوئی عمرہ نہیں کیا۔ پھر دوسرا عمرہ آپ نے عمرۃ القضاء کیا (سال گزشتہ کی قضاء) یہ بھی ذیقعدہ میں تھا۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ پھر اس کے بعد مکہ مکرمہ نہیں گئے۔ پھر آپ سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مکہ گئے۔ امسال آپ نے عمرہ نہیں کیا۔ پھر شوال میں آپ غزوہ حنین کے لئے نکلے۔ اس غزوہ میں دشمن کو ہزیمت نصیب ہوئی۔ آپ مکہ واپس ہوتے ہوئے عمرہ کا احرام باندھا یہ بھی ذیقعدہ میں تھا۔ (جسے عمرۂ جعرانہ کہا جاتا ہے) اس سال بھی دو عمرے جمع نہیں ہوئے۔ (ص ۱۴۲)

تو پھر کس موقعہ پر آپ نے سال میں دو عمرہ کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ سال میں آپ سے دو عمرے نہیں ہوئے یعنی ایک ہی سال ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ آپ نے نہیں کیا۔

ابن قیم گو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آپ نے سال میں دو عمرہ نہیں کیا مگر امت کے حق میں اسے جائز اور باعث فضیلت مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں عمرہ عبادت اور تقرب ہے اور عبادت و تقرب میں تکرار اور زیادتی باعث فضیلت ہے۔ مزید یہ کہ اس کے خلاف کوئی نص حدیث و روایت بھی تو نہیں ہے جس سے اس کو ممنوع اور مکروہ قرار دیا جائے۔ ''و لا اریٰ ان یمنع احد من التقرب الی اللّٰہ بشیء من الطاعات و لا من الازدیاد من الخیر فی موضع و لم یأت بالمنع له نص وهذا قول الجمهور.'' (ص ۱۴۲)

اس مسئلہ میں تھوڑا اختلاف ہے کہ سال میں ایک مرتبہ سے زائد عمرہ کرنا کیسا ہے، ابن قیم کہتے ہیں کہ امام مالک ایک سے زائد مکروہ قرار دیتے ہیں۔ مگر ان کے اصحاب میں مطرف، ابن اعواز، اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سال میں متعدد مرتبہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ماہ میں دو مرتبہ عمرہ کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی سال میں متعدد مرتبہ عمرہ منقول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک سال میں دو مرتبہ کیا تھا۔

(زادالمعاد: ص ۱۴۳)

علامہ ابن قیم عمرہ کی فضیلت اور حضرات صحابہ کے آثار سے ثابت کرتے ہیں کہ عمرہ کا تکرار سال میں مشروع اور باعث فضیلت ہے۔ امام مالک کے اصحاب نے خود اسے جائز اور مشروع قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ ابن عبدالبر نے تو

صاف کہہ دیا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کوئی کتاب سنت کے پیش نظر مکروہ کا قائل ہو۔ حضرات شوافع کے یہاں اس کا تکرار مستحب ہے۔

یہی جمہور کا قول ہے اور امام اعظم بھی اسی کے قائل ہیں سال میں متعدد عمرہ جائز ہے۔ شرح مہذب میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ "مذهبنا انه لا يكره تكرار العمرة في السنة بل يستحب و به قال ابوحنيفة و احمد و جمهور العلماء من السلف و الخلف." (جزء حجۃ الوداع)

اسی طرح ملا علی قاری کی شرح لباب میں ہے جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ "يستحب اى الاكثار منها على ما عليه الجمهور." (شرح لباب: ص ۴۶۷)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ کوئی ماہ نہ جائے مگر یہ کہ عمرہ کرے اور اہل توسع پر ہر ماہ عمرہ کرنا مستحب ہے اگر وہ ایک ماہ میں دو یا تین مرتبہ عمرہ کرے تو زیادہ پسندیدہ ہے۔

چنانچہ حضرت امام شافعی نے اپنی مسند میں بھی اور کتاب الام میں بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر ماہ عمرہ کیا کرتے تھے۔ ابن مسیّب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ سال میں دو مرتبہ ایک مرتبہ ذوالحلیفہ سے ایک مرتبہ جحفہ سے عمرہ کیا کرتی تھیں۔

حضرت ابن عمر بھی عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے زمانہ میں ہر سال دو مرتبہ عمرہ کیا کرتے تھے۔ حضرات حنابلہ کے یہاں حضرات شوافع کی طرح رمضان المبارک میں کثرت سے بار بار عمرہ کرنا افضل لکھا ہے۔ ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ دس دن سے پہلے عمرہ دوبارہ نہ کرے۔ (ہدایۃ السالک: ص ۱۲۵۷)

ابن جماعہ نے احناف کا قول نقل کیا ہے کہ رمضان المبارک میں کثرت سے عمرہ کرنا افضل ہے۔

(ہدایۃ السالک: ص ۱۲۵۸)

خلاصہ یہ نکلا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت اور صحت دی ہے تو عمرہ حسب موقعہ کرتا رہے۔ سال میں ایک دو عمرہ کرلیا کرے۔ اور رمضان میں ہو سکے اور ماہ مبارک کی عبادت میں خلل نہ ہو تو ماہ مبارک میں کرلیا کرے تا کہ حج کا ثواب حاصل ہو۔

ہندپاک کے حضرات کو چونکہ سفر کی زحمت کے ساتھ مال بھی اچھا خاصہ لگتا ہے تو گنجائش ہونے پر حج کے علاوہ مستقل الگ سے ایک عمرہ ضرور کرے۔ تا کہ جو لوگ حج کی طرح اسے واجب قرار دیتے ہیں ان کی بھی رعایت ہو جائے۔

عمرہ کے تمام امور سے رات میں فارغ ہو جانا سنت سے ثابت ہے

محرش الکعبی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے رات میں نکلے تھے۔ اور مکہ مکرمہ رات میں داخل ہوئے۔ اور

عمرہ پورا کیا پھر رات ہی میں نکل گئے۔ (ترمذی: ص ۱۸۶)

فائدہ: آپ ﷺ جعرانہ سے جو عمرہ کیا تھا اس میں آپ شب ہی میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ رات ہی میں طواف خانہ کعبہ کیا۔ رات ہی میں سعی کی اور قصر کرایا اور رات ہی میں مکہ مکرمہ سے کوچ کیا اور مقام سرف ہوتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

بس اگر کوئی رات ہی میں مکہ مکرمہ عمرہ کے احرام سے داخل ہو اور رات ہی میں عمرہ کے احکام سے فارغ ہو جائے تو بہتر اور سنت ہے کوئی قباحت نہیں۔ یہ کہنا اور سوچنا احرام کی حالت میں کچھ وقت گذارنا اچھا اور ثواب کا کام ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ احرام کی حالت میں رہتے اور تاخیر سے طواف وغیرہ فرماتے۔

عورتوں کو بھی مردوں کی طرح عمرہ کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا عورتوں پر بھی جہاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ جہاد ہے جس میں قتال نہیں ہے۔ وہ حج اور عمرہ ہے۔ (ابن ماجہ: ص ۲۱۴)

فائدہ: جس طرح مردوں کے لئے عمرہ کرنا سنت ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی عمرہ کرنا عظیم عبادت اور سنت ہے۔

چنانچہ بیشتر ازواج مطہرات حج و عمرہ کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مستقل طور پر رجب میں عمرہ کرتی تھیں۔ پس اگر عورت کو استطاعت ہو تو وہ عمرہ کرے ہاں مگر حج کی طرح یہاں بھی شرط ہے کہ محرم ساتھ ہو، بلا محرم کے حج و عمرہ کا سفر عورتوں کو درست نہیں خواہ عورت بوڑھی اور بدشکل کیوں نہ ہو۔ شریعت کا یہی حکم ہے۔

ایک عورت جو حج نہ کرسکی تھی تو آپ نے رمضان میں عمرہ کرنے کہا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام سلیم (والدہ حضرت انس) آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ ابوطلحہ اور ان کے لڑکے حج کرنے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے ام سلیم رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ (یعنی رمضان میں عمرہ کرلو)۔ (ترغیب: ۶۲/۲، احسان: ص ۹۱۲، عمدۃ القاری: ۱۱۶/۱۰)

بنی اسد کی ایک عورت حضرت اُمّ معقل نے کہا کہ میں نے حج کا ارادہ کرلیا تھا۔ میرا اونٹ گم ہو گیا تو میں آپ سے پوچھا (اب کیا کروں) آپ نے فرمایا ماہ رمضان میں عمرہ کرلو رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔

(مسند احمد: ۴۰۶/۶، حاشیہ زاد المعاد: ص ۹۹)

فائدہ: متعدد عورتوں نے آپ سے رنج و افسوس سے کہا کہ وہ کسی عارض کی وجہ سے حج کو نہ جاسکیں تو آپ نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ رمضان المبارک میں عمرہ کرلیں۔ حج کا بدل ہو جائے گا۔ پس جن عورتوں پر حج شرعاً فرض نہیں یا وہ حج کو جانے کی سہولت نہیں رکھتی ہیں چونکہ حج میں رقم کافی لگتی ہے اور وہ محرم کے ساتھ عمرہ کرسکتی ہے یا کوئی محرم

جارہا ہے تو رمضان میں عمرہ کرلے اس طرح حج کا ثواب مل جائے گا۔ ہاں حج فرض کی تلافی اس عمرہ سے نہیں ہوگی۔

عمرہ کرنے کا مسنون طریقہ

ہوائی سفر سے پہلے غسل کرے۔ سلے کپڑے اتار کر دو سفید چادر جو سلے نہ ہوں، اس میں سے ایک کا ازار لنگی بنالے اور ایک کو چادر کی طرح کندھے پر ڈال لے۔ خوشبو وغیرہ بدن پر لگالے۔ اس کے بعد سر چادر سے ڈھانک کر دو رکعت احرام عمرہ کی نیت سے نماز پڑھے سلام کے بعد سر سے چادر ہٹالے۔ اور کہے کہ اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں اسے قبول فرما۔ اس کے بعد "لبيك بعمرة" کہے اور ذرا زور سے تلبیہ ادا کرے۔ احرام عمرہ کا بندھ گیا، اب احرام کی پابندیوں پر عمل کرے جیسا کہ حج کے احرام میں ہوتا ہے۔ اور تلبیہ پڑھتا رہے۔

جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو اپنا سارا سامان رکھ کر فوراً جلد از جلد خانہ کعبہ میں آئے یہاں خانہ کعبہ کے مختلف دروازے مختلف ناموں سے ہیں ان میں سے ایک دروازہ باب السلام ہے۔ اس دروازہ سے خانہ کعبہ میں داخل ہو یا باب العمرہ ایک دروازے کا نام ہے۔ اس سے داخل ہو، پھر اضطباع کرے اس کے بعد حجر اسود کے پاس آئے استیلام کرے اگر وہاں بھیڑ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کرلے اور استیلام کے وقت کی جو دعا ہے اسے پڑھ لے۔ اور اب تلبیہ ختم کردے۔ سات چکروں کے بعد آخری استیلام کر کے طواف ختم کردے اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے یا جہاں آسان ہو طواف کی دو رکعت نماز پڑھے اور دعا کرے۔ اس کے بعد استیلام یا حجر اسود کی جانب اشارہ اور دعا استیلام پڑھ کر باب الصفا سے نکل کر صفا کی جانب آئے اور یہاں سے سعی شروع کرے۔ صفا پر، مروہ پر میلین اخضرین پر جو دعائیں اور اوراد ہے اسے پڑھے۔ مروہ پر سعی ختم کرے اس کے بعد حرم میں دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے بعد حجامت بنوائے خواہ حلق کرے یا قصر کرے۔ پس عمرہ سے فراغت ہوگئی۔ اس کے بعد اگر مکہ مکرمہ میں قیام ہو تو نفلی عمرہ کرتا رہے، یا طواف خانہ کعبہ میں لگا رہے، یا اور عبادت تلاوت و ذکر جس کی جانب ذہن راغب ہو لگا رہے، اور حرم کے قیام کو غنیمت سمجھے۔ (شرح لباب: ص ۴۶۶، غنیۃ)

عمرہ کا ثواب خرچ اور تعب و مشقت کے اعتبار سے زائد ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے موقعہ پر فرمایا تمہیں صرفہ اور مشقت کے اعتبار سے عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (حاکم: ۱/۴۷۱)

اسود کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا اے عائشہ تم کو عمرہ کا ثواب صرفہ کے اعتبار سے ہے۔ (حاکم: ۱/۴۷۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تمہارا جتنا صرفہ مالی ہوگا۔ اور تم کو جتنی مشقت ہوگی جتنی تم کو پریشانی ہوگی جس قدر تم کو

کلفت ہوگی اسی قدر ثواب زائد ملے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوجہ سے یہ فرمایا تھا کہ حج کے موقعہ پر اور لوگوں نے اور ازواج مطہرات نے اسی احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ داخل ہوتے ہی عمرہ ادا کرلیا تھا نہ الگ سے احرام باندھنا پڑا تھا نہ حدود حرم سے خارج جانا پڑا تھا۔ جیسا کہ تمتع اور قران کا طریقہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شروع میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت حائضہ ہوگئی تھیں۔ عمرہ نہ کرسکیں تھیں۔ ادھر حج کا وقت آجانے کی وجہ سے حج کے مناسک میں مصروف ہوگئیں۔ طواف زیارت سے پہلے پاک ہوگئی تھیں۔ جب روانگی کا وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت افسوس اور رنج ہوا کہ سب تو عمرہ اور حج کے ساتھ واپس ہورہی ہیں۔ اور میں صرف حج کے ساتھ۔ تو اس پر آپ نے فرمایا اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرلو۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو الگ سے خارج حرم جاکر پھر عمرہ کرنا پڑا تھا۔ اس پر مشقت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ عمرہ کا ثواب بقدر مشقت ہے۔ پس حضرت عائشہ کو دیگر لوگوں اور ازواج مطہرات کے مقابلے زیادہ ثواب ملا۔

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

❶ جس عمرہ یا حج میں مال کا صرفہ زائد اور مشقت زائد ہو تو اس کا ثواب زائد ہوگا۔

❷ تنعیم کے مقابلہ میں جعرانہ سے عمرہ کا ثواب خرچہ زائد لگنے کی وجہ سے زیادہ ثواب ہوگا۔ نفس عمرہ میں سب برابر ہے۔

❸ مکہ مکرمہ سے عمرہ کرنے سے زائد مستقل عمرہ حج کے علاوہ دنوں میں کیا جاتا ہے زیادہ ثواب ملے گا۔

❹ مکہ مکرمہ میں منیٰ عرفات مزدلفہ پیدل جانے میں زیادہ تعب و مشقت ہے لہٰذا اس کا ثواب زائد ملے گا۔

❺ حج افراد کے مقابلہ میں تمتع اور قران کا ثواب زیادہ ملے گا چونکہ قربانی کا خرچہ زائد ہوگا۔

❻ قران کا ثواب زائد ہوگا چونکہ احرام زیادہ دنوں تک ہونے کی وجہ سے تعب و مشقت زائد ہوگی۔

❼ حج کے موقع پر بیمار ہوجانے کی صورت میں حج کے امور ادا کرنے پر ثواب زائد ملے گا۔ چونکہ بیماری کی کلفت کے ساتھ پریشانی برداشت کرتے ہوئے حج کیا ہے۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد دوران قیام عمرہ کرنا ثابت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ حج سے فارغ ہونے پر ایام تشریق کے بعد عمرہ کرنا کیسا ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ: ص ۳۳۱)

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذی الحجہ کے اخیر میں عمرہ کیا کرتی تھیں یعنی حج سے فراغت پر۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرنے میں ثواب ہے کوئی گناہ نہیں ہے۔

(ابن ابی شیبہ: ۴/۲۳۱)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ حج کے ۶ دن کے بعد عمرہ کرنا کیسا ہے؟ کہا کہ اگر چاہو تو عمرہ کرلو۔ (یعنی پانچ دن تو حج کی مشغولیت کے ہوئے، اس کے بعد عمرہ کرنا)

فائدہ: صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک جماعت سے حج سے فارغ ہونے کے بعد اسی قیام مکہ کے دوران عمرہ کرنا ثابت ہے۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ لہٰذا آپ حج سے فارغ ہونے کے بعد خواہ آپ نے کوئی سا بھی حج کیا ہو۔ خواہ تمتع کیا ہو، نفلی عمرہ کرسکتے ہیں۔ وہاں کے اہل حدیث سلفی مسلک کے حامل منع کریں تو آپ ان سے متاثر نہ ہوں۔ ان کا مسلک ہے۔ اہل حدیث اس سے منع کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ گو آپ نے نہیں کیا مگر آپ نے منع نہیں کیا۔ اور صحابہ کرام کی جماعت کے کرنے سے معلوم ہوا کہ منع نہیں ہے۔ اگر ممنوع ہوتا تو یہ حضرات نہ کرتے۔

عمرہ کرنا چاہئے اور طواف بھی اہتمام سے جب جب موقعہ ملے کرتا رہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو صرف یہاں ہی کی سرزمین مقدس میں ہوسکتی ہے پھر ایسی عبادت کو کیوں چھوڑے۔ اگر اختلاف ہے تو ہم نے ان صحابہ کی رائے اور عمل کو اختیار کیا ہے۔ جو صحیح ہے قیاس اور رائے کو دخل نہیں دی ہے۔

صحابہ کرام کا حج کے بعد اسی قیام کے دوران عمرہ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے (صحابہ کرام) حلق کرایا، پھر، کوچ، روانہ ہونے کے وقت عمرہ کرنے لگے تو لوگوں نے پوچھا حلق کس کا کرتے تھے، تو کہتے صرف استرہ سر پر پھیر لیتے تھے۔

(حاکم، اعلاء السنن: ص ۴۴۵)

فائدہ: دیکھئے اس روایت سے اس بات کا علم ہوا کہ حج کے حلق کے بعد، کوچ یعنی وطن روانہ ہونے جو عموماً ۱۲/ تاریخ ہے، اسے یوم النفر الاول کہتے ہیں عمرہ کرکے گھر جاتے تھے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ سے آنے کے بعد عمرہ کرنا درست ہے۔ حضرات صحابہ کرام نے کیا ہے اور وہ کیا کرتے تھے۔ ہاں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے فارغ ہوتے ہی مدینہ منورہ کی جانب عازم ہوگئے تھے۔ آپ کے ساتھ بہت سے مسائل تھے آپ تو ۱۴/ کی صبح ہی کو رخصت ہوگئے تھے۔ آپ رکے کہاں تو عمرہ کرنے اور نہ کرنے کا سوال ہوتا۔ ہاں بہت سے صحابہ کرام چلتے وقت عمرہ کیا تھا۔ اسی وجہ سے تو سر کے متعلق سوال کیا گیا کہ ابھی تو حج کا حلق ہوا تھا سر کے بال منڈائے گئے تھے تو ایک دو دن میں سر میں کہاں بال اگیں گے جو سر کا حلق کریں گے اسی کا جواب دیا کہ ہاں بال تو نہیں اگتے تھے مگر یونہی سر کے اوپر سے استرہ چلاتے تھے۔ پس اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سر پر بال نہ

ہوں تب بھی استرہ پھیرنا ہوگا۔ آج کل بہت سے لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں قیام کے دوران عمرہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ سوان کا منع کرنا صحیح نہیں ہے۔ حضرات صحابہ سے ثابت ہے۔ اور حلال ہونے کے بعد عمرہ کا احرام بھی صحیح ہے۔ اور ایام ممنوعہ بھی نہیں ہے۔ پھر منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ امت کا تعامل بھی ہے کہ فراغت کے بعد قیام کے دوران اپنے اقامت کو طواف اور عمرہ سے معمور رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو یہاں کے علاوہ کہیں نہیں ہوسکتی۔

اگر کسی کے پاس حج کرنے کا روپیہ نہ ہوتو عمرہ کا ثواب حاصل کرے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حج کی طرح عمرہ فرض ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہاں مگر یہ کہ عمرہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۰/۱۰۸)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج عمرہ دونوں فرائض میں سے ہیں کوئی حرج نہیں کہ جس کو تم پہلے کرلو۔ (دارقطنی، عمدہ: ص ۱۰۷)

فائدہ: عمرہ بھی زیارت بیت اللہ، اسلامی شعائر میں سے ہے۔ خانہ کعبہ خدا کے گھر کی زیارت اہم ہے۔ خدا کے گھر پہنچ کر معافی مانگنی ہے، چنانچہ آپ نے حج سے قبل عمرہ ہی کیا ہے۔ عمرہ حج کے تابع نہیں ہے۔ پس اللہ پاک عمرہ کرنے کی وسعت دے جس میں عموماً حج سے نصف رقم خرچ ہوتی ہے۔ اور حج میں قریب دگنی رقم لگتی ہے تو عمرہ کرے۔

خیال رہے کہ احناف کے علاوہ کے یہاں عمرہ واجب ہے۔ لہٰذا حج کی رقم کے انتظار مین تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ حج سے قبل عمرہ کرنا مکروہ سمجھتے ہیں سو یہ صحیح نہیں ہے۔ ہمارے فقہاء نے عمرہ کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ صاحب بدائع نے واجب کہا ہے۔ جس پر استطاعت ہو اس کے حق میں سنت موکدہ ہے۔ جیسا کہ شرح مناسک میں ہے "العمرۃ سنة موكدة لمن استطاع اى اليها سبيلا بالزاد و الراحلة." (شرح مناسک: ص ۴۶۳)

دیکھئے اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کی رقم جس کے پاس ہو گو حج کی رقم نہ ہو اس کو عمرہ کرلینا سنت موکدہ ہے۔

عمرہ اور اس کے متعلق چند اہم مسائل

◎ احناف کے نزدیک مختار قول میں عمرہ کرنا سنت موکدہ ہے۔ (شرح لباب: ص ۴۶۴)

◎ احناف کے ایک مشہور قول میں (مرد عورت دونوں کے لئے سنت ہے)۔ (عمدۃ القاری)

◎ جسے عمرہ کرنے کی استطاعت مال وصحت ہو اس کے حق میں سنت موکدہ ہے۔ (شرح لباب)

◎ حج فرض ہے اور عمرہ واجب یا سنت ہے جس کو استطاعت ہو۔ (شرح لباب)

◎ عمرہ کے لئے کوئی وقت متعین نہیں سال کے پانچ دنوں کے علاوہ ہر دن کرسکتا ہے۔ وہ پانچ دن یہ ہیں یوم عرفہ، یوم النحر، اور ایام تشریق کے تین دن۔ (شرح لباب)

◎ عمرہ میں نہ طواف قدوم ہے نہ طواف وداع ہے۔ (شرح لباب)

◎ اس کے احرام باندھنے کا مقام حل ہے خواہ مکی ہو یا مکہ سے باہر کا رہنے والا ہے۔

◎ ہند پاک سے عمرہ کے لئے جانے والے حضرات جہاں سے حج کا احرام باندھتے ہیں وہیں سے عمرہ کا احرام باندھیں گے۔

◎ عمرہ کے احرام کے وہی سنن و مستحبات ہیں جو حج کے احرام کے ہیں۔

◎ عمرہ کے احرام میں تمام وہی پابندیاں ہوں گی جو حج کے احرام میں ہے۔ (شرح لباب)

◎ عمرہ رمضان میں کرنا افضل ہے۔

◎ جس نے حج کا احرام باندھا ہے اس کو حج سے فارغ ہونے سے پہلے عمرہ کرنا جائز نہیں۔ اگر حج کے احرام پر عمرہ کرے گا تو دم واجب ہو جائے گا۔

◎ سال میں ایک مرتبہ سے زائد عمرہ کرنا مستحب ہے۔ (شرح لباب: ص ۴۶۷)

◎ حج سے فارغ ہونے کے بعد قیام کی حالت میں عمرہ کرنا درست ہے۔

◎ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام کرنے پر ایک قربانی واجب ہے۔

◎ حج کے بعد عمرہ کرنے پر قربانی واجب نہیں۔

◎ عمرہ کے طواف اور سعی اور حلق میں وہی مستحبات امور ہیں جو حج کے طواف و سعی حلق وغیرہ میں ہیں۔

عمرہ میں صرف چار ہی احکام ہیں:

(۱) میقات سے عمرہ کا احرام باندھنا۔ آج کل ہوائی جہاز کے دور میں پرواز سے پہلے احرام باندھ لے۔ (۲) مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرنا (۳) طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا (۴) اس کے بعد سر کے بال منڈوانا یا کتروانا، پس عمرہ ادا ہو گیا۔

◎ عمرہ کے احرام کے بعد تلبیہ پڑھتے رہنا۔ طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ چھوڑ دینا۔ (شرح لباب: ص ۴۶۴)

◎ اگر مکہ میں قیام ہے اور عمرہ کرنا چاہتا ہے تو حدود حرم سے باہر احرام باندھے۔ اس کے لئے تنعیم قریب ہے۔

◎ جدہ سے عمرہ کرنے والے جدہ سے احرام باندھ کر آئیں گے۔

◎ ایک سفر میں ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ نئے احرام سے درست ہے۔

◎ ایک احرام سے دو عمرہ کرنا درست نہیں۔

◎ احرام کے عمرہ سے جب عمرہ ادا کرلیا اور حلال ہوگیا تو پھر عمرہ کرسکتا ہے۔

◎ تمتع کرنے والا جب عمرہ کرکے فارغ ہوگیا اور حلال ہوگیا تو حج سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرسکتا ہے، اس میں کوئی قباحت اور ممانعت نہیں ہے۔

◎ عمرہ دوسرے کی طرف سے نفلی بھی کرسکتا ہے۔ (شرح لباب: ص۴۶۳)

◎ عمرہ کے طواف سے بھی فارغ ہوکر دو رکعت طواف کا پڑھنا واجب ہے۔ (شرح لباب: ص۴۶۶)

◎ عمرہ کے سعی کے بعد دو رکعت نماز کا پڑھنا مستحب ہے۔

◎ عمرہ کے طواف میں بھی اضطباع کرنا سنت ہے، یعنی احرام کی چادر کے ایک کنارے کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر ڈالنا۔ (شرح لباب: ص۴۶۵)

◎ عمرہ کے طواف میں بھی رمل شروع کے تین چکر میں کرنا مسنون ہے۔ (شرح لباب)

◎ آفاقی، میقات سے باہر رہنے والا مثلاً ہندی پاکستانی حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کرکے اپنے وطن آسکتا ہے عمرہ کرنے سے حج واجب نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل: ۴/۶۷)

◎ اہل مکہ کے لئے اشہر حج میں عمرہ کرنا منع ہے۔ (شرح لباب: ص۴۶۶)

◎ جدہ میں رہنے والا اگر حج کا ارادہ رکھتا ہے تو عمرہ کرنا اسی سال مکروہ ہے اگر حج کا ارادہ نہیں ہے تو عمرہ کرسکتا ہے۔

◎ خیال رہے کہ عمرہ کے احرام میں کسی واجب کے چھوڑ دینے سے یا احرام کے ممنوعات کا ارتکاب کرنے سے دم (قربانی بکری کا یا بڑے کا ایک حصہ) ہی واجب ہوتا ہے۔ (شرح لباب: ص۴۶۴)

◎ یا صدقہ جس کا بیان احرام کے ذیل میں ہے: مثلاً عمرہ کا طواف جنابت کی حالت میں کرلیا یا حیض کی حالت میں تو بکرے کی قربانی لازم ہوگی۔ (شرح لباب: ص۴۶۴)

◎ تمام سال عمرہ کرنا درست ہے، البتہ ۹ رذی الحجہ سے ۱۳ رتک مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر کسی نے احرام عمرہ کا اس سے پہلے باندھا مگر کسی وجہ سے وہ مکہ میں ۹ ر کے بعد پہنچا اور اس کا حج فوت ہوگیا تو وہ اب عمرہ کرسکتا ہے، اس کے لئے درست ہے کہ ان ایام میں عمرہ کرلے، مگر افضل ہے کہ پانچ روز گذرنے کے بعد کرے۔

(شرح لباب: ص۴۶۶)

مزید حج وعمرہ کے مسائل ارشاد الحجاج میں دیکھئے۔ (زیر طبع)

زیارت مدینہ سے متعلق آپ کے ارشادات طریق وآداب

مدینہ منورہ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لئے ایک حرم ہوتا ہے میرا حرم مدینہ ہے۔ (مجمع:۳/۳۰۲)

حضرت رافع سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم (جائے محترم) قرار دیا ہے میں نے مدینہ کے دو پہاڑیوں کے درمیان کو حرم قرار دیا ہے۔ (مسلم:ص۴۴۰)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ میری جائے ہجرت ہے یہی میری آرام گاہ ہے۔ اسی سے میرا اٹھنا ہوگا۔ میری امت پر حق ہے کہ میرے پڑوسیوں کی رعایت کریں جب تک کہ وہ گناہ کبیرہ سے بچتے رہیں۔ جوان لوگوں کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (ہدایۃ:ص۱۰۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک نے مدینہ کا نام طابہ (خوشگوار پاکیزہ) رکھا ہے۔ (مسلم:ص۴۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اس طرح مدینہ میں سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔ (بخاری:ص۲۵۲، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کی گلیوں راستوں پر حضرات ملائکہ مقرر ہیں طاعون کی بیماری اور کانا دجال سے یہ محفوظ رہے گا۔ (بخاری:ص۲۵۲، مسلم:ص۴۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ پاک اسے ایسا پگھلا (ہلاک) کردے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور ختم ہوجاتا ہے (مسلم:۱/۴۴۵، بخاری:۲۵۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ مدینہ میں دگنی برکت عطا فرما جو مکہ میں ہے۔ (مسلم:ص۴۴۲)

روضہ اطہر کی زیارت کا ثواب اور اس کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے قبر کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب۔ (مجمع الزوائد:۴/۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وفات کے بعد میرے قبر کی زیارت کی اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (مجمع:۴/۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خالص ثواب کی نیت سے میری زیارت کے لئے مدینہ آئے گا وہ قیامت کے دن میرے بغل میں ہوگا۔ (بیہقی:۵/۴۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے پھر میرے ارادے سے مسجد نبوی میں آئے اس کے لئے دو حج مبرور کا ثواب لکھا جائے گا۔ (شرح احیاء العلوم:۴/۷۰۳)

اہل وسعت پر روضہ اطہر کی زیارت لازم ترک پر وعید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا عذر قبول نہ کیا جائے گا جس نے وسعت کے باوجود میری زیارت نہ کی (قبر اطہر پر نہ آیا)۔ (شرح احیاء:ص ۷۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو (قبر اطہر پر) نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (وفاء الوفاء:۲/۱۳۴)

فائدہ: امت کا تعامل ہے کہ قبر اطہر کی زیارت سفر حج کے ذیل میں کرتے ہیں۔ روضہ اطہر کی زیارت بے شمار فضائل کا حامل ہے کہ امت مسلمہ پر آپ کا یہ حق ہے۔ تفصیل سے ان امور کا بیان تاریخ مدینہ اور اس کے مقدس مقامات میں ہے۔

مسجد نبوی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے مقابلہ میں سوائے مسجد حرام کے ایک ہزار ہے۔ (بخاری:ص ۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد بیت المقدس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے اور میری مسجد میں بھی نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے۔ سوائے مسجد حرام کے۔

(ابن ماجہ، کنز:۳/۵۵۵، وفاء الوفاء:۲/۴۲۰)

فائدہ: ابن ماجہ کی اس روایت کے اعتبار سے ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے۔ اور ایک دوسری روایت کے اعتبار سے مسجد حرام سے دگنا دو لاکھ کے برابر ہے۔

امام مالک اسی کے قائل ہیں۔ تحقیق اور تفصیل کے لئے تاریخ مدینہ کا یہ باب دیکھئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں ایک نماز کا ثواب دس ہزار کے برابر ہے۔ (وفاء الوفاء:۲/۴۲۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کر کے میری مسجد کے ارادے سے نکلے اور نماز پڑھے تو اسے ایک حج کے برابر ثواب ملے گا۔ (وفاء الوفاء:۲/۴۲۴)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے اعتبار سے اسے مسجد نبوی کا ثواب دس ہزار ہے۔

ملا علی قاری نے ان روایتوں کی یہ توجیہ کی ہے کہ پہلے ثواب ایک ہزار تھا بعد میں بڑھا دیا گیا۔ (مرقات)

خیال رہے کہ جمہور علماء کرام کے نزدیک مسجد نبوی کا یہ ثواب اس حد تک ہے جہاں تک مسجد کی زمین وسیع ہوگئی ہے اسی طرح جہاں تک صف متصل ہو جائے۔ اب تک جو اضافے ہوئے ہیں اور ہوں گے سب کو یہ ثواب شامل ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو مسجد کی حد تھی اس کی فضیلت اور اہمیت زائد ہے۔ بلاشبہ اس کے برکات وانوار کا کیا پوچھنا۔ موقعہ نکال کر کے حد مسجد نبوی میں خواہ فرض یا نفل کی کوشش کرے۔

چالیس نماز باجماعت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے کہ ایک نماز بھی نہ چھوٹے تو اسے جہنم سے آزادی کا، عذاب سے آزادی کا، نفاق سے آزادی کا، برأت نامہ دیا جائے گا۔

(ترغیب:۲/۲۵۱)

فائدہ: یہ بشارت چالیس نمازیں مسلسل پڑھنے پر اور باجماعت پڑھنے پر ہے۔ اگر ایک جماعت بھی عذراً بھی چھوٹ جائے گی تو یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے امت کا تعامل ۸، ۹، ۱۰ دن قیام کا چلا آ رہا ہے تا کہ یہ تعداد پوری ہو جائے۔ اس تعداد کے پوری ہونے کے بعد قبا وغیرہ جائے۔

روضہ اطہر پر درود وسلام آپ خود سنتے اور جواب دیتے تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو درود میری قبر کے پاس آکر پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ:ص۸۷، بیہقی:ص۹۷)

فائدہ: ان جیسی روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ کے روضہ اطہر کے پاس جو درود پڑھا جاتا ہے آپ اسے بنفس نفیس سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں چونکہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور قبر اطہر کے علاوہ کا درود وسلام حضرات ملائکہ کے ذریعہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ آنے پر سب سے پہلے مسجد نبوی اور قبر اطہر پر حاضری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب (باہر سے) مدینہ منورہ آتے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر اطہر پر آکر سلام پیش فرماتے۔ (وفاء الوفاء:۵/۱۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کے قبر اطہر پر آتے درود وسلام پیش فرماتے دعا فرماتے پھر جاتے۔ (اعلاء السنن: ۱۰/۵۰۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب مدینہ منورہ آئے تو دوسرے مشاغل میں لگنے کے بجائے غسل کر کے صاف و نظیف کپڑے پہنے اور عمدہ عطر لگا کر نہایت سکون و وقار، عشق و محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر مسجد میں پھر روضہ اطہر پر حاضری دے۔ جس کا طریقہ آگے آرہا ہے۔

روضہ اطہر پر حاضری اور صلوٰۃ وسلام کا طریقہ

زیارت سے پہلے غسل کرنا، پاک و نظیف کپڑے پہننا، اور عمدہ عطر سے معطر ہونا، بہتر ہے۔ مسجد نبوی میں باب السلام سے داخل ہو، اولاً دایاں پیر دعا پڑھتے ہوئے داخل کرے۔ اطمینان سے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ اس کے بعد مسجد نبوی کی دیوار قبلہ رخ ہے آئے چونکہ زیارت کا راستہ قبلہ ہی کی طرف ہے اسی طرح چل کر قبر اطہر کے سامنے "مواجہ" کے پاس آئے۔ روضہ اقدس کی جالی میں گول بڑا سوراخ آپ ﷺ کے چہرہ انور کا رخ ہے۔ اس سوراخ کی طرف اپنا رخ کرتے ہوئے درود وسلام پڑھے۔ عموماً ہر وقت بھیڑ رہتی ہے گذرتے ہوئے ہی سلام کرنا پڑتا ہے۔ آپ رک کر صیغے سلام پڑھنا چاہتے ہیں تو لائن سے پیچھے قبلہ کی طرف جلدی سے ہو جائیں اور روضہ اطہر کی طرف رخ کر کے دونوں ہاتھ باندھ کر السلام علیک یا رسول اللہ اور یہ صیغہ سلام پڑھیں:

"السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا حبيب الله، السلام عليك يا خليل الله، السلام عليك يا خير خلق الله، السلام عليك يا صفوة الله، السلام عليك يا خيرة الله، السلام عليك يا سيدالمرسلين السلام عليك يا امام المتقين، السلام عليك يا من ارسله الله رحمة للعالمين السلام عليك يا شفيع المذنبين السلام عليك يا خاتم النبيين، السلام عليك و على جميع الانبياء و المرسلين و الملائكة المقربين. السلام عليك و على آلك و اهل بيتك و اصحابك اجمعين و سائر عبادالله الصالحين. جزاك الله عنا افضل و اكمل ما جزى به رسولاً عن امته و نبياً عن قومه و صلى الله و سلم عليك ازكىٰ و اعلىٰ و انمىٰ صلاةً صلاها على احد من خلقه اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و اشهد انك عبده و رسوله و خيرته من خلقه و اشهد انك بلغت الرسالة و اديت الامانة و نصحت الامة و اقمت الحجة و جاهدت فى الله حق جهاد و عبدت ربك حتى اتاك اليقين. اللهم انه الوسيلة و الفضيلة و الدرجة العالية الرفيعة و ابعثه مقاماً محموداً الذى وعدته و اعطه المنزل

المقعد المقرب عندك و نهاية ما ينبغي ان يسئله السائلون." (لباب:ص۵۰۹)

اس کے بعد اپنے لئے شفاعت طلب کرے۔ پھر دائیں جانب چند قدم بڑھے اور جالی سوراخ کے سامنے آجائے یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مواجہ ہے۔ان کی خدمت میں سلام پیش کرے۔

"السلام عليك يا خليفة رسول الله و صفيه و ثانيه فى الغار ابابكر الصديق جزاك الله عن امة محمد خيراً و لقاك فى القيامة امنا و برا."

پھر تھوڑا سا دائیں جانب ہٹے اور جالی سوراخ کے سامنے آجائے یہ حضرت عمر فاروق کا مواجہ ہے اور سلام پیش کرے۔

"السلام عليك يا امير المؤمنين عمر الفاروق الذى اعزالله به الاسلام جزاك الله عن الاسلام و الامة خيراً."

اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مواجہ پر آجائے اور اپنے لئے شفاعت اور استغفار طلب کرے۔اس موقعہ کی دعاؤں اور اوراد کے لئے حج وعمرہ کی مسنون ومقبول دعائیں ساتھ رکھ لے۔ جو عاجز کا مستند دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

ویسے آج کل اژدحام کی وجہ سے پھر پیچھے جانا اور دعاؤں کا کرنا بہت مشکل ہے تاہم حسب سہولت وموقع وقت غنیمت جان کر کرلے۔ (ہدایۃ)

ریاض الجنۃ کی فضیلت اور عبادت کا اہتمام

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بخاری:ص۱۵۹)

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس روتے ہوئے دیکھا تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہاں آنسو گرانے کی جگہ ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ (شعب الایمان:۳/۴۹۱)

فائدہ: مسجد نبوی میں بائیں جانب منبر سے لے کر حجرہ عائشہ تک تھوڑی جگہ ریاض الجنۃ ہے۔موجودہ دور میں اس کی علامت سفید قالین کا فرش ہے۔ایک قول کے اعتبار سے یہ بالکل جنت کا ایک ٹکڑا ہے جو قیامت سے پہلے اٹھا لیا جائے گا۔ یہاں پر نماز پڑھنا گویا کہ جنت میں نماز پڑھنا ہے۔

حسب سہولت فرض نہ ہو سکے تو نوافل ہی پڑھ لے۔شرح مناسک میں ہے "ياتى الروضة فيكثر فيها الصلوٰة." (شرح مناسک:ص۵۱۵)

ریاض الجنۃ کے ستون کی بھی فضیلت ہے۔ یہ سات ستون ہیں۔ ① اسطوانہ عائشہ ② استوانہ توبہ ③ اسطوانہ سریر ④ اسطوانہ وفود ⑤ ستون حنانہ ⑥ ستون حرس ⑦ ستون جبرئیل۔

ان ستونوں کے پاس نفل نماز پڑھے۔ خصوصاً ستون عائشہ اور توبہ کے پاس۔ ان کی پوری تاریخ و تفصیل تاریخ مدینہ اور مقدس مقامات میں دیکھئے۔

آخری زیارت کے موقعہ کی دعا

اولاً مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھے آزادی کے ساتھ دین دنیا کی دعا کرے۔ پھر روضہ اقدس پر والہانہ جذبہ وشوق اور نم آنکھوں کے ساتھ آئے سلام کے بعد اپنے لئے شفاعت واستغفار طلب کرے۔ پھر یہ پڑھے:

"اللهم لا تجعل هذا آخر العهد بحرم رسولك و يسرلى العون الى الحرمين سبيلاً سهلةً بمنك و فضلك و ارزقنى العفو و العافية فى الدنيا و الآخرة و ردنا سالمين غانمين الى اوطاننا آمنين برحمتك يا ارحم الراحمين."

(اذکار: ص ۲۳۷، غنیۃ)

فائدہ: قیام مدینہ کے زمانہ میں درود پاک کی کثرت، ہر نماز کے بعد سلام پیش کرنے کا اہتمام کرے، مقامات مقدسہ، احد، مساجد معروفہ خاص کر کے مسجد قبا، کی زیارت اور نفل نماز پڑھے۔ مسجد نبوی میں تلاوت کلام پاک اور درود پاک کا خوب اہتمام کرے۔

ان امور کی تفصیل کے لئے تاریخ مدینہ اور اس کے مقدس مقامات کا مطالعہ کیجئے۔ اس موضوع پر ایک نہایت ہی جامع کتاب ہے۔ جو حجاج کے لئے بیش قیمت رسالہ ہے۔

تمت بالخیر

تقبل الله حجنا و عمرنا وا جعل آخرتنا خيرا
من الاولٰى و شرفنا زيارة البيت و جعلنا
من زمرة الصالحين المقربين.

ربیع الاول، ۱۴۲۹ھ

مطابق مارچ ۲۰۰۸ء

(اس کے بعد انشاء اللہ تیرہویں جلد ہے جو امراض، عیادت، علاج معالجہ، نظر، سحر، طب نبوی وغیرہ پر مشتمل ہے)

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ شمائل کبریٰ جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا جامع ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے اس کے متعدد ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو کر خواص اور عوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا "وللّٰہ الحمد والمنة."

اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی منامی بشارت بھی ہے۔ اس کے انگریزی ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے شائع ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں جو طبع ہو چکی ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایۂ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

شمائل کبریٰ جلد اول...... کھانے پینے اور لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وسنن پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم...... سونے، بیدار ہونے، انگوٹھی، داڑھی، لب، ناخن اور عصا وغیرہ ۱۴ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم...... معاملات تجارت ہبہ عاریت قرض، بکری اونٹ پالنے اور سفر وغیرہ ۱۵ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم...... آپ کے بیان کردہ اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا بیان ۷۵ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا نہایت مفصل بیان جو ۱۰۰ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد ششم...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت، وضو، غسل، تیمم اور اوقات نماز وغیرہ جو ۱۰ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم، ہشتم...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق نہایت واضح اور مفصل بیان جو ۲۳ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد نہم...... چاند، روزہ، اعتکاف، شب قدر وغیرہ کے متعلق جو ۹ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دہم...... موت میت جنازہ احوال قبر، وصیت، فرائض وغیرہ کے متعلق جو ۱۰ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد یازدہم...... نکاح طلاق وغیرہ کے متعلق شمائل وسنن۔

شمائل کبریٰ جلد دوازدہم...... حج وعمرہ وغیرہ کے متعلق شمائل وسنن۔

اس کے بعد کی جلدوں میں مرض مریض علاج معالجہ عیادت وغیرہ کے شمائل وسنن کا ذکر ہے۔